بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ذخیرہ محمد اقبال مجددی لاہور

اِنسانِ کامِل

تمام تعریف اُسی مقدس ہستی کو سزاوار ہے۔ جس کی حمد کا حق اس کا نام اللہ ہی ادا کرتا ہے۔ (جو اس کی
ات مستجمع کمالات کے لئے اسم بامسمیٰ ہے) پھر جس نے ہر کمال میں جس کے وہ لائق تھا۔ اور جس کا اُس نے تقاضا
کیا تجلی فرمائی۔ اور اپنے نقطوں سے جو اس کی بزرگی اور جلال کے خال ہیں۔ حروف جمال کا احاطہ کیا۔ اور اس
ہور و تفصیل سے حق حمد کو پورے طور پر ادا کیا۔ ظہور کمالات سے المعبود (اسم اللہ) نے جس چیز کی ثنا کی۔ وہ
اس کے اپنے ہی نفس کی حمد تھی۔ جس کو خود ہی اس نے سنا۔ پس وہی حامد ہے۔ اور وہی حمد اور وہی محمود۔ وجو
مطلق عین اُس چیز کا ہے۔ جس کا نام خلق اور حق ہے۔ یعنی وجود مطلق نے دو مختلف حقیقتوں خلق و حق میں ظہور
فرمایا۔ وہ اس ظاہری اور خارجی عالم کی اصل ہے۔ جو صورتِ آدم پر ظاہر ہوا۔ وہ لفظ کائنات کا معنی۔ مصنوعی
صورتوں کی روح ہے۔ وہ ہر ذرہ میں اپنے ذاتی کمال سے موجود ہے۔ بغیر اس کے کہ اس نے ذرات میں
حلول کیا ہو۔ اس کے چہرہ کا جمال ہر نور سے ظاہر ہو رہا ہے۔ صاحب اُس جلال کا ہے۔ جو اس کی ذات
اجبی کو لازم ہے۔ پورے کمال کو جمع کرنے والا ہے۔ جوہروں۔ عرضوں کی حقیقت۔ معانی و مطالب کی صورت
ہی ہے۔ عدم اور وجود کی ہویت۔ ہر باپ اور بیٹے کے تعین و تشخص کی اینیت یعنی چونی و چگونگی وہی ہے۔
ی صفات سے جمال کو خوبصورت بنایا۔ پھر اس حسن کو عام کیا۔ اور اپنی ذات سے کمال کو کمال بنایا۔ پھر اس کو

ﮦ اسم اللہ کے معنی لغت عرب میں معبود برحق کے ہیں۔ اور معبود کا لفظ عبادت سے ماخوذ ہے جس کے معنی عربی بولی میں نہایت
جہ کے عجز و تذلل کے ہیں۔ اور نہایت درجہ کا عجز و تذلل اُسی ذات کا حق ہے۔ جو قوت۔ قدرت۔ تسخیر وغیرہ نہایت درجہ کے
ل صفات سے موصوف ہو۔ پس اُس کا یہ ذاتی نام اللہ اس کے حق حمد کو پورے طور پر ادا کرتا ہے ؎

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

۵ 131020

پورا کیا۔ اس کی خوبیاں رخسارہائے صفات کے صفحوں پر ظاہر ہوئیں
ہیں (جو ظہور اول اور سب سے پہلا تعین ہے) قرار پکڑا۔ پھر خاموش [illegible]
ہیں) بول اٹھیں۔ کہ وہ عین ان صورِ علمیہ کا ہے۔ تعیناتِ خاص و [illegible]
شمار و کثرت میں اس نے اپنے آپ کو واحد دکھا دیا۔ ازل الآزال و ابد [illegible]
وہ تنزیہ کی حاجت سے منزہ و تمثیل و تشبیہ سے پاک اور برتر ہے۔ اپنی [illegible]
عظمت میں اس بات سے بزرگ ہے۔ کہ حد اور تعریف اس کا احاطہ کرے [illegible]
وقوع نہیں ہوسکتا۔ نہ علم اس کا احاطہ کرسکتا ہے۔ نہ آنکھیں اس کو پا سک[illegible]
ہے۔ اور اس کی ذات مع حقائق صفات میں اس کی قیومیت کا [illegible]
عالم پر تمام ہوئی) اعلیٰ و ادنیٰ سب کا جلوہ گاہ ہے [illegible]
بزرگی کی عظمت اسی سے نکلی۔ اشیاء میں اس کی حیات کا ساری ہونا [illegible]
اور علمِ اشیا اس کی صفت بصر کا محل ہے۔ جوہر غائب و شہادت کو احاطہ [illegible]
کلامِ اشیاء کا مظہر ہے۔ اور پھر موجودات کی حالی و قالی بولیوں کو اس [illegible]
نظام نے اس سے تقاضا کیا۔ اس کا ارادہ اس کے کھلے اور [illegible]
نادرہ کا منشاء ہے۔ اس کی بقا بطون و ظہور کی [illegible]
اس کی الوہیت عابد کی ذلت اور معبود کی عزت کے جوڑ کا نام ہے۔ [illegible]
[illegible]

Marfat.com

شہود کا مطالعہ کرنے والے یعنی ارباب مشاہدہ کی وہ زندگی ہے۔ مرتبۂ تنزل میں (جس میں وہ ہر شے میں سرایت کئے ہوئے ہے) نبات وحیوان کے چلا نے کی جگہ یا وقت یعنی ان کا مولد وہی ہے۔ روحانیات علوی کے تنزل کا بحر۔ فرشتہ کی وہ بلند جائیگا۔ جہاں وہ صعود کرتا ہے۔ اور وہ پستی جو شیطان۔ نفس وہوا کا مقام تنزل ہے۔ وہی ہے۔ کفر اور شرکوں کی تاریکیوں کا مٹانے والا۔ ایمان وادراک کی سفیدی کا نور۔ پیشانئے ہدایت کی صبح ضلالت کوری کی شب تاریک۔ ہر نو پیدا وقدیم شے کا آئینہ۔ عذاب اور نعمتوں کی حقیقت کا مظہر (یہ سب کچھ) وہی ہے۔ اشیا پر اس کا احاطہ خود اس کا ان کی ذات ہو جانا ہے۔ اس کی ذات کی حقیقت پر احاطہ کرنے سے اشیاء کی صفات عاجز ہیں۔ نہ اس کی اولیت کا کوئی اوّل اور نہ اس کی آخریت کا کوئی آخر ہے۔ وہ ازلی قیوم اور ابد تک باقی رہنے والا ہے۔ بے اس کی قوت قدرت۔ ارادت کے کائنات کا کوئی ذرہ حرکت نہیں کر سکتا۔ وہ بات جو ہو چکی۔ اور جو ہونے والی ہے۔ اس کو جانتا ہے۔ وجود کی ابتداء ونہایت وہی ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جس کا پایہ ان مذکورہ عبارتوں سے بلند ہے۔ اور جو اس بات سے پاک ہے۔ کہ ان تصریحات واشارات سے اس کی ذات شناخت کی جائے۔ ہر اشارت جو اس پر دلالت کرتی ہے۔ وہ اس کی دریافت حقیقت سے ایک طرح کا اعراض کر رہی ہے۔ اور ہر عبارت جو اس کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ بیشک وہ ایک طرح سے اُسے بھولے ہوئے ہے۔ وہ ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ خود اُس نے جانا۔ اور اُسی کے مطابق ہے جس کا اُس نے تقاضا کیا۔ اور بذات خود اس نے کمال کو جمع کیا۔ اور اُسے پورا کر دکھایا۔ اور میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ ہمارے سردار حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم جو افراد بنی آدم میں سے ایک فرد ہیں۔ اس کے بندے اور اس کے بزرگ وبلند قدر نبی ورسولؐ ہیں۔ اس کی منقش چادر اور اس کے بزرگ قدر نقش جامہ اور اس کے قدیم وسابق ترین مخلوق اور اس کی نہایت درجہ کی راست وقویم راہ۔ آئینہ ذات کے مظہر۔ اسماء وصفات کی جائے نہایت۔ انوار جبروت کی جائے نزول۔ اسرار ملکوت کی منزل۔ حقائق لاہوت کے جمع ہونے کی جگہ۔ رموز ناسوت کا منبع۔ جبریلی روح کا پھونکنے والا۔ میکائیلی راز کا بخشنے والا۔ عزرائیلی قہر سے تیر نے والا اور اسرافیلی جمعیت کے باز رکھنے والا۔ رحمانیت الذّرات کا عرش۔ اسماء صفات کی کرسی۔ سدرۃ المنتہیٰ۔ وہ فرد جو سب تجلیوں کی ایک سردار تخت ہے۔ ذرات وطبیعیات کا مادہ۔ الوہیات کا فلک اطلس۔ اوج ربوبیات کے برجوں کا منطقہ۔ بلندیوں اور ترقیوں کے فخر کا آسمان۔ علم ودرائت کا آفتاب۔ کمال ونہایت کا ماہِ کامل۔ ہدایت وبرگزیدگی کا ستارہ۔ حرارتِ ارادہ کی آگ۔ غیب وشہادت کی زندگی کے پانی۔ رحمت وربوبیت کے سانس کی بادِ صبا۔ زمینِ ذلت وعبودیت کی طینت۔ سبع مثانی (سورۂ فاتحہ) کا صاحب۔ نیکیوں اور (عذاب ونعیم) کی جوڑہ جوڑہ آیات کا مالک۔ کمال کا مظہر۔ جمال وجلال کا مقتضا ہیں۔ پس اسی مکرم ومعظم رسول کے القاب ہیں ؎

تجلی الکمال عذب الینبوع

[illegible]

Marfat.com

قطب علی فلک المحاسن شمسہٗ | لا آفلاً مازال ذا تطلیع
کل الکمال عبارۃ عن خردل | متفرق عن حسنہ المجموع

ترجمہ - وہ معنی حُسن کا آئینہ - ہر عالی شے کا مظہر - کمال کا جلوہ گاہ چشمۂ شیریں ہے - وہ قطب ہے - فلک محاسن پر جب سے اس کا آفتاب صاحب طلوع ہُوا - پھر اس کا غروب نہیں ہُوا - ہر کمال جو اس کے مجموعی حسن سے پراگندہ ہُوا ہے - ایک رائی کے دانہ سے تعبیر کیا جاتا ہے -

رحمت ہو - اللہ تعالےٰ کی اُس پر اور اس کی آل و اصحاب پر جو اس کے احوال - افعال و اقوال میں اس کے قائم مقام ہوئے - اور مَیں گواہی دیتا ہوں - کہ قرآن اللہ کا کلام ہے - اور یہ کہ حق وہی ہے - جس پر قرآن کا مضمون متضمن ہے - جبریل نے خاتم النبیین و المرسلین کے قلب پر آہستہ اُتارا - اور مَیں گواہی دیتا ہوں - کہ نبی برحق ہیں - اور کتابیں جو ان پر اُتاری گئیں - سچی ہیں - اور یقینی اور قطعی طور پر ان تمام پر ایمان لانا واجب ہے - اور یہ کہ عالم قبر و برزخ اور اس کا عذاب شدنی ہے - اور قیامت بلاشبہ آنے والی ہے - اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام قبر والوں کو ایک دن قبروں سے اُٹھائیگا - اور مَیں گواہی دیتا ہوں - کہ جنت - دوزخ - پل صراط اور قیامت کے دن حساب کتاب سب حق ہیں - اور یہ کہ اللہ تعالےٰ خیر و شر دونوں کا ارادہ کرتا ہے - اور اشیاءِ عالم کی توڑ - جوڑ - اسی کے ہاتھ میں ہے - پھر بھلائی تو اس کے ارادہ - قدرت - رضا و قضاء سے ہے - اور بُرائی اس کے ارادہ - قدرت - قضاء سے تو ہے لیکن اس کی رضا سے نہیں - نیکی [illegible] بُرائی اُس قضاء الٰہی سے ہے - جو بندہ کی بدبختی و گمراہی سے متعلق ہوئی - جو تجھے بھلائی پہنچی - وہ اللہ کی [illegible] سے ہے - اور جو بُرائی پہنچی - وہ تیرے اپنے ہی نفس سے ہے - کہدے ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے - اسی [illegible] وجود کی ابتدا ہوئی - اور ہر امر آخر اسی کی طرف لوٹتا ہے - اما بعد - پھر چونکہ علم الٰہی میں انسان کا کمال اور اپنے بنی نوع پر اس کی بزرگی اس قدر ہے - جس قدر کہ اس نے بمقتضائے [illegible] معارفِ تحقیق جو متعلق بہ الہام و توفیق ہیں - وہ حرم با امن ہیں جس کے [illegible] لوگوں کو ہٹا لیا جاتا ہے - اُن کے بیابان غلطیوں اور لغزشوں میں [illegible] غرق کرنے کے خطرات سے ملے ہوئے ہیں - ان کی راہ باریک بال سے [illegible] دھار تلوار کی زبان سے زیادہ قاطع ہے - امید نہیں کہ [illegible] میں نے یہ کتاب جو تحقیق میں روشن - تدقیق - محکمی و مضبوطی میں [illegible] لئے اس کے رفیق اعلیٰ کی طرف لے جانے میں نرم دل رفیق کی [illegible] - اور اس توقع پر کہ ان مطالب میں طالب کے لئے مہربان بھائی کا کام دے گی - پھر وہ معارف کے آب [illegible] میں اس کتاب سے اُنس پکڑے گا - اور اس کے مٹے ہوئے نشانوں میں اس سے راہ لیگا - اور [illegible] کی تاریکیوں میں اس کے معارف کی روشنی سے روشنی حاصل کرے گا - پھر چونکہ آفتابہائے جذب مریدوں کے

Marfat.com

سماء قلوب سے مفقود ہیں اور کشف کے ماہتابِ کامل سالکوں کے سماء افلاک سے غروب ہو گئے ہیں۔ اور قصد کرنے والوں کی ہمتوں سے عزیمتوں کے ستارے ڈوب گئے ہیں۔ اس لئے کم توقع ہے۔ کہ دریائے معارف کا شناور سلامت رہے۔ اور سیاح ان کے بیابان کے خطروں سے نجات پائے ؎

كم دون ذلك المنزل المتعالي — من مهمه قد حف بالاهوال
وصوارم بيض وخضر اسنة — حملت على سمر الرماح عوال
والبرق يضرب حسرة من تحته — والريح عنه مخيب الآمال

ترجمہ۔ اس بلند و برتر منزل سے ورے کئی ایسی مشکلات ہیں۔ جو خطروں سے لپٹی ہوئی ہیں۔ اور کتنی ہی کاٹنے والی تلواریں اور سبز بھالیں ہیں۔ اور گندم گوں نیزوں پر لگائی گئی ہیں۔ اور بجلی ہے کہ اس کے نیچے سے حسرت کے شعلے اٹھتے ہیں۔ اور ریح ہے اس کی طرف سے جو امیدوں کو زیان پہنچانے والی ہے۔

میں نے وہ کشف صریح پر کتاب کی بنیاد رکھی۔ اور صحیح روایات سے اس کے مسائل کو مؤید کیا۔ اور اس کا نام الانسان الکامل فی معرفۃ الاواخر والاوائل رکھا۔ لیکن جب میں نے تالیف شروع کی اور بیان اور تعریف کے درپے ہوا تو اس کے بعد میرے دل میں آیا۔ کہ میں اس بزرگ کام کا پیچھا چھوڑ دوں۔ اسوجہ سے کہ میں نے مسائل تحقیق کو بزرگ قدر جانا۔ اور اس سرمائے کو قلیل سمجھا۔ جو توفیق سے مجھے دیا گیا۔ پھر میں نے ارادہ کیا کہ متفرق کرنے پر ہمت کو جمع کیا اور اس کے پراگندہ کرنے اور پارہ پارہ کرنے کے درپے ہوا۔ حتےٰ کہ میں نے اس کا نشان مٹا دیا۔ پھر وہ مٹ گیا۔ اور میں نے اسے پراگندہ کیا۔ اور وہ ادھر ادھر بکھر گیا۔ پھر اس کا آفتاب غائب اور غروب ہو گیا۔ اور حجاب کا برقع اس کے چہرۂ جمال پر لٹک گیا۔ اور اس خیال کو میں نے بالکل بھلا دیا۔ اور اسے ایک بھولی ہوئی چیز خیال کیا۔ پھر بعد اس کے کہ وہ دل میں ایک لکھا ہوا اثر تھا۔ محض ایک چیز بے نشان ہو گیا اور میں نے کہا کہ بیشک ہو گیا جیسا کہ فرمایا ہے۔ ھل اتی علی الانسان حین من الدھر الآیہ۔ بیشک انسان پر ایک ایسا وقت آیا ہے۔ کہ وہ کوئی ایسی چیز نہ تھا۔ جس کا ذکر کیا جائے۔ اور زبان حال نے لطیف بولی میں یہ شعر پڑھ دیا ؎

كأن لم يكن بين الحجون الى الصفا — انيس ولم يسمر بمكة سامر

گویا کہ کوہ حجون اور کوہ صفا کے مابین کوئی انیس و غمخوار نہ تھا۔ اور مکہ میں کسی افسانہ گو نے افسانہ بیان نہ کیا۔ پھر خدا نے مجھے حکم دیا۔ کہ میں تصریح اور چیستان کے مابین ان معارف کا اظہار کروں۔ اور مجھے وعدہ دیا۔ کہ اس کا نفع عام ہوگا۔ پھر میں نے دلی رغبت سے اس امر کو جس کی اطاعت فرض تھی۔ قبول کر لیا۔ اور اسکی تعریف و شناسائی میں خدا پر توکل کر کے اس کی تالیف شروع کر دی۔ پھر لو میں والِگانِ اہل ایمان و تسلیم کی آغوش میں کاشانۂ اسم علیم سے اس کے قدیم مٹکے سے شراب پی رہا ہوں۔ جو اس زندہ صاحب کرم سے مجھے پلائی جا رہی ہے اور جو موجود و معدوم ہر دو کو نشہ میں لانے والی ہے

Marfat.com

یہ شراب خوشۂ انگور کی نچوڑ ہے۔ شب تاریک ہے۔ ستارے چٹک رہے ہیں۔ اور صبح اپنی روشنی لئے (شب تاریک) میں چھپی ہوئی ہے۔ جب تو نے اس کے حباب کو کاسہ ہائے شراب میں جلوہ گر کیا اور گردش زمانہ کے ہمراہ اس کے ساغر کو بھر دیا۔

درآنحالیکہ وہ نغمہ سرا ہے۔ تو اس کی خصائل نیک کا لطف حدِ وصف سے بڑھ گیا۔ پھر جبکہ روشن زمانہ کا افسوں خواں بھی اس کے ساتھ شامل ہو گیا۔ (تو یہ لطف دوبالا ہو گیا[۱]) تو نے کتنے ہی حریفانِ شراب کو ان کی جمیل سمیت (جو جواہر معارف سے منظوم تھی) اور مُلکِ خدا کی کنجیوں کو اپنے قابو میں کر لیا۔ اور یہ امر نہایت عظیم الشان ہے۔ بسا مٹے ہوئے جنکے پٹکے کا تو مالک بنا۔ کہ وہ وجود میں صاحب ثروت ہو رہے ہیں۔ اور مٹ بھی جاتے ہیں۔ اور کتنے ہی جاہل ہیں۔ جن کو تو نے اس کی بو سونگھائی۔ پھر وہ خبر دینے لگے۔ کہ نہ ابلیس تھا نہ آدم۔ اور کتنے ہی گمنام (بیابان حیرت) ہونگے۔ جن کو تو نے اس کی بات سُنائی۔ کہ وہ شہرت میں عرش پر جا چڑھے۔ اور معزز اور مکرم ہو گئے۔ پھر اگر تو اس کے ساغر کی آنکھ کو دیکھ لے۔ تو کسی دن ایسی چیز کو اپنی آنکھوں کا سُرمہ نہ بنائے۔ جس کا تجھے پتہ نہیں ہے۔ وہ نُور ہیں آفتاب ہے۔ نہ بلکہ وہ ظلمت میں رات ہے۔ وہ ایک بڑی بھاری حیرت ہے۔ جو کم بولتی ہے (یعنی حیرت کی ایک سُنسان رات ہے) اس کے ورے ہر حائل شئے برقعہ اوڑھے ہوئے ہے۔ اور مثل ماہ کامل کے روشن بھی ہے۔ کہ پوشیدہ نہیں ہوتی۔ پھر وہ روشنی ہے۔ اور آنکھ نہیں ہے۔ اور آنکھ ہے۔ روشنی نہیں ہے۔ (یعنی نُورِ حق کی تجلیات میں آنکھ اور نُور میں کوئی تمیز نہیں رہتی) اور حُسن ہے۔ چہرہ نہیں ہے۔ اور چہرہ ہے۔ جو وہاں بند کے اندر چھپا ہوا ہے۔ بوئے خوش ہے۔ اور عطر نہیں ہے۔ اور عطر ہے۔ اور کستوری کی بو نہیں ہے۔ شراب ہے اور پیالہ نہیں ہے۔ اور پیالہ ہے۔ جو سربستہ بھر ہے۔ اے میرے حریفو۔ اس کے مٹکوں کے حبابوں سے جلیل القدر بزرگ رُتبہ امیدوں۔ آرزوؤں اور امنگوں کو حاصل کرو۔ خدا کی قسم اس کے دربار کی قدر و منزلت میں فروگذاشت نہ کرو۔ جو اس سے بہرہ یاب نہ ہُوا۔ اُسے سوائے حرف و ندامت کے کچھ حاصل نہ ہُوا۔ بیشک مبارک ہیں۔ میرے وہ دوست جو اس سے بہرہ یاب ہوئے۔ اُن پر میرا سلام ہے۔ اور سلام قبول کیا جاتا ہے۔

---

[۱] اور گردش زمانہ کے ہمراہ اس کے ساغر کو بھر دیا۔ درآنحالیکہ وہ نغمہ سرا ہے۔ [illegible] ہر زمانہ [illegible] دینے والی ہے۔ بلکہ زمانہ کی افسوں خوانی جس سے ہر زمانہ کی استعداد [illegible] میں ظاہر ہوتی ہے۔ اس کے حُسن کو دوبالا کرے گی۔

Marfat.com

المقدمہ

خدا مہربان بخشائندہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ تمام کمالات اور خوبیاں اللہ کی ذات کو ثابت ہیں۔ جو واحد و یکتا ہے۔ اور درود اور سلام اُس نبی پر جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ چونکہ اس کتاب کی تصنیف سے اظہارِ حق مطلوب ہے۔ لہٰذا ہم نے اس بات کا التزام کیا۔ کہ اولاً حق سبحانہ تعالےٰ کے متعلق بلحاظ اس کے اسماء کے بحث کریں۔ کیونکہ یہی اس کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ پھر بلحاظ اس کے اوصاف کے اس لئے کہ ذاتِ حق کے رنگا رنگ کمالات ان میں ہیں۔ اور نیز اس لئے کہ مظاہر حق سے اوّلاً جو چیز ظاہر ہوئی۔ وہ یہی صفات ہیں۔ اور ظہور میں صفات کے بعد سوائے ذات کے اور کچھ نہیں۔ پس اس لحاظ سے وہ اسماء سے بلند رتبہ ہیں۔ پھر ہم اس کی ذات کے متعلق بہ حیثیت اس کی ذاتیت کے گفتگو کرینگے۔ ایسی صورت میں کہ کوئی عبارت اس کی متحمل ہو سکے۔ اور ہم کو اس بات سے چارہ نہیں ہے۔ کہ اصطلاحات صوفیہ کو بھی استعمال کریں۔ ہاں حسب ضرورت دُنیا کی بولی سے بھی ان کو موشح و آراستہ کیا جائیگا۔ تاکہ جو اس میں غور کرے۔ اُسے اس کا سمجھنا سہل ہو۔ اور میں عنقریب معرفت الٰہی۔ عالم ملک و ملکوت کے متعلق ایسے اسرار کا اظہار کروں گا۔ جن کو کسی واضع علم نے اپنی کتاب میں ایسے طور پر نہیں رکھا۔ جس سے عالم کا معمّے حل ہو۔ سربستہ رمز کا انکشاف ہو۔ خفا و اظہار کے مابین راہ اختیار کی ہو۔ اور نثر و شعر دونوں طریق سے ترجمانی کی ہو۔ پس چاہئے۔ کہ ناظر پورے طور پر اس میں تاملّ کرے۔ ایسے معانی بھی ہیں۔ جو رمز۔ اشارہ کے سوا سمجھ میں نہیں آسکتے۔ اگر ان کی تصریح کی جائے۔ تو مطلب فوت ہو جاتا ہے۔ اور یہ ایک نکتہ ہے۔ کلام الٰہی میں جس کا بہت لحاظ رکھا گیا ہے۔ کیا تو خدا تعالےٰ کے قول وحملناہ علےٰ ذاتِ الواح و دُسُر کی طرف دھیان نہیں کرتا۔ کہ اگر اس میں لفظ سفینہ بھی بڑھایا جاتا۔ تو یہ سمجھا جاتا۔ کہ وہاں کوئی ایسی کشتی بھی تھی جس میں

سلہ اور اُٹھایا ہم نے اس کو ایک تختوں اور میخوں والی چیز پر۔ یعنی کشتی پر اُسے سوار کیا ۱۲

Marfat.com

تجھے اور مجھیں نہ تھیں۔ پھر میں ناظرین سے التماس کرتا ہوں۔ بعد اس کے کہ میں ان کو جتا دوں۔ کہ میں نے کوئی ایسی بات اس کتاب میں نہیں کہی۔ جو کتاب و سُنّت سے مؤید نہ ہو۔ اگر اُسے خلاف کتاب و سنّت کوئی بات معلوم ہو۔ تو یہ بہ حیثیت اس کے اپنے مفہوم کے ہوگا۔ نہ کہ بہ حیثیت میری مراد کے۔ جس کے لئے میں وہ کلام لایا ہوں۔ پس چاہئے۔ کہ وہ اُس پر عمل کرنے سے رُکا رہے۔ اور اس امر کو وہ خدا کے حوالہ کرے۔ کہ خدا اس کی معرفت اس پر کھول دے۔ اور اس بات کی تجھے کتاب اللہ و سُنّت رسولؐ سے بھی شہادت ملے گی"۔ اور تسلیم اور ترکِ انکار کا فائدہ یہ ہے۔ کہ اس سے تو اس کی معرفت تک پہنچنے سے محروم نہیں رہیگا۔ کیونکہ جو ہمارے اس علم کا انکار کر دیتا ہے۔ وہ اس کی معرفت سے جب تک منکر رہیگا۔ محروم رکھا جائیگا۔ بلکہ اندیشہ ہے کہ پہلی ہی دفعہ انکار کرنے سے وہ مطلقاً محروم رکھا جائے۔ سوائے ایمان و تسلیم کے اس علم کی شناخت کی اور کوئی سبیل نہیں۔ اور یہ بھی جان لے۔ کہ ہر وہ علم کہ کتاب و سُنّت سے جس کی تائید نہ ہو۔ ضلالت ہے۔ نہ اس جہت سے کہ تجھے کتاب و سنّت سے کوئی ایسی بات نہیں ملتی۔ جو اس کی مؤید ہو۔ حالانکہ علم بذات خود مؤید بہ کتاب و سنّت ہوتا ہے۔ لیکن تیری قلتِ استعداد اس کے سمجھنے سے تجھے مانع رہتی ہے۔ تو اس بات پر قدرت نہیں رکھتا۔ کہ تو اپنی ہمّت سے اُسے اپنے موطن و محل سے لا سکے۔ تو گمان کرتا ہے۔ کہ وہ کتاب و سنّت سے مؤید نہیں۔ اور درحقیقت ایسا نہیں ہوتا۔ پس سوائے تسلیم ایمان۔ ترکِ عمل کے اور کوئی راہ نہیں۔ جس سے خدا تیرا ہاتھ پکڑ کر اُس علم کی اصل حقیقت تک پہنچا دے اس لئے کہ ہر علم جو تجھ پر وارد ہوگا۔ تین وجہوں سے خالی نہیں ہوگا۔ پہلی وجہ مکالمہ ہے۔ اور مراد اس سے وہ چیز ہے۔ جو تیرے دل پر حقانی و مُلکی خواہش سے وارد ہو۔ پھر اس کے ردّ و انکار کی تو کوئی راہ نہیں۔ اس لئے کہ اپنے بندوں سے حق کا مکالمہ و اخبار بالخاصیت ایک ایسی مقبول شے ہے۔ جس کو مخلوق کبھی دفع نہیں کر سکتی۔ اور اپنے بندوں سے خدا کے مکالمہ کی علامت یہ ہے۔ کہ اس کلام سے لامحالہ سامع کو معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ وہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس کا سماع کسی خاص جہت سے مقیّد نہیں ہوتا۔ اگر وہ اُسے کسی کلی جہت سے سنتا ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے۔ کہ کسی خاص جہت سے وہ اُسے سُن نہیں سکتا۔ کیا تو موسےٰ علیہ السّلام کے حال کی طرف نہیں دیکھتا۔ کہ شجرۂ مخصوصہ سے انہوں نے کلام الٰہی کو سُنا۔ اور کسی خاص جہت سے اُسے مقیّد نہ کیا۔ حالانکہ وہ درخت بھی ایک جہت تھا۔ اور قبولیت میں خطرۂ ربّانی کے قریب ہے۔ لیکن اس کو یہ قوت حاصل نہیں۔ کہ ہر جہت سے سُنا ... ہاں جب اس کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ تو ضرورتاً قبول کیا جاتا ہے۔ یہ بات ... متعلق نہیں ہے۔ جو مکالمہ سے علاقہ رکھتے ہیں۔ بلکہ تجلیات الٰہی کا بھی یہی حال ہے۔ جب کبھی انوارِ حق سے بندہ پر کسی نور الٰہی کی تجلی ہوتی ہے۔ تو پہلی ہی دفعہ وہ پہچان لیتا ہے۔ کہ وہ نورِ حق ہے۔ خواہ تجلی صفاتی ہو۔ یا ذاتی۔ پھر وہ تجلی ... ہو۔ پھر جب کوئی شے تجھ پر ظاہر ہوئی۔ اور تجھے پہلی ہی دفعہ سمجھ لیا۔ کہ وہ نورِ حق ہے۔ یا اس کی صفت ...

ہے۔ یا اس کی ذات۔ تو جان لے۔ کہ وہ ٹھیک اُسی ذات حق کی تجلّی ہے۔ یہ قاعدہ اس لئے بیان کر دیا گیا۔ کہ یہ ایک ایسا سمندر ہے۔ جس کا کوئی کنارہ نہیں"۔

اور الہام آلٰہی پر مبتدی کے عمل کرنے کی یہ صورت ہے۔ کہ اُسے کتاب و سنّت پر پیش کرے۔ پھر اگر ان دونوں سے اس کے شواہد پائے۔ تو اُسے الہام آلٰہی جانے ورنہ بدوں انکار اُس پر عمل کرنے سے رُکا رہے۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہُوا۔ اور توقف کا فائدہ یہ ہے۔ کہ شیطان کبھی مبتدی کے دل میں ایسی چیز ڈالتا ہے جس سے وہ سمجھتا ہے۔ کہ وہ الہام آلٰہی ہے۔ پس اس اندیشہ سے توقف کی جائیگی۔ کہ وہ الہام اس قبیل سے نہ ہو۔ اور چاہیئے۔ کہ صحیح طور پر توجہ و تعلق الی اللہ کو لازم پکڑے رہے۔ بہ رعایت اُن اصول کے جو مذکور ہوئے یعنی تسلیم و ایمان۔ عدم انکار و ترک عمل و انتظار معرفت۔ جتنے کہ خدا اس کی حقیقت اس پر کھول دے۔

دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ علم ایسے شخص کی زبان پر وارد ہو۔ جو السنّتہ والجماعت کی طرف منسوب ہو اسکا یہ حکم ہے۔ کہ اگر تجھے اس کا شاہد یا اس کی صحیح تاویل اور محل معلوم ہو جائے۔ تو بہتر ورنہ اُس پر عمل کرنے سے بھی رُکا رہ۔ اور اس کا بھی وہی طریق ہے۔ جو مسئلۂ الہام میں بیان ہُوا۔ یعنی توقف و تسلیم کے مابین رہنا تیسری صورت یہ ہے۔ کہ علم ایسے شخص کی زبان پر وارد ہو۔ جو مذہب سے خارج ہو کر بدعتیوں سے جاملا ہے۔ پس ایسا علم ترک کیا جاتا ہے لیکن دانا مطلقاً اس کا بھی انکار نہیں کرتا۔ بلکہ اس سے اُس شے کو قبول کر لیتا ہے۔ جس کو ہر جہت سے کتاب و سنّت قبول کرتی ہے۔ اور رد کرتا ہے۔ جس کو کتاب و سنّت ہر صورت سے ردّ کرتی ہے۔ اہل قبلہ کے مسائل میں ایسی صورت کا کم اتفاق ہوتا ہے (کیونکہ بدعتیونکی تاویل بھی کسی نہ کسی جہت سے صحیح ہوتی ہے) اور جس کو کتاب و سنّت ایک جہت سے قبول کرے۔ اور کسی دوسری جہت سے رد کر دے۔ اس میں بھی یہی مذکورہ مسلک اختیار کرے"۔

اور کتاب و سنّت میں جو مسائل متقابل وارد ہوئے ہیں۔ مثلاً ارشاد باری اِنَّکَ لَاتَهدِی مَن اَحبَبتَ وَلٰکِنَّ اللہَ یَهدِی مَن یَّشَاءُ (بیشک ایسا نہیں ہے۔ کہ تو جس کو چاہے ہدائت دے لے۔ لیکن خدا جس کو چاہتا ہے۔ ہدائت دے لیتا ہے) اور اس کے مقابل یہ قول اِنَّکَ لَتَهدِی صِرَاطٍ مُّستَقِیمٍ (بیشک تو انکو سیدھی راہ دکھا رہا ہے) اور مثلاً قول آنحضرت صلعم اوّل ما خلق اللہ العقل۔ اول وہ چیز جو خدا نے پیدا کی عقل ہے۔ اور پھر یہ قول کہ اوّل ما خلق اللہ القلم۔ کہ سب چیزوں سے پہلے قلم کو پیدا کیا۔ اور پھر تیسرا یہ قول کہ اوّل ما خلق اللہ نور نبیک یا جابر۔ اے جابر سب سے پہلے خدا نے تیرے نبی کا نُور پیدا کیا۔ ایسے مسائل کو کسی احسن۔ اتم۔ نہایت جامع و عام وجہ و محل پر حمل کرنا درست ہے۔ جیسا کہ کہا جائیگا۔ اس ہدائت کے متعلق جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بس میں نہیں ہے۔ کہ مراد اس ہدائت سے ذات آلٰہی تک پہنچا دینے کے ہیں۔ اور وہ ہدائت جو آنحضرت صلعم کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ مراد اُس سے اس راہ کی ہدایت ہے۔ جس پر چل کر انسان واصل بحق ہو سکے۔ اور جیسا کہ اِن مذکورہ تینوں حدیثوں کے متعلق کہا گیا ہے۔

Marfat.com

کہ مراد وان سے ایک ہی چیز ہے۔لیکن باعتبار اپنی نسبت کے متعدد ہوگئی ہیں۔جیسا کہ اسود (سیاہ) لامع (روشن) براق (چمکیلی) ان تینوں چیزوں سے سیاہی مراد ہے۔لیکن مختلف نسبتوں کے لحاظ سے۔ اس تمام مقدمہ کا بیان اس لئے ہوا۔کہ تو اُن محجوبوں کے ورطۂ ضلالت سے نکل جائے۔جو ایک ہی وجہ پر رہ کر بہت سی دوسری وجوہات سے محجوب رہتے ہیں۔اس کتاب میں تجھے وہ طریقۂ تاویل بھی معلوم ہوجائیگا جسے خدا میری زبان پر جاری کرے گا۔اور جس سے انشاءاللہ تعالےٰ تو رجال کے مرتبہ پر پہنچ جائیگا۔

(اشارۃ) حق کے نزدیک مشرقی مسافروں میں سے ایک مسافر کے ساتھ ہم نے وقت کو جمع کیا۔ جو لثام صمدیت سے متلثم[۱] تھا۔یعنی صمدیت کا ایسا تعویذ لئے ہوئے تھا۔جو دشمنوں اور بدگوؤں سے محفوظ رکھے۔احدیت کا ازار پہنے ہوئے۔جلال کی چادر اوڑھے ہوئے حُسن وجمال کا تاج سر پر رکھے ہوئے۔ لسانِ کمال سے سلام کہتا ہُوا رونما ہُوا۔پھر جب اس کی دُعائے سلام کا میں نے جواب دیا۔تو اپنے دہان بند سے ایک موتی اس نے آشکارا فرمایا۔مَیں نے جو اس کو دیکھا۔تو وہ ایک نمونہ و اُنموزج تھا۔پھر وہ میرے لئے ایک محکم۔فیصلہ کُن فردِ حساب تھی۔جو فرضی طور پر فرض کی گئی تھی۔اور وہی ایک چیز ہے۔جو قرض کی غلامی سے بری الذمہ کرتی ہے۔پھر جو مَیں نے اپنے معیار میں اُسے قیاس کیا۔اور موتیوں کی لڑیوں میں اُسے پرویا۔تو پہلی ہی دفعہ میری پیٹھ کے منکوں کا باہمی رشتہ ٹوٹ گیا۔جس کو میں نے الآن کا ستون توڑ کر درست کیا۔پھر جب میزان و معیار کا کانٹا ٹھیک درست اور سیدھا ہوگیا۔اور عرش کا مالک گھر ہی میں آملا۔تو میں نے اقتدار کی کرسی نصب کی۔اور اُس سے میزانِ اعتبار کو درست کیا۔پھر ان بلند درجہ کے کشوف کے قوانین سے انجام تک اپنے مال کا اُس میزانِ اعتبار سے اندازہ کیا۔پھر برابر میرا یہی دستور رہا۔اور جو چیز میرے ساتھ تھی۔اپنے آپ سے بھی میں اُسے چھپاتا رہا۔حتّٰے کہ اوزانِ رطل ختم ہوگئے۔اور مثقال میزان سے ٹوٹ گئی۔تدقیق کی ایک قیراط یعنی رتی سے مَیں کامیاب ہُوا۔جس سے میں نے محکِ تحقیق کو محکم کیا۔پھر اپنا ہاتھ مہندی سے رنگا۔اور اپنی خواب آلود آنکھ میں سُرمہ ڈالا۔پھر جب میں نے آنکھ کھولی۔اور دونوں قفل توڑے۔تو وہ اجنبی شخص حدیث الاین سے مجھ سے مخاطب ہُوا۔اور میں نے لسان البین سے اُسے جواب دیا۔اور یہ شعر پڑھے۔اور ان کو نفی اور اثبات کے درمیان رکھا ہے

صبح عندی النہا عدم
لم تکن غیر ما لطا نصبت
فاتخذ ہا بصورۃ شبحا

ندغرت بالوجود شتہرہ
لک فیہا الکنوز مدخرہ
وہي روح لہ تقبرہ
لم تکن في سواک تانتہ

قدر آھا الخیال من ا...
انا زاک الجدار ...
الکن اللہ ... تغدت
فانہم ... تری صوہ

... و جود مقتدرہ
کنزہ المختفی لا تحتقرہ
بجمال الالہ مشتہرہ

[۱] لثام یعنی دہان بند اور دہان بند اس تعویذ کو کہتے ہیں۔جو دشمنوں اور بدگوؤں کی زبان بندی کے لئے ہو ۱۲

Marfat.com

جب سے وہ وجود میں مشتہر ہُوا۔ میرے نزدیک صحیح ہوگیا۔ کہ وہ عدم بھی تھا۔ اس کے بعد خیال نے اُسے دیکھا۔ کہ وہ ایک قدرت ہے۔ جو عالم وجود میں ظاہر ہونے پر قدرت رکھنے والی ہے۔ وہ وجود سوائے ایک دیوار کے جس میں تیرے لئے خزانے ذخیرہ رکھے گئے ہیں۔ اور کچھ نہ تھا۔ مَیں وہ دیوار ہوں۔ جس میں سرِ حق کا مخفی خزانہ رکھا گیا ہے۔ تاکہ مَیں اُسے کھودوں۔ اس دیوار کو صورت میں ایک قالب سمجھ لے۔ اور وہ سرِ الٰہی اس کی روح ہے۔ یہ مثال اس لئے بیان کی گئی۔ کہ تو اس سے عبرت حاصل کرے۔ اللہ تعالےٰ نے اس کے حسن کو کامل کیا۔ پھر وہ صورت جمالِ الٰہی سے مشتہر ہوگئی۔ عالم میں تیرے سوا کوئی چیز قائم نہیں ہے۔ حقیقت الامر کو سمجھ۔ تا تُو عالم میں اس کی مختلف صورتوں کو دیکھے۔ پھر جب مجھ سے اس نے میری گفتگو کو سُنا۔ اور میری حالت اس پر بھی آئی۔ تو میرے حلقۂ قمر میں اُس نے بھی اپنے موتی کو پھرایا۔ پھر اُس نے شعر پڑھے۔ اور اُن میں راز کو فاش نہ کیا۔ اور کہا ؎

حسنا ببرقعہ منہا ستائرہا ۔ ثعبانہا۔ صدغہا والسحر ناظرہا
وذاقت الخمر فی السکران فاثملت ۔ وبان بالسکر ما تحوی مآزرہا
تخیلت کل بدر ثم فاتخذت ۔ منہ لہا خلقا حتی نوادرہا
رأت نقوش خضاب فی معاصمہا ۔ فاستکتبتہ بہا فیہا غدائرہا
وتوجت قیصرا تاج تبعہا ۔ وقام فی ملک دارا ہا دوائرہا
تملکت لرقاب الخلق قاطبۃ ۔ ببیض مخضرۃ حمر شغائرہا
واستملکت کل حسن کان یحسبہ ۔ من جملۃ الحسن فی لیلاہ عامرہا
فظاہر العز ما یخفیہ باطنہا ۔ وباطن الحسن ما یبدیہ ظاہرہا

حُسن ہے۔ جس کے پردوں نے اُسی کا بُرقع پہنا ہُوا ہے۔ کنپٹیوں پر اس کی لٹکی ہوئی زُلفیں اسکے اژدہا ہیں۔ اور اس کی آنکھ جادُو ہے۔ شراب نے جو اس حُسن کا مزہ چکھا۔ تو پھر مستوں میں وہ بھی مست ہوگئی۔ اور مستی میں وہ ایک ایسی نرالی شے ہے۔ جس کو اس کی چادریں چھپائے ہوئے ہیں۔ وہاں نفوس کاملہ کے تمام بدر متخیل و متمثل ہوگئے۔ جنہوں نے اُس حُسن سے اس کی خو۔ خصلت۔ حتےٰ کہ اس کی عجیب نادر باتیں بھی اخذ کرلیں۔ اسؔ کی کلائیوں میں نقوشِ خضاب کو دیکھا۔ پھر اس کو اُسی سے ان میں اس کی ٹیی ہوئی زُلفوں کے نقش کرنے کا حکم دیا۔ قیصر کو اپنی پیروی کا تاج پہنایا۔ اور اس کے ملکِ دارا میں پھرنے والے یعنی ملوک جو یکے بعد دیگرے مُلک کے وارث ہوتے ہیں۔ قائم ہوئے۔

سبز تلواروں اور خونی چُھریوں سے یہ تمام خلق کی گردنوں کا مالک بنا۔ اور ہر حُسن کو جسے وہ حُسن خیال کرتا تھا۔ کامل کیا۔ اس کے جملہ حُسن میں سے ایک اس کی رات کا حُسن ہے۔ جس میں یادِ حق سے اس رات کو آباد کرنے والا ہو۔ پس عزت کا ظاہر وہ ہے۔ جس کو اس کا باطن چھپاتا ہے۔ اور حُسن کا باطن وہ ہے جس کو اس کا ظاہر نمایاں کرتا ہے۔

پھر جب میں نے اِس کی اس پسندیدہ و مرغوب بات کو سُنا۔ اور اس کے رازدار مضمون کو سمجھا تو میں نے اس ذات کی اُسے قسم دی۔ جو تھا اور نہ تھا۔ اور جس نے اپنے عہد کو پورا کیا اور خیانت نہ کی۔ اور جس نے اپنی دو چادروں کو پہنا۔ اور دو کپڑوں سے برہنہ ہُوا۔ جہان میں اپنے حُسن و جمال کو پھیلایا

Marfat.com

اور وہ خود کسی چیز کا محتاج نہیں ہے۔ اور اس کی قسم دی۔ جس کے بیان حقیقت کو عقول و افکار نے بعید جانا۔ اور جس کی بہشت کے لئے ارواح و اسرار اس کے قریب ہوئے۔ اور اُس ذات کی قسم دی۔ جس نے اپنے احاطہ میں عالم کو حیرت میں ڈالدیا۔ اور اپنے دُور رہنے یعنی آنکھوں سے اوجھل ہونے میں حیرت سے نکالا۔ اور اپنے نقطہ میں عالم کو جمع کیا۔ اور بصورت اپنے دائرۂ احاطہ کے اُسے زیادہ کیا۔ یعنی پھیلا یا یہ قسمیں دے کر میں نے اُسے کہا۔ کہ وہ حجاب کے بُرقع کو اُٹھا دے۔ اور واضح طور پر مجھ سے کلام کرے پھر اس نے پہلی حالت سے تنزل کرکے یہ شعر پڑھے۔ خدا اس پر رحم کرے ؎

انا الموجود و المعدو	م والمنفی والباقی	انا المحسوس والموہو	م والافعاء والراقی
انا المحلول والمعقو	ددا لمشروبُ الساقی	انّا الکنز انا الفقر	انا خلقی وخلاقی
فلاتشرب بکاساقی	ففیہا سم دریاقی	ولا تطمع ولوجافھو	منسر ودد باغلاق
ولاتحفظ و نامالی	ولاتنقض لمیثاقی	ولاتثبت وجوداً لی	ولاتنفیہ یا باقی
ولاتجعلک غیرالی	ولا عینا لآ ماقی	ولکن ما غنیت بہ	بہ غیبث اشواقی
فکن فیما ترانی فیہ	واشرب کاس اداقی	ولاتخلع قبا بندی	ولاتلبس لغلطاقی
وقل اناذا ولست بذا	باد صافی واخلاقی	فبی برد وھذا التلہ	ب ملتہب باحراقی
وبی ظماء ویا عجبی	وفی جیحون اغراقی	وقد اعیانی الحمل	وما شیئ باعناقی
اخف وفی اثقالی	واثقل والہوی ساقی	یحاکینی النعام بحال	تی طربی واشفاقی
فہو طیر با جنحتہ	وہو جمل باعناق	ولاجمل ولاطیر	ولکن رمز سباقی
فلاعین ولا بصر	ولکن ستر آماقی	ولا اجل ولاعمر	ولا فان ولا باقی

مَیں موجود بھی ہوں۔ معدوم بھی۔ اور منفی بھی ہوں اور باقی بھی۔ محسوس بھی ہوں اور موہوم بھی اور رافعی بھی ہوں اور افسوں خواں بھی۔ کشادہ بھی مَیں ہوں۔ اور بستہ بھی مَیں۔ پینے کی چیز بھی مَیں ہوں۔ اور پلانے والا بھی مَیں۔ خزانہ بھی مَیں ہوں۔ اور تہیدستی و فقر بھی مَیں۔ مَیں اپنی ہی مخلوق اور اپنا ہی خالق ہوں۔ میرے کاسوں اور ساغروں سے نہ پینا۔ کہ ان میں میرے تریاق کا زہر ہے۔ میرے مقام ربوبیّت والوہیت میں گھُسنے کی طمع نہ رکھ۔ کہ اس کا دروازہ میں نے بند کر دیا ہُوا ہے۔ محفوظ نہ رکھ۔ اور نہ میرے عہد کو توڑ۔ اے زندہ بخدا میرے وجود کو نہ ثابت کر اور نہ نفی میرے گوشہ ہائے چشم کے لئے نہ تو اپنے آپ کو میرا غیر بنا۔ اور نہ عین۔ لیکن جو میری مراد ہے۔ اسی میں میرے شوق غائب ہو گئے۔ پس اسی حالت میں رہ جس میں تو مجھے دیکھ رہا ہے۔ اور میرے اُچھلتے ہوئے ساغر کو نوش کر۔ میری قبائے عبودیت کو نہ اُتار۔ اور نہ میری ربوبیّت کے پھر گل کو پہن۔ میرے اوصاف سے متصف اور میرے اخلاق سے متخلق ہو کر کہدے۔ کہ مَیں یہ ہوں اور مَیں یہ نہیں ہوں

Marfat.com

مجھ میں سردی ہے۔ اور میرا قلب میری آتش افروزی سے بھڑک رہا ہے تعجب کی بات یہ ہے۔ کہ مَیں دریائے جیحون میں غرق ہوں۔ اور پھر پیاسا بھی ہوں۔ بوجھ نے مجھے عاجز کر دیا ہے۔ حالانکہ میری گردن پر کچھ نہیں ہے۔ مَیں سبک تر ہوں۔ حالانکہ مجھ میں کئی بوجھ ہیں۔ اور مَیں بہت ثقیل ہوں۔ حالانکہ ہوا مجھے اُڑائے پھرتی ہے۔ میری دونوں حالتوں طرب و بھڑک (ڈرنے) میں شتر مرغ میری نقل کر رہا ہے۔ وہ بازوؤں کی طرف سے تو پرندہ ہے۔ اور گردن کی جہت سے اونٹ۔ اور نہ اونٹ ہے۔ نہ پرندہ۔ لیکن سبقت لے جانے کی ایک رمز ہے۔ نہ آنکھ ہے۔ نہ بینائی۔ لیکن میرے گوشہائے چشم کا ایک راز ہے۔ اور نہ اجل ہے۔ اور نہ عمر اور نہ کوئی فانی ہے۔ اور نہ باقی۔

وہ ایک جوہر ہے۔ جس کے دو عرض ہیں۔ ذات ہے۔ جس کے دو وصف ہیں۔ ہویت اس جوہر کی علم و قوی ہیں۔ پھر وہ علیم و حکیم ہے۔ کہ قوی کے رستوں میں چلا۔ پھر قوی کی شکل ثلاثی پر کہ ناسوتی۔ ملکوتی جبروتی قوتیں ہیں۔ ظاہر ہوا۔ اور قوی اس کے علوم حکمت سے مترشح ہوئے۔ پھر بسیط اس ہویت کے ثلث پر ترکیب دیا گیا۔ یعنی عالم ناسوت کی قوتوں میں جو جمیع قوی کا ثلث ہے۔ ترکیب دیا۔ تیرا اختیار ہے۔ کہ علم کو اصل اور قوی کو اس کی فرع یا قوی کو زمین اور علم کو اس کی کھیتی قرار دے۔ کیونکہ یہ دونوں باتیں صحیح ہیں۔ اور یہ علم دو علم ہیں۔ علم قولی اور علم عملی پھر علم قولی تو وہ انموذج ہے۔ جس نے تیری ہیئت و صورت پر ترکیب پائی۔ اور تیرے نشانِ بزرگی کی انیت سے کہ مراد اُس سے تیرا خارجی وجود ہے۔ برہنہ رہا۔ اور علم عملی سے مراد وہ حکمت ہے۔ جس سے حکیم اپنے علم سے منتفع ہونے کی طرف راہ پاتا ہے۔ اور جس سے امیر اپنی حکمتوں سے اختراع کرنے لگ جاتا ہے" اور قوتیں بھی دو قسم پر ہیں۔

(۱) قوی جملی تفصیلی۔ اور اس کی شرط حُسنِ طبیعت کی استعداد اور اصول کی درستی و راستی اور کمالِ فعل ہے باوجود صحیح ہونے منقول کے (۲) دوسری قسم قوی جملی تخییلی ہے۔ جس کی شرط اس بات کی قابلیت ہے۔ کہ جوہر صاحب تحیز ہو۔ اور دو کہ اُن کے درمیان تمیز ہو۔ اور ذات جس کے دو وصف ہیں۔ پس وہ دو وصف انتَ و انا ہے۔ اور لی۔ بِک۔ لک۔ بنا۔ الہنا وغیرہ ہیں معنی ان لفظوں کے تو۔ مَیں۔ میرے لئے۔ تیرے ساتھ تیرے لئے۔ ہمارے ساتھ۔ ہمارے اِلٰہ ہیں۔ پھر انتَ تو بلحاظ تیری ہویت کے ہے۔ نہ اُس لحاظ سے جس کو معقول پسند کرتا ہے۔ انت اوصافِ عبدیت سے ہے۔ اور انا میری حقیقت کی جہت سے نہ اس جہت سے جس کو معقول اختیار کرتا ہے۔ انا جو اوصافِ ربیت یعنی رب ہونے کے وصفوں سے ہے۔ وہ وہ ہے جس سے ذات کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ اور باعتبار اُس چیز کے جس کو معقول پسند کرتا ہے۔ انا میری انیت ہے۔ انا ہو اللہ کا حکم رکھتا ہے۔ اور انت بحیثیت خلقیت ہمارا جسد ہے۔ پس اپنی ذات کو دیکھ خواہ باعتبار انا اور خواہ باعتبار انت۔ اس مقام میں سوائے حقیقت کلیہ کے اور کوئی چیز نہیں۔ پھر پاک ہے۔ وہ۔ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ ۱۵ ابیات کا ترجمہ

Marfat.com

فی نفسہ وہ ایک ذات ہے۔ جس کی دو جہتیں ہیں۔ ایک سفل کی جانب دوسری اوپر کی جانب۔ اور بیان کرنے میں ہر جہت کے لئے ذات۔ اوصاف اور جدا جدا فعل ہیں۔ اگر تو ایک کہے۔ تو بھی سچ ہے۔ اور اگر تو دو کہے تو وہ دو بھی ہیں۔ یا اگر تو کہے۔ کہ نہیں بلکہ وہ تو مثلث ہے۔ تو تو نے سچ بولا۔ یہ ہے حقیقت انسان۔ اس کی احدیت پر نگاہ ڈال۔ کہ وہ اس کی ذات ہے۔ اور بول اُٹھ۔ کہ وہ اپنی شانِ احدیت میں واحد و یکتا ہے۔ اور اگر تو دو ذاتیں دیکھے۔ تو بہ سبب اس کے عبد و رب ہونے کے تو کہدیگا۔ کہ وہ دو ہیں۔ اور جب تو حقیقت پر اور اس چیز پر جس کو ہیں لئے دو ضدوں میں جمع کیا ہے۔ سرسری نظر ڈالیگا۔ تو تُو حیران رہجائیگا۔ نہ اس کے سفل کو عالی اور نہ اس کی بلندی کو سفل کہہ سکے گا۔ بلکہ اس کی حقیقت کے لئے جس کی ذات کے حقائق کو دو وصف لاحق ہوئے ہیں۔ ایک تیسرا نام مقرر کر۔ اور وہ تیسری چیز وہ ہے۔ جس کا عالم علوی کی جہت سے احمد نام ہے۔ اور عالم سفلی کی جہت سے محمدؐ۔ اب ہونے کی جہت سے وہ اسم عزیز وحدی سے تعریف کیا جاتا ہے۔ میں اپنے دل کو اس پر قربان کرتا ہوں۔ اے پرکار کے مرکز اور اے ہدایت کے راز۔ اے وجوب و امکان کے محور۔ اے تمام دائرۃ الوجود کے عین۔ اے قرآن و فرقان کے نقطے۔ اے کامل اور کاملوں کو کامل بنانے والے رحمٰن کی شان وجلالت کے اندیشہ سے لوگوں نے تیرے اوصاف کو مختصر کر دیا ہے۔ تو اس کی خلوتوں میں عجائبات کا قطب ہے۔ اور فلکِ کمال تجھ پر گھوم رہا ہے۔ تو تنزلیہ بھی ہے۔ اور تشبیہ بھی۔ بلکہ تیرے لئے تمام وہ چیز ہے جو جانتی ہے۔ اور جاہل ہے۔ باقی ہو یا فانی۔ درحقیقت وجود بھی تیرے لئے ہے۔ اور انعدام بھی تیرے لئے۔ پستی ہمراہ بلندی کے تیرے دو کپڑے ہیں۔ تو ضیا بھی ہے۔ اور ضیا کی ضد یعنی تاریکی بھی۔ بلکہ حیران و سرگشتہ عارف کے حق میں تو محض تاریکی ہے۔ اس کا طاق۔ زیت۔ چراغ جن کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔ اس سے مراد تو ہے۔ اور وہ جس نے مجھے پیدا کیا۔ تو زیت ہے۔ اس جہت سے کہ تو اول ہے۔ اور مشکوۃ منیر ہے۔ اس جہت سے کہ تو مخلوق ہے۔ اور اس سبب سے کہ تیرا یہ رُتبہ ہے۔ کہ تیرا وصف عین اس کا وصف ہے۔ تو چراغ ہے۔ اے میرے بیان کا نُور۔ اپنی ضیا اور روشنی سے اپنی نہایت درجہ کی تاریکیوں میں میرا رہبر بن۔ اور میرے نقصان کو پورا کر۔ اے انبیا علیہم السلام کے سردار اور اُس شخص کے سردار جس کے امکان کا مرتبہ مکان کے اوپر ہے یعنی عارف لامکان کے سردار۔ تو کریم ہے۔ میری دستگیری فرما۔ کہ عبد الکریم ہونے کی میری تیرے سا[illegible] نسبت ہے۔ اور نیز میں تیرا محب فانی ہوں۔ اپنے وجود کی سیر میں عہد کے ساتھ میری باگ میں میری عنان سست اور چست ہو۔ اے صاحب رجا و جائے امید میری جان تیرے سا[illegible] قید ہوئی ہے۔ بلکہ محبت سے میری زبان نے تجھے پکا رہے۔ درود و رحمت ہو۔ اللہ تعالٰے کی تجھ پر۔ تیری تمام آل و صحابہ پر جو عاید دین کے لئے مثل ارکان کے تھے۔ اور وارثانِ دین پر اور اُس شخص پر جسے آپ کے خانۂ نبوت کی کشادگیوں میں کچھ بزرگی حاصل ہے۔ خواہ وہ بزرگی محض علم و ایمان کی ہو۔ اے انسان میں تیرا آہی کے سین اور اے حاوحیا تجھ پر اللہ کی رحمت ہو

جب مَیں نے اس کی گفتگو کو سُنا۔ اور اس کے بچے کھچے شراب کو پیا۔ مَیں نے اُسے کہا۔ کہ اپنی اُن اعجوبہ باتوں سے مجھے خبر دے۔ جن کو تو نے اپنی ترکیبوں میں بیان کیا۔ اس نے مجھے کہا۔ کہ جب میں کوہ طور پر چڑھا۔ اور بحر مسجور و دریائے افردختہ کو پیا۔ اور کتاب مسطور کو پڑھا۔ تو ناگاہ وہ ایک رمز تھی۔ جس پر قوانین نے ترکیب پائی۔ پھر وہ اس کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ وہ تیرے لئے ہے۔ اس کی وہ علامات جو تیرے نزدیک صحیح ہو گئی ہیں۔ تجھے اپنی آگاہی و خبر سے نہ نکال دیں۔ کہ تو کہنے لگے۔ کہ یہ اس کے لئے ہے۔ اور یہ میرے لئے۔ کیونکہ اس کا حال تیرے حال کے مشابہ نہیں ہے۔ سوائے اس کے نہیں۔ کہ خدا نے تیرے وجود کو ایک نمونہ اور ایک لساتی آئینہ بنایا ہے۔ جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ یہ سب اس لئے ہے۔ تاکہ تو اس میں اس چیز کو معائینہ کرے۔ جو تیرے لئے ہے۔ پھر اس کے گرد و نواح کو اپنا گرد و نواح سمجھے۔ اسی لئے تو اُسے نہ دیکھ سکتا ہے۔ نہ ادراک کر سکتا ہے۔ اور نہ پا سکتا ہے۔ اور نہ روک سکتا ہے۔ کیونکہ اگر وہاں کوئی چیز ہوتی۔ تو حق سُبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ۔ تو اُسے پاتا۔ عارف جب اس کی حقیقت سے متحقق ہوتا ہے۔ تو مَیں اس کے کان اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں۔ موجودات میں سے کوئی چیز اُس پر مخفی نہیں رہتی۔ کیونکہ تمام تعینات خالق کائنات کا عین ہے۔ پھر مطلقاً اس کی نفی بھی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی نفی سے تیری بھی نفی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ تیری انموذج ہے۔ اور تیری نفی کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔ حالانکہ تو موجود ہے۔ اور تیری صفات کا اثر مفقود نہیں ہے۔ اور اسکا اثبات بھی صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ اگر تو نے اُسے ثابت کیا۔ تو تو نے اُسے صنم بنایا۔ اور اس سے غنیمت کو ضائع کر دیا۔ اور مفقود کا اثبات کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ یا اس کی نفی کس طرح ہو سکتی ہے۔ اور وہ تو موجود ہے۔ بیشک حق سُبحانہ و تعالےٰ نے تجھے اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔ اور اپنے اوصاف سے تجھے آراستہ اور اپنے اسماء سے تجھے مسمّٰی کیا ہے۔ پھر وہ حیّ ہے۔ اور تیرا نام بھی حیّ ہے۔ اور وہ علیم ہے۔ اور تو بھی علیم۔ اور وہ مرید و صاحب ارادہ ہے۔ اور تو بھی مرید و صاحب ارادہ ہے۔ اور وہ قادر ہے۔ اور تو بھی قادر اور وہ سمیع ہے۔ اور تو بھی سمیع۔ اور وہ بصیر ہے۔ اور تو بھی بصیر۔ اور وہ متکلم ہے۔ اور تو بھی متکلم۔ اور وہ ذات ہے۔ اور تو بھی ذات۔ وہ بھی جامع اور تو بھی جامع وہ بھی موجود اور تو بھی موجود پھر اللہ تعالیٰ کیلئے ربوبیت اور تیرے لئے بھی ہے۔ ربوبیت۔ بحکم کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ۔ (تم میں سے ہر ایک صاحب رعیت ہے۔ اور ہر ایک اپنی رعیت کی بابت پوچھا جائیگا) اور وہ بھی قدیم ہے۔ اور تو بھی قدیم۔ اس لحاظ سے کہ تو اس کے علم میں موجود تھا۔ اور علم اس کا جب سے وہ ہے۔ اس سے جُدا نہیں ہُوا۔ تمام وہ چیز جو اس کے لئے ہے۔ اس نے تیری طرف مضاف کی ہے۔ اور اس مشہد و منظر میں وہ سب کچھ جو تیرے لئے ہے۔ اپنی طرف مضاف کیا ہے۔ پھر وہ عزت و کبریائی میں منفرد اور تو عجز و ذلت میں منفرد ہے۔ جیسا کہ اولاً تیرے اور اس کے درمیان نسبت صحیح ہوئی۔ یہاں وہ نسبت ٹوٹ بھی گئی۔ پھر میں نے اُسے کہا۔ اے میرے سیّد و سردار۔ تو نے اوّلاً مجھے اس کے قریب کیا۔ پھر دور ڈال دیا۔ مغز کو پھیلایا۔ پھر اس پر چھلکے کو بچھا دیا۔ کہا۔ میں نے اس کو قانون حکمت الہیہ کے حکم پر

Marfat.com

تنزل کیا ہے۔ اور بشری ادراک کی میزان پر اُسے املا کیا ہے۔ تاکہ قریب اور بعید سے اس کا اخذ کرنا سہل ہو۔ اور غریب اور راندہ کے لیئے اس کا حاصل کرنا ممکن ہو۔ پھر میں نے اُسے کہا۔ کہ اپنے خالص شراب سے مجھے کچھ اور بھی عنایت فرمائیے۔ اور اپنے لعاب دہن کی چکش سے مجھے بہرہ مند کیجئے۔ کہا۔ میں سونا اور میں ایک نیلگوں گنبد میں تھا۔ ایک ایسے عالم کو جو عنقا سے خبر دے رہا تھا۔ پھر میں نے اس کی طرف رغبت کی اور اس کے آگے متمثل ہو کر کہا۔ کہ اپنی اس خبر کو میرے آگے کھول۔ اور اپنے اس اثر کو صحیح کر۔ کہ وہ ایک عجیب حق چیز ہے۔ اور پرندہ ہے۔ جس کا نام حملیق[1] ہے۔ اس کے چھ سو پر ہیں۔ اور ہزار دم۔ حرام اس کے نزدیک مباح ہے۔ اس کا نام سفاح ابن سفاح ہے۔ اس کے بازوؤں پر اسماء حسنیٰ لکھے ہوئے ہیں۔ بآء کی صورت اس کے سر میں اور الف اس کے سینے میں۔ اور جیم اس کی پیشانی میں اور حاء اس کی چنبرۂ گردن میں اور باقی حروف اس کی دونوں آنکھوں میں قطار قطار ہیں۔ اور اس کی علامت یہ ہے۔ کہ اس کے ہاتھ میں انگوٹھی ہے۔ اور اس کے پنجے میں ایک محکم مضبوط اور حتمی شے ہے۔ اس کے لئے ایک نقطہ ہے۔ جس میں غلطی ہے۔ اور ایک چہار گوشہ چادر ہے۔ جو زغرف کے اوپر ہے۔ پھر میں نے اُسے کہا۔ اے میرے سردار اس پرند کا مقام کہاں ہے۔ کیا اس کا مقام وسعت کی کان اور خبر کا مکان ہے۔ جب میں نے عبارت کو پہچانا اور اشارت کو سمجھا۔ تو میں مُلک اور فلک سے تجاوز کر کے جوِ فلک کو قطع کرنے لگا۔ اور اس امر عجیب پر جس کا نام عنقاء مغرب ہے۔ گھومنا شروع کیا۔ پھر میں نے اس کی کوئی خبر نہ پائی۔ اور مجھے اس کا کوئی نشان نہ ملا۔ پھر اسم نے مجھے اس کا پتہ دیا۔ اور وصف نے قید اور اسم سے مجھے نکالا۔ جب میں صفات کا لباس اُتار کر فلکِ ذات کی سیر میں شروع ہُوا۔ تو دریائے حیرت میں ڈوب گیا۔ اور مچھلی نے میرے بازوؤں کو نگل لیا۔ اور درِ مکنون کے اوپر مجھے لے اتری۔ اور سامنے ایک چٹیل میدان میں مجھے پھینک دیا۔ پھر مدت تک میں ٹھیرا رہا۔ نہ سُنتا تھا۔ نہ دیکھتا تھا۔ جب میں نے آنکھ کھولی۔ اور قید الاین سے آزاد ہُوا۔ تو میں نے معلوم کیا۔ کہ یہ سب اشارات میری ہی طرف ہیں۔ اور یہ سب عبارات مجھ پر ہی صادق آتی ہیں۔ پھر کیا دیکھتا ہوں۔ میں ہی اُن بازوؤں والا ہوں۔ جن پر تسبیح کرنے والے نام مکتوب ہیں۔ الف میرے سینہ میں ہے۔ اور جیم جیسا کہ اس نے کہا میری پیشانی میں۔ اور حاء میری ہنسلی میں۔ جو کچھ اس نے فرمایا تھا۔ اس کا ایک ذرہ بھی ایسا نہ تھا۔ جو مجھ میں نہ ہو۔ میں نے جان لیا۔ کہ میں وہی ہوں۔ جس سے وہ مراد رکھتا تھا۔ اسوقت وہ نقطہ ظاہر ہُوا۔ اور ... ہو گئی۔ جو مر چکا تھا۔ اس کے زندہ کرنے سے علامات ظاہر ہو گئیں۔ راوی کہتا ہے ... کہ اے میرے سید۔ وہ حتمی امر اور سر بمہر کا سہ کونسا ہے۔ پھر مجھی بولی ... ہوا۔ اور ترجمہ لیا۔ کھوج کر لے لا۔ اور پہنایا۔ دوسری دفعہ پھر غروب ہوا۔ پھر ترجمہ کیا۔ اور کہا۔ وہ انموذج عالی معقول ہے وہ ایک محل ہے۔ جو بذات خود ادراک نہیں کیا جاتا۔ بنا محمول کے لئے اور جو کچھ اس میں منقوش ہے۔

---

[1] حملیق جو اس پرندہ کا نام رکھا گیا ہے۔ اس لفظ کے معنی بیغولہ چشم کے ہیں۔ اور انسان کے معنی بھی تپلی کے ہیں۔ فافہم

وہ اس کے لئے نہیں۔ بلکہ اسفل کے لئے ہے۔ جو معقولات کے اُس عالم بالا سے نقل کیا جاتا ہے۔ اور اسفل وہ ہے۔ جس کی طرف (لفظ الاین سے) اشارہ کیا گیا ہے۔ ہر بات اُسی کے لئے ہے۔ اور وہی اس کا مدار علیہ ہے۔ پھر جب انموذج کہ مراد اُس سے معقول و مجرد ہے محسوس میں منقش ہوئی۔ اور محسوس کے اس عبارت نے جو کچھ اُس محمل میں تھا۔ اپنے اوپر اُٹھا لیا۔ تو پھر اسفل ہے۔ کہ عین اس اعلیٰ کا ہے۔ اور علویات ہیں۔ کہ اس عالم سفلی میں موجود ہیں۔ اسی لئے کہا ہے جس نے کہا ہے۔ کہ انموذج اور منقوش مشار الیہ کے مابین کوئی نسبت نہیں ہے۔ اگرچہ اس بات کے سمجھنے میں اس نے خطا کی ہے۔ اور نہ جانا کہ مراد انموذج سے عین وہ چیز ہے۔ جو مشار الیہ میں منقوش ہے۔ اور اسی لئے کہا جس نے کہا۔ کہ مشار الیہ عین انموذج کا ہے۔ اگرچہ اس بات میں اُس نے خطا کی۔ اور نہ سمجھا۔ کہ انموذج تو ایک بلند شے کا نام ہے۔ اور مشار الیہ اصطلاح میں فقط اس چیز کو کہا جاتا ہے۔ جو پستی سے موصوف ہے۔ اور اسی لئے کہا ہے جس نے کہا ہے۔ کہ انموذج جامع ہے۔ اگرچہ اُس نے بھی یہ خیال نہ کیا۔ کہ انموذج فقط صفاتِ کمال کا نام ہے جس سے صفاتِ ناقصہ کیلئے اس کا اسم ہونا باقی رہ جاتا ہے۔ اور اسی لئے کہا جس نے کیا۔ کہ منقوش مشار الیہ جامع ہے۔ واسطے اُس انموذجیت کے جو اس میں منقوش ہوئی۔ یہ نہ سمجھا۔ کہ منقوش مشار الیہ صرف اُس چیز کا نام ہے۔ جو صفات نقص کا محل ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا۔ کہ محل تعیین مخصوص بہ اشارہ ہے۔ اور وہ عبارت میں حدوحصر کا موقع ہے۔ لہذا ایک جماعت العجز عن درکِ ادراک الذات کی قائل ہوئی۔ اور اس میں بھی خطا ہے۔ اس لئے کہ مشار الیہ کی شرط یہ ہے۔ کہ جو کچھ انموذج میں ہے۔ وہ اس میں انتقاش پائے۔ پس اس کے لئے ادراک بھی ہوگا بسبب ان چیزوں کے ساتھ مجانست پائے جانے کے جو انموذج میں پوشیدہ و مخفی تھیں۔ پھر نہیں ہوگا اس کے لئے عجز۔ اور نہیں صحیح ہوگا۔ کہ ادراک سے عاجز آنا اوصافِ عارف سے ہے۔ اور اس پر دلیل یہ ہے۔ کہ عارف نے جب کسی چیز کے ادراک سے اپنے عجز کا اعتراف کیا۔ تو وہ عجز محض اس شے کی صفات کی معرفت کے لحاظ سے ہے۔ اس لئے کہ وہ ادراک میں نہیں آسکتیں۔ اور اس کی وجہ یا تو عدم تناہی ہے۔ یعنی انکا بے نہایت ہونا۔ اور یا ادراک کے قابل ان کا نہ ہونا ہے۔ لہذا اعترافِ عجز ہی کما ینبغی اس چیز کی معرفت ہے۔ پھر جب کما ینبغی تو نے اُسے شناخت کرلیا۔ تو بیشک کما ینبغی تو نے اُسے سمجھ لیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کلام میں وارد ہوا ہے ادراک العجز عن الادراک ادراک۔ (ادراک سے اپنی عاجزی کا ادراک کرنا ہی ادراک ہے۔) اور دوسری روایت میں ہے العجز عن درک الادراک ادراک۔ (ادراک کی حقیقت سمجھنے سے اپنے عجز کا اعتراف ہی ادراک ہے۔) اور جب ادراک حاصل ہُوا۔ تو ادراک سے عجز نہ رہا۔ اور بندہ عزت سے متصف ہُوا۔ اور عجز اس میں نہ رہا۔ اور قول اللہ تعالےٰ کا۔ لاتدرکہ الابصار (آنکھیں اس کو نہیں پاسکتیں) مراد ان آنکھوں سے یہ مخلوق آنکھیں ہیں۔ اور وہ جنمی قدیم آنکھ جس سے بندہ دیکھتا ہے۔ سو وہ غیر مخلوق ہے۔ کیونکہ وہ اُس کنہ بصر کی حقیقت ہے جس سے وہ دیکھتا ہے۔ پس اِس کو سمجھ لے

لی فی العوالم عجائب	واناودبک ذوالعجائب	قطبی یدور علے رحی	فلک تدور بہ الغرائب
معنوی الذی لی فی الھوی	اعیا قراءة کل کاتب	اظھرتہ بعبارة	دقت فلم تفھم لصائب
عرفتہ و حتہ	صرحتہ بین الحبائب	فزویت عنہ عیونھم	ورویت منہ کل شارب
وغرستہ فجنیتہ	وخبأتہ بین الترائب	ابدیتہ وکتمتہ	واللہ عن کل الحبائب
فدل العذول فعند ما	ظھر وفشا بین الاجانب	قدکان عنی اجنبیا	فاغتدی فی الحب صاحب
فافھم مقالتہ ناصح	اھدی الیک التجزائب	واعرف اشارة التی	جمحت الی تلک المراتب
	واشکر اذا عرفتہ	فاشکر من خیر المذاھب	

جان لے۔ کہ طلسم قطبی جو فلکِ انموذج کا محور ہے۔ اور انموذجات کی چکی کی کیلی ہے۔ سب سے پہلا طلسم ہے۔ اور اُسی میں نفس کلیتہ کی صورتیں قائم ہوئیں۔ ورنہ اگر یہ بات نہ ہوتی۔ تو اس کے احکام معلوم ہونیکی کوئی راہ نہ تھی۔ اگر اوّلاً اس کا وجود ثابت نہ ہوتا۔ تو کوئی چیز محکم نہ ہوتی اور اپنی ہیئت منقوشہ پر ظاہر نہ ہوتی۔ اگر یہ آئینہ نہ ہوتا۔ تو اس کی ذات کے مقابل یہ ہیکل متصور نہ ہوتی۔ اور اس میں اس کا عکس نہ پڑتا۔ اور شیشہ میں عکس کس طرح پڑ سکتا ہے۔ جبکہ صورۃ مقابلہ کے عدم کا تو نے حکم دیدیا۔ اور بغیر مقابلہ کے شیشہ میں صورت کا وجود ہو ہی نہیں سکتا۔ جیسا کہ بغیر شیشہ کے صورت کا وجود نہیں ہوتا!! اور ایسا ہی یہ بھی ماننا پڑتا ہے۔ کہ شیشے میں اس کے سوا کسی چیز کا وجود اس پر زائد ہوتا ہے۔ خواہ وہ چیز اس کے مقابل ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے کہ شیشے نے کسی چیز کے ساتھ امتزاج نہیں پایا۔ پس درحقیقت سوائے اس کے اور کوئی چیز اس میں پائی نہیں جاتی۔ حالانکہ تو اس میں ایک ایسی چیز دیکھ رہا ہے۔ جس کا ایک دوسرا نام رکھتا ہے۔ ہماری کتاب جو بوصف قطب العجائب وفلک الغرائب موصوف ہے۔ باقی طلسمات کو بھی شامل ہے۔ اور وہ تیس طلسم ہیں۔ جو وجود میں پوشیدہ وکامن ہیں۔ پھر ہم نے اپنی کتاب میں ان کو مصرح کر دیا ہے۔ اور اُن تمام کی اس کتاب میں

۱۵ آزدہ عشق وشیفتگی میں میرے لئے عجائبات ہیں۔ اور میں اور تیرا رب ذوالعجائب ہیں میرا قطب اس فلک کی چکی پر گھوم رہا ہے جس کے ساتھ غرائب گھوم رہے ہیں عشق وشیفتگی میں جو میری رمز ہے۔ اسکے پڑھنے سے ہر کاتب عاجز آگیا ہے۔ ایک عبارت میں میں نے اُسے ظاہر کیا۔ اور وہ باریک ہوئی۔ جو کسی صواب کو معلوم کرنے والے کی سمجھ میں نہیں آسکتی [illegible] تعریضاً تلویحاً وتصریحاً اُسے بیان کیا۔ پھر اس سے ان کی آنکھوں کو دور کیا۔ اور ہر پینے والے کو [illegible] سیراب کیا اللہ میں نے اس کے درخت کو لگایا۔ اور پھر اس کو چُنا۔ اور سینوں میں [illegible] پنہاں کیا۔ [illegible] کو ظاہر کیا۔ اور علی احباب سے میں کو چھپایا۔ اجنبیوں میں جو ظاہر اور فاش کیا۔ تو اسوقت ملامت گر [illegible] نے ملامت کی۔ وہ مجھ سے [illegible] تھا پھر محبت میں میرا دوست ہو گیا۔ ناصح کی بات کو سمجھ۔ [illegible] یہ سیم کا تحفہ تیری نظر کر رہا ہے۔ اور اسکی اس اشارت کو سمجھ جان مراتب کی طرف دوڑتی ہے۔ اور جب تو نے اسکو سمجھ لیا۔ تو شکر کر۔ اس لئے کہ شکر بہترین مذاہب میں سے ہے

خبر دی ہے۔ اور وہ کتاب انسان کامل ہے۔ پھر اُسے کوئی نہیں سمجھ سکتا ہے۔ جیسا کہ اس کے سمجھنے کا حق ہے۔ اور وہ شخص جو کتاب قطب العجائب وفلک الغرائب پر گذرا۔ اس نے اس میں نظر کی۔ اور وہ سب کچھ اس نے پایا جو کتاب انسان کامل میں مذکور ہے۔

یہ کتاب اُس کے لئے مثل اُم کے ہے۔ نہ بلکہ مثل فرع کے ہے۔ اور وہ اس کتاب کے لئے بمنزلہ اصل کے ہے۔ نہ بلکہ فرع ہے۔ ان دونوں کتابوں سے مراد کو سمجھ۔ اور ان دونوں خطابوں سے مخاطب کو معلوم کر۔ معمے حل ہو جائینگے۔ اور خزانے جمع ہو جائینگے۔ قطب العجائب سے یہی مشارٌ الیہ مراد ہے۔ اور فلک الغرائب سے یہی جو اُس کے آگے ہے۔ جیسا کہ اُس کا کھولنا اور حل کرنا ممکن نہیں۔ مگر انسان کامل کے ساتھ۔ ایسا ہی حق سبحانہ تعالےٰ کی معرفت کی طرف کوئی راہ نہیں۔ مگر اس کے اسماء وصفات کی جہت سے۔ پس بندہ اولاً مطلقاً طور پر اُسے اس کے اسماء وصفات میں مشاہدہ کرتا ہے۔ اور اس کے بعد محقق ہو کر معرفت ذات کی طرف ترقی کرتا ہے۔ جس بات کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔ اس کو سمجھ۔ یہ تمام جس پر ہم نے تیری رہبری کی۔ چیستان اور معمے ہیں ؎

قد حرت فیك وضاقت فی الهوی سبلی	ما الحیل فیك وما التدبیر یا املی
الله منك لقلبی كم تحمله	اشغلت قلبی وصیرت الهوی شغلی
اللب مكتئب والدمع منسكب	والنار فی كبدی والماء من مقلی
ان قلت لست بموجود فقد عدمت	روحی فصار انا فی قولی وفی عملی
او قلت انی موجود كذبت فما	رأیت فی الناس موجودا بلا علل

ترجمہ۔ تو نے اپنے آپ میں مجھے حیران کر ڈالا۔ اور عشق میں میرے رستے تنگ کر دئے۔ اے میری امید اب تیری کیا سمجھ ہے۔ اور کیا تدبیر ہے۔ اے اللہ تُو اپنی طرف سے میرے دل پر کتنے ہی بوجھ رکھ رہا ہے۔ (جنکو) تو نے میرے دل کو مشغول کر ڈالا۔ اور عشق کو میرا شغل بنا دیا۔ مغز جمع ہے۔ اور آنسو بہ رہے ہیں۔ اور آگ میرے جگر میں ہے۔ اور پانی میرے کنوئیں کی تہ میں ہے۔ اگر تُو کہے۔ کہ مَیں موجود نہیں ہوں۔ تو تُو نے میری روح کو فنا کر دیا۔ پھر لو مَیں اپنے قول وعمل میں موجود ہوں۔ یا اگر تو کہے۔ کہ مَیں موجود ہوں۔ تو تُو نے جھوٹ بولا کیونکہ لوگوں میں تو نے کوئی ایسا موجود نہیں دیکھا۔ جو بدوں علت موجود ہو۔ (اور جس موجود کی علت ہے وہ موجود کیسا مترجم) ؎

چیزے کہ وجود او بخود نیست   ہستیش نہاد ن از خرد نیست

ہر نقش ہونے والی چیز کا نقش گول۔ مربع اور مثلث ہونے میں اس کی ہیکل اور اُس صورت پر ہوتا ہے۔ جس کو نقش قبول کرتا ہے۔ نہ کہ اس کے اصل جرم اور اس کی موٹائی پر۔ اس لئے کہ مطبوع فیہ یعنی جس چیز نے نقش کو قبول کیا ہے کبھی نقش پانے والی چیز کے جرم سے بزرگ ہوتی ہے۔ اور کبھی اس کے برعکس۔ پھر نقش پانے والی چیز اُس نقش سے بہت بڑی ہوگی۔

Marfat.com

یہ وہ مقام ہے جس میں اہل اللہ میں سے کامل محققین نے اختلاف کیا ہے۔ پھر کبھی یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ مطبوع طابع کے برعکس ہو۔ کہ وہ چیز جو طابع میں دہنی طرف سے شمال کی طرف تھی۔ مطبوع میں شمال سے دہنی طرف ظاہر ہو۔ اور یہ مقام تضاد کا ہے۔ اور ربوبیت میں سر عبودیت کا مظہر ہے۔ اور یہی راز ہے۔ اس حدیث میں جو آنحضرت صلعم سے مروی ہے لانہ لما عرج بہ واخترق جمیع الحجب حتی لم یبق لہ الا حجاب واحد۔ فاراد ان یخترقہ فقیل لہ قف فان ربک یصلی (جب آپ کو معراج ہوا۔ اور تمام حجاب اپنے پھاڑ دیئے۔ حتیٰ کہ سوائے ایک حجاب کے کوئی باقی نہ رہا۔ اور اس کو بھی آپ نے پھاڑنا چاہا۔ تو آپ کو کہا گیا۔ کہ ٹھیر۔ اس لئے کہ تیرا رب نماز پڑھ رہا ہے۔) اور یہ ایک جلیل القدر راز ہے۔ جس کو کاملوں کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جو بہ حیثیت اپنے اسم کامل کے کامل ہوں۔ اور کبھی بعض عارفوں کو لغزشیں بھی ہو جاتی ہیں۔ لیکن تحقیق میں نہیں۔ اور یہ لغزشوں کا وقوع بہ حیثیت جمال کے ہوتا ہے لیکن وہ جمال جو کمال کا جمال کہلاتا ہے۔ نہ جمال مطلق کی حیثیت سے اور نہ کمالِ جمال کی حیثیت سے۔ اور بعض ان کو تجلی جلال میں سمجھتے ہیں۔ اور وہ بھی جلالِ کمال سے۔ نہ جلال مطلق سے۔ اور نہ کمالِ جلال سے[له]۔

فصل

شے یعنی مشارٌ الیہ کا اقتضا جمع ہے۔ اور انموذج کا غرت اور رقیم یعنی منقوش و مطبوع کا ذلت۔ اور ان میں سے ہر ایک اپنے عالم میں مستقل ہے۔ اپنے فلک میں تیرنے والا ہے۔ پھر جب صفاتِ رقیم کے لباس میں سے کچھ تو نے انموذج کو پہنا دیا۔ تو قانون انموذج تجھ پر درہم برہم ہو گیا۔ اور جب انموذج کے لباسوں میں کچھ رقیم کو پہنا دیا تو تو اس میں کچھ نہیں دیکھے گا۔ اس لئے کہ وہ ایک ایسی چیز میں ظاہر ہوئی ہے۔ جو اس کے لئے نہیں ہے۔ اور جب تو نے ذات کو ان دونوں میں سے کسی کی طرف منسوب کیا۔ اور دوسری کی طرف اُسے منسوب نہ کیا۔ تو اس دوسری کے لئے تو نے ایک دوسری ذات کی حجت پکڑ دی۔ اور شرک میں پڑ گیا۔ پھر جب تو نے رقیم کے ہاتھ سے انموذج کی کسی چیز کے متعلق ذات میں تصرف کیا۔ تو اس کا نام تیرے نزدیک ذات عروج ہو گا۔ اور جب انموذج کے ہاتھ سے رقیم کی کسی چیز میں تصرف کرے گا۔ تو اس کا نام ذات تنزل ہو گا۔ اور جب اس میں [illegible] رقیم کے لئے تصرف کرے گا۔ تو اس کا نام رقیم ہو گا۔ اور جب انموذج کے ہاتھ سے انموذج [illegible] کریگا۔ تو اُسے انموذج کہیں گے۔ اور ذات جب بلا تصرف اپنی صرافت [illegible] اور نہ اسم۔ اور ہم رقیم سے عبد مراد لیتے ہیں۔ اور انموذج سے قلب العجائب و فلک الغرائب اور ذات سے ہماری یہ کتاب مسمٰی الانسان الکامل فی معرفت الاواخر والاوائل مراد ہے۔ ابیات

له جمال مطلق و جلال مطلق نقص و کمال دونوں کو شامل ہے۔ اور لغزشیں جو نقائص ہیں داخل ہیں۔ اور اس حیثیت سے لغزشیں نہیں ہو سکتیں۔ ہاں جمالِ کمال و جلالِ کمال کی نسبت کے لحاظ سے [illegible] لغزشیں ہوں گی۔ فافہم۔

Marfat.com

تلوین ھذا الحسن فی وجناتہ
فبیاضہ فی سود خضرا داتہ
فاذا ترکب حسن طلعۃ شادن
حسن تنزہ بین تشبیھاتہ
باللہ خبر ھل احطت لبکل ما
فوق المناکب عد فی عقداتہ
قسما بقائم بانۃ احدیتہ

ابدا ولا تلوین فی طلعاتہ
من کان سیمتہ التلون وھو فیہ
من کل حسن فھو واحد ذاتہ
ءانت جؤذر مطلع ام زینب
یحویہ خالک من غریب نکاتہ
شرک العذار وجب خالک صیرا
ماست علے کثبان جمع صفاتہ
وانا الحمی والحی مع فلواتہ

بلقاک احمر ابیض فی اغبر
فما تلون عند تلونیاتہ
یا ایھا الرشاء الربیب لعنت فی
یحتار فیک الصب فی حیراتہ
وحل العذار المسبلات عقودہ
طیر الحشا ولھان فی قبضاتہ
ما فے الدیار سوی ملابس مغفر

ترجمہ ابیات۔ ہمیشہ اس حسن کی تلوین اس کے رُخساروں میں ہے۔ اس کے چہروں یعنی ذات میں کوئی تلوین نہیں۔ تجھے وہ سُرخ۔ سفید۔ ٹمیالا ہو کر ملتا ہے۔ پھر اس کی سفیدی سیاہی سے مل کر اس کی سبزیاں ہیں۔ جس کی خصلت تلون ہے۔ اور یہ خصلت اس میں موجود ہے۔ وہ اپنی تلونیات میں خود متلون نہیں ہے۔ دیکھو۔ جب بچۂ آہو کے چہرہ کا حُسن ہر حُسن سے ترکیب پاتا ہے۔ تو وہ بذات خود واحد ہوتا ہے۔ یعنی اس کی ذات میں کوئی تلوین نہیں ہوتی۔ تلوین اس کے مختلف حسنوں میں ہوتی ہے۔ اسے بچۂ آہو پرورش پائے ہوئے تو حسن میں اچھا ہے۔ اور اپنی سب تشبیہات سے پاک ہے۔ کیا تو گوزن یعنی بارہ سنگے کا بچہ ہے۔ یا سراب ہے یا زینب یعنی درخت خوش منظر و خوشبو کہ عاشق تجھ میں اپنی حیرتوں میں پڑ کر حیران ہو رہا ہے۔ خدا کے لئے خبر دے۔ کہ کیا تو نے تمام اُن عجیب نکات پر احاطہ کر لیا ہے۔ جن کو تیرا خال اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ کیا اس کے کندھوں پر کے عقدے یعنی گرہیں اس کے رُخسارہ کو بسم اللہ سے گننے والی ہیں۔ کہ ان کو اس عقدوں میں شمار کیا جائے۔ تیرے خال کی کستوری رُخسارہ کی شریک بنی۔ اور دونوں کنارہ کے دو دیوانہ پرندے ہو گئے۔ جو اس کے قبضوں میں ہے۔ بانۂ احدیت کی قامت میں وہ دونوں صاحب جمال ہو گئے۔ اس کی صفات کا لشکر ٹیلے پر ٹہلنے لگا (بانہ۔ نام دختر بہز بن حکیم اور عمرو بن بانہ ایک مغنی تھا۔ جو نوادر و غرائب میں مشہور تھا۔ مترجم) خود لباسوں کے سوا جن کے گھروں میں کچھ نہ تھا۔ اور میں ایک چراگاہ ہوں جو اس کے جنگلوں میں زندگی بسر کر رہا ہوں ؎

فصل

احدیت اسماء و صفات کا مع ان کے اثر و مؤثرات کے انعدام چاہتی ہے۔ اور واحدیت ظہور اسماء و اوصاف الٰہی سے اس عالم کے فنا کی خواستگار ہے۔ اور ربوبیت بقاء عالم کو چاہتی ہے۔ اور الوہیت اس کی عین بقا میں فناء عالم کا تقاضا کرتی ہے۔ اور عالم کی بقا عین اس کی فنا میں ہے۔ اور عزت چاہتی ہے

Marfat.com

کہ حق اور خلق میں باہم کوئی مناسبت نہ ہو۔ اور قیومیت کا یہ تقاضا ہے۔ کہ اللہ اور اس کے بندہ کے درمیان نسبت کا وقوع صحیح اور ثابت کیا جائے۔ اس لئے کہ قیوم اُسے کہتے ہیں۔ جو بذات خود قائم ہو۔ اور اس کے غیر کا اس کے ساتھ قیام ہو۔ ان تمام مذکورہ اقتضایات کے اعتبار سے ہم کو چارہ نہیں ہے۔ کہ ہم یُوں کہیں۔ کہ بحیثیت تجلی احدیت کے نہ وہاں وصف ہے۔ اور نہ اسم اور بہ حیثیت تجلی واحدیت کے نہیں ہے۔ وہاں خلق۔ کیونکہ اس شان میں وجود کی ہر متصوّر صورت میں اس کے قہر و سلطان کا ظہور ہوتا ہے۔ اور بہ حیثیت تجلی ربوبیت کے خلق بھی ہے۔ اور حق بھی۔ بہ سبب ان دونوں کا وجود پائے جانے کے۔ اور بہ حیثیت تجلی الوہیت کے نہیں ہے۔ مگر حق۔ کہ بصورت خلق ظاہر ہُوا۔ اور خلق ہے۔ کہ حق اس کا باطن ہے۔ اور بہ حیثیت تجلی عزّت کے اللہ اور بندہ کے درمیان کوئی نسبت نہیں ہے۔ اور بہ حیثیت تجلی قبولیت کے مربوب کے وجود سے چارہ نہیں ہے۔ جبکہ رب میں ربوبیّت کی صفات پائی جاتی ہیں۔ اور نہیں چارہ ہے۔ صفاتِ رب کے وجود سے جبکہ مربوب یعنی عالم میں صفاتِ مربوبیّت یعنی عجز و نیاز وغیرہ صفات پائی جاتی ہیں۔ اور ہم کہتے ہیں۔ کہ وہ بہ حیثیت اپنے اسم ظاہر کے عین اشیاء کا ہے۔ اور بہ حیثیت اسم باطن کے خلاف ان کا سہ

تنزّہ فہذا واجب للہ	لا الحاضرون دروا ولا اللاہی
ما فہمہم من ذاتہ وصفاتہ	لا شبہہ وائی ما لاہی
ہم یحسبون بانہم	ایاہ حاشاہ عن الاشیاء
لیس الذات بعین ولا شیء بذات تغیرات تناہی	الذات واحدۃ واوصاف العلاء للہ والسفلی لعبد واہی

ترجمہ۔ تنزیہ کر کیونکہ یہ اللہ کے لئے واجب ہے۔ نہ ارباب حضور نے اس کو سمجھا۔ اور نہ غافلوں نے اسکی ذات و صفات سے سوائے بوؤں کے جن سے فرحت حاصل ہو۔ اور کچھ ان میں نہیں ہے۔ وہ معرفت الٰہی کی بھلائی حاصل کرتے ہیں۔ اور پھر گمان کرتے ہیں۔ کہ وہ وہی ہیں۔ حاشا و کلا وہ چیزوں سے بلند و برتر ہے۔ کلا خدا اپنا بندہ نہیں ہے۔ اور نہ ذات میں تناہی ہے۔ غیر ہے۔ اس ذات کا جو تناہی ہے۔ ذات ایک ہے۔ بلندی کے وصف اللہ کے لئے ہیں۔ اور پستی کے ناچیز بندہ کے لئے۔

مقدمہ ختم ہُوا۔ اور کتاب کے شروع کرنے کا وقت آیا۔ اللہ تعالٰے صواب کی راہ دکھاتا ہے۔ اور ہم نے اس کتاب کو ساٹھ سے کچھ اوپر بابوں پر تقسیم کیا ہے۔ (۱) پہلا باب ذات میں (۲) دوسرا باب اسم میں (۳) تیسرا باب صفت میں مطلقاً (۴) چوتھا باب الوہیت میں (۵) پانچواں باب احدیت میں (۶) چھٹا باب واحدیت میں (۷) ساتواں باب رحمانیت میں (۸) آٹھواں باب ربوبیت میں (۹) نواں باب عماء میں۔ (۱۰) دسواں باب تنزیہ میں (۱۱) گیارھواں باب تشبیہ میں (۱۲) بارھواں تجلی افعال میں (۱۳) تیرھواں باب تجلی اسماء میں (۱۴) چودھواں باب تجلی صفات میں (۱۵) پندرھواں باب تجلی ذات میں (۱۶) سولھواں باب حیات میں (۱۷) سترھواں باب علم میں (۱۸) اٹھارھواں باب ارادت میں (۱۹) انیسواں باب قدرت میں

Marfat.com

(۲۰) بیسواں باب کلام میں (۲۱) اکیسواں باب سمع میں (۲۲) بائیسواں باب بصر میں (۲۳) تئیسواں باب جمال میں (۲۴) چوبیسواں باب جلال میں (۲۵) پچیسواں باب کمال میں (۲۶) چھبیسواں باب ہویت میں (۲۷) ستائیسواں باب انیت میں (۲۸) اٹھائیسواں باب ازل میں (۲۹) انتیسواں باب ابد میں (تیسواں باب قدم میں (۳۱) اکتیسواں باب ایام اللہ میں (۳۲) بتیسواں باب صلصلۃ الجرس میں (۳۳) تینتیسواں باب ام الکتاب میں (۳۴) چونتیسواں باب قرآن میں (۳۵) پینتیسواں باب فرقان (۳۶) چھتیسواں باب توریت میں (۳۷) سینتیسواں باب زبور میں (۳۸) اڑتیسواں باب انجیل میں (۳۹) انتالیسواں باب آسمان دُنیا میں نزول حق میں (۴۰) چالیسواں باب۔ فاتحۃ الکتاب میں (۴۱) اکتالیسواں باب۔ فی الطور و کتاب مسطور میں (۴۲) بیالیسواں باب۔ رفرف اعلےٰ میں (۴۳) تینتالیسواں باب۔ سریر اور تاج میں (۴۴) چوالیسواں باب۔ قدمین اور نعلین میں (۴۵) پینتالیسواں باب۔ عرش میں (۴۶) چھیالیسواں باب کرسی میں (۴۷) سینتالیسواں باب۔ قلم الاعلیٰ میں (۴۸) اڑتالیسواں باب۔ لوح محفوظ میں (۴۹) اُنچاسواں باب۔ سدرۃ المنتہیٰ میں۔ (۵۰) پچاسواں باب۔ روح القدس میں (۵۱) باب اکیاون۔ ملک مسمّٰی بالروح میں (۵۲) باون باب۔ قلب میں (۵۳) ترپیپن باب عقل اوّل میں (۵۴) باب پنجاہ و چہارم۔ وہم میں (۵۵) باب پنجاہ و پنجم۔ ہمت میں (۵۶) باب پنجاہ و ششم۔ فکر میں (۵۷) باب پنجاہ و ہفتم۔ خیال میں (۵۸) اٹھاون باب۔ صورۃ محمدیہ میں۔ (فصل) اس میں صورۃ محمدیہ کی دوسری قسم کا ذکر ہے۔ (فصل) جان لے کہ صورۃ محمدیہ (۵۹) اُنسٹھواں باب۔ نفس میں (فصل) جان لے کہ نفس جب اس دانہ کے کھانے سے روکا گیا۔ (فصل) جان لے کہ اللہ نے جب نفس محمدیہ کو پیدا کیا۔ (فصل) نفس اصطلاح میں پانچ قسموں پر بولا جاتا ہے۔ (۶۰) ساٹھواں باب۔ انسان کامل میں (۶۱) اکاسٹھواں باب۔ اشراط ساعت و ذکر موت و برزخ میں (فصل) اس میں ہم کچھ موت کا ذکر کرتے ہیں (۶۲) باسٹھواں باب۔ سات آسمانوں اور جوان کے اوپر ہے۔ اور سات زمینوں اور جوان کے نیچے ہے۔ کے بیان میں (۶۳) ترسٹھواں باب۔ تمام ادیان و عبادات میں ۔

Marfat.com

پہلا باب

ذات کے بیان میں

جان لے ۔ کہ مطلق ذات اس چیز کا نام ہے ۔ جس کی طرف اسما اور صفات کی نسبت کی جاتی ہے ۔ اور یہ نسبت اسی کے عین میں ہوتی ہے ۔ نہ اس کے وجود میں ۔ ہر اسم یا صفت کی جس شے کی طرف نسبت کی جاتی ہے ۔ وہی شے ذات ہے ۔ برابر ہے ۔ کہ وہ شے معدوم ہو ۔ جیسے عنقا یا موجود ۔ اور موجود کی دو قسمیں ہیں ۔ ایک موجود محض اور وہ ذات باری تعالےٰ ہے ۔ اور دوسری وہ جو عدم سے ملحق ہے ۔ اور وہ ذات مخلوقات ہیں ۔ اور یہ بھی جان لے ۔ کہ اللہ سُبحانہ وتعالےٰ کی ذات سے مراد اس کا نفس ہے ۔ جس کے ساتھ وہ موجود ہے ۔ اس لئے کہ قائم بہ نفس خود و بذاتِ خود ہے ۔ اور وہ وہ چیز ہے ۔ جو اپنی ہویّت میں اسما و صفات کی مستحق ہے ۔ اور وہ ہر اُس صورت میں متصور ہے ۔ جس کا اس سے اس کے ہر معنی تقاضا کرتے ہیں ۔ یعنی وہ اُس وصف سے متصف ہوا ۔ جس کو ہر لغت طلب کرتی ہے ۔ اور اپنے وجود کے لئے ہر اُس اسم کا مستحق ہے ۔ جو اس مفہوم پر دلالت کرتا ہے ۔ جس کا کمال تقاضا کرتا ہے ۔ اور اس کے جملہ کمالات میں سے ایک عدم انتہا اور نفیٔ ادراک کا کمال ہے ۔ پھر یہ دونوں حکم کہ وہ ادراک نہیں کیا جاتا ۔ اور یہ کہ وہ ادراک کیا جاتا ہے ۔ اسی کے لئے ہیں ۔ اس لئے کہ جہالت کا اطلاق اس پر محال ہے ۔ میں نے قصیدہ میں یہی معنی بیان کئے ہیں ؎

أأحطت خبراً مجملاً و مفصلاً | بجميع ذاتك يا جميع صفاتها
ام جل وجهك أن يحاط بكنهه | فاحطته ماان لا يحاط بذاته
حاشاك من غائي وحاشا ان تكن | بك جاهلاً ويلاه من حيراته

ترجمہ ۔ کیا اندر او خبر تو نے مجمل اور مفصل طور پر اپنی تمام ذات یا اس کی تمام صفات پر احاطہ کر لیا ہے ۔ یا تیرا چہرہ اس سے بزرگ ہے ۔ کہ اس کے کنہ پر احاطہ کیا جائے ۔ اور میں نے اس کا احاطہ کر لیا ہے ۔ اپنے اس علم سے کہ اس کی ذات پر احاطہ نہیں کیا جاتا ۔ تو غائتوں سے پاک و منزہ ہے ۔ اور نیز اس بات سے کہ تو اپنے آپ سے جاہل ہو وعید عذاب اس کی حیرتوں سے ہے ۔ یعنی اس کی معرفت و ادراک میں جو حیرتیں پیش آتی ہیں ۔ عذاب کا حکم رکھتی ہیں

Marfat.com

جان لے۔ کہ ذات اللہ تعالیٰ کی احدیت کا غیب ہے۔ جس پر تمام عبارتیں ایک وجہ سے صادق آتی ہیں۔ اور بہت سی وجہوں سے اس کے معنوں کو پورے طور پر ادا نہیں کرتیں۔ وہ مفہوم عبارت سے ادراک نہیں کیا جاتا۔ اور معلوم اشارت سے سمجھا نہیں جاتا۔ اس لئے کہ شے اس چیز سے سمجھی جاتی ہے۔ جو اس کے مناسب ہو۔ پھر اس کے مطابق ہو۔ یا اس چیز سے جو اس کے منافی ہو۔ پھر اس کی مضاد ہو۔ اور ذات حق کے لئے عالم میں نہ کوئی چیز مناسب ہے۔ نہ مطابق۔ نہ منافی۔ نہ مضاد۔ جب کلام میں اس کے معنی ہیں تو پھر معنوں سے اس کی برتری بہ حیثیت اصطلاح کے ہے۔ اس سے یہ شبہ دور ہو گیا۔ کہ وہ لوگوں کی سمجھ میں آسکتا ہے۔ ذات الٰہی میں کلام کرنے والا خاموش ہے۔ اور حرکت کرنے والا ساکن۔ اور دیکھنے والا حیران برتر ہے۔ اس سے کہ سمجھیں اور عقلیں اس کا ادراک کر سکیں۔ اور بزرگ ہے۔ اس بات سے کہ فہم اور فکر اس میں اپنی جولانی دکھائیں۔ اس کی کنہ وحقیقت سے علم وقدم کی بات تعلق نہیں رکھتی۔ کوئی بزرگ قدر لطیف اور عمدہ تعریف اس کی جامع نہیں ہے۔ اس خالی جو کی فضاء میں طائر قدس نے پرواز کیا۔ اور اس بلند شان آسمان کی ہوا میں اپنی کلیت کے ساتھ وہ تیرنے لگا۔ پھر موجودات سے وہ غائب ہوا۔ از راہ تحقق وتحقیق اسماء وصفات کا لباس پھاڑا۔ پھر بعد اس کے کہ اس نے حدوث وقدم کی مسافت طے کی۔ اور اس کو واجب پایا۔ کہ نہیں جائز ہے۔ اس کا وجود اور نہیں غائب ہے۔ اس کا مفقود۔ منڈلا کر وہ اوج عدم پر اڑنے لگا۔ اور جب اس عالم مخلوق ومصنوع کی طرف اس نے لوٹنا چاہا۔ تو حصول علامت کو طلب کیا۔ پھر اس کے سینے کی زیج کی جانب لکھا گیا۔ اما بعد۔ اے وہ طلسم کہ تیری نہ کوئی ذات ہے۔ نہ اسم نہ ظل۔ نہ اسم۔ نہ روح۔ نہ جسم نہ وصف۔ نہ لغت۔ نہ کوئی نشان۔ نہ پتہ۔ تیری یہ شان ہے۔ کہ تیرے ہی لئے وجود اور عدم ہے۔ اور تیرے ہی لئے حدوث وقدم ہے۔ معدوم تیری ذات کے لئے ہے۔ موجود تیرے نفس میں ہے۔ تو اپنی نعمت سے معلوم اور اپنی جنس سے مفقود ہے۔

اپنی ذات کی بابت اپنی صریح بولیوں اور اپنے صریح الفاظ میں تو نے حجت قائم کی۔ پھر پایا میں نے تجھ کو حیّ۔ عالم مرید۔ قادر متکلم۔ سمیع۔ بصیر۔ جمال اور جلال کو تو نے جمع کیا۔ بالاستیعاب جمیع اقسام کمال تیرے نفس میں ہیں۔ اپنے سوا جو کسی چیز کے موجود وثابت ہونے کا تو نے تصور کیا۔ دیکھ تو سہی۔ وہ کہاں ہے۔ تیرے روشن۔ درخشندہ حسن کا قصہ یہ ہے۔ کہ وہ تمام ہو چکا۔ پھر اس کلام سے مخاطب وہ ہے۔ نہ کہ تو نہ بلکہ میں۔ اے وہ شخص جو یہاں معدوم ہے۔ بیشک یہاں ہم نے تجھ کو پالیا۔ ؎ ترجمۂ ابیات صفحہ ۱۲

اس کے ادراک کے ذریعہ بزرگ ہیں۔ عوالم یعنی وہ چیزیں جن سے وہ شناخت کیا جاتا ہے۔ غائب ہو گئے۔ اس کی راہ کے خطرے بڑی شان کے ہیں۔ اس کی کاٹنے والی تلواریں ہڈیوں کو کاٹ کر آگے گذر جاتی ہیں۔ نہ آنکھ ہے۔ جو اس کو دیکھے۔ نہ حد ہے۔ جو اسے گھیر سکے۔ نہ وصف ہے۔ جو اس کو حاضر کرے۔ کون ہے۔ وہ جو اس سے صحبت کرے۔ عبارت اس سے گنگ ہے۔ اشارت اس کی طرف بیفائدہ ہے۔ اس کی عمارت گر گئی۔

Marfat.com

یعنی سمجھ میں جو کچھ اُسے بنایا۔ وہ غلط بنایا۔ قلب ہے۔ جو اس سے ٹکرا جاتا ہے۔ بلند ہے۔ اور فلک نہیں ہے۔ یعنی اس کی بلندی کو فلک کی بلندی پر قیاس نہیں کر سکتے۔ روح ہے۔ فرشتہ نہیں ہے۔ بادشاہ ہے۔ مُلک اسی کے لئے ہے۔ محارم اس کے بزرگ ہیں۔ وہ آنکھ ہے۔ لیکن یہ جسمانی آنکھ نہیں۔ علم ہے۔ اور خبر نہیں فعل ہے۔ اور اثر نہیں۔ غائب ہیں۔ اس کی علامتیں۔ فلک پر وہ ایک قطب ہے۔ اور رستوں پر وہ آفتاب ہے۔ کوچوں میں وہ مور ہے۔ اس کی عظمتیں ظاہر ہیں۔ اصطلاح میں وہ انموذج ورستہ ہے۔ کہ اشیاء میں سرائیت کئے ہوئے ہے۔ وجود سے برہنہ ہے۔ ایک میرا روح ہے۔ جس میں اس کی شناخت کی کئی علامتیں ہیں۔ وہ گرگٹ ہے۔ کہ رنگ بدلتا رہتا ہے۔ نیا عمارت کیا ہُوا گھر ہے۔ ترتیب یافتہ نفس ہے۔ میری مُردہ ہمّت اس کا خون ہے۔ ذات مجرد ہے۔ نعت مفرد ہے۔ وہ رواں و نقل کردہ آیات ہیں۔ جن کو ان کا راقم پڑھتا ہے۔ وہ وجود محض ہے۔ اور نفی بھی اس کو شامل ہے۔ اس کا سونے والا جب اُٹھا اور جاگتا ہے۔ تو وہ اُسے جانتا بھی ہے۔ اور اس سے جاہل بھی رہتا ہے۔ نفی ہے۔ حالانکہ وہ ثابت ہے۔ سلب ہے۔ حالانکہ وہ واجب ہے۔ رمز ہے۔ حالانکہ تو نے اُسے شناخت کر لیا۔ بوئے خوش ہے۔ اور اس کا پھیلانے والا ہے۔ بطمع نہ رکھنا۔ کہ تو اس کے حرم میں پہنچ جائیگا۔ اگر غنیمت چاہتا ہے۔ تو یہ ہیں۔ اس کی غنیمتیں۔ اس کے عنقاء مغرب سے مراد تُو ہے۔ بحر ہے۔ جس میں ہلاکتیں اور خطرے ہیں۔ آگ ہے جس کی چنگاریاں ہیں۔ اور عشق اس کا روشن کرنے والا ہے۔ وہ مجہول ہے۔ تو نے اس کا وصف کیا۔ وہ شناخت نہیں کیا جاتا۔ تو نے اُسے شناخت کیا۔ وحشی ہے۔ تو اس سے مالوف ہُوا۔ قلب اس سے صلح کرتا ہے۔ اگر تو کہے۔ کہ تو اس کو پہچانتا ہے۔ تو یہ تیرا انصاف نہیں ہے۔ اور اگر یہ کہے۔ کہ تو اس کو نہیں پہچانتا۔ تو یہ بھی ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ تو اس کا عالم ہے۔ میرا سر اس کی ہویت ہے۔ اور میری روح اس کی اُنیت ہے۔ میرا قلب اس کی ذات ہے۔ میرا جسم اس کا نام ہے۔ میں اُسے سمجھتا ہوں۔ باوجود اس کے کہ میں اس سے جاہل ہوں۔ کون ہے۔ جو اس کو حاصل کرے۔ اس کی نعمتیں نے روک رکھی۔ بلند ہوتا ہے۔ تو میں اُسے چھپاتا ہوں۔ قریب ہوتا ہے۔ تو اس کا قصد کرتا ہوں۔ املاک ہے۔ تو اس کو لکھتا ہوں۔ اسکی قامت مجھے دشواری میں ڈالتی ہے۔ میں نے اس کی تنزیہ کی۔ وہ برہنہ ہُوا۔ تشبیہ کی۔ تو عالم میں اُسے ساری پایا جسیم الفطرت کیا۔ تو میں اس کا مقابلہ نہ کر سکا۔ میں نے اسے اُتارنا چاہا۔ اس نے قبول نہ کیا۔ جو اس کے [illegible] چاہتا ہے۔ اس کی گرندہ تلوار جو پلکوں سے نسبت اور رشتہ رکھتی ہے۔ اس کی [illegible] میں نامۂ شاہی یعنی مصحف ہے اس کی آگ میں شعلے ہیں۔ اس کی آنکھ [illegible] ہے۔ اس [illegible] تیز [illegible] کے ہے۔ اس کے لعاب میں شہد ہے۔ اس کے قد [illegible] بال ہیں۔ اور ظلم اس کا نام یعنی اس سے محجوب رکھنے والا ہے۔ اس کی کلائیاں گندم گوں ہیں۔ اس کے گھنگریلے اور پیچان بال سیاہ ہیں۔ اس کے چمکیلے دانت [illegible] دانتوں کی سُرخی لئے ہوئے ہیں اُس کے پینے اور چوسنے کو شراب ہے۔ اس کی مہربانیاں بادہ ہیں۔ اس کے [illegible] وہم ہیں جن کو

Marfat.com

پُرخطرات صحرا لازم ہے۔ مجہول ہے۔ تُو اس کا واصف ہے۔ مملوک ہے۔ تو اس کا عارف ہے۔ وحشی ہے۔ تو اس کا الیف ہے۔ میرا دل اُس سے مکالمہ کرتا ہے۔ زخم پہنچانا اس کی صنعت ہے۔ قتل کرنا اس کی خصلت ہے۔ ہجر اس کا حُلیہ ہے۔ اس کے ذائقے کڑوے ہیں۔ باوجود بسیط اور غیر مرکب ہونے کے مرکب ہے۔ اور باوجود آزاد ہونے کے مقید ہے۔

اس کی تاریکیاں نُور ہیں۔ وہ جوہر نہیں۔ جو عرض کے مقابل ہے۔ اور وہ صحت نہیں۔ جو مرض کی ضد ہے۔ وہ تیر ہے۔ نشانہ ہے۔ اس میں تردّد کرنے والے حیران رہ گئے۔ وہ ایک ہو کر کثرت میں جلوہ گر ہے۔ جمع ہے اور کوئی گروہ و جماعت نہیں۔ ہمارا امام ہے۔ اور سب چیزوں کے نیچے اس کا عالم ہے۔ جہل بھی ہے علم بھی ہے۔ جنگ بھی ہے۔ صُلح بھی ہے۔ عدل بھی ہے۔ ظلم بھی ہے۔ اس کے لشکرے پنجے سے کئی ہیں[۵۱] مجھے رُلاتا ہے۔ اور خوش کرتا ہے۔ ہوش میں لاتا ہے۔ اور مست بھی کر دیتا ہے۔ نجات دیتا ہے۔ اور مجھے غرق بھی کر دیتا ہے۔ میں اس سے محاکمہ کرنا چاہتا ہوں۔ ایک طور سے میں اُس سے لڑتا ہوں۔ اور ایک طور سے اُس سے صحبت کرتا ہوں۔ ایک طور سے اس سے کنارے رہتا ہوں۔ اور ایک طور سے اس سے مکالمہ کرتا ہوں۔ ایک طور سے وہ مجھ سے الگ ہو جاتا ہے۔ اور ایک طور سے مجھ سے پیوند کرتا ہے۔ اور ایک طور سے وہ مجھ سے مقابلہ کرتا ہے۔ حتّٰی کہ میں اس سے جھگڑتا ہوں۔ جب میں کہتا ہوں کہ وہ خوش ہے۔ اور اس سے ملاقات کرتا ہوں۔ تو اُسے غصے میں پاتا ہوں۔ یا کہتا ہوں۔ کہ وہ واجب ہے۔ تو اس کے عوارض یعنی ارادے باقی رہ جاتے ہیں[۵۲]۔ وحشی ہے وہ کسی سے مانوس نہیں ہُوا۔ ناشناسا ہے۔ پہچانا نہیں گیا۔ ذات ہے جس کا وصف نہیں ہو سکتا۔ اس کے ستون نہایت بلند ہیں۔ آفتاب ہے۔ کہ روشن ہے۔ بجلی ہے۔ کہ کوند رہی ہے۔ ایک نوجوان ہے۔ کہ آراستہ ہے۔ میرے اوپر اس کے کبوتر کار ہے ہیں۔ وہ دو ضدیں ہیں۔ کہ خود اس میں جمع ہیں۔ اور یہ اجتماع ضدین محال ممتنع نہیں ہے۔ چشمہ ہے۔ کہ جب پھوٹتا ہے۔ تو تلاطم پیدا کرتا ہے۔ اپنے چکھنے والے کے لئے زہر ہے۔ اور اپنے برگزیدہ سونگھنے والے شخص کے لئے کستوری ہے۔ اپنے فارق کے لئے مرہم ہے۔ جس کی علامتیں ضائع و ناپید ہیں

پھر اُس سبز پرندہ کے بازو اور بالوں پر کبر مقام احمر سے لکھا گیا ہے۔ امابعد۔ جان کہ عظمت آگ ہے۔ علم پانی ہے۔ توبہ ہوا ہیں۔ حکمت مٹی ہے۔ یہ چار عناصر ہیں۔ جن سے ہمارا یکتا جوہر تیار ہُوا ہے۔ اس جوہر کے دو عرض ہیں۔ ایک ازل۔ دوسرا ابد۔ اور اس کے دو وصف ہیں۔ پہلا حق۔ دوسرا خلق اور اس کی دو نعتیں ہیں۔ ایک قدم۔ دوسری حدوث۔ اور اس کے دو نام ہیں۔ ایک رب۔ دوسرا عبد۔ اور اس کے دو رخ ہیں۔ ایک ظاہر ہے۔ اور وہ دنیا ہے۔ اور دوسرا باطن ہے۔ اور وہ آخرت ہے۔ اور اس کے دو حکم ہیں۔ ایک وجوب دوسرا امکان۔ اور اس کے دو اعتبار ہیں۔ پہلا

---

[۵۱] یعنی میدانِ کثرت میں اس نے ایک چیز کے کتنے ہی ٹکڑے ٹکڑے بکھیر دئیے۔ اور یہ اس کے انتہا درجہ کے ظلم کا ثبوت ہے۔ مترجم [۵۲] اس کے ارادے باقی رہ جاتے ہیں۔ جو واجب نہیں۔ حادث ہیں۔ مترجم

Marfat.com

اعتبار یہ ہے۔ کہ وہ اپنے حق میں مفقود اور اپنے غیر کے حق میں موجود ہو۔ اور دوسرا اعتبار یہ ہے۔ کہ اپنے حق میں موجود اور اپنے غیر کے حق میں مفقود ہو۔ اور اس کے لئے دو معرفتیں ہیں۔ پہلی معرفت یہ کہ اوّل مرتبہ میں اس کی وجوبیّت اور دوسرے مرتبہ میں اس کی سلبیّت ہو۔ دوسری معرفت اسکے برعکس ہے۔

اور اس کا ایک نقطہ ہے جس کے مفہوم میں غلطی ہے۔ عبارات و اشارات کو اس کے معنوں سے انحراف ہے۔ اے طائر اس کتاب کے نگاہ رکھنے ہیں جس کو غیر نہیں پڑھ سکتا۔ اس بات سے بچ کہ غیر یعنی نااہل شخص ان اسرار پر اطلاع نہ پا سکے۔ پھر ان افلاک میں وہ طائر برابر اُڑتا رہا۔ اس حال میں کہ موت میں زندہ اور ہلاکتوں میں باقی رہا۔ یہاں تک کہ اس نے بازو پھیلا دئے۔ حالانکہ وہ پہلے ان کو سکیڑے ہوئے تھا۔ (غریب۔ پہلے بدون بازو پھیلانے کے ہی اُڑتا رہا۔ ہاں سچ ہے۔ وہ دو بازو رجا و خوف ہیں۔ جو سیر ذات میں بند کئے جاتے ہیں۔ نہ سیر صفات میں۔ مترجم) اور اس نے اپنی آنکھ کو کھولا۔ حالانکہ وہ اُسے بند کئے ہوئے تھا پھر اس نے معلوم کیا۔ کہ اپنے وجود سے کہیں باہر نہیں گیا۔ اور اپنی جنس نفس کے سوا کسی اور جگہ نہیں چلا۔ ایک طور سے بحر میں داخل و دوسرے طور سے اس سے نکلا ہوا۔ ایک صورت میں اُس سے شاداب سیراب اور دوسری صورت میں اُس سے پیاسا تھا۔ نہیں کلام کرتا۔ اس سے قطعاً اور نہ مفقود کرتا ہے۔ اس سے کوئی چیز۔ اپنی ذات اور اپنے نفس سے عبور کرکے متحقق ہو کر کمال مطلق کو حاصل کرتا ہے۔ اور اسکی صفات سے کسی صفت کے تمام کا مالک نہیں ہوتا۔ اور اوصاف و اسماء ذات سے متصف ہوتا ہے۔ جیسا کہ اتصاف کا حق ہے بحکم اتفاق یا اختیار نہ عارفین اس کے لئے کوئی باگ نہیں ہوتی۔ جس کا وہ مالک ہو۔ اور صفات میں تصرف کرنے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ اور اس کے لئے کمال میں کوئی شئے نہیں ہے۔ جسے معین کیا جائے۔ اس کا پورا جولان اپنے ہی محل اور اپنے ہی عالم میں ہوتا ہے۔ اپنے منازل و آثار میں بند رہنے کے سوا اس کے لئے اور کچھ نہیں ہے۔ یعنی جو کچھ ہے۔ اس کے اپنے ہی اندر ہے۔ اس کے بدر کا کمال بذات خود ثابت ہے۔ (محتاج آفتاب نہیں) اس کے کسوف شمس سے یہ کمال رُک نہیں سکتا۔ شئے کو نہیں جانتا۔ حالانکہ وہ اس کو جانتا ہے مقام سے ردّ کو حق کرتا ہے۔ حالانکہ وہ [illegible] ٹھیرے ہوئے ہے۔ بغیر زبان کے اس میں کلام کرتا ہے۔ حالانکہ وہ نہیں [illegible] یعنی خاموش ہوتا ہے۔ اس کا عرفان [illegible] ہوتا ہے

اس میں کجی نہیں ہوتی۔ عرفان میں عالم کو اس میں داخل کرتا ہے۔ اور [illegible] میں اُس [illegible]

ہے۔ اس کے والان سے باوجود سب آسمانوں کی نسبت دور ہونے کے [illegible] زیادہ قریب ہوتا ہے۔ اس کا حرف نہیں پڑھا جاتا اور اس کے [illegible] نہیں [illegible] جاتے۔ اور حرف پر ایک [illegible] نقطہ ہے۔ جس پر ایک دائرہ گھوم رہا ہے۔ [illegible] میں ایک عالم ہے۔ وہ عالم گول دائرہ کی شکل پر ہے۔ اس نقطہ [illegible] ایک نقطہ ہے۔ اور وہ اس کے اجزاء کی ہیئت سے ایک جو ہے۔ اور دائرہ سب کا [illegible] کی پناہ [illegible] ایک [illegible] میں ہے

Marfat.com

اور وہ اپنے نفس کی جہت سے بسیط اور بحیثیت اپنی ہیئت کے مرکب ہے۔ اور اپنی ذات کی جہت سے فرد۔ باعتبار اپنے وضوح کے نور ہے۔ اور باعتبار اس پر وقوعِ نظر کے تہ ہونے کے ظلمت ہے۔ اور یہ تمام گفتگو اس ذات بلند و برتر کی حقیقت کو ادا نہیں کر سکتی۔ زبان اس میں گنگ ہو گئی۔ اور رُک گئی۔ وقت اُس سے تنگ ہو گیا۔ اور رہ چکا۔ بلند و برتر ہے۔ اللہ بزرگ شان والا بلند درجہ کی بادشاہت والا۔ غالب۔ حاکم۔ پھر کہا ؎

حی لدنی منیع الاعتاب — عالی المکانۃ شامخ الابواب
من دونہ ضرب الرقاب وکل ما — لاتستطیع الخلق من اعراب
وان لنشر ہدب من ارجائہا — سلب العقول وطاش بالالباب

ترجمہ۔ وہ زندہ ہے۔ بیشک وہ ایک شمشیر ہے۔ جو عتبوں اور دہلیزوں سے روکنے والی ہے۔ وہ دہلیزیں بلند رُتبہ اور اونچے دروازوں والی ہیں۔ اس کے سوا سب کی اور تمام ان بیابانوں کی گردنیں مارنی چاہئیں۔ جو وہاں تک پہنچ نہیں سکتے۔ (یعنی کلیتۂ غیر اللہ کی نفی کرنی چاہیئے) اگر اس کے کناروں سے ساز و سامان پھیلائے جائیں۔ تو عقلیں جاتی رہیں۔ اور مغز اُڑ جائیں (مراد کناروں سے ظاہر حق اور مراد ساز و سامان سے اسرارِ حق ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مترجم)

دُوسرا باب

مجرّد اسم کے بیان میں

مراد اسم سے وہ شے ہے۔ جو مسمّٰی کو فہم میں معیّن۔ خیال میں مصوّر۔ وہم میں حاضر کرے۔ فکر میں اس کو ترتیب دے۔ قوت حافظہ میں اُسے محفوظ رکھے۔ عقل میں اُسے موجود کرے۔ برابر ہے۔ کہ وہ مسمّٰی موجود ہو۔ یا معدوم۔ حاضر ہو یا غائب۔ اور اسم کا پہلا کمال یہ ہے۔ کہ تو اس سے مسمّٰی کی حقیقت سے اس شخص کو شناسا کرتا ہے۔ جو اس سے جاہل ہوتا ہے۔ اور اسم کو مسمّٰی سے وہ نسبت ہے۔ جو ظاہر کو باطن سے ہے۔ اور وہ اس اعتبار سے عین مسمّٰی کا ہے۔ اور بعض مسمیات ہیں۔ جو فی نفسہٖ معدوم ہیں۔ اور اپنے اسم میں موجود ہیں۔ مثلاً اصطلاح میں عنقاء مغرب کہ سوائے اسم کے اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔ اور یہی اُس کا اسم ہے

Marfat.com

جس نے اس کے لئے اِس اسمی وجود کو کمایا۔ اور اُسی سے اس کی وہ صفتیں جانی جاتی ہیں۔ جن کا تو اِس اسم کی ذات کے لئے تقاضا کرتا ہے۔ ایسے اسم سے مراد رکھتا ہوں میں کہ وہ اسم غیر مسمّٰی ہے۔ اس اعتبار سے کہ اصطلاح میں عنقاءِ مغرب سے وہ شے مراد ہے۔ جو عقول وافکار سے غروب و پوشیدہ ہو۔ اور اپنے نفس میں ایک مخصوص ہیئت پر ہو۔ جس کی عظمت کی وجہ سے کوئی مثال موجود نہ ہو۔ اور اس کے اسم کا بذاتِ خود یہ حکم نہیں ہے۔ گویا کہ وہ ان معنوں کے لئے وضع نہیں کیا گیا۔ مگر ایک وضع کلی جو ان معنوں کے معقول پر صادق آتی ہے۔ تاکہ وجود میں اس کے رُتبہ کو محفوظ رکھے۔ اور وہ معدوم ہونے نہ پائے۔ اور تو گمان کرے۔ کہ وجود کا بذاتِ خود یہ حکم نہیں ہے۔ اور یہ ایک راہ ہے۔ اس کے مسمّٰی کو شناخت کرنے کی۔ اور اسی سے فکر اس کے معنوں کا تعقل کرتی ہے۔ پس الف کو کلام سے گرا دے۔ اور پھول کو غلافِ شگوفہ سے نکال[له]۔

اور خلق میں عنقاءِ مغرب حق میں اسم اللہ کی ضد ہے۔ جیسا کہ مسمّٰیِ عنقاء فی نفسہٖ عدم محض ہے۔ ایسا ہی مسمّٰیِ اللہ فی نفسہٖ وجودِ محض ہے۔ سو وہ اسم اللہ کے مقابل ہے۔ اس اعتبار سے کہ اس کے مسمّٰی تک نہیں پہنچ سکتے۔ مگر اُسی کے ذریعہ۔ اس اعتبار سے عنقاءِ مغرب موجود سمجھا جاتا ہے۔ ایسا ہی حق سُبحانہ تعالیٰ کہ سوائے اسماء و صفات کی راہ کے اس کی شناخت کی اور کوئی راہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ تمام اسماء و صفات اس اسم کی تحت میں ہیں۔ اور نہیں ممکن ہے۔ اس کی طرف پہنچنا۔ مگر اس کے اسماء و صفات کے ذریعہ۔ ثابت ہُوا۔ کہ اس اسم (اللہ) کے سوا اللہ تک پہنچنے کی اور کوئی سبیل نہیں ہے۔

جان کہ یہ اسم وہ ہے جس نے وجود کو اس کی حقیقت سے متحقق ہو کر حاصل کیا۔ اور اسی سے اسکے لئے اس کی طریقت کی راہ واضح ہوتی ہے۔ پھر وہ انسان ہیں معنیٔ کامل کی مہر ہے۔ اور اسی سے مرحوم رحمٰن سے ملتا ہے۔ پھر جس نے نقشِ ختم کو دیکھا۔ اُسے اللہ سے صرف اسمی قرب حاصل ہے۔ اور جو منقوشات سے گذرا۔ اُسے اللہ سے قربِ صفات حاصل ہے۔ اور جس نے مہر کو توڑ دیا۔ اور وصف اور اسم سے گذرا۔ تو اُسے اللہ سے قرب و معیتِ ذات کا رُتبہ حاصل ہُوا۔ اور اس حالت میں وہ [illegible] سے بھی محجوب نہیں ہوتا۔ پھر اگر اس دیوار کو قائم کیا۔ جو گرنے کو تھی۔ اور اس مہر کو [illegible] مستعد تھی۔ تو حق اور خلق کے دو یتیم اپنی نہایت جوانی کو پہنچے۔ اور اس دیوار سے اپنے [illegible] دونوں نے نکالا۔

پھر جان۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اس اسم کو انسان کے لئے ایک آئینہ بنایا ہے۔ جب [illegible] اپنے [illegible] اُس نے اس آئینہ میں دیکھا۔ تو اُس پہ اس بات کی حقیقت کُھل گئی۔ کہ کان اللہ ولا شئی معہ۔ [illegible]

له کلام سے الف گرا دیں۔ تو لفظ [illegible] ہے۔ [illegible] یعنی غلافِ شگوفہ کو [illegible] دے کر پھول کو نکال۔ واللہ اعلم بالصواب ◆

Marfat.com

بس اللہ تھا۔ اور اُس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی۔ اور اس پر ظاہر ہو گیا۔ کہ اس کی شنوائی اللہ کی شنوائی ہے۔ اور اس کی آنکھ اللہ کی آنکھ ہے۔ اور اس کا کلام اللہ کا کلام ہے۔ اور اس کی حیات۔ اللہ کی حیات۔ اور اس کا علم اللہ کا علم اور اس کی ارادت اللہ کی ارادت اور اس کی قدرت اللہ کی قدرت ہے۔ اور یہ سب کچھ بطریقِ اصالت حاصل ہوتا ہے۔ اور نیز معلوم کرتا ہے۔ کہ یہ سب کچھ صرف بطریق مجاز و عاریت اس کی طرف منسوب ہے۔ اور بطریق ملک و تحقیق وہ اللہ کے لئے ہے۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے واللہ خلقکم وما تعملون۔ اللہ نے تم کو پیدا کیا۔ اور اُس چیز کو جو تم کر رہے ہو۔ اور دوسرے مقام میں فرمایا انما تعبدون من دون اللہِ اوثانًا و تخلقون افکا اللہ کے سوا جن چیزوں کو تم پوجتے ہو۔ وہ سوائے بتوں اور نشانوں کے اور کچھ نہیں۔ اور تم خدا پر دروغ باندھ رہے ہو۔ گویا یہ چیز جس کو وہ پیدا کرتے ہیں۔ وہی ہے۔ جس کو اللہ پیدا کرتا ہے۔ پس یہ مخلوق بطریق عاریت و مجاز ان کی طرف منسوب ہو گی۔ اور بطریق ملک و نسبت وہ اللہ کے لئے ہے۔ اور اپنے مُنہ کو اس اسم کے آئینے میں دیکھنے والا اس علم کو بطریق ذوق حاصل کرتا ہے۔ اور اس کے پاس علوم توحید سے علم واحدیت کا ہوتا ہے۔ جس کو یہ مقام حاصل ہُوا۔ وہ اُس شخص کی پُکار کا جواب دیتا ہے۔ جو اللہ کو پُکارتا ہے۔ اور اسوقت وہ اس کے اسم اللہ کا مظہر ہوتا ہے۔ پھر جب بطریق وصف وجود واجب کے ساتھ عدم کی کدورت سے علم کی طرف ترقی کرتا ہے۔ اور ظہورِ قدم سے اللہ اس کو خبثِ حدث سے پاک کرتا ہے۔ تو اسوقت وہ اسم اللہ کا آئینہ ہوتا ہے۔ اور اس اسم کے ساتھ وہ بمنزلہ دو متقابل آئینوں کے ہوتا ہے۔ کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے میں پایا جاتا ہے۔ جس کو یہ مقام حاصل ہوتا ہے۔ اللہ اس کی طرف سے اس شخص کو جواب دیتا ہے۔ جو اس کو پُکارتا ہے۔ جب وہ غضب میں آتا ہے۔ تو خدا بھی غضب میں آتا ہے۔ اور جب وہ راضی ہوتا ہے۔ تو خدا بھی راضی ہوتا ہے۔ اور اس کے پاس اس حالت میں علوم توحید سے احدیت کا علم ہوتا ہے۔ سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اس مشہد اور تجلّی ذاتی کے درمیان ایک لطیفہ ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اس مقام کا صاحب صرف فرقان کی تلاوت کرتا ہے۔ اور تجلّی ذاتی والا تمام کتب منزلہ کو پڑھتا ہے۔ فافہم۔

جان۔ کہ یہ اسم تمیع کمالات کا ہیولی اور ان کی اصل ہے۔ اور جو کمال پایا جاتا ہے۔ وہ اس اسم کے فلک کے نیچے ہے۔ اسی لئے کمال الٰہی کے لئے کوئی نہایت نہیں ہے۔ کیونکہ ہر وہ کمال جسے حق اپنے نفس سے ظاہر کرتا ہے۔ غیب میں اس کمال کے بھی کمالات ہیں۔ جو اس سے زیادہ بزرگ و اکمل ہیں۔ پس حق کے کمال کی نہایت پر پہنچنے کی کوئی راہ نہیں ہے۔ ایسے طور پر کہ کوئی پوشیدہ کمال وہاں باقی نہ رہے۔ یہی حال اس ہیولی کا ہے۔ جس کا علم معقول یعنی فلسفہ میں ذکر آتا ہے۔ کوئی حد نہیں۔ کہ تمام صورتیں اس سے نکل جائیں۔ ایسے طور پر کہ پھر کسی صورت کے پیدا کرنے کی طاقت اس میں باقی نہ رہے۔ یہ ہرگز ممکن نہیں ہے۔ پس جو ہیولی پر صورتیں ہیں۔ ان کی نہایت کا ادراک محال ہے۔ جب مخلوق کی یہ شان ہے۔ تو پھر خدا

Marfat.com

بلند و بزرگ میں کیوں نہ یہ بات ہوگی۔

جس پر یہ حالت وارد ہوتی ہے۔ وہ قائل ہوتا ہے۔ اس بات کا کہ درک العجز عن الادراک ادراک معنی اس قول کے پہلے مذکور ہو چکے ہیں۔

اور جس کے لئے حق اس مذکورہ تجلی کے معنوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ من حیث العلم وہ اللہ کا عین ہوتا ہے۔ اور اس کا تحقق بہ حیثیت اس کے عین ہونے کے ہوتا ہے۔ وہ ادراک سے اپنے عجز کا اعتراف نہیں کرتا۔ اور نہ اُس چیز کا جو عجز کی منافی ہے۔ بلکہ وہ دونوں طرفوں کا مدعی ہوتا ہے۔ پس اُس کا یہ مقام وہ مقام ہے جس کی تعبیر ممکن نہیں۔ اور وہ اللہ کی راہ میں اعلےٰ مقام ہے۔ اس کو طلب کر۔ اور اس سے غافل نہ ہو۔ اور اسی کے متعلق کہا ہے۔ خدا کہنے والے پر رحم کرے ؎

اللہ اکبر ھذا البحر قد زخرا | وھیج الریح موجا یقذف الدررا
فاخلع ثیابک واغرق فیہ عنک ودع | عنک السباحۃ لیس السبح مفتخرا
ومت فمیت بہ اللہ فی رغد | حیاتہ بحیاۃ اللہ قد عمرا

ترجمہ اللہ اکبر یہ ایک بحر ہے۔ جو بحر زخار ہے۔ ہوا موجیں اُٹھاتی ہے۔ اور وہ موتیوں کو پھینکتا ہے۔ اپنے کپڑے اُتار اور اپنے آپ سے اس میں غرق ہو۔ اور اپنی طرف سے تیرنا چھوڑ دے۔ تیرنا کوئی فخر کی بات نہیں ہے۔ اور مر جا [illegible] لئے کہ اللہ کے [illegible] کا مردہ خوش زندگی و فراخ حالی میں بسر کرتا ہے۔ اسکی زندگی اللہ کی زندگی کے [illegible]

اور جان کہ اللہ [illegible] اسم کو ان کمالات کا ہیولیٰ [illegible] جو معانی [illegible] کی صورتیں ہیں۔ اور جمیع تجلیات الٰہی جو اس [illegible] ہیں اس کے نفس میں [illegible] اس [illegible] زیر احاطہ ہیں۔ اور اس کے پیچھے بجز ظلمت محض کے جو بطون الذات فی الذات [illegible] اور کچھ نہیں ہے۔ اور یہ اسم اس ظلمت کا نور ہے جس سے حق اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔ اور اسی سے خلق خدا کی معرفت حاصل کرتی ہے۔ اور وہ متکلمین کی اصطلاح میں اسم علم ہے۔ اس ذات کے لئے جو الوہیت کی مستحق ہے۔ اور علماء نے اس اسم میں اختلاف کیا ہے۔ بعض نے کہا ہے۔ کہ وہ جامد ہے مشتق نہیں ہے۔ اور وہ ہمارا مذہب [illegible] اس لئے کہ حق مشتق کو پیدا کرنے سے پہلے اس سے موسوم تھا۔ اور مشتق اُسی سے ہے۔ [illegible] ہے۔ کہ وہ من [illegible] یا الہ اذا عشق [illegible] مشتق ہے [illegible] معشوق [illegible] چلنے میں بالخاصیتہ اس کی عبودیت [illegible] اور [illegible] کون جس حیثیت سے کہ وہ ہے۔ اس وقت سے اس تعشق عبودیت کو اپنے آپ سے [illegible] جب ت اس تعشق الٰہی کا جامہ اُسے پہنایا گیا ہے۔ یہ عشق ایسا ہی ہے جیسا [illegible] تعشق [illegible] ہے۔ اور کون کا یہ تعشقِ عبودیت و [illegible]

Marfat.com

اپنے اندر ظہورِ حق کو قبول کرنا ہے۔ اور تیسری تسبیح اپنے اسم خلق سے حق میں اس کا ظہور کرنا ہے۔ اللہ کے لئے مخلوق کی بہت سی تسبیحیں ہیں۔ ہر اسم الٰہی کے مقابل ایک خاص تسبیح ہے۔ جو اسم الٰہی کے لائق ہے۔ اور یہ تسبیح ہے۔ اللہ تعالٰی کے لئے ایک ہی بولی اور ایک ہی وقت میں ان تمام بے شمار تسبیحوں کے ساتھ جن کا شمار ممکن نہیں۔ ہر فردِ عالم اللہ کے ساتھ اسی حالت میں ہے۔

جس نے کہا ہے۔ کہ یہ اسم مشتق ہے۔ اس نے ان کے قول الہ و مالوہ سے استدلال کیا ہے۔ کہ اگر یہ جامد ہوتا۔ تو اس میں ردّ و بدل نہ ہو سکتا۔ پھر علماء نے کہا ہے۔ کہ چونکہ اس اسم کی اصل اِلہ ہے۔ اور معبود کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ جو ایک ہی ہے۔ لہٰذا اس پر لام تعریف داخل ہوا۔ اور وہ الاِلٰہ بنا۔ پھر کثرتِ استعمال سے اس کا درمیانی الف حذف کیا گیا۔ تو اللہ ہوا۔ اور اس اسم کے متعلق علماء عربیت نے بہت کلام کی ہے اور ہم تبرّکاً ان کے کلام سے اسی قدر پر اکتفاء کرتے ہیں۔

جان لے۔ کہ یہ اسم خماسی ہے۔ اس لئے کہ وہ الف جو ہاء سے پہلے ہے۔ تلفظ میں ثابت ہے۔ اور کتابت میں اس کے سقوط کا کوئی اعتبار نہیں ہو گا۔ اس لئے کہ تلفظ کتابت پر حاکم ہے۔ اور سمجھ لے۔ کہ پہلا الف مراد اس مرتبۂ احدیت سے ہے۔ جس میں کثرت فانی ہے۔ اور کسی وجہ سے اس میں اس کا وجود نہیں ہے۔ اللہ تعالٰی کے اس قول کا یہی مطلب ہے۔ جو اس نے فرمایا۔ کُلُّ شَیْءٍ ہَالِکٌ اِلَّا وَجْہَہٗ (بقول مصنّف علیہ الرحمت) اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ ہر شے فانی ہے۔ مگر اس شے کی ذات۔ اور وہ احدیت حق ہے۔ اس چیز میں حق کی طرف سے۔ اس کے لئے حکم ہے۔ پس وہ کثرت سے مقیّد نہیں کیا جاتا۔ اس لئے کہ کثرت کا کوئی حکم نہیں۔ چونکہ احدیت تجلّیات فی نفسہٖ بنفسہٖ کی سب سے پہلی تجلی ہے۔ اس لئے الف بھی اس اسم کے پہلے آیا ہے۔ اور دوسرے حروف سے اس کا الگ آنا اس بات پر تنبیہ کرتا ہے۔ کہ مرتبۂ احدیت وہ شے ہے۔ جس میں اوصافِ حقیّت و لغوِیتِ خلقیت کا مطلق ظہور نہیں۔ اور وہ احدیت محضہ ہے۔ جس میں اسماء۔ صفات۔ افعال۔ تاثیرات۔ مخلوقات سب مٹ گئے ہیں۔ ان حروف کے بسائط کا اشارہ بھی ان چیزوں کے مٹنے کی طرف ہے۔ اس لئے کہ بسائط اس حرفِ الف کے یہ حروف ہیں۔ الف۔ لام۔ فا اور ان بسائط کا پہلا حرف الف اس ذات پر دلالت کرتا ہے۔ جو بساطت و منبسط فیہ کی جامع ہے۔ اور لام اپنی قامت سے دلالت کرتا ہے۔ اس کی صفاتِ قدیمہ پر اور اپنی تعریف سے دلالت کرتا ہے۔ متعلقاتِ صفات پر اور وہ افعال قدیمہ ہیں۔ جو اس کی طرف منسوب ہیں۔ اور فاء بہ ہیئت خود معقولات پر دلالت کرتی ہے۔ اور اپنے نقطہ سے خلق کی ذات میں حق کے وجود پر اور اپنے سر کی گولائی اور بیچ میں اسے خالی ہونے سے اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ کہ فیض الٰہی کو ممکن کے قبول کرنے کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ فاء کے سر کی گولائی ممکن کے غیر متناہی ہونے کی طرف اس طرح اشارہ کرتی ہے۔ کہ وہ دائرہ ہے۔ اور دائرہ کی کوئی ابتداء و نہایت نہیں ہوتی۔ اور اس کی تجویف قبولِ فیض الٰہی کی طرف اس طور پر اشارہ کرتی ہے کہ مجوف ایسی چیز کا تقاضا

Marfat.com

کرتا ہے۔ جو اُسے پُر کرے۔

اور پھر دوسرا نکتہ یہ ہے کہ نقطۂ فاءِ خلق کی ذات میں حق کے وجود پر دلالت کرتا ہے۔ اس طرح پر ہے۔ کہ یہ فاء کے سرے کا نقطہ حق کا نقطہ ہے۔ اور اس کا محل فاء کے سرے کا دائرہ ہے۔ جو کون و خلق کی طرف اشارہ ہے۔ جیسا کہ مذکور ہُوا۔ اور یہاں ایک لطیف اشارہ ہے۔ اس امانت کی طرف جسے انسان نے اُٹھایا۔ اور مَیں امانت سے کمالِ الوہیّت مراد لیتا ہوں۔ جیساکہ آسمان۔ زمین وما فیہا اس امانت کے اُٹھانے کی تاب نہیں لا سکے۔ ایسا ہی تمام فاء اس نقطہ کا محل نہیں ہے۔ سوائے اس مجوف سرے کے جس سے انسان کا وجود مراد ہے۔ جو اس عالم کون و خلق کا رئیس و سردار ہے۔ اور اسی کے متعلق کہا گیا ہے۔ کہ اے جابر اوّل وہ چیز جس کو خدا نے پیدا کیا۔ تیرے نبیؐ کی روح ہے۔ اور ایسا ہی کاتب کے ہاتھ کا قلم کہ پہلے جس چیز کو بناتا ہے۔ وہ فاء کا سرا ہے۔ یہ کلام اور جو اس سے پہلے مذکور ہُوا۔ اس تمام کا حاصل یہ ہے۔ کہ احدیتِ حق میں حقائقِ اسماء و صفات۔ افعال و مؤثرات و مخلوقات سب کا حکم پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ سوائے اس کی صفتِ ذات کے جو ایک طور سے احدیت سے معبر ہے۔ کچھ باقی نہیں رہتا۔ اس اسم یعنی اسم اللہ کے متعلق ہم نے اپنی کتاب مسمّٰی بالکہف والرقیم فی شرحِ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں نہایت بسوط اور مفصل بحث کی ہے۔ جسے شوق ہو۔ وہ اُسے دیکھے۔"

اس اسم کا دوسرا حرف لام اوّل ہے۔ اور وہ مراد ہے جلال سے۔ لام کا الف سے ملاصق ہونا اسی نکتہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس لئے کہ جلال ذات کی ایک اعلیٰ درجہ کی تجلّی ہے۔ اور وہ ذات کی طرف جمال کی نسبت زیادہ قریب ہے۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہُوا ہے۔ کہ عظمت میرا ازار اور کبریائی میری چادر ہے۔ اور ازار و چادر سے زیادہ قریب کوئی لباس نہیں ہوتا۔ پس ثابت ہُوا۔ کہ صفاتِ جلال صفاتِ جمال کی نسبت ذات کو زیادہ قریب ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کا یہ قول کہ سَبَقَتْ رَحْمَتِی عَلٰی غَضَبِی میری رحمت غضب پر سبقت لے گئی ہے۔ اس کا مناقض نہیں ہے۔ اس لئے کہ رحمت سابقہ وہ ہے۔ جس میں عموم کی شرط پائی جاتی ہے۔ اور عموم جلال سے ہے۔ اور جان کہ صفت واحدیتِ جمالیہ جب پورے طور پر اپنے کمال کو ظاہر کرتی ہے۔ یا قریب ہوتی ہے۔ تو قوتِ ظہورِ سُلطان جمال سے اس کا نام جلال رکھا جاتا ہے۔ پھر اس میں مفہوم رحمت تو جمال ہے۔ اور اس کا عموم اور اس کی انتہا [illegible] ناقص اور جلال کے جمال پر سابق ہونے کی یہ دوسری دلیل ہے۔ جسے حضرت علیہ الرحمت نے بیان کیا۔ مترجم

تیسرا حرف لام ثانی ہے۔ اور وہ جمال مطلق سے مراد ہے۔ جو مظاہرِ حق سُبحانہٗ و تعالیٰ میں ساری ہے۔ اور جمیع اوصافِ جمال کا مرجع دو وصف ہیں۔ ایک علم دوسرا لطف۔ جیسا کہ جمیع اوصافِ جلال کا مرجع بھی دو وصف ہیں۔ ایک عظمت دوسرا اقتدار۔ اور ان پہلے دو وصفوں کا مآل پچھلے دو وصف ہیں۔ گویا کہ یہ دونوں قسم کے وصف ایک ہی قسم کے وصف ہیں۔ اسی جہت سے کہا گیا ہے۔ کہ جمال جو

Marfat.com

خلق کے لئے ظاہر ہوا ہے۔ وہ بس جمالِ جلال ہے۔ اور جلال فقط جمالِ جمال۔ بہ سبب اس کے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کو لازم ہے۔ ان دونوں کی تجلیات کی مثال فجر ہے۔ جو طلوع ہونے تک طلوعِ آفتاب کے سب مبدوں کا پہلا مبدء ہے۔ جمال کی نسبت فجر کی نسبت ہے۔ اور جلال کی نسبت اس کے شروق کی نسبت۔ یہ اشراق فجر سے ہے۔ اور فجر اشراق سے۔ اور جمال الجلال وجلال الجمال کے بھی یہی معنی ہیں۔ یہ لام جو بہ اختلاف مراتب ان دو مظہروں کی طرف اشارہ ہے۔ اس کے بسائط یہ حروف ہیں۔ لام۔ الف۔ میم جن کے ۷۱ عدد ہوتے ہیں۔ اور وہ پردے جو خدا نے اپنے اور خلق کے درمیان چھوڑے ہوئے ہیں۔ بموجب حدیث نبوی وہ بھی اسی عدد کے قریب ہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ اللہ کیلئے ستر سے کچھ اوپر پردے ہیں۔ جو نور و ظلمت کے ہیں۔ مراد نور سے جمال اور مراد ظلمت سے جلال ہے اگر وہ پردے دور ہو جائیں۔ تو جو اس کی طرف دیکھے۔ اگر اس کے منہ پر چہرے میں جامے بھی ہوں۔ تو وہ بھی جل اٹھیں۔ یعنی جو اس مقام پر پہنچتا ہے۔ اس کا نہ عین باقی رہتا ہے۔ نہ اثر۔ اور اس حالت کا نام صوفی محق و سحق رکھتے ہیں۔ پھر ان میں سے ہر ایک عدد مراتب حجب میں سے ایک مرتبہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جس سے خدا نے اپنے آپ کو خلق سے چھپایا ہوا ہے۔ اور ہر مرتبہ کے بھی ہزار پردے ہیں۔ مثلاً عزت کہ مرتبۂ کونیہ میں قیدِ انسان کا پہلا حجاب ہے۔ اس کی ہزار وجہیں ہیں۔ اور ہر وجہ حجاب ہے اور ایسا ہی باقی حجابوں کا حال ہے۔ اگر اختصار کا خیال نہ ہوتا۔ تو ہم اتم و اکمل طور پر اس کی تشریح کرتے۔

اس اسم کا چوتھا حرف وہ الف ہے۔ جو کتابت میں ساقط ہے۔ اور تلفظ میں ثابت۔ اور وہ الف وہ پورا کمال ہے۔ جس کی کوئی حد و نہایت نہیں۔ اس کے سقوط سے عدم غائیت کا اشارہ لیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ ساقط نہ عین رکھتا ہے۔ نہ اثر۔ اور لفظ میں اس کا ثبوت ذاتِ حق میں وجودِ نفسِ کمال کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اسی بنا پر اہل اللہ میں سے کامل اپنی اکملیت میں جمال میں ترقی کرتا ہے۔ اور حق سبحانہ وتعالیٰ برابر اپنی تجلیات میں مصروف رہتا ہے۔ اور ہر تجلی اس کامل کی اکملیت کو ترقی دینے میں لگی رہتی ہے۔ اس لئے کہ دوسرا پہلے کو جمع کرتا ہے۔ علیٰ ہذا اس کی تجلیات بھی ترقی میں ہیں۔ اسی بناء پر محققین نے کہا ہے۔ کہ عالم ہر دم ترقی میں ہے۔ اس لئے کہ وہ تجلیاتِ حق کا اثر ہے۔ جو ہر دم ترقی میں ہیں۔ اگر تو اس اعتبار سے کہدے۔ کہ حق سبحانہ وتعالیٰ ترقی میں ہے۔ اور مراد ترقی سے خلق کے لئے اس کے ظہور سے لے۔ تو یہ بات جناب الٰہی کے حق میں جو زیادت و نقصان سے بری ہے جائز ہے۔ وہ بزرگ ہے۔ اس بات سے کہ صفاتِ کونی سے موصوف ہو۔ پانچواں حرف ہاء ہے۔ اور وہ حق کی اس ہویت کی طرف اشارہ ہے۔ جو عینِ انسان ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ قل ھو اللہ احد۔ کہدے کہ وہ یعنی انسان اللہ ہے جس کی صفت احد ہے۔ ضمیر ھو جس میں ہائے ہویت ہے۔ فاعل قُل کی طرف راجع ہے۔ ورنہ ضمیر کا اعادہ غیر مذکور کی طرف جائز نہیں ہے۔ بطریق التفات جس کا

Marfat.com

علم بیان میں ذکر آتا ہے۔ یہاں مخاطب کو بجائے غائب کے رکھا گیا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ یہاں مخاطب صرف شخص حاضر نہیں ہے۔ بلکہ اس خطاب میں غائب و حاضر دونوں مساوی ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ ولو تری اذ وقفوا اور اگر تو دیکھے۔ جب وہ ٹھیرائے جائیں گے۔ الآیہ۔ اس میں دیکھنے والے سے مراد صرف محمدؐ نہیں ہے۔ بلکہ ہر دیکھنے والا ہے۔ اور ہاء کے سرے کی گولائی کا اشارہ وجود حقی و خلقی کی چکی کی طرف ہے۔ جو انسان کے اوپر گردش کرتی ہے۔ اور وہ عالم مثال میں مثل دائرہ کے ہے۔ جس کی طرف ہاء اشارہ کرتی ہے۔ پھر کہدے۔ جو تو چاہتا ہے۔ چاہے یہ کہ دائرہ حق ہے اور اس کا پیٹ خلق ہے۔ اور چاہے یہ کہ دائرہ خلق ہے۔ اور اس کا پیٹ حق ہے۔ اور وہ حق بھی ہے۔ اور خلق بھی۔ اور اگر چاہے۔ تو یہ کہدے۔ کہ یہ امر الہام سے تعلق رکھتا ہے۔ پس یہ امر انسان میں ان دو باتوں میں دائر ہے۔ ایک یہ کہ وہ مخلوق ہے۔ اور اس کے لئے عبودیت کی ذلت و عجز ہے۔ دوسری یہ کہ وہ رحمٰن کی صورت پر ہے۔ اور اسکے لئے کمال و عزت ہے۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے واللہ ھو الولی۔ مُراد ولی سے انسان کامل ہے جس کی نسبت فرمایا۔ الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون۔ خدا کے ولیوں کی شان یہ ہے۔ کہ نہ ان پر خوف ہے۔ نہ غم۔ اس لئے کہ ان کی نسبت خوف اور غم محال ہے۔ اور ان جیسی اللہ کے متعلق بھی آیات ہیں۔ مثلاً ان اللہ ھو الولی الحمید وھو یحیی الموتیٰ وھو علیٰ کل شیءٍ قدیر کہ ان میں اللہ کے لئے ولی کا لفظ آیا ہے۔ پھر وہ یعنی انسان حق ہے۔ کہ خلق کی صورت میں نظر آرہا ہے۔ یا خلق ہے۔ کہ معانیٔ الٰہیہ سے متحقق ہو رہا ہے۔ ہر حال و تقدیر اور ہر تاویل و تفسیر میں وہ دو مضمون نقص و کمال کا جامع ہے۔ اور کون کی زمین میں نورِ آفتابِ الٰہی سے چمک رہا ہے۔ اور وہ آسمان و زمین ہے۔ اور وہ طول و عرض ہے۔ انہی معنوں میں یہ شعر لائے ہیں ؎

لی الملک فی الدارین لم ار فیھما — سوای فارجو فضلہ او فاخشاہ
ولا قبل من قبلی فالحق شانہ — ولا بعد من بعدی فاسبق معناہ
وقد حزت انواع الکمال واننی — جمال جلال الکل ما انا الا ھو
فمھما تری من معدن ونبات — وحیوانہ مع انسہ وسجایاہ
ومھما تری من عنصر وطبیعۃ — ومن ھباء الاصل [illegible]
ومھما تری من ابحر وقفار — ومن شجر [illegible]
ومھما تری من صورۃ معنویۃ — [illegible]
ومھما تری من فکرۃ [illegible] — [illegible]
ومھما تری من [illegible] — [illegible]
ومھما تری من [illegible] — [illegible]

ومهما ترای من سابق متقدم　　ومن لاحق بالقوم لفاه ساقاه
ومهما تری من سید متسود　　ومن عاشق صب صبا نحو لیلاه
ومهما تری من عرشه ومحیطه　　وکرسیه او رفرف عز مجلاه
ومهما تری من انجم زهریة　　ومن جنة عدن لهم طاب مثواه
ومهما تری من سدرة لنهایة　　ومن جرس قد صلصلا منه طرفاه
فانی ذاك الكل مشهدی　　انا المتجلی فی حقیقة لا هو
وانی رب للانام وسید　　جمیع الوری اسم وذاتی مسماه
لی الملك والملكوت نسجی وصنعتی　　لی الغیب والجبروت منی منشاه
وها اننی ذكرت جمیعه　　عن الذات عبد آیب نحو مولاه
فقیر حقیر خاضع متذلل　　اسیر ذنوب قیدته خطایاه
فیا ایها العرب الكرام ومن هو　　لصبتهم الولهان الفخر وملجاه
قصدتكم انتم قصاری ذخیرتی　　وانتم شفیعی فی الذی انتمناه
وقاسین حاز الكمال باسره　　فاضحی له بالسبق شأو تحلاه
لاستاذ شیخ العالمین وشیخهم　　ونور حواه الاكملون ولاءلاه
علیكم سلامی كل یوم ولیلة　　تنوبن　علی مر الزمان تحایاه

ترجمہ:۔ دونوں جہانوں میں ملک میرے ہی لئے ہے۔ اور میں ان میں اپنے سوا کسی کو نہیں دیکھتا ہوں۔ پھر میں اس کے فضل کی امید رکھتا ہوں یا اُس سے ڈرتا ہوں۔ مجھ سے اوّل کوئی اوّل نہیں اور یہ حق کی شان ہے۔ اور نہ میرے بعد کوئی بعد ہے۔ پھر اس کی مراد بھی وہی سابق ترہینی خدا ہے۔ اور میں نے طرح طرح کے کمالات جمع کئے ہیں۔ اور میں جلالِ کل کا جمال ہوں۔ میں نہیں ہوں مگر وہی۔ پھر جب تو معدن۔ نبات۔ حیوان۔ انسان اور اس کی خصلتوں کو دیکھتا ہے اور جب عنصر طبیعت غبار یعنی ذرات کو دیکھتا ہے۔ جو ایک عمدہ۔ پاکیزہ اصلِ مادہ ہیں اور جب بادل۔ ہوا بالوں درختوں یا اونچے ٹیلوں کو دیکھتا ہے جو بہت بلند ہیں۔ اور جب تو صورۃ معنویہ اور آنکھ کے منظر کو کہ اس کا چہرہ پاکیزہ ہو۔ دیکھتا ہے۔ اور جب تو فکر تخیل عقل۔ نفس۔ قلب۔ احشاء یعنی تمام اعضاء معدہ کو دیکھتا ہے۔ اور جب تو ہیئت ملکیہ اور منظر ابلیس کو وآں حالیکہ اس کے معنی ہیں۔ دیکھتا ہے۔ اور جب تو شہوتِ بشریہ کو جو طبع و اشیاء حق کے لئے ہے دیکھتا ہے۔ اور جب تو سابق۔ متقدم اور لاحق بالقوم کو جس کی دونوں ساقیں باہم لپٹ گئی ہیں۔ دیکھتا ہے۔ اور جب تو سید اور بہ تکلف سید بننے والے اور مردِ عاشق کو جو اپنی لیلیٰ پر مائل ہو رہا ہے دیکھتا ہے۔ اور جب تو اس کے عرش اور اس کے محیط کرسی اور رفرف کو جس کا منظر اعلیٰ و عزیز ہے۔ دیکھتا ہے۔

Marfat.com

اور جب تو چمکتے ہوئے ستاروں اور جنتیوں کے جنت عدن کو خدا اُن کی جگہ کو پاکیزہ کرے۔ دیکھتا ہے اور جب تو سدرۃ المنتہیٰ اور اس گھنٹے کو جس کی دونوں طرفیں جھنکارتی ہیں۔ یعنی صلصلۃ الجرس کو دیکھتا ہے۔ تو یہ سب کچھ جو مذکور ہوا۔ میں ہی ہوں۔ اور یہ کل میرا ہی دربار ہے۔ اسکی حقیقت میں میں ہی متجلی ہوں۔ وہ نہیں ہے۔ میں تمام لوگوں کا رب اور سید ہوں۔ تمام مخلوق اسم ہے۔ اور میری ذات اس کا مسمیٰ ہے۔ ملک۔ ملکوت۔ غیب۔ جبروت سب میری تسبیح کرتے ہیں۔ اور میری ہی صنعت اور مجھ سے ہی پیدا ہوئے ہیں۔ اور کو۔ میں باوجود اس تمام کے جو میں نے اپنی بابت ذکر کیا۔ بندہ بھی ہوں۔ جو اپنے مولا کی طرف رجوع کرنے والا ہوں۔ فقیر۔ حقیر۔ خاضع۔ ذلیل ہوں۔ گناہوں کا قیدی ہوں جس کو خطاؤں نے قید کر رکھا ہے۔ پھر اے عرب کرام یعنی صحابہؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ اور اے وہ لوگو جوان کے عشق میں دیوانے ہوئے ہو۔ (خدا ان سب کے ملجا و ماوا کو فاخر بنائے) میں نے تمہاری ہی طرف قصد کیا ہے۔ اور تم ہی میرا نہایت درجہ کا ذخیرہ ہو۔ اور تم ہی میرے شفیع ہو۔ اُس چیز میں جس کی میں تمنا رکھتا ہوں۔ اور [illegible] کو پکارتا ہوں۔ جس نے باثرہ کمال کو جمع کیا۔ پھر ہوگیا۔ وہ کمال اس کے لئے ایسی حالت میں کہ جب چاہتا ہے۔ اور اُسے کہتا ہے آجا۔ تو وہ دوڑ کر آتا ہے۔ ہر آئینہ میری مراد اُس سید سے وہ استاد ہے۔ جو اُن صحابہ کا اور نیز تمام دُنیا کا امام ہے۔ اور جس کے نُور چمک اور روشنی کو کامل ترین اشخاص نے جمع کیا۔ ہر شب و روز [illegible] ہو۔ اور جب مرور زمان تحیات میں ترقی ہو۔

تیسرا باب

مطلق صفت کے بیان میں

صفت وہ چیز ہے۔ جو تجھ [illegible]
ذہن تک پہنچاتی ہے۔ اور تجھ میں اس کی [illegible]
تیرے فکر میں اُس کو واضح کرتی ہے۔ اور [illegible]
اس کی صفت سے چکھتا ہے۔ جبکہ اپنے [illegible]
اسوقت یا تو طبیعت اس کی طرف مائل ہو جاتی ہے [illegible]
موافق طبع ہو۔ اور یا ذوقی مخالفت کی وجہ سے [illegible]

Marfat.com

تاکہ رحمٰن تیرے کان میں تیری جمعیت کی مُہر لگا دے۔ (یعنی مقام جمع الجمع تیرے نصیب کرے۔ اسوقت یہ خدشہ
بھی دُور ہو جائے۔ جو کلام سابق سے پیدا ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ صفتِ باری تعالیٰ میں یہ کہنا کہ یا ذوق مخالفت کی
اس سے تنفّر ہوتا ہے۔ ہرگز صحیح درست نہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ مترجم) اور یہ چھلکا تجھ کو روک نہ رکھے۔ کہ
مغز پر حجاب اور اس کے چہرہ پر نقاب ہے۔ پھر اس کے بعد معلوم کرنا چاہئے۔ کہ صفت موصوف کے تا
ہے۔ اس قول سے میری مراد یہ ہے۔ کہ تو نہ اپنے غیر کی صفات سے متصف ہو۔ اور نہ اپنے نفس کی صف
سے۔ اور نہ اپنی نعت سے اور اس سے تو کسی چیز پر نہ ہو۔ مگر اسوقت جبکہ تو جان لے کہ تو عین اس موصو
کا ہے۔ اور تجھے ثابت ہو جائے۔ کہ تو علیم ہے۔ پھر اسوقت لامحالہ علم تیرے تابع ہوگا۔ اور اس میں تو زیا
تاکید کا محتاج نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ صفت موصوف سے متعلق ہے۔ اس کی تابع ہے۔ موصوف کے
وجود کے ساتھ اس کا وجود ہے۔ اور اس کے نہ ہونے سے مفقود ہو جاتی ہے۔ اور علماء عربیّت کے نزدیک
صفت دُو قسم پر ہے۔ ایک صفت فضائلیہ۔ دوسری فاضلیہ۔ فضائلیہ وہ ہے۔ جو ذات انسان سے
تعلق رکھتی ہے۔ مثل حیات کے۔ اور فاضلیہ وہ ہے۔ جو انسان سے اور اس چیز سے جو اس سے خارج ہے
تعلق رکھتی ہے۔ مثلاً صفتِ کرم اور اس جیسی اور صفات محققین نے کہا ہے۔ کہ اسماء الٰہی دو قسموں پر ہیں
یعنی وہ اسماء جو فی نفسہٖ وصف کا فائدہ دیتے نہیں اور وہ نحویوں کے نزدیک اسماء نعوتیہ ہیں۔
قسم اوّل۔ وہ ذاتی اسماء ہیں۔ مثلاً احد۔ واحد۔ فرد۔ صمد۔ عظیم۔ حي۔ عزیز۔ کبیر۔ متعال اور اس جیسے
اور اسماء۔
قسم دوم۔ وہ صفاتی نام ہیں۔ مثل علم و قدرت وغیرہ اگرچہ وہ اوصاف نفسیہ سے ہوں۔ مثلاً معطی و خلا
اور اگرچہ انفعالیّہ سے ہوں۔ اور صفات الٰہیہ میں اصل وصف اس کا نام رحمٰن ہے۔ اس لئے کہ وہ شمولیت
احاطہ میں اسم اللہ کے مقابل ہے۔ اور فرق ان دونوں کے درمیان یہ ہے۔ کہ رحمٰن اپنی جمعیت اور اپنی عمومیت
سے وصفیت کا مظہر ہے۔ اور اللہ مظہر ہے۔ اسمیّت کا۔ جان۔ کہ رحمٰن وجود کی بلند رُتبہ ذات کے لئے اسم علم
ہے۔ اور اس میں شرط یہ ہے۔ کہ اُس کمال نام کو شامل ہو۔ جس میں نقص نہ ہو۔ اور اوصافِ ناقصۂ خلق کا
اس میں لحاظ نہ ہو اور اللہ اسم علم ہے۔ ذات واجب الوجود کے لئے لیکن اس شرط پر کہ کمال حقی اور اس عموم کو
شامل ہو۔ جس میں اوصافِ ناقصۂ خلق بھی آجائیں۔ پس اللہ عام ہے۔ اور رحمٰن خاص یعنی اس کا نام رحمٰن
صرف کمالاتِ الٰہیہ سے مختص ہے۔ اور اسم اللہ حق اور خلق دونوں کو شامل ہے۔ اور جب رحمٰن کمالات میں
سے کسی کمال سے خاص ہوتا ہے۔ تو اس کے معنی اپنے مقام سے نکل کر اس اسم کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں
جو اس کمال کے لائق ہوتا ہے۔ مثلاً رب۔ مَلِک اور مثل ان کے دیگر اسماء حسنیٰ۔ کہ ان میں سے ہر ایک نام
وہی معنی دیتا ہے۔ جو ان کے مرتبہ اسمیّت کے وصف کا مقتضاء ہے۔ بخلاف اسم رحمٰن کے کہ اس کے
معنی ہیں۔ صاحب اُس کمال کا جو بالاستیعاب جمیع کمالات کو شامل ہو۔ اور وہ ایک صفت جامعہ ہے

Marfat.com

میں جمیع صفاتِ الٰہیہ داخل ہیں۔ اور جان کہ صفت محقق کے نزدیک وہ چیز ہے۔ جو ادراک نہیں
جاتی۔ اور اس کی غائیت نہیں ہے۔ بخلاف ذات کے کہ محقق اس کو ادراک کرتا ہے۔ اور جانتا ہے۔
وہ اللہ تعالےٰ کی ذات ہے لیکن اس کی صفات کے تقاضائے کمال کا ادراک نہیں کرتا۔ اور وہ
ذاتِ آلہی کی بابت ایک بیّن دلیل پر ہوتا ہے۔ نہ صفات آلہی کی بابت۔ اس کی مثال یہ ہے۔ کہ بندہ جب
الٰہیہ کونیہ سے مرتبۂ قُدسیہ پر ترقی کرتا ہے۔ اور آں جانب سے اس پر انکشاف ہوتا ہے۔ تو وہ جانتا ہے۔
اللہ تعالےٰ کی ذات عین اس کی ذات ہے۔ اس سے معلوم ہُوا۔ کہ اس نے ذات کا ادراک کرلیا۔ اور
سے جان لیا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ من عرف نفسہ فقد عرف ربہٗ۔ جسنے اپنے نفس کو پہچان لیا۔
اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ یہ بات اس پر باقی رہ جاتی ہے۔ کہ وہ ذات کی صفتوں کو معلوم کرے۔
اس طور پر کہ جس شان سے ذات الٰہیہ اُن سے موصوف ہے۔ وہی شان اس میں پیدا ہو جائے۔ اور ان
صفات کی حقیقت کا وہی حق اُسے حاصل ہو۔ جو ذات الٰہیہ کو حاصل ہے۔ یہ قطعی اور یقینی بات ہے۔ کہ
صفت کی غائیت کا ادراک نہیں ہو سکتا۔ مثال کے طور پر صفت علیمہ کو لو۔ کہ جب عارف اس کو حاصل کرتا
ہے۔ تو بالتفصیل اس کی تمام باتیں اُسے معلوم نہیں ہوتیں۔ وہ اُتنا ہی جانتا ہے۔ جتنا کہ اس کو علم دیا
مثلاً صفت علیمہ سے اُسے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کتنے آدمی دُنیا میں موجود ہیں۔ تو یہ بات اس پر باقی
رہ جاتی ہے۔ کہ وہ الگ الگ اُن سب کے نام بھی جان لے۔ اگر یہ معلوم کرلے۔ تو پھر یہ کہ اُن کے اوصاف
۔ پھر اُن کی ذوات پھر ان کے انفاس پھر ان کے حالات غرضیکہ یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا۔ ایسا ہی باقی
صفات کا حال ہے۔ کہ تفصیل و بالاستیعاب ان کا حال معلوم نہیں ہوتا۔ ہاں عارف کو بسبیل اجمال
کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے۔ خلاصۂ تقریر یہ کہ ذات مدرک ہے۔ اور صفات غیر مدرک ہیں۔ اس لئے
صفات کے شمار اور پھر ان کے مقتضیات کی کوئی حد اور غائیت نہیں۔ بہت سے اہل اللہ کو اس مسئلہ میں
مغالطہ لگا ہے۔ کہ جب ذات کا ان پر انکشاف ہُوا۔ تو ادراک صفات کی انہوں نے درخواست کی۔ جب
ان کی کیفیت اپنے نفسوں میں نہ پائی۔ تو پھر اس کے منکر ہو گئے۔ اس کی دعوت کو قبول نہ کیا۔ اور
کی عبادت چھوڑ بیٹھے۔ اس کے آگے جو نظیر پیش کی گئی ہے۔ اس سے میرا دل قلق و اضطراب میں ہے
خدا نے جب ان کے موسےٰ کو کہا۔ کہ میں ہی معبود برحق ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں
۔۔۔ تو قوم نے اُسے جواب دیا۔ کہ تُو تو مخلوق ہے۔ یہ انکار اس لئے ہُوا۔ کہ ان کا ۔۔۔
۔۔۔ نہ تھا۔ کہ ذات کا ادراک تو کیا جا سکتا ہے۔ لیکن صفات کا ادراک نہیں ہو سکتا۔ چونکہ تجلی ان ۔۔۔
۔۔۔ کے خلاف تھی۔ اس لئے وہ منکر ہو بیٹھے۔ انہوں نے خیال کیا کہ صفات کو بھی اسی طرح ادراک
جیسا کہ ذات کا۔ یہ نہ جانا کہ یہ امر محال و ممتنع ہے ۔۔۔ صفات مخلوق کا بھی یہی حال ہے۔ ۔۔۔
۔۔۔ دیکھ۔ کہ تو اپنی ذات کو دیکھتا اور اس کا معائنہ کرتا ہے لیکن جو کچھ اس میں صفات ۔۔۔

Marfat.com

سخاوت۔علم وغیرہ سے ہے۔ وہ مُدرک ومشہود نہیں ہوتیں۔ بلکہ علیٰ قدرِ معلوم کچھ کچھ ان کے متعلق تجھ سے ظاہر ہوتا ہے۔پھر جب صفت کا بروز ہوتا ہے۔اور اس سے اس کا اثر مشاہدہ کیا جاتا ہے۔تو اس صفت کا تجھ پر حکم لگایا جاتا ہے۔ورنہ درحقیقت یہ صفات سب کی سب تجھ میں ملیامیٹ ہیں۔نہ ادراک کی جاتی ہیں نہ مشاہدہ میں آتی ہیں عقل بطریق عادت ان کو تیری طرف منسوب کرتی ہے۔اور قانون مفہوم اسی طور پر چلا آرہا ہے۔جان۔کہ ذات عالیہ کا ادراک یہ ہے۔کہ تو بطریق کشفِ آلٰہی جان لے۔کہ بیشک تُو وہی ہے اور وہ تُو ہی اور یہ کہ نہ اتحاد ہے۔نہ حلول اور بندہ بندہ ہے۔اور رب رب۔ نہ بندہ رب ہوجاتا ہے۔ نہ رب بندہ۔جب تُونے بطریق ذوق وکشف آلٰہی جو علم اور مقام مشاہدہ ومعائنہ سے اوپر ہے۔اسقدر شناخت کرلی۔تو تُو منزل مقصود کو پہنچ گیا اور یہ بات بجز سحق ومحق ذاتی کے حاصل نہیں ہوتی۔(سحق ومحق کے معنی اس سے پہلے مصنّف علیہ الرحمت نے بیان کردئے ہیں۔مترجم) اور اس کشف کی علامت یہ ہے۔کہ اولاً ظہورِ رب سے اپنے نفس سے فانی ہو۔پھر دوسری مرتبہ میں ظہور سِترِ ربوبیّت سے رب سے بھی فانی ہو۔پھر تیسری دفعہ بظہور متحققاتِ ذات اپنے متعلقاتِ صفات سے فانی ہو۔پھر جب تجھ کو یہ بات ثابت ہوگئی۔تو اسوقت تو نے ذات کا ادراک کرلیا۔جس پر تیرے نفس ادراک میں کسی دوسری ذات کی زیادتی نہیں ہوتی۔لیکن علم۔قدرت۔سمع۔بصر۔عظمت۔کبریائی اور اس جیسی اور باتیں جو تیری ہویت کو لازم ہیں یہ سب مدارکِ صفات کی قبیل سے ہیں۔علیٰ قدرِ قوتِ عزم وعلوِ ہمت ودخولِ علم ان میں سے ہر ایک کا ادراک دونوں ذاتوں کی طرف سے ہوتا ہے۔یعنی صفاتِ مؤثرہ الٰہیہ وصفات متاثرہ خلقیہ جو عارف سے ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ان کا ادراک بطریقِ اعتبار عارف کو دو ذاتوں کی جہت سے ہوتا ہے۔گو فی الحقیقت وہ ایک ہی ذات میں ملیامیٹ ہوتا ہے۔مترجم۔

پس جو تو چاہتا ہے۔کہدے۔اگر کہے کہ ذات ادراک نہیں کی جاتی۔تو یہ بھی صحیح ہے۔اس اعتبار سے کہ ذات عین صفات ہے۔اور صفات ادراک نہیں کی جاتیں۔جیسا کہ مذکور ہُوا۔انہی معنوں کی طرف کہ ذات ادراک نہیں کی جاتی۔خدا کے اس قول میں اشارہ ہے۔لاتدرکہ الابصار۔آنکھیں اس کو نہیں پاتی ہیں اسلئے کہ آنکھیں صفات سے ہیں۔پھر جو صفت کا ادراک نہیں کرتا۔وہ ذات کا بھی ادراک نہیں کرتا۔جبکہ خود صفت یعنی بصر ذات کا ادراک نہیں کرتی۔اور اگر تو کہے۔کہ وہ یعنی ذات ادراک کی جاتی ہے۔تو یہ بھی صحیح ہے۔اعتبار اس کے جو اوپر کی بحث میں مذکور ہُوا۔

یہ مسئلہ بہت سے اہل اللہ سے مخفی رہا۔اور مجھ سے پہلے کسی نے یہ بات نہیں کہی۔پس اس میں غور وتامّل کرنا چاہئے۔اور یہ نوادرِ دقت سے ہے۔جس پر اس مشہد کا انکشاف ہُوا۔اس نے اپنے اوصاف سے اتصافِ آلٰہی کی لذت کو چکھا۔پھر جب اس سے ترقی کرکے اوپر کے مقام کو پہنچا۔تو اس اتصاف کی کیفیت کی معرفت اُسے حاصل ہوگئی۔اور اس معرفت میں نہایت کا ہونا اور اس میں داخل ہونا ممکن ہے

Marfat.com

بس اس کو سمجھ۔ اس سمجھ پر کہ کوئی اس کو بجز اُن اشخاص کے نہیں سمجھ سکتا۔ جو کمال کے لئے مستعد اور ذوالجلال الاکرام کے مقرب ہیں۔ اور اس مقام سے ورے کتنے ہی گندم گوں نیزے اور تلواریں ہیں ؎

اولع قلبی من زرود بمائہ ۔۔۔ ویا ولھی کم مات ثمہ والہ

ولی طمع بین الاجارع عہدہ ۔۔۔ قدیم و کم خابت ھناک المطامع

ترجمہ۔ میرے دل کو مقام زرود کے پانی کا حریص کیا۔ اور اے میری دیوانگی اس بات کو سمجھ کہ کتنے ہی حریص وہاں مرگئے۔ مجھے گھونٹوں کی طمع ہے۔ اس خیال پر کہ اس کا عہد قدیم ہے۔ حالانکہ وہاں کتنی ہی امیدیں ناکام رہیں۔

یہ جو کچھ مذکور ہُوا۔ اس کے علاوہ ان معنوں میں ہماری ایک اور گفتگو بھی ہے۔ اور وہ ظاہر لفظ میں پہلے معنوں کی مضاد ہے۔ ورنہ درحقیقت کوئی تضاد نہیں۔ اس لئے کہ جو حقائق متضاد معلوم ہوتے ہیں۔ حقیقت میں وہ سب ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔ اور ہماری وہ دوسری گفتگو یہ ہے۔ کہ صفات من حیث الاطلاق معانئ معلومہ ہیں۔ اور ذات ایک امر ہے۔ مجہول۔ پس معانئ معلومہ امر مجہول کی نسبت اس بات کے زیادہ قریب ہیں۔ کہ وہ ادراک کئے جائیں۔ پھر جب اوپر ثابت ہو چکا۔ کہ ان میں یعنی صفات میں ادراک نہیں چل سکتا تو پھر کسی وجہ سے ادراکِ ذات کی کوئی راہ نہیں ہے۔ پس حقیقت الامر میں نہ اس کی صفات مُدرک ہیں۔ نہ ذات۔

اور جان کہ اس کا اسم رحمٰن فعلان کے وزن پر ہے۔ اور یہ وزن لغت میں قوتِ اتصاف کے معنوں کا فائدہ دیتا ہے۔ اور اسم رحمٰن جس میں قوتِ اتصافِ رحمت کے معنی پائے جاتے ہیں۔ ذات باری سے اس کے مختص ہونے کی وجہ یہی ہے۔ کہ اس کی رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے۔ حتیٰ کہ دوزخیوں کا مآلِ کار بھی آخر میں رحمت ہوگا۔

اور جان۔ کہ اسم رحمٰن کے ماتحت جمیع اسماء الٰہیہ نفسیہ ہیں۔ اور وہ سات ہیں۔ حیاتؔ۔ علمؔ۔ قدرتؔ۔ ارادتؔ۔ سمعؔ۔ بصرؔ۔ کلام اور الرحمٰن کے حروف سات ہیں۔ پہلا الف ہے اور وہ حیات ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا۔ کہ حیات الٰہی جمیع اشیاء میں ساری ہے۔ اور وہ اسی کے ساتھ قائم ہیں۔ ایسا ہی الف [illegible] جمیع حروف میں ساری ہے۔ حتیٰ کہ کوئی حرف نہیں۔ جس میں الف لفظاً وکتابۃً موجود نہ ہو۔ [illegible] کہ ایک بچھا ہُوا الف ہے۔ اور جیم الف ہے جس کی دونوں طرفیں ٹیڑھی ہیں۔ [illegible] کا حال ہے۔ اور لفظاً اس طور پر کہ حرف کو جب بسط دیں تو الف [illegible] کے بسائط میں ضرور موجود ہوتا ہے۔ مثلاً با کو لو۔ کہ جب تو اس کو بسط دیگا تو [illegible] الف اور اس [illegible] الف ظاہر ہے۔ اور مثلاً جیم کہ جب تو اسے بسط دیگا۔ تو کہیگا جیم [illegible] اور یا میں الف ظاہر ہے۔ اور میم بھی ایسا ہی ہے۔ اسی پر تمام حرفوں کو قیاس کر۔ پس حرف الف [illegible] آیۃ کا مظہر ہے۔ جو جمیع موجودات میں ساری ہے۔ اور لام [illegible] [illegible]

کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس کا مقامِ تعریف یعنی عربی بولی میں لام کا تعریف کے معنوں میں آنا اُس کے علم بہ مخلوقات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اور رآء قدرت کا مظہر ہے۔ جو اشیاء کو کونِ عدم سے منقۃ وجود میں لاتی ہے۔ پھر دیکھ رہا ہے۔ تُو کہ جو چیز جانی جاتی ہے۔ اور پائی جاتی ہے۔ وہ وہی ہے۔ جو موجُو تھی (نکتہ۔ جس لفظ کا ترجمہ ہم نے دیکھ رہا ہے۔ کیا ہے۔ وہ لفظ ترئی ہے۔ اور اس کے اصل مادہ میں جو حرف صحیح ہے۔ وہ صرف ایک ہی حرف راء ہے۔ جو مظہر قدرت ہے۔ جو عدم کو وجود میں لا کر اس کا تماشا کر رہی ہے۔ مترجم) اور حاء ارادت کا مظہر ہے۔ اور اس کا محل غیب الغیب ہے۔ کیا تو حرف حاء کی طرف خیال نہیں کرتا۔ کہ اسکا مخرج آخر حلق ہے۔ جو سینے کے قریب ہے۔ اور ایسا ہی ارادۂ الٰہیہ بھی ذاتِ الٰہی میں غیب ہے۔ نہیں معلوم کیا جاتا۔ کہ وہ کیا ارادہ رکھتا ہے۔ اور کیا کرے گا۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ ارادت غیب محض ہے۔ اور میم مظہر سمع ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا۔ کہ اس کا مخرج ہونٹ ہیں۔ جو منہ کا ظاہری حصہ ہے۔ اور یہ سمع کا مظہر اس طور پر ہے۔ کہ سُنا نہیں جاتا۔ مگر وہی جو کہا جاتا ہے۔ اور کہا گیا ہے۔ اور یہ دونوں قسم کے قول ظاہر ہیں۔ خواہ قالی ہوں یا حالی پس میم اور سمع میں تناسب ظاہر ہو گیا۔ اور میم کے سرے کا دائرہ کہ ہویت اُس سے مشابہت رکھتی ہے۔ یہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ سماع و کلام کی ہویت ایک ہی ہے۔ وہ خود ہی کلام کرتا ہے۔ اور خود ہی سُنتا ہے۔ اس لئے کہ دائرہ جہاں سے شروع ہوتا ہے۔ وہاں ہی آکر ختم ہوتا ہے۔ ایسا ہی بولنے میں کلام کی ابتداء بھی اُسی کی طرف سے ہوئی۔ اور سُننے میں اس کا مرجع بھی وہی ہے۔ حاصل یہ کہ وہی بولتا ہے۔ اور وہی سُنتا ہے۔ اور رحمٰن کا وہ الف جو میم اور نون کے درمیان ہے۔ وہ اس کی صفت بصر کا مظہر ہے بحساب جمل الف کا عدد ایک ہے۔ اور وہ اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ حق سُبحانہ وتعالیٰ نہیں دیکھتا۔ مگر اپنی ذات کو۔ اور الف کتابت میں ساقط اور تلفظ میں ثابت ہے۔ اور سقوط اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ حق تعالیٰ نہیں دیکھتا مخلوق کو مگر اپنے نفس سے اور اس کا غیر کوئی نہیں ہے۔ اور ثبوت اس بات کی طرف کہ حق بذاتہٖ فی ذاتہٖ مخلوقات سے نرالا ہے۔ ان کے اوصاف اور ذلت و نقص سے جن کہ وہ ہیں۔ پاک و برتر ہے۔ اور رحمٰن کا آخری حرف نون اس کی صفتِ کلام کا مظہر ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔ ن والقلم وما یسطرون۔ اس میں کنایہ ہے۔ لوح محفوظ سے اور وہ اللہ کی کتاب ہے جس کی بابت اسنے فرمایا۔ ما فرطنا فی الکتاب من شیٔ۔ ہم نے کتاب میں کسی چیز کی کمی نہیں رکھی۔ اور اس کی کتاب اس کا کلام ہے۔

جان۔ کہ نون صُوَرِ مخلوقات کے یکبارگی نقش پانے سے مراد ہے۔ مع اُن کے احوال و اوصاف کے جیسا کہ وہ عالم ظہور میں موجود ہیں۔ اور یہ انتقاش عبارت ہے۔ اس سے کہ حق تعالیٰ نے ان کو کہا کُن۔ پھر وہ حسب جریانِ قلم اُس لوح میں موجود ہو گئیں۔ جو کلمۂ کُن کا مظہر ہے۔ اس لئے کہ جو کچھ کلمۂ کُن سے صادر ہوتا ہے۔ وہ لوح محفوظ کے اندر ہے۔ اسی لئے ہم نے کہا ہے۔ کہ نون کلامِ الٰہی کا مظہر ہے۔ جان کہ

Marfat.com

نقطہ جو نون کے اوپر ہے۔ وہ ذات اللہ تعالیٰ کی طرف اشارہ ہے۔ جو مخلوقات کی صورتوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ پھر اوّل جو مخلوق سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ اس کی ذات ہے۔ پھر مخلوق ظاہر ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اس کی ذات کا نون نون مخلوق سے اعلیٰ و اظہر ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ الصدقۃ اوّل ما تقع فی کف الرحمن ثم تقع فی کف السائل۔ صدقہ پہلے رحمن کی ہتھیلی میں پڑتا ہے۔ پھر سائل کی ہتھیلی میں۔ اس حال کی کیفیت کو سمجھ۔ اور صدیق اکبرؓ نے فرمایا ہے۔ کہ میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا۔ مگر اس حالت میں کہ اس سے پہلے خدا کو دیکھا ہے۔ پھر جب تو نے جان لیا۔ کہ نقطہ ذات الٰہی کی طرف اشارہ ہے۔ تو جان کہ دائرۂ نون مخلوقات کی طرف اشارہ ہے۔ اور ہم نے اسم رحمن کی بابت اپنی کتاب الکہف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمن الرحیم میں نہایت شرح وبسط سے کلام کی ہے۔ جس کو اس معرفت کا شوق ہو۔ وہ اس کو مطالعہ کرے۔

پھر اس اسم کریم یعنی رحمن کی طرف اور اُن اسرار کی طرف دیکھ۔ جن کو یہ اسم شامل ہے۔ اور جن میں فکریں حیران رہ جاتی ہیں۔ اگر ہم اس اسم کے حروف کے اسرار بیان کریں۔ اور کمیت اعداد و بسائط کا اظہار کریں۔ اور پھر اُن اختراعات و تاثرات کونی کو جو اس کے ہر حرف کے نیچے ہیں۔ عبارت میں لائیں۔ تو البتہ ہم ایسے عجائب و غرائب کا اظہار کریں۔ جن سے فہم کو حیرت اور سرگشتگی پیدا ہو۔ کہ کہاں سے اس نے لئے ہیں۔ اور ہم نے بخل کی راہ سے ان کو نہیں چھوڑا۔ بلکہ ہم نے اس کتاب میں اختصار کا ارادہ کیا ہے۔ تاکہ پڑھنے۔ لکھنے والے کو ملال نہ ہو۔ پھر وہ نفع اس سے فوت ہو جائے۔ جس کا ہم نے اس کے لئے ارادہ کیا ہے۔ بیشک ہم نے اس کتاب میں وہ اسرار رکھے ہیں۔ جو اُن مذکورہ عجائب و غرائب سے جلیل القدر ہیں۔ اللہ ہی سے مدد لی جاتی ہے۔ اور اُسی پر بھروسہ ہے ؂

چوتھا باب

الوہیت میں

جان۔ کہ جمیع حقائق وجود اور اپنے مراتب میں ان کے نگاہ رکھنے کا نام الوہیت ہے۔ وہ اُس مظہر مع الظاہر کا نام ہے۔ جو سب مظاہر سے نہایت پختہ و مضبوط ہے۔ وہ حق خلق دونوں سے عبادت ہے۔ وہ وہ ہے۔ جو مراتب الٰہیہ اور جمیع مراتب کونیہ کو شامل ہے۔ اور مرتبہ وجود سے ہر ایک کو اس کا حق عطا کرتا ہے۔ اور اللہ اس مرتبۂ الوہیت کا رب ہے۔ اور یہ مرتبہ کسی کا نہیں ہو سکتا۔ بجز ذات واجب الوجود کے

جس کی شان بلند اور جس کی ذات پاک اور مقدس ہے۔ برترینِ مظاہر ذات مظہر الوہیت ہے۔ اس لئے کہ ہر مظہر پر اس کا احاطہ اور شمولیت ہے۔ اور ہر وصف یا اسم کا وہ محافظ ہے۔ پس الوہیت ام الکتاب۔ قرآن احدیت فرقان واحدیت کتاب مجید رحمانیت ہے۔ یہ تمام ایک اعتبار سے ہے۔ ورنہ اُس اعتبار سے جو قوم کی اصطلاح میں اعتبار اوّل کہلاتا ہے۔

ام الکتاب کنہ ذات کی ماہیت کا نام ہے۔ اور قرآن سے مراد ذات ہے۔ اور فرقان سے صفات اور کتاب وجود مطلق ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ اِن عبارات کا بیان اپنے اپنے موقعہ پر آئیگا۔ جب تو اصطلاح کو سمجھ لیگا۔ اور اُس حقیقت کو جان لیگا۔ جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔ تو تجھ پر ظاہر ہو جائیگا۔ کہ یہ اس کا عین ہے۔ اور بحرِ عبارت کے ان دونوں قولوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور یہ بات بھی تجھ پر روشن ہو جائیگی۔ کہ احدیت اُن سب اسماء سے ایک اعلیٰ شے ہے۔ جو مرتبۂ الوہیت کی نگہداشت میں ہیں۔ اور واحدیت احدیت سے حق کے تنزل کا پہلا مرتبہ ہے۔ پھر وہ تمام مراتب جو احدیت کی شمولیت میں ہیں۔ ان سب سے اعلیٰ مرتبہ رحمانیت کا ہے۔ اور رحمانیت کا اعلیٰ مظہر ربوبیت میں۔ اور ربوبیت کا اعلیٰ مظہر اس کے اسم مَلِک میں ہے۔ اور مَلکیت ربوبیت کی اور ربوبیت رحمانیت کی اور رحمانیت واحدیت کی اور واحدیت احدیت کی اور احدیت الوہیت کی تحت میں ہے۔ اس لئے کہ الوہیت حقائق وجود وغیر وجود کو شامل اور ہر ایک کو اس کا حق عطا کرنے والی ہے۔ اور اُن جملہ حقائق وجود میں سے احدیت بھی ایک حقیقت ہے۔ ثابت ہُوا۔ کہ الوہیت اعلیٰ شے ہے۔ اسی لئے اسی کے نام اللہ کا رُتبہ سب اسماء کے اوپر ہے۔ وہ اپنے اسم احد سے اعلیٰ ہے۔ احدیت اُن سب مظاہر سے اَخص ہے۔ جو ذاتِ حق سے مخصوص ہیں۔ اور الوہیت ان سب مظاہر سے افضل ہے۔ جو ذات اور غیر ذات دونوں کے لئے ہیں۔ یہیں سے ہے۔ جو اہل اللہ نے کہا ہے۔ کہ احدیت کی تجلّی ممتنع اور الوہیت کی ممکن ہے۔ اس لئے کہ احدیت ذات محض ہے کسی صفت کا اس میں ظہور نہیں۔ چہ جائیکہ مخلوق اس میں ظاہر ہو۔ پس ہر جہت سے مخلوق کے ساتھ اسکی نسبت محال و ممتنع ہے۔ وہ محض اُس قدیم قائم بذاتہٖ کا رُتبہ ہے۔ اور ذات واجب الوجود میں کوئی کلام نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کے نفس کی کوئی شے اس پر مخفی نہیں ہے۔ اگر تو وہ ہو جائے۔ تو تُو تُو نہیں ہے۔ بلکہ وہ وہ ہے۔ اور اگر وہ تُو ہو جائے۔ تو وہ وہ نہیں ہے۔ بلکہ تُو تُو ہے۔ جس نے اس تجلّی سے کچھ حاصل کیا۔ وہ جان رکھے۔ کہ وہ تجلیاتِ واحدیت سے ہے۔ اس لئے کہ تجلّی احدیت میں انت و ہو کا ذکر نہیں پھبتا۔ پس اس کو سمجھ رکھ۔ انشاء اللہ اپنے محل پر احدیت کا بیان مذکور ہو گا۔ جان کہ وجود اور عدم باہم دو متقابل چیزیں ہیں۔ اور فلکِ الوہیت ان دونوں کو محیط ہے۔ قدیم و حدیث۔ حق و خلق۔ وجود و عدم ہر دو ضدوں کا جامع ہے۔ واجب اس میں اپنا چہرہ دکھا کر ممتنع بن جاتا ہے۔ اور ممتنع اپنی صورت دکھا کر پھر واجب کے رنگ میں ظاہر ہوتا ہے۔ حق اس میں خلق کی صورت میں نمایاں ہوتا ہے۔ جیسا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔

Marfat.com

رائیت ربی فی صورۃ شاب امرد۔ میں نے اپنے رب کو ایک نوجوان بے ریش کی صورت میں دیکھا۔ اور خلق حق کی صورت میں کہ خُلق آدم علے صورتہ اس کی دلیل ہے جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ آدم اس کی صورت پر پیدا کیا گیا ہے۔ اس تضاد کی بنا پر کہ مرتبۂ الوہیت ہر دو ضدوں کو شامل ہے۔ اور ہر ایک کو اس کا حق عطا کرتا ہے۔ مرتبہ الوہیت میں حق کا ظہور اکمل و اعلیٰ مرتبہ رکھتا ہے۔ اور سب مظاہر سے بلند و برتر ہے۔ پھر الوہیت میں خلق کا ظہور اُن تمام امور کے ساتھ ہے۔ جو ممکن کو لائق ہیں۔ مُراد اُن امور سے ممکن کی نوعیں اور اس کے تغیرات اور انعدام و وجود ہیں۔ اور وجود کا الوہیت میں ظہور اس کمال کے ساتھ ہے۔ جس کے لائق اس کے جمیع مراتب حق و خلق اور ان دونوں کے افراد ہیں۔ اور عدم کا الوہیت میں ظہور علے وجہ اکمل اس کے بطون صرافت۔ اِلحاق یعنی مٹنے پر ہے۔ بغیر اس کے کہ اپنی فناء محض میں موجود ہو۔ اور یہ وجہ مذکور ہُوا۔ بطریق معقول شناخت نہیں کیا جاتا۔ اور فکر سے کوئی شخص اس کا ادراک نہیں کر سکتا۔ الّا وہ شخص جو اس کشف الٰہی میں اس تجلی عام سے بہرہ مند ہے تجلی الٰہی ہے۔ ذوق محض کا علم حاصل کرتا ہے اور یہ کاملین اہل اللہ کی حیرت کا مقام ہے۔ اسی ستر الوہیت کی طرف آنحضرت صلعم نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے۔ انا اعرفکم باللہ واشدکم خوفا منہ۔ میں اللہ کو تم سے زیادہ پہچاننے والا ہوں۔ اور اس سے ڈرنے میں بھی تم سے بڑھ کر ہوں۔ پس نہ خوف کیا۔ آنحضرت صلعم نے رب سے اور نہ رحمٰن سے۔ بلکہ خوف کیا۔ انہوں نے اللہ سے۔ اور اس قول میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے۔ ما ادری ما یفعل بی ولا بکم۔ میں نہیں جانتا۔ کہ میرے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔ اور تمہارے ساتھ کیا۔ باوجود اس کے کہ وہ سب موجودات اللہ اور اس چیز سے جو اس کی بارگاہ عالیہ سے صادر ہوتی ہے۔ زیادہ واقف تھے معنی اس قول ما ادری کے یہ ہیں۔ کہ میں نہیں جانتا۔ کہ کونسی صورت تجلی الٰہی میں ظاہر ہوگی۔ اور میں نہیں ظاہر کرتا۔ مگر وہی جو اس کے حکم کا مقتضاء ہے۔ اور اس کے حکم کا کوئی ایسا قانون نہیں جس کی کوئی نقیض نہ ہو۔ وہ جانتا ہے۔ اور پھر بھی جانتا جاہل ہی رہتا ہے۔ اور اہل [illegible] تجلی [illegible] کی کوئی حد نہیں جس وقت [illegible] واقف ہو [illegible] ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ کی نسبت یہ امر محال ہے۔ کہ اس کی کوئی نہایت ہو۔ اور جس کی کوئی نہایت نہ ہو۔ اس کے اوائل کی کوئی [illegible]

ہاں حق سبحانہ وتعالےٰ کبھی علے سبیل الکلیت والاجمال تجلی فرماتا ہے۔ جس سے کلی اور [illegible] تجلی کے احکام کا ادراک ہو جاتا ہے۔ اور اس [illegible]

ہر ایک [illegible] قدر جاتا ہے [illegible] ذات باری کی نشاد ہوتی ہے۔ اور [illegible] آثار کمال عارف [illegible]

بلغ النجم [illegible]

اے [illegible] تمام اہل [illegible] اس عاشق کی [illegible]

وانزوی تلکم الدیار بلیل   ما تطیق نزولها نهار

ان مواضع میں رات کے وقت اُترے۔ کہ دن میں تو ان میں نازل ہونے کی طاقت نہیں رکھتی

فہناک الظباء تصید اسودا   وھناک الاسود للبیض ضواری

پھر وہاں ہرن ہے۔ کہ ایک بڑے کالے سانپ کو شکار کر رہا ہے۔ اور وہاں کالے سانپ ہیں۔ شکاری کُتّے نہیں ہیں۔

فقد فقدنا القرار عنہم فبانوا   ورضینا لہم بعید المزار

بیشک ہم نے ان کے اندیشے سے چین اور آرام کو مفقود پایا اور بُعدِ مکان پر ہم ان سے راضی ہوگئے

کتب الحسن فی الفواد قرآنا   انزلوہ علیہ بالاقتدار

حسن نے دل کے اندر قرآن کو لکھا۔ اور لوح محفوظ سے اس قرآن کو نقل کرنے والوں نے اسکو بڑی عظمت و اقتدار سے دل کے اندر رکھا

فتلا القلب آیۃ العشق حتی   اکمل السر سورۃ الاشتہار

پھر دل نے عشق کی آیت کو پڑھا۔ کہ سر نے اس کو شہرت کی ایک پوری سورت بنا دی

فتبدی من النقاب جمال   قتل الناظرین بالاستتار

جمال نقاب سے ظاہر ہوتا ہے۔ جس نے پوشیدگی میں ناظرین کو قتل کر ڈالا

نطق الثغر منہ عجبا بحسن   اسکرت ریقۃ بخمر خماری

اسکے دانتوں نے کھرے میٹھے منہ کی بولی حسن کیسے عجب ہے۔ اس کے لعاب دہن نے میری مستی کو مست کر ڈالا۔ جو شراب سے مجھے حاصل ہوئی

قال لما رای القلوب سکاری   قد غنیتم بشربۃ الافتقار

جب اس نے دلوں کو بیدم دیکھا۔ تو کہا کہ بیشک تم غنی ہوگئے۔ باوجود اس کے کہ فقر و احتیاج کا اطلاق بھی تم پر صحیح ہے۔

کل ما فی الوجود غیری منی   ھو ذاتی و عنہ باختیاری

وجود میں جو کچھ میرے سوا ہے۔ وہ مجھ سے ہے۔ وہ میری ذات ہے۔ جسے میں نے اپنے اختیار سے گونا گوں کر دیا

انا کالشمس ان تلونت یوما   باحمرار تارۃ واصفرار

میں آفتاب کی طرح ہوں۔ اگر کسی دن متلون ہو جاؤں۔ کبھی سرخی سے اور کبھی زردی سے

ونفا الحمرۃ البیاض بعید   فرق ذی المتلون طاری

اور سفیدی نے سرخی کو مٹا دیا۔ اور اس تلون سے کثرت پیدا ہوگئی۔ پھر وہ کثرت تلون میں ایک طاری شے ہے۔

محال علی فی انقسام   ومحال علی فی دثاری

پھر انقسام میں آنا مجھ پر محال ہے۔ اور اپنے جامہ تن میں رہنا مجھ پر محال ہے۔

انما الامر فی الفنا ان حق   انما الحق فیہ لا بجداری

بیشک جو کچھ اور آلودگی تمام میں حق ہے سوا اس کے نہیں کہ حق ہی میرے جا ہیں۔

کل ما فی حوالی سر جاری   [illegible] •

Marfat.com

میرے عوالم ہیں جماد۔ نباتات۔ حیوان سے جو کچھ ہے۔ وہ میرے عجیبہ ہیں۔

صورلی نعرضت واذاما ازلتہا لا ازول وھی جواری

یہ میری سوتیں ہیں جن کو میں نے پیش کیا۔ اور جب میں انکو دور کرتا ہوں۔ تو میں خود زوال میں نہیں آتا ہوں حالانکہ وہ میری کشتیاں ہیں

تفاق جمیعہا باختلاف رتبۃ قد علت مطار مداری

باوجود اختلافِ مراتب ان سب کا اتفاق ہے۔ حالانکہ میرے مدار کی جائے پرواز بلند ہے

لی معنی اذا بدا کنت معنی من موانیہ ذا غناء افتقاری

میرے ایک معنی ہیں۔ کہ جب وہ ظاہر ہوتے ہیں۔ تو میں اُسکے معنوں سمیت ایک شخص ہو جاتا ہوں اور میرا فقر بجائے غناء پہنچاتا ہے۔

واذا زال لم ازل فی لباس لم اکن منہ منذ ماکنت عاری

اور جب وہ زائل ہو جاتا ہے۔ تو میں ایسے لباس میں ہوتا ہوں جسکو میں نے جب سے برہنہ ہوا ہوں۔ نہیں پہنا

وعلیہا ترکبت کل معنی فی من ذاتی العزیز المنار

میں نے تمام معنوں کو اسی پر جوڑا۔ میرے لئے عزیز۔ منار کی دونوں ذاتیں ہیں۔ منار معنی جائے نور یعنی مظہر کہ مراد اس سے کون و خلق ہے معنی یہ کہ عزیز یعنی حق اور منار یعنی خلق کی دونوں ذاتیں میرے لئے ہیں

فالوھیتی لذاتی اصل جن ھو الفرع والعلو شعاری

میری الوہیت میری ذات کے لئے اصل ہے۔ نہ بلکہ وہ فرع ہے۔ پھر تو میرے شعار کو سمجھ یعنی پیرایۂ سخن کو سمجھ۔ اور یہی معنی ہو سکتے ہیں۔ کہ اس بات کو سمجھ۔ کہ میں کس چیز کو اپنا لباس بناؤں۔ ذات کو یا الوہیت کو۔

عجبا للذی ھو الاصل حکما ان یہ بو لفرعہ فہو ساری

اس چیز پر مجھے تعجب آتا ہے۔ جو حقیقی طور پر نہیں بلکہ حکمی طور پر اصل ہے۔ اس سے کہ وہ اپنی فرع کے لئے ظاہر ہے پھر وہ اس میں سرائیت کئے ہوئے ہو۔

لا یھولنک المقال فانی لم اکن فرعہ سوی فی استتار

میری گفتگو تجھے خطرہ میں نہ ڈالے۔ میں اس کی فرع نہیں … کہ میں اس میں پوشیدہ ہوں۔

وھنیہ و صل کل فرع … باطنی و ظہاری

اور ہر فرع کی اسی پر بنیاد ہے۔ میرے ظاہر و باطن کی وہی اصل ہے

واذا ما بدا تجلیت فیہ واذا ما ذھب فہو خماری

اور جب وہ ظاہر ہوتا ہے۔ تو میں بھی اس میں ظاہر ہوتا ہوں۔ اور جب وہ … … …

فہو ندریہ لا تراہ … حق قد تراہ و … تکن لی … …

پھر تو اس کو جانتا ہے۔ اور اس کو دیکھتا نہیں ہے۔ … … …

سنت لی جہات بذا … … … …

اس پر میری سنت جاری ہوتی ہے۔ حالانکہ … …

Marfat.com

پھر الوہیت نظر میں مفقود اور اثر میں مشہود ہے۔ اس کا حکم معلوم کیا جاتا ہے۔ اور اس کا نشان دیکھا نہیں جاتا۔ اور ذات آنکھ سے ڈھکی جاتی ہے۔ اور اس کی کوئی جگہ معین نہیں۔ تو اُسے ظاہر دیکھتا ہے۔ اور اس کی کیفیت بیان نہیں کر سکتا۔ مثلاً جب تو کسی شخص کو چند اوصاف سے موصوف دیکھتا ہے۔ تو وہ اوصاف اس میں ثابت ہوتے ہیں۔ تو علم و اعتقاد سے سمجھتا ہے۔ کہ یہ اوصاف اس میں ہیں۔ لیکن ان کا کوئی عین تجھے نظر نہیں آتا۔ پر اس کی ذات کو تو تو دیکھتا ہی ہے۔ سب کی سب وہ تجھے ظاہر دکھائی دے رہی ہے۔ باقی وہ اوصاف جن پر تیرا علم نہیں پہنچا۔ وہ تجھ سے مخفی رہتے ہیں۔ مثلاً ممکن ہے۔ کہ اس شخص کے ہزار وصف ہوں۔ اور تجھے ان میں سے بعض وصف معلوم ہوئے ہوں۔ پس ثابت ہُوا۔ کہ ذات مرئی ہے۔ اور صفات نامعلوم۔ تو وصف سے سوائے اُس کے اثر کے کچھ نہیں دیکھتا۔ اور یہ قطعی اور یقینی امر ہے۔ کہ وصف بذات خود کبھی نہیں دیکھا جاتا۔ اس کی مثال یہ ہے۔ کہ تو جنگ میں شجاع سے اور کچھ نہیں دیکھتا۔ مگر اس کا آگے بڑھنا۔ اور یہ اس کی شجاعت کا اثر ہے۔ نہ شجاعت۔ اور سخی سے تو نہیں دیکھتا۔ مگر اس کا عطا کرنا۔ اور یہ جود و کرم کا اثر ہے۔ نہ کہ نفسِ کرم سبب یہ ہے۔ کہ صفت ذات میں پوشیدہ ہے۔ اس کے بروز کی کوئی راہ نہیں۔ اگر بروز اس کا جائز ہوتا۔ تو ذات سے اس کا جُدا ہونا جائز ہوتا۔ اور یہ غیر ممکن ہے۔ پس اس کو سمجھ۔ اور الوہیت کے لئے سِر ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ ہر وہ چیز جس پر شیئیت کا اطلاق ہوتا ہے۔ قدیم ہو یا نو پیدا۔ معدوم ہو یا موجود۔ وہ اپنی ذات میں باقی ان تمام چیزوں کو جمع کئے ہوئے ہیں۔ جو الوہیت کی محافظت میں ہیں۔ پس موجودات کی مثال اُن آئینوں کی سی مثال ہے۔ جو ایک دوسرے کے مقابل رکھے جائیں۔ پھر وہ تمام ان میں سے ہر ایک میں پائے جائینگے۔ اگر تو کہے۔ کہ متقابل شیشوں میں سے ہر ایک میں وہی چیزیں پائی جائینگی۔ جو دوسرے میں پائی جاتی ہیں۔ پھر ان آئینوں میں سے ہر ایک نے اپنے اندر وہی چیز جمع کی جس کہ وہ ہے۔ اور اُن آئینوں کے وہ متعدد افراد باقی رہ جائیں گے۔ جن میں سے ہر ایک میں وہ تمام مجموعہ ہے۔ تو تیرا یہ کہنا بھی بجا ہے۔ بہ اعتبار اہل اللہ کے اس قول کے کہ ہر فرد وجود نے نہیں جمع کیا۔ مگر وہی جس کی کہ اس کی ذات مستحق ہے۔ اس پر کوئی زیادتی نہیں۔ اور اگر تو آئینوں پر قیاس کر کے کہ ان میں سے ہر ایک میں مجموع افراد ہیں۔ یہ کہدے۔ کہ ہر فرد وجود میں جمیع موجودات ہے۔ تو یہ بھی جائز ہے۔ اور حقیقت میں یہ بات اصل مراد پر مثل چھلکے کے ہے۔ اور یہ تیرے لئے ایک جال رکھا گیا ہے۔ اس امید پر کہ تیرا طائر وہم احدیت میں جا پڑے۔ پھر تو ذات میں دو چیز دیکھے جس کی کہ وہ صفات سے مستحق ہے۔ پس چھلکے کو چھوڑ دے۔ اور مغز کو لے۔ اور اس شخص کی طرح نہ ہو۔ جو شنہ کو نہیں دیکھتا اور پردوں کو دیکھتا ہے۔ **ابیات**

قلبی بك منصلب ◆ منسکن متقلب ◆ وخیال جبکہ بہ ابد ابجی وید ھب ◆ ما اختم منی سوی ◆ نفسی فاین المہرب ◆ القیت نفسی فانعدت ◆ ومثالکم اتقلب ◆ د توکتنی فوجدتنی ◆ لا ام ثم ولا اب ◆ وجهلت ما قبلی وما بعدی ◆ ولا ترتیب ◆ ونفیت عنی الاختصا ◆ ص احمد یتقرب

Marfat.com

انا ذلك القدوس فی * قدس العماء محجب * انا ذلك الفرد الذی * فیه الکمال لا بحجب * انا قطب دائرة الرجی * وانا العلا المستوعب * وانا العجیب ومن به * مما حوی ذا المعجب * فلك المحاسن فیه شمسی * مشرق لا مغرب * لی فی العلا فوق المکا * ن مکانة لا تقرب * فی کل منبت شعرة * منی کمال معرب * وبکل صوت طائر * فی کل غصن یطرب * وبکل مرائی صورتی * تبدو وقد تحجب * حزت الکمال باسره * فلاجل ذا اتقلب * واقول انی خلقه * والحق ذاتی فاعجبوا * نفسی انزه عن مقا * لتی التی لا تکذب * الله اهل للعلا * وبروق خلقی خلب * انا لم اکن هو لم یزل * فلای شئ اطنب * ضاع الکلام فلا کلا * م ولا سکوت مجب * جمعت محاسنی العلا * انا غافر والمذنب

ترجمہ۔ میرا دل تجھ میں اپنے آپ پر تشدد کرنے والا ہے۔ سکون کرنے والا بھی ہے۔ اور گردش کرنے والا بھی۔ اور تمہاری محبت کا خیال ہمیشہ اس میں آمد و رفت رکھتا ہے۔ تم مجھ سے میرے نفس کے سوا نہیں ہو۔ پھر کہاں بھاگ رہے ہو۔ میں نے اپنے نفس کو تم میں ڈال دیا۔ پھر ہو گیا میرا نفس اُس چیز سے جس کو میں تمہارے لئے اُلٹتا پلٹتا رہتا ہوں۔ اور تم نے مجھے چھوڑا۔ پھر تو نے مجھے پایا۔ نہ وہاں ماں ہے۔ اور نہ باپ۔ میں نے اپنے ماقبل اور اپنے مابعد کا انکار کر دیا۔ اور میں کسی پر تہمت نہیں رکھتا ہوں۔ (یہ اس لئے کہا۔ کہ عارف کا ماقبل و مابعد ہر ایک کو معلوم ہے۔ اور اور معلوم کا انکار کرنا تہمت ہے۔ مترجم) اور میں نے قرب کی جستجو میں اپنی ذات کے اختصاص کو اپنے آپ سے دُور کر دیا۔ اور میں وہ قدوس ہوں۔ جو عالم قدس میں اُس عُماء میں چھپا ہُوا ہے۔ جس کا حدیث میں ذکر آیا ہے۔ میں وہ فرد ہوں۔ جس میں نہایت عجیب کمال ہیں۔ میں دائرۂ امید و رجا کا قطب ہوں۔ اور میں وہ بلندی ہوں۔ جو بالاستیعاب تمام بلندیوں کو شامل ہے۔ اور میں عجیب ہوں۔ اور جس کے ساتھ میں ہوں۔ بعض اس چیز کے ساتھ جس کو اس نے جمع کیا ہے۔ وہ نہایت ہی عجیب ہے۔ فلکِ محاسن ہے جس میں میرا آفتاب ہمیشہ طلوع میں ہے۔ غروب نہیں ہوتا۔ بلندی میں میرا رُتبہ مکان کے اوپر ہے۔ جو قریب نہیں کیا جاتا۔ یا جس کے پاس تو پہنچ نہیں سکتا۔ ہر بال کے اُگنے کی جگہ میں میرا ایک روشن کمال ہے۔ اور پرندہ کی ہر آواز میں کہ ہر شاخ میں خوشی سے الاپ رہا ہے۔ میرا ایک کمال روشن ہے۔ ہر آئینہ کے اندر میری صورت ہے۔ جو ظاہر ہوتی ہے۔ اور کبھی چھپ جاتی ہے۔ میں نے کمال کو تمامہ جمع کیا۔ پھر اسی لئے میں گردش کر رہا ہوں۔ میں جو کہتا ہوں۔ کہ میں اس کی خلق ہوں۔ اور حق میری ذات ہے۔ تو یہ سُن کر لوگوں نے تعجب کیا۔ میری اس گفتگو سے جس میں جھوٹ نہیں ہے۔ میرا نفس [illegible] ہی بلندی کا مالک ہے۔ اور میری خلق کی چمکنے والی بجلیاں بے باراں ہیں۔ میں [illegible] پھر میں کس چیز کے لئے لمبی بات کروں۔ کلام بے فائدہ ہو گئی۔ پھر نہ کلام ہے۔ اور نہ سکوت اور یہ امر عجیب ہے۔ میں نے بلند رُتبہ کے محاسن جمع کئے۔ میں معاف کرنے والا بھی ہوں۔ اور میں گنہگار بھی ہوں *

پانچواں باب

احدیت میں

احدیّت ذات کے مظہر سے مراد ہے۔ اس میں اسمآء وصفات اور ان کے مؤثرات سے کسی چیز کا ظہور نہیں ہے۔ اور وہ اسم ہے۔ صرافتِ ذات یعنی ذات محض کے لئے جو اعتبارات خلقی وحقّی سے مجرّد ہے۔ اور موجودات میں تجلّیٔ احدیت کے لئے تجھ سے اتم کوئی مظہر نہیں ہے۔ جب تو اپنی ذات میں مستغرق ہُوا۔ اور اپنے اعتبارات کو بھول گیا۔ اور اپنے ظواہر سے ربودگی حاصل کرکے اپنے ہی وجود سے اپنے آپ میں لیا گیا۔ تو پھر تُو تُو میں تُو ہو گیا۔ بغیر اس کے کہ تیری طرف کوئی ایسی شئے منسوب ہو۔ جو تیرے اوصافِ حقّی کو لائق ہے۔ یا لغوتِ خلقیہ سے تجھ کو ثابت ہے۔ تمام موجودات میں انسان کی یہ حالت احدیّت کے لئے مظہرِ اتم ہے۔ پس اس کو سمجھ۔ اور وہ یعنی تجلّیٔ احدیت ظلمتِ عماء سے نُورِ مجالی ومظاہر کی جانب ذات کے تنزل کرنے کا پہلا رُتبہ ہے۔ بہ سبب اپنی بحتیّت۔ صرافت۔ محضیت اور جمیع اوصاف۔ اسمآء واشارات اعتبارات اور نسبتوں سے منزّہ ہونے کے باوجود اس کے کہ یہ سب چیزیں مخفی طور پر اس میں موجود ہیں۔ نہ بطریق ظہور۔ یہی ایک تجلّی ہے۔ جو سب تجلیوں سے ایک اعلیٰ درجہ کی تجلّی ہے۔ اور یہ احدیت زبانِ عموم میں یعنی عام ہونے کے لحاظ سے عین اُس کثرت کی ہے۔ جو اس کے پیچھے لگی۔ اور اس کی مثال اس دیوار کی سی ہے۔ جسے کوئی دُور سے دیکھے۔ در آنحالیکہ وہ دیوار مٹی۔ اینٹ۔ چونا اور لکڑی سے بنائی گئی ہو۔ لیکن وہ دیکھنے والا ان چیزوں میں سے کسی چیز کو نہیں دیکھتا۔ وہ صرف دیوار کو دیکھتا ہے۔ پس احدیت تو یہ دیوار ہے۔ جو اس مٹی۔ چونے۔ اینٹ۔ لکڑی کا مجموعہ ہے۔ نہ اس خیال پر کہ وہ ان چیزوں کا نام ہے۔ بلکہ اس بنا پر کہ وہ دیواریّت کی اس ہیئت مخصوصہ کا نام ہے۔ یا مثلاً جیساکہ تو اپنے کسی ذاتی رنگ اور حالت میں ہو۔ اور اپنی اُس حالت میں ڈوبا ہُوا ہو۔ جس کہ تو ہے۔ اسوقت تو صرف اپنی ہویت کو مشاہدہ کرتا ہے۔ اور اس شہد میں تیری نظر میں اُن حقائق میں سے کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی۔ جو تیری طرف منسوب ہیں۔ پس وہ حالت تیری احدیّت ہے۔ اس بنا پر کہ باعتبارِ تیری ہویّت کے وہ تیرے ذاتی مظہر کا نام ہے۔ نہ اس اعتبار سے کہ تو ان حقائق کا مجموعہ ہے۔ جو تیری طرف منسوب ہیں۔ پھر اس شہد میں تو ہی ہے۔ اگرچہ تجھ میں حقائق منسوبہ بھی ہیں۔ پس تیرا یہ ذاتی شہد جو تیرے وجود میں احدیت کا مظہر ہے۔ سوائے اس کے نہیں۔ کہ وہ تیری ذات کا نام ہے۔ اس اعتبار سے کہ اس میں کسی دوسری چیز کا اعتبار نہ ہو۔ پھر وہ یعنی احدّیت جنابِ الٰہی میں صرافتِ ذات سے مراد ہے۔ جو جمیع اسمآء و

صفات سے اور جمیع آثر و مؤثرات سے مجرّد ہے۔ اور وہ سب مظاہر سے اعلیٰ ہے۔ اس لئے کہ جو مظہر اس کے بعد ہے۔ اس کو کسی خاص خصوصیت سے چارہ نہیں۔ حتیٰ کہ مشہد الوہیت کا بھی یہی حال ہے۔ کہ وہ عموم سے مخصوص ہے۔ پس احدیت ذات کا پہلا ظہور ہے۔ اور مخلوق کا احدیت سے متصف ہونا محال و ممتنع ہے۔ بایں وجہ کہ احدیّت صرافتِ ذات کا نام ہے۔ جو حقیّت اور مخلوقیّت سے مجرّد ہے۔ اور مخلوقیّت سے میری مراد عبد ہے۔ جس پر مخلوقیّت کا حکم لگایا گیا ہے۔ پس ثابت ہُوا۔ کہ احدیت جو حق اور مخلوق دونوں کے ہونے سے مجرّد ہے مخلوق کو اس سے متصف ہونے کی کوئی راہ نہیں ہے۔ اور نیز اتصاف افتعال کے وزن پر ہے۔ جس میں تعمّل کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اور یہ امر حکم احدیّت کے مغائر ہے۔ پس مخلوق کے لئے یہ حکم کبھی نہیں ہو سکتا۔ وہ اللہ تعالےٰ کی ذات کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔ اور تو جو تجلّیٔ احدیت میں اپنے نفس کو اس وصف میں مشاہدہ کرتا ہے۔ تو یہ مشاہدہ بحیثیت تیرے الٰہ اور تیرے رب کے ہے۔ تو اپنے مخلوق ہونے کی حیثیت سے اس کا دعوے نہیں کرتا۔ اور نہ تیری مجال ہے۔ کہ اس چیز کا تو دعوے کرے۔ جس سے قطعی اور یقینی طور پر مخلوق کو بہرہ نہیں ہے۔ پس مظاہر ذات کا یہ پہلا مظہر یعنی احدیّت حضرت اللہ ہی کے لئے ہے۔ اور تو نے اپنے آپ میں جان لیا۔ کہ تو مراد ذات سے ہے۔ اور حق سے جو خلق کے ساتھ ہے۔ تو چاہئے کہ تو خلق پر انقطاع کا حکم کرے۔ اور حق کے لئے اُسی چیز کی شہادت دے جس کے کہ وہ اپنے اسماء و صفات سے اپنی ذات میں لائق ہے۔ اور ہو جا تو اس شخص سے جس نے اللہ کے لئے اس چیز کی شہادت دی جس کی اپنے نفس کیلئے دی ہے

عینی لنفسک [illegible]   [illegible] فی اسمہا وصفاتہا
فاشہد لہا ما [illegible]   نفسی [illegible]
واشرب مدامک بالکؤس [illegible]   [illegible] الراح فی فانا نہا
ماذا یضرک لو جعلت کنایۃ   عنک اسمہا [illegible]
وجعلت تجلی لذات [illegible]   [illegible] وسماتہا
واثبت فوق [illegible]   [illegible]
ھذی لا [illegible]   [illegible] اسرار [illegible] وشاتہا

ترجمہ۔ میرا وجود تیرے نفس کے لئے [illegible]
دے اس کے لئے جس کے [illegible]
شراب کو ساغروں میں پی۔ اور کسی دن [illegible]
اپنے وجود سے [illegible]
[illegible]
[illegible]

Marfat.com

چھٹا باب

واحدیت میں

ابیات

الواحدیۃ مظہر للذات ۔ تبدو مجمعۃ لفرق صفاتی
الکل فیہا واحد متکثر ۔ فاعجب لکثرۃ واحد بالذات
ھذا اذ فیہا عین ذا وکمثل ما ۔ تبات فی حکم الحقیقۃ اتی
فہی العبارۃ عن حقیقۃ کثرۃ ۔ فی وحدۃ من غیر ما اشتاتی
کل بہا فی حکمہ کل واحد ۔ فالنفی فی ذا الوجہ کالاثبات
فرقان ذات اللہ صورۃ جمعہ ۔ وتعدد الاوصاف کالایات
فاتلوہ واقراہ منک سر کتابہ ۔ انت المبین وفیک مکنوناتی

ترجمہ۔ واحدیت ذات کا مظہر ہے۔ میری متفرق صفات کو جمع کئے ہوئے ظاہر ہوتی ہے۔ ہر شے اس میں واحد متکثر ہے۔ پھر تعجب ہے۔ کثرت کے لئے جو اپنی ذات میں واحد ہے۔ یہ تو اس میں عین اس کا ہے۔ اور مثل اس چیز کے ہے جس کو آنے والا حقیقت کے حکم میں اول مرتبہ ظاہر کرتا ہے۔ پھر وہ بدوں میرے متفرقات کے کثرت فی وحدت کی حقیقت سے مراد ہے۔ اس میں ہر ایک ہر واحد کے حکم میں ہے۔ اور وہ ذوی الوجوہ ہے۔ اور جس کی بہت سی وجہیں ہوں۔ اس میں نفی اثبات کی مانند ہے۔ اس کی صورۃ جامعہ ذات الٰہی کا فرقان ہے۔ اور اوصاف کا تعدد مثل آیات کے ہے۔ پس اس کی تلاوت کر اور اپنے وجود سے اس کے سر کتاب کو پڑھ۔ تو کتاب مبین ہے۔ اور تجھ میں میرے مخفی اسرار ہیں۔

جان کہ واحدیت اس مشہد سے مراد ہے جس میں ذات کا ظہور صفت کے رنگ میں اور صفت کا ذات کے رنگ میں ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے ہر صفت اس مشہد میں دوسرے کا عین معلوم ہوتا ہے۔ اس میں انتقام لینے والا اللہ کا عین ہے۔ اور اللہ انتقام لینے والے کا۔ اور اسی طرح منتقم منعم کا عین ہے۔ اور ایسا ہی واحدیت جب نفس نعمت میں ظاہر ہوتی ہے۔ اور نقمت عین واحدیت ہے۔ تو نعمت جو رحمت سے مراد ہے۔ عین نقمت ہے۔ جو عذاب سے مراد ہے۔ اور نقمت کہ وہ عذاب ہے۔ عین اس نعمت کا ہے۔ جو عین رحمت ہے۔ یہ سب صفات و آثار میں ذات کے ظہور کرنے کے اعتبار سے ہے۔ اور ہر چیز جس میں کہ حکم واحدیت کا

Marfat.com

ظہور ہوتا ہے۔ دوسری کی عین ہے لیکن باعتبار تجلی واحدیت کے نہ باعتبار ہر ذی حق کو اس کا حق عطا کرنے کے۔ اور یہ تجلی ذاتی ہے۔ جان۔ کہ احدیت۔ واحدیت۔ الوہیت میں فرق یہ ہے۔ کہ احدیت میں اسماء و صفات سے کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی۔ وہ اپنی ذاتی شان میں محض ذات صرف ہے۔ اور واحدیت میں اسماء و صفات مع اپنے آثار کے ظاہر ہوتے ہیں۔ لیکن بحکم ذات ان پر جدائی کا حکم نہیں دیا جاتا۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا عین ہوتا ہے۔ اور الوہیت میں اسماء و صفات ظاہر ہوتے ہیں۔ بموجب اس حکم کے جس کا ان میں سے ہر ایک مستحق ہے۔ اس میں یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ منتقم منعم کی اور منعم منتقم کی ضد ہے۔ اور ایسا ہی باقی اسماء و صفات کا حال ہے۔ حتیٰ کہ احدیت کا بھی یہی حکم ہے۔ کہ وہ الوہیت میں بمقتضاء حکم احدیت ظاہر ہوتی ہے۔ اور ایسا ہی واحدیت۔ پس الوہیت کا مظہر جمیع مظاہر کے احکام کو شامل ہوتا ہے۔ اور اس مشہد میں ہر ذی حق کو اس کا حق عطا کیا جاتا ہے۔ اور احدیت مظہر ہے۔ کان اللہ ولا شئی معہ کا۔ جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ تھا اللہ اور اس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی۔ اور واحدیت الآن کما کان کا مظہر ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ اب بھی وہ ویسا ہی ہے۔ جیسا کہ وہ پہلے تھا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کل شئی ہالک الا وجہہ۔ اس کی ذات کے سوا ہر شے فنا ہونے والی ہے۔ اسی جہت سے احدیت واحدیت سے بلند مرتبہ ہے۔ کہ وہ ذات محض ہے۔ اور الوہیت احدیت سے بلند درجہ ہے۔ اس لئے کہ اس نے احدیت کو بھی وہ حکم دیا جس کے وہ لائق ہے۔ چونکہ الوہیت ہر ذی حق کو اس کا حق عطا کرتی ہے۔ اس لئے وہ سب اسماء کی جامع تر ہیں اور سب اسماء سے اعلےٰ وارفع ہے۔ احدیت پر اس کی بزرگی ایسی ہے۔ جیسی کہ کل کی جزو پر اور باقی مظاہر ذاتیہ پر احدیت کی بزرگی ایسی ہے۔ جیسی کہ اصل کو فرع پر۔ اور واحدیت کی باقی تجلیات پر ایسی جیسی کہ جنس کو نوع پر۔ غور اور فکر کر کہ تجھ سے باہر یہ معانی کہاں ہیں۔ اپنے اندر ان میں تامل کر۔ ابیات

من الثمار اجتنها فغرسة لک تجتنیها ۔ ودع التعلل بالشوا ہق فہی لا تہدی بہا ۔ واشرب من المنبع [illegible]
الدام خمرا [illegible] تیہا ۔ ودع کؤسک راشدا ۔ ونغم الذی [illegible] ابدت محاسنہا سعا ۔ دفلا تکن
مختفیا ۔ ودع اعتراک بالسوی ۔ لیس السوی یدریہا ۔ وکل الملیۃ والزم بالفقر الذی [illegible]
واحذر من الواشی ثقیل فانت من واشیہا ۔

ترجمہ۔ پھلوں کو چن۔ اس لئے کہ تو نے درخت اس لئے بوئے تھے کہ ان کے میوؤں کو چنے اور پھلوں کے پہاڑ کو چھوڑ۔ کہ ان میں کوئی رہنمائی نہیں۔ اور دانتوں بھرے منہ سے شراب پی۔ کہ [illegible] ہے۔ راہ راست پر قائم ہو کر۔ اگر شراب کو پھراتا اس شخص کی ناک [illegible] ان [illegible] کو بیٹا سکتے۔ مبارک لوگوں نے اس کے محاسن کو ظاہر کر دیا پھر تو ان کو مخفی کرنے والا نہیں۔ ماسوا پر فریفتہ ہونا چھوڑ دے کہ ماسوا یعنی غیر اس کا ادراک نہیں کر سکتا یعنی ماسوا کا خیال جو تیرے دماغ میں سمایا ہوا ہے یہ تجھے دھوکا لگا ہوا ہے در حقیقت ماسوا اور غیر کوئی شے نہیں۔ جب تک تو اس میں دھوکے میں رہے گا خدا کو نہیں پا سکے گا [illegible] کو کہا۔

Marfat.com

اور چھلکا۔ جو اس کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کو پھینک دے۔ ثقیل اور بھارے چلغوزے سے بچ۔ پھر تو بھی تو اس کا ایک چلغوزہ ہے۔ یعنی اس کے اسرار عشق و معرفت کا ظاہر کرنے والا +

ساتواں باب

رحمانیّت میں

رحمانیت حقائق اسمار و صفات میں ظہور کرنے سے مراد ہے۔ یہ ظہور دو قسم کے اسمار میں ہے۔ ایک اسمار ذاتی جو ذات سے مخصوص ہیں۔ دوسرے وہ جن کا مخلوق کی جانب بھی رُخ ہے۔ جیسے عالم۔ قادر۔ سمیع اور ایسا ہی دیگر اسمار جن کو حقائق وجودیہ سے تعلق ہے۔ رحمانیت جمیع مراتب حقیہ کا نام ہے۔ مراتب خلقیہ کو اس میں کچھ اشتراک نہیں۔ اور یہ مرتبہ الوہیت سے اخص ہے۔ اس لئے کہ اس میں ان حقائق آلہیّہ کا ظہور ہے۔ جن سے حقائق سُبحانہ وتعالیٰ کا انفراد ثابت ہوتا ہے۔ اور الوہیّت عام ہے۔ کہ حقائق خلقیہ و حقیہ دونوں کو شامل ہے۔ اس اعتبار سے رحمانیّت الوہیت سے افضل معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے کہ وہ اُن مراتب علیہ میں ذات کے ظہور کا نام ہے۔ جن میں مراتب خسیسہ سے تقدس پایا جاتا ہے۔ اس کے سوا ذات کا کوئی ایسا مظہر نہیں۔ جو بحکم الجمع (والمنع۔ مترجم) مراتب علیہ سے مخصوص ہو۔ مرتبہ رحمانیت کی ترجیح الوہیّت سے نسبت ایسی ہے جیسی مٹھاس کو گنّے کے ساتھ۔ شکر یعنی مٹھاس ان سب چیزوں سے بلند رُتبہ ہے۔ جو گنّے میں پائی جاتی ہیں۔ اور گنّا مٹھاس کے علاوہ اور چیزوں کو بھی شامل ہے۔ اس اعتبار سے اگر تو مٹھاس کو گنّے پر فضیلت دیگا۔ تو رحمانیت بھی الوہیّت سے افضل ہو گی۔ اور اگر گنّے کے عموم اور اس کی جامعیّت پر نظر رکھ کر گنّے کو مٹھاس پر فضیلت دیگا۔ تو الوہیّت رحمانیت سے افضل ہو گی۔ مرتبہ رحمانیت میں جو اسم ظاہر ہُوا ہے۔ وہ رحمٰن ہے۔ اور یہ اسم اس کے اسمار ذاتیہ و اوصاف نفسیہ کی طرف راجع ہوتا ہے۔ اوصاف نفسیہ سات ہیں۔ حیاتؔ۔ علمؔ۔ قدرتؔ۔ ارادتؔ۔ کلامؔ۔ سمعؔ۔ بصرؔ اور اسمار ذاتیہ مثل احدیت و واحدیت۔ صمدیت۔ عظمت۔ قدوسیت اور ایسے ہی اور نام کہ سوائے ذات واجب الوجود کے کسی کے لئے نہیں ہو سکتے۔ اس مرتبہ کا اسم رحمٰن سے اختصاص اس رحمت کی وجہ سے ہے جو جمیع مراتب حقیہ و خلقیہ کو شامل ہے۔ پس مراتب حقیہ میں اس کے ظہور سے جمیع مراتب خلقیہ بھی ظاہر ہو گئے۔ اور دربار رحمانیت کی رحمت سب کے لئے عام ہو گئی۔

Marfat.com

سب سے پہلی رحمت موجودات پر یہ کہ خدا نے اپنے نفس سے عالم کو پیدا کیا۔ فرمایا۔ وسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعا منہ۔ آسمان اور زمین کی سب چیزیں جو اپنے نفس سے پیدا کیں۔ تمہارے لئے مسخر کردیں اسی وجہ سے کہ اپنے نفس سے اس نے عالم کو پیدا کیا۔ اس کا ظہور تمام موجودات میں سرایت کر گیا۔ اور اس کا کمال ہر جزو اور اجزائے عالم کے ہر فرد میں ظاہر ہوا۔ اور وہ مظاہر کے تعدد سے خود متعدد نہیں ہوا بلکہ جمیع مظاہر میں وہ ایک ہی ہے۔ احد ہے۔ جیسا کہ اس کی ذات تقاضا کرتی ہے۔ ایسا ہی دیگر صفات، کمال اور ہر ذرۂ وجود میں اس کے ظہور کو قیاس کرو۔ جمیع موجودات میں اس کے سریانِ وجود کے مسئلہ میں ایک طائفہ ممتاز ہوا۔ کہ اس سریان کا راز یہ ہے۔ کہ اس نے اپنے نفس سے عالم کو پیدا کیا۔ اور وہ متجزی نہیں ہوتا۔ پس عالم کی ہر شے اپنے کمال پر ہے۔ اور اس پر خلقیت کا نام عاریتہً ہے۔ نہ کہ حقیقی طور پر۔ اور ایسا بھی نہیں۔ جیسا کہ گمان کرنے والے نے گمان کیا۔ کہ اوصافِ آلہیہ بندہ پر عاریتہً ہیں۔ اور اس بات کی طرف اپنے اس قول میں اشارہ کیا ہے

اعارته طرفا رآها به　　　　فکان البصیر لها طرفها

ترجمہ۔ اپنے اوصاف کی ایک طرف اس نے عاریتہً دی جس سے اُس نے موجودات کو دیکھا۔ پس موجودات کا وصفِ بصیر اس کے وصفِ بصیر کی ایک طرف اور ایک جہت ہے۔

اس مذکورہ خیال کی تردید پر میں کہتا ہوں۔ کہ اشیاء میں جو عاریت ہے۔ وہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں۔ کہ وجود خلقی کی اس کی طرف نسبت ہے۔ اور وجود حقی اس کی اصل ہے۔ پھر حق نے خلقیت کا نام اپنے حقائق کو عاریتہً دیا۔ اس غرض کے لئے کہ اس سے اسرار الوہیت اور اُن کے اُن مقتضیات کو ظاہر کرے۔ جن میں باہم تنہاوت ہے۔ پس حق ہیولئ عالم ہے۔ فرمایا اللہ تعالے نے۔ وما خلقنا السموات والارض وما بینھما الا بالحق۔ آسمان، زمین اور جو کچھ ان میں ہے۔ ہم نے حق سے ان کو پیدا کیا۔ اسی سے ظاہر ہے۔ کہ ہر چیز حق سے پیدا ہوئی۔ اور حق مادۂ عالم ہے۔ اور اس کی مثال پانی اور برف کی سی ہے۔ جس میں حق مثل پانی ہے۔ جو برف کی اصل ہے۔ اور عالم مثل برف کے ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ اس [illegible] برف کا نام عاریتہً ہے۔ اور پانی کا حقیقتہً۔ اور حقیقت پر ہم نے اپنے اس قصیدہ میں تنبیہ کی ہے جس کا نام النوادر العینیہ فی البوادر [illegible] العینیہ ہے۔ اور جس کا طرز نرالا ہے۔ اور جس کا فیشن عجیب ہے۔ کہ آج تک زمانہ نے ایسا کوئی نہ بنایا۔ جو قید حقائق پر [illegible] ہے۔ اس مقام تنبیہ پر اُس قصیدہ میں سے میرا یہ قول ہے۔

وما الخلق فی التمثال الا کثلجة　　　　وانت بها الماء الذی هو نابع
وما الثلج فی تحقیقنا غیر مائہ　　　　وغیران فی حکم دعتہ الشرائع
ولکن بذوب الثلج یرفع حکمہ　　　　ویوضع حکم الماء والامر واقع
تجمعت الاضداد فی واحد البها　　　　وفیہ تلاشت وھو عنھن ساطع

Marfat.com

ترجمہ۔ خلق کی مثال سوائے برف کے نہیں۔ اور تو اس میں پانی ہے۔ جو ذات حق سے پھوٹ کر آتا ہے۔ اور برف ہماری تحقیق میں سوائے پانی کے اور کچھ نہیں ہے۔ سوائے اس کے نہیں۔ کہ اس کا ایک حکم ہے۔ جس کا قوانین عالم تقاضا کرتے ہیں۔ پر جب برف پگھل جاتی ہے۔ تو وہ حکم بھی اُٹھ جاتا ہے۔ اور پانی کا حکم اس میں رکھا جاتا ہے۔ اور یہ امر واقع کے مطابق ہے۔ جمیع اضداد ایک چیز میں جمع ہیں۔ اور اُسی میں مٹ گئیں۔ اور ان کے مٹ جانے سے وہ روشن اور ظاہر ہو جاتا ہے۔

جان کہ رحمانیت ایک مظہر اعظم و مجلیٰ اکمل و اعم ہے۔ اسی لئے ربوبیت اس کا عرش۔ اور ملکیت اسکی کرسی اور عظمت اس کی رفرف اور قدرت اس کا جرس اور قہر اس کی جھنکار ہے۔ اور اسم رحمٰن بنظر تمکن و قیام و باعتبار سریان فی الموجودات اپنے جمیع مقتضیات کمال کے ساتھ اس میں ظاہر ہے۔ اور اس کے حکم کا اس پر غالب ہونا عرش پر اس کا وہ استواء ہے جس کا ذکر قرآن شریف میں آتا ہے۔ اس لئے کہ ہر موجود جس میں ذات الٰہی بطور غلبہ و استیلا موجود ہے۔ عرش خدا ہے۔ باعتبار ذات حق کی اس وجہ کے جو اس میں ظاہر ہوئی ہے۔ اور انشاء اللہ تعالےٰ عرش کا ذکر اپنے مقام پر اس کتاب میں آئیگا اور حق سبحانہ و تعالےٰ کے تغلبہ و استیلا سے مراد قدرت۔ علم۔ احاطت سے اپنی موجودات میں اسکا جاگزیں ہونا ہے۔ کہ اس کا وجود ان میں بحکم استواء ہو۔ نہ بطریق حلول و مماست۔ اور حلول و مماست کیسے جائز ہے۔ جبکہ وہ خود عین موجودات ہے۔ اور ان معنوں سے موجودات میں حق کا وجود بہ حیثیت اس کے اسم رحمٰن کے ہے۔ کہ خلق میں ظہور کرکے اس نے خلق پر رحم کیا۔ اور اپنے نفس سے ان کو نکالا۔ اور یہ دونوں باتیں ٹھیک ہیں۔

جان کہ خیال جب ذہن میں کوئی صورت بناتا ہے۔ تو وہ صورت مخلوق ہے جس میں خالق موجود ہے یعنی یہ تخیّل و تشکل تجھ میں موجود ہے۔ اور تُو اس کا خالق ہے۔ اس مثال سے ظاہر ہے۔ کہ تو حق ہے۔ اس اعتبار سے کہ حق کا وجود تجھ میں ہے۔ پس تیری تصویر حق میں واجب ہوئی۔ اور حق اس میں پایا گیا۔ اس باب میں ایک جلیل القدر راز ہے ہم نے تجھے آگاہ کیا۔ جس سے بہت سے اسرار الٰہی معلوم ہو جاتے ہیں۔ مثلاً سر تقدیر و سر علم الٰہی۔ اور ہونا اس کا علم واحد جس سے حق اور خلق دونوں کو جانا جاتا ہے۔ اور احدیت کا منشاء قدرت ہونا اور واحدیت کا علم کی اصل ہونا لیکن یہ امور مشہد رحمانی میں ہونگے۔ اور ان کے پیچھے اور بہت سے نکتے حاصل ہوتے ہیں۔ جن کی طرف یہ کمالات اشارہ کرتے ہیں۔

(فصل)

جان کہ رحیم اور رحمٰن دو اسم ہیں۔ جو رحمت سے مشتق ہیں۔ لیکن رحمٰن اَعَم ہے۔ اور رحیم اَخَص و اَتَم رحمٰن کا عموم اس جہت سے ہے کہ خدا تعالےٰ کا نام رحمٰن اس رحمت کے لحاظ سے ہے۔ جو جمیع موجودات کو شامل ہے۔ اور رحیم کا خصوص اس جہت سے ہے کہ اس کا نام رحیم اس رحمت کے لحاظ سے ہے۔ جو صرف اہل سعادت سے

Marfat.com

مخصوص ہے۔ رحمتِ رحمٰن نقمت یعنی عذاب میں پائی جاتی ہے۔ مثلاً ناگوار مزہ اور بو کی دوا کا پینا۔ کہ اگرچہ وہ مریض کے حق میں رحمت ہے لیکن طبع کو ناگوار گذرتی ہے۔ اور رحمتِ رحیم محض نعمت ہے۔ اس میں اور کوئی ملاوٹ نہیں۔ اور اہل سعادت کاملہ کے سوا اور کسی میں نہیں پائی جاتی۔ اور اسم رحیم کی تحت میں جو رحمت ہے۔ ان میں سے ایک اپنے اسماء وصفات پر رحمت ہے۔ کہ ان کے آثار و مؤثرات کو ظاہر فرمایا۔ پس رحیم رحمٰن میں ایسا ہے۔ جیسے وجود انسانی میں آنکھ۔ کہ ایک ان میں سے بہت عزیز اور خاص تر ہے۔ اور دوسری سب کو شامل۔ اسی جہت سے کہا گیا۔ کہ رحمتِ رحیم عالم آخرت میں پورے طور پر ظاہر ہوگی۔ اس لئے کہ وہ دُنیا سے زیادہ وسیع ہے۔ اور نیز اس جہت سے کہ نعیم دنیوی شائبہ کدورت سے خالی نہیں ہیں جن کا منبع و سرچشمہ رحمانیت ہو سکتا ہے۔ نہ کہ رحیمیت۔ جو زیادہ تفصیل چاہتا ہے۔ وہ ہماری کتاب کہف و رقیم کو دیکھے۔

آٹھواں باب

ربوبیت میں

ربوبیت اس مرتبہ کا نام ہے۔ جو ان اسماء کا مقتضی ہے۔ جو موجودات کا وجود چاہتے ہیں۔ اور اس کے تحت میں اسم علیم۔ سمیع۔ بصیر۔ قیوم۔ مرید۔ ملک اور اس جیسے اور نام ہیں۔ کہ ان میں سے ہر واحد اس چیز کو چاہتا ہے جس سے وہ تعلق پائے۔ جیسے علیم کہ قادر مقدور علیہ کا اور مرید مراد کا تقاضا کرتا ہے۔ اسی طرح باقی اسماء کو سمجھ لو۔

جان کہ اسم رب کی تحت میں دو قسم کے اسماء ہیں۔ ایک وہ جو حق اور خلق میں مشترک ہیں۔ دوسرے وہ جو محض خلق سے تاثیر و اختصاص رکھتے ہیں۔ اسماء مشترکہ کی مثالیں۔ اسم علیم ہے کہ وہ اس کا اسم نفسی ہے چنانچہ بولنے میں آتا ہے کہ وہ اپنے نفس کو جانتا ہے۔ اور اپنی خلق کو جانتا ہے۔ اور اسم سمیع کہ تو کہیگا۔ کہ وہ اپنے نفس کو سنتا ہے۔ اور اپنے غیر کو سنتا ہے۔ پس اس قسم کے نام [illegible] ہیں اور میری مراد مشترک سے یہ ہے۔ کہ اسم کے دو رخ ہیں۔ ایک جناب الٰہی سے [illegible] اور دوسرا وہ رخ جو مخلوقات کی طرف دیکھتا ہے۔ جیسا کہ گذر چکا۔

اور وہ اسماء جو خلق سے مختص ہیں۔ وہ مثل [illegible] ہیں۔ مثلاً اسم [illegible] کہ تو کہتا ہے۔ کہ عالم کو اس نے پیدا کیا۔ یہ نہیں کہتا کہ اپنے نفس کو پیدا کیا۔ اور مثلاً رازق۔ کہ کہا جاتا ہے۔ کہ مخلوق کو اس نے

Marfat.com

رزق دیا۔ نہ یہ کہ اپنے نفس کو رزق دیا۔ ایسا ہی اسم قادر۔ کہا جاتا ہے۔ کہ موجودات پر اس نے قدرت پائی۔ نہ یہ کہ اپنے نفس پر۔ اگرچہ ان اسماء میں تاویل کی بھی گنجائش ہے۔ مگر پھر بھی یہ اسماء مخلوق سے مختص ہیں۔ اس لئے کہ اس کے اسم مالک کی تحت میں ہیں۔ اور مالک کو مملکت سے چارہ نہیں۔ اور اس کے اسم ربّ ملک میں یہ فرق ہے۔ کہ اسم ملک اس مرتبہ کا نام ہے جس کی تحت میں اسماء فعلیہ ہیں۔ اور یہ وہ ہیں۔ جن کی نسبت کہا گیا ہے۔ کہ وہ فقط خلق سے مخصوص ہیں۔ اور اسم رب اس مرتبہ کا نام ہے۔ جس کی تحت میں اسماء مشترکہ اور اسماء مختصہ بالخلق دونوں قسم کے اسماء شامل ہیں۔ اور رب اور رحمٰن کے مابین یہ فرق ہے۔ کہ رحمٰن اوصاف علیہ الہیہ سے مخصوص ہے۔ برابر ہے۔ کہ ذات اُن اوصاف میں منفرد ہو۔ جیسے اسم عظیم یا ایسا اشتراک کے معنی ہوں۔ جیسے عظیم و بصیر یا محض مخلوق سے مخصوص ہوں۔ جیسے خالق و رازق اور اسم رحمٰنُ اللہ میں یہ فرق ہے۔ کہ اللہ مرتبہ داتیہ کا نام ہے۔ جو حقائقِ موجودات علوی و سفلی دونوں کو شامل ہے۔ پھر اسم رحمٰن بھی اس مرتبہ کی تحت میں آجاتا ہے۔ یعنی مرتبہ الوہیت و رحمانیت میں عموم و خصوص کی نسبت ہے۔

چونکہ اسم رب اسم رحمٰن کی تحت میں ہے۔ اور اسم ملکِ اسم رب کی تحت میں اس لئے ربوبیّت رحمٰن کا عرش ہوگا۔ یعنی مظہر جس میں اس کا ظہور ہُوا۔ اور جس سے موجودات کی طرف اس نے دیکھا۔ اسی مرتبہ سے خدا اور اس کے بندوں کے درمیان نسبت صحیح ہوگئی۔ کیا تو آنحضرت صلعم کے قول کی طرف نہیں دیکھتا۔ کہ آپنے فرمایا۔ انہ وجد الرحم اخذ من حقو الرحمٰن کہ رحم کا وجود رحمٰن کے وسط سے لیا گیا ہے حقو مقامِ وسط کو کہتے ہیں۔ اور یہ اس لئے کہا۔ کہ ربوبیت اُن امور کے وسط میں ہے۔ جو رحمانیت کی تحت میں ہے۔ اس طرح کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کہ رحمانیت تین قسم کے اسماء کو شامل ہے۔ ایک وہ جن میں حق بذاتِ خود منفرد ہے۔ دوسرے وہ جن میں خلق بھی شریک ہے۔ تیسرے وہ جو محض مخلوق سے مخصوص ہیں۔ ظاہر ہے۔ کہ اسماء مشترکہ جو مرتبہ ربوبیت میں داخل ہیں۔ وسط میں ہیں۔ پس رحم کا وسطِ رحمٰن سے تعلق بنظر اس پیوند کے ہے۔ جو رب اور مربوب میں ہے۔ اس لئے کہ کوئی رب نہیں۔ مگر اس کا مربوب بھی ہوتا ہے۔ اس مرتبہ میں خدا اور بندوں کے درمیان نسبت لازم ہے۔ اس مذکورہ وسط کے ساتھ رحم کے تعلق کو دیکھ۔ اور اسکے راز کو سمجھ۔ کیونکہ حق سُبحانہ وتعالیٰ اس بات سے منزہ ہے۔ کہ کوئی چیز اس سے پیوند پائے۔ جو اس سے جُدا ہے۔ یا وہ چیز اس سے جُدا ہو۔ جو اس سے پیوند رکھتی ہے۔ پس نہ باقی رہا اس کے بعد مگر اسکی گوناگوں تجلیات اس چیز میں جس کا نام ہم نے حق رکھا۔ اور جس سے ہم نے مخلوق کا کنایہ لیا ہے

الحق لا انتموا ✽ قاربتموا و بنتموا ✽ ما فی الوجود سواکم ✽ اظہرتم او صنتموا ✽ ھو صورۃ لجمالکم ✽ معناہ ھذا انتم ✽ کان الوجود بکونکم ✽ و بکونہ قد کنتم ✽ رکشفتموثوب السوا ✽ عن حسنکم فاتیتم ✽ سمیتم الحسن العزیز ✽ بعزکم فاھنتم ✽ قلتم سوانا قسوہ ✽ ھلا نحن انتم ✽ دان الخلیقۃ باسمکم و باسم خلق دنتم ✽ نوعتم حسن الجمال ✽ و فی الوفا ما خنتم ✽ فلکم کمال لا یزال لما بریۃ بنتموا

Marfat.com

ترجمہ۔ تم نزدیک رہو۔ یا جُدا رہو۔ ہم تم ہی ہیں۔ منظر وجود میں تمہارے سوا اور کچھ نہیں۔ اس راز کو ظاہر کرو۔ یا دل میں نگاہ رکھو۔ وہ تمہارے جمال کی صورت ہے۔ اس کے معنی تم ہی ہو۔ تم ہوئے تو وجود ہُوا۔ اور وجود ہُوا تو تُم ہوئے۔ غیر و سوا کا کپڑا تُم نے اپنے حسن سے کھولا۔ پھر تم نے جُدا کر ڈالا۔ یعنی غیر و سوا کا وجود بھی تمہارے ہی حسن سے تھا۔ کوئی بیگانہ نہ تھا۔ پھر تم نے اس کو غیر اور بیگانہ بنا دیا۔ تمہاری عزت کی قسم تم نے حسن کا نام عزیز رکھا پھر اُسے ذلیل کر ڈالا۔ تم نے کہا۔ کہ جو چیز ہمارے سوا ہے۔ وہ قسوت ہے۔ کیوں نہیں یہ بات درست ہے۔ وہ قسوت ہم ہیں۔ جس کو تم نے نرم کر ڈالا۔ مخلوق تمہارے اسم کی اور تُم مخلوق کے اسم کے تابع ہو گئے۔ تم نے اپنے حُسنِ جمال کو گوناگوں دکھا دیا۔ اور وفاء میں تم نے خیانت نہیں کی۔ پھر تمہارا ایک کمال ہے۔ جس سے ہمیشہ خلقت نمو پاتی ہے۔

جان۔ کہ ربوبیّت کی دو تجلیاں ہیں۔ ایک معنوی۔ دوسری صوری۔ تجلّی معنوی اسماء و صفات کے رنگا رنگ کمالات میں اس کا ظہور ہے۔ جیسا کہ قانونِ تنزیہہ نے تقاضا کیا۔ اور تجلّی صوری مخلوق میں اسکا ظہور ہے۔ جیسا کہ قانونِ خلق و تشبیہ نے تقاضا کیا۔ مراد اس ظہور سے وہ رنگا رنگ نقائص ہیں۔ جو مخلوق میں پائے جاتے ہیں۔ پھر جب حق سُبحانہ و تعالےٰ اپنی کسی مخلوق میں ظہور فرماتا ہے۔ اس قاعدہ پر جس کا مظہر تشبیہ استحقاق رکھتا ہے۔ تو مطابق قانونِ تنزیہہ تجلّی معنوی کا بھی اس ظہور میں حصّہ ہوتا ہے۔ اور یہ امر ظہور دو باتوں کے درمیان ہوتا ہے۔ ایک صوری ملحق بہ تشبیہ دوسرا معنوی ملحق بہ تنزیہہ اگر صوری ظاہر ہو۔ تو معنوی اس کا مظہر ہوتا ہے۔ اور اگر معنوی ظاہر ہو۔ تو صوری اس کا مظہر ہے۔ کبھی ایک کا حکم غالب آتا ہے۔ اور دوسرا اس کے نیچے چھپ جاتا ہے۔ اس صورت میں باوجود حجاب کے امر واحد پر حکم دیا جاتا ہے۔ پس اس کو سمجھ۔ اور اللہ تعالےٰ حق بولتا ہے۔ اور وہی راہ دکھاتا ہے ؎

نواں باب

عمائیں

ان العماء هو المحل الاول … فذاك شموس الحسن فيه افل

هو نفس نفس ابيه كان لديها … كون ولد يخرج فلا يتبدل

متمثل المتمثل العمى كمثله … كالعين نار تخد خواه الجندل

Marfat.com

فهما بدت نار من الاحجار — فهی بجلمها وکمونها لا ترحل

والنار فی الاحجار کامنة وان — ظهرت فهذا الحکم لا یتحلل

ولکم رأینا ناظرا هو فی عما — عنه تعالی اللّٰہ لا یتمثل

ھو حیرة الالباب فی دھشاتھا — عنها فتلک لها عماء یھمل

ھو نفسه لا باعتبار ظلامها — بل باعتبار ضیائها اذ یعقل

من غیر ما احدیة مجهولة — او واحدیة کثرة لا تجهل

لطفت فغابت فی لطیفة ذاتها — فکمونها فیه العماء الاول

ترجمہ۔ عماء پہلا مقام ہے جس میں شہودِ حق کا فلک غروب ہے۔ وہ ذاتِ الٰہی کا بطون ہے جس کے ساتھ اسکا وجود ہے۔ وہ نہ اُس عماء سے نکلا۔ اور نہ تبدیل ہوا ہے۔ وہ ایک بلند پایہ مثال ہے۔ جو اس کے لئے متمثل ہوئی عماء کا راز اس آگ کا ساراز ہے۔ جس کو پتھر نے اپنے اندر لپیٹا ہوا ہے جب آگ پتھروں سے ظاہر ہوتی ہے۔ تو یہ ظہور اس آگ کا ایک حکم ہے۔ اور اس کے خفا دکمون کا حکم یہ ہے۔ کہ وہ اپنے مقام سے کوچ نہیں کرتی یعنی باوجود ظہور کے پھر بھی وہ اس کے اندر موجود رہتی ہے۔ ہم نے تمہارے لئے ایک بینا کو دیکھا جو ایک ایسے عماء میں ہے جس کی تمثیل نہیں ہوسکتی۔ (وہ ناظر فی العماء اللہ ہے مترجم) وہ ان حیرتوں میں جو اس سے پیدا ہوئیں مغزوں اور عقلوں کی حیرت ہے۔ پھر وہ اُن حیرتوں کے لئے عماء ہے جس کے لئے کوئی لفظ استعمال میں نہیں آتا۔ وہ عماء غیر اس چیز کا ہے جس کا نام احدیت مجہولہ ہے۔ یا واحدیت جو کثرت مجہولہ ہے۔ یعنی ایسی کثرت جس کی کیفیت دکمیّت سمجھی بوجھی نہیں جاتی۔ لطیف تھا۔ کہ اپنی ذات کے لطیفہ میں غائب ہوگیا۔ پھر اس میں اس کا چھپنا عماء اوّل ہے۔

جان۔ کہ عماء حقیقۃ الحقائق سے مراد ہے۔ جسے ہم نہ حقیقت سے متصّف کرتے ہیں۔ اور نہ خلقیت سے وہ ذاتِ محض ہے۔ اس لئے کہ حقی و خلقی کسی مرتبہ کی طرف نسبت سے مضاف نہیں کیا جاتا۔ اور عدم اضافت کی وجہ سے نہ وہ وصف کا تقاضا کرتی ہے۔ نہ اسم کا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے قول کی یہی مراد ہے۔ جو آپ نے فرمایا۔ کہ عماء وہ ہے جس کے نہ اوپر ہوا ہے۔ اور نہ نیچے یعنی نہ حق ہے۔ نہ خلق پھر عماء کو بمنزلہ احدیت کے سمجھو۔ جیساکہ اسماء و اوصاف احدیت میں ملیامیٹ ہوتے ہیں۔ اور کسی چیز کا اس میں ظہور نہیں ہوتا ایسا ہی عماء کا حال ہے۔ کہ اس میں ان چیزوں میں سے کسی چیز کو مجالِ ظہور نہیں۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے۔ کہ احدیت ذات کا حکم ہے۔ ذات میں جیسا کہ اس کے علو شان کا تقاضا ہے۔ اور وہ ظہورِ ذاتی احدی ہے۔ اور عماء ذات کا حکم ہے بمقتضاء اطلاق کہ اس سے عُلو و دُنو سمجھا نہیں جاتا۔ اور وہ بطون ذاتی عمائی ہے پھر وہ احدیت کے مقابل ہے۔ اس طرح کہ احدیت میں صرافتِ ذات ہے بحکم تجلی اور اس میں صرافتِ ذات ہے بحکم استتار۔ پھر بلند ہے۔ ذات اللہ تعالےٰ کی کہ تجلی سے اپنے نفس سے مخفی ہو۔ یا خفاء سے اپنے نفس کیلئے ظاہر ہو۔ وہ ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ تجلی۔ استتار۔ بطون۔ ظہور۔ شیون۔ مراتب۔ اعتبارات۔ اضافات۔

Marfat.com

اسمآء وصفات سے اس کی ذات تقاضا کرتی ہے۔ نہ بدلتا ہے۔ نہ گردش کرتا ہے۔ نہ کسی چیز میں ملتا ہے۔ کہ اس کے غیر کو اس سے جدا کر کے چھوڑ دیا جائے۔ اور نہ اپنے وجود سے کسی چیز کو اتارتا ہے۔ جس کو اس کا غیر سمجھا جائے۔ جب سے وہ ہے۔ اس کی ذات کا حکم وہی ہے۔ اور جس پر وہ ہے۔ اور جس پر کہ وہ اس سے پہلے تھا۔ لا تبدیل لخلق اللہ ای وصف اللہ۔ خدا کے وصف کو کوئی تبدیلی نہیں۔ سوائے اس کے نہیں۔ کہ یہ تبدیلیاں صورتوں۔ نسبتوں۔ اضافتوں۔ اعتبارات وغیرہ میں ہیں۔ وہ اسی حکم کے ساتھ ہے۔ جس سے ہم پر تجلی فرماتا ہے۔ اور فی نفسہ اُسی بات پر ہے۔ جو اس کی ذات کو ثابت تھی۔ قبل اس کے کہ وہ ہم پر تجلی کرتا۔ اور ہم پر ظاہر ہوتا۔ اور بعد اس حکم کے اس کی ذات قبول نہیں کرتی۔ مگر اُسی تجلی کو جس پر کہ وہ ہے۔ پس ایک ہی تجلی ہے۔ جس کے لئے ایک ہی نام ہے۔ جس کا ایک ہی وصف ہے۔ اور سب کے لئے وہ ایک ہی ہے۔ متعدد نہیں وہ ازل میں اپنے نفس کے لئے اسی چیز میں متجلی تھا۔ جس کے لئے وہ ابد میں متجلی ہے ؎

علی العھد من تلك المعاھد زینب	وما غیرتھا الحادثات فتحجب
لقد حفظت تلك العھود ولم تكن	تضیع عھدا بالمحصب زینب
فان نقلت عنھا الوشاۃ تجنبا	فمن اجل ما تھوی الوشاۃ التجنب
وان ارعدوا فیھا بصد وھجرۃ	فبرق الوفا فی وابل اللطف خلب
خذوا یا ندامی كاس رضابھا	فكف ید الندمان فیھا تخضب
ولا تاملوا منھا اعتناقا وسلمۃ	فلیس الی الشمس الخفافیش تقرب
فما استترت عنه لكم فبلطفھا	ومن رحمۃ للصب لا تتحجب
ولیس علی التحقیق كفء جمالھا	سواھا فیا لم وعنقاء مغرب

ترجمہ۔ بیشک زینب نے ان عہدوں کو نگاہ رکھا۔ وہ مقام محصب میں کسی عہد کو ضائع نہیں کرتی تھی۔ پھر اگر چغلخوروں نے اجنبی بن کر کوئی بات اس سے نقل کر لی۔ تو اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ چغلخور چاہتے ہی اجنبیت کو ہیں اگر کسی رکاوٹ اور ہجرت کا خوف دلا کر اس کے متعلق چغلخوروں نے ڈرا دیا۔ تو پھر کیا اس کے ابر لطف میں برق وفا برسے بغیر رہ جائیگی۔ اے حریف و رقیب ہو کر اس شراب کے پینے والو۔ اس کے لعاب دہن کے ساغر دیا کو۔ کہ جن کو ہاتھ میں لینے سے حریف شراب کی ہتیلی رنگین ہوئی تسلیم اور اس سے معانقہ کرنے میں تامل نہ کرو۔ آفتاب حسن پہ کوئی خفا نہیں۔ پھر کس چیز میں تو قرب ڈھونڈتا ہے۔ جو چھپا اس نے اس سے تمہارے لئے روشن کیا وہ اس بادل کی رحمت اور مہربانی سے ہے۔ جو پوشیدہ نہیں ہوتا۔ سوا اس کے اپنے وجود کے فی الحقیقت اس کے جمال کا کوئی کفو نہیں۔ پھر تم عنقاء مغرب سے پوچھو یعنی جیسا کہ عنقاء مغرب کا نام ہے۔ وجود نہیں۔ ایسا ہی غیر و سوا کا بھی نام ہے۔ در حقیقت اس کا کوئی وجود نہیں۔

علامہ وہ تجلی واحد ہے۔ جس کو اپنی ذات کے لئے اس نے پسند کیا۔ کسی غیر کے لئے یہ تجلی نہیں ہوتی۔

Marfat.com

خلق کو اس میں کچھ نصیب نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ تجلی اعتبار۔ انقسام۔ اضافت۔ اوصاف کی کسی چیز کو قبول نہیں کرتی۔ جب خلق کو اس میں کوئی نسبت ہوتی ہے۔ تو وہ کسی اعتبار۔ نسبت۔ وصف یا ان میں سے کسی چیز کی محتاج ہوتی ہے۔ اور ان میں سے کوئی بات اس تجلی کے حکم میں داخل نہیں۔ اور وہ تجلیات الٰہیہ سے ذاتی ہوں یا فعلی۔ صفاتی ہوں یا اسمی تعلقات رکھتی ہے۔ پھر وہ اگرچہ بذاتِ خود ایک حقیقت رکھتی ہے وہی ہے جس کا اپنے بندوں پر تجلی ظہور کی جہت سے وہ تقاضا کرتی ہے۔ باوجود اس تمام کے یہ تجلی ذاتی جس پر کہ وہ ہے۔ جمیع اقسام تجلیات کی جامع ہے۔ ایک تجلی میں اس کا ہونا دوسری تجلی سے اس کو مانع نہیں ہوتا لیکن دوسری تجلیات کا حکم اس ایک تجلی میں ایسا ہوتا ہے۔ جیسا کہ آفتاب میں ستاروں کا حکم ہے۔ کہ موجود بھی ہیں۔ اور معدوم بھی۔ اسوجہ سے کہ درحقیقت نورِ انجم آفتاب سے ہے۔ اور ایسا ہی باقی تجلیات آلٰہیہ کو اس اسمائے تجلی کے ترشحات کا ایک رشحہ ہیں۔ اور اس کے سمندر کا ایک قطرہ ہیں۔ اس تجلی ذاتی کی سلطنت کے ظاہر ہونے پر معدوم ہو جاتی ہیں۔ اس کو اس نے اپنے ہی لئے اختیار فرمایا ہے۔ اس جہت سے کہ اس میں اس کا علم اپنی ہی ذات سے متعلق ہے۔ اور باقی تجلیات جن کا وہ اپنے نفس کے لئے مستحق ہوا ہے۔ اس حیثیت سے ہیں۔ کہ ان میں وہ اپنے غیر کو بھی جانتا ہے۔ پس اس کو سمجھ۔ بیان کے خوش رفتار گھوڑے اس تفصیل کے میدان میں چلے۔ یہانتک کہ میں اس کے حکم کو ظاہر کر دوں۔ جو کبھی ظاہر نہیں ہوتا۔ پس چاہئے۔ کہ اس برہان میں اب ہم لگام کو تھام لیں۔ اور زبان کو اس چیز میں پھیلائیں۔ جو نرجمانی کی غرض ہے۔ پھر اس کے بعد ہم کہتے ہیں۔ کہ ہم نے تجھے جتا دیا۔ کہ عماء باعتبار اطلاق فی البطون والاستتار کے خود ذات ہے۔ اور احدیت باعتبار تجلّے فی الظہور کے خود اس کا نفس ہے جس میں سقوط اعتبارات واجب اور لازم ہے۔ اعتبار ظہور و اعتبار استتار کا ذکر ہم نے صرف سامع کے سمجھانے کے لئے کر دیا ہے۔ ورنہ ان ہر دو تجلیات میں کسی اعتبار کی گنجائش نہیں

جان۔ کہ تو خود اپنے نفس میں اپنے آپ سے عماء میں ہے۔ اور اللہ تعالٰے کی صفت بلند ہے۔ تیرا عماء میں ہونا اس اعتبار سے ہے۔ کہ اس کیفیت سے کہ جس پہ تو ہے۔ تیرا اپنے لئے مطلقاً ظہور نہیں ہے۔ اگرچہ اس کیفیت کو تو جانتا ہے جس کے ساتھ اور جس پر تو ہے۔ لیکن اس مذکورہ اعتبار سے تو ایک ذات ہے۔ جو عماء کے اندر ہے۔ کیونکہ تو اس اعتبار سے اپنے آپ کو نہیں دیکھتا۔ کہ حق سبحانہ وتعالٰے تیرا عین اور تیری ہویت ہے۔ حالانکہ تو اپنی اس حقیقت سے جس کا تو زیادہ حقدار ہے۔ غافل ہے۔ پھر اس اعتبار سے تو اپنے آپ سے عماء میں ہے۔ اور تو بحیثیت اپنے حق کے اپنے آپ سے پوشیدہ نہیں ہوا۔ اس لئے کہ حق کا حکم ہی یہہ ہے۔ کہ اپنے نفس سے پوشیدہ نہ ہو۔ ثابت ہوا۔ کہ تو بحکم حق اپنے لئے ظہور میں ہے۔ اسی طور پر جس طور پر کہ تو عماء سے ہے۔ اور وہ عماء بحکم خلق تیرا اپنی حقیقت سے پوشیدہ اور غافل ہوتا ہے۔ پس تو باعتبار حق اپنے نفس کے لئے ظاہر اور باعتبار خلق اپنے نفس سے باطن ہے۔ اور یہ ایک ضرب المثل ہے۔ جسے ہم لوگوں کے لئے بیان کر رہے ہیں۔ اور عالموں کے سوا اسے کوئی نہیں بوجھتا۔ اسی لئے جب آنحضرتؐ سے

Marfat.com

سوال کیا گیا۔ کہ پیدائش عالم سے پہلے خدا کہاں تھا۔ تو آپ نے جواب دیا۔ کہ عماء میں۔ کیونکہ جو تجلّی فی نفسہٖ ہو۔ اس کو اس بات سے چارہ نہیں۔ کہ وہ بہ حیثیت اپنے اسم کے اس بات کا تقاضا کرے۔ کہ اس سے پہلے ستتار ہو۔ اور یہ قبلیّت حکم کی قبلیت ہے۔ نہ ایسی قبلیّت جس کے لئے وقت معین ہو۔ اس لئے کہ اس کی شان اس سے بلند ہے۔ کہ اس کے اور اس کی مخلوق کے درمیان توقیت ہو۔ یا انفصال وانفکاک ہو۔ یا اتصال وتلازم پایا جائے۔ کیونکہ یہ چیزیں یعنی توقیت انفصال وغیرہ اس کی مخلوق ہیں۔ پھر اس کے اور اس کی مخلوق کے درمیان ایک دوسری مخلوق کیسے ہو سکتی ہے۔ اگر ایسا ہو۔ تو تسلسل اور دور لازم آتا ہے اور یہ دونوں محال امر ہیں۔ پس اس بات کے تسلیم کرنے سے چارہ نہیں۔ کہ اس کی قبلیت۔ بعدیت۔ اولیت آخریت ایک حکم ہے۔ اور بلحاظ کسی محل واضافت کے ہے۔ مکان وزمان کی یہاں کوئی گنجائش نہیں۔ وہ پیدائش عالم سے پہلے جیسا کہ چاہئے۔ عماء میں تھا۔ اور بعد پیدا کرنے کے بھی جیسا وہ تھا۔ ویسا ہی ہے۔ معلوم ہُوا۔ کہ عماء بلا اعتبارات ذات کے حکم سابق کا نام ہے۔ اور مخلوق کا پیدا کرنا ظہور کا مقتضی ہے۔ اور ظہور حکم لاحق ہے۔ جو مع اعتبارات ذات کو لاحق ہُوا۔ سو یہ سبقیت ہی قبلیت ہے۔ اور یہ ... ہی بعدیت ورنہ نہ کوئی قبلیت ہے۔ نہ بعدیت۔ کیونکہ وہ خود ہی قبل ہے۔ اور خود ہی بعد۔ خود ہی اوّل خود ہی آخر۔ اور اس پر طرفہ یہ۔ کہ اس کا ظہور بدوں کسی اعتبار۔ نسبت وجہت کے عین اس کے بطون کا ہے۔

اوّلیت عین آخریت۔ قبلیت عین بعدیت ہے۔ عقلیں اس میں حیران رہ گئیں۔ اور اس بات سے بعید ہا۔ کہ اس کی عظمت اور شان تک رسائی ہو سکے گی۔ کوئی مفہوم اور کوئی معقول اس کا تصور نہیں کر سکتا۔

دسواں باب

تنزیہہ میں

تنزیہہ ذات قدیمہ کے اپنے اُن اسماء واوصاف وذات میں منفرد ہونے کا نام ہے۔ جن کا وہ بطریق اصالت۔ بلندی وبرتری خود اپنے نفس سے اپنے ہی نفس کے لئے استحقاق رکھتی ہے۔ بغیر اس بات کے کہ حادث کسی امر میں ان سے مشابہت کرے۔ تنزیہہ سے ہمارے ناقہ میں سوائے اس تنزیہہ کے اور کچھ نہیں۔ ... میں حادث کی بھی آمیزش ہے۔ اور تنزیہہ قدیم بھی اس میں ملحق ہے۔ اس لئے کہ تنزیہہ حادث کے مقابلہ خود اس کی جنس سے کوئی نسبت ہوتی ہے۔ اور تنزیہہ قدیم کے مقابلہ میں اس کی جنس سے کوئی نسبت

Marfat.com

نہیں۔ کیونکہ حق تعالٰے نہ ضد کو قبول کرتا ہے۔ اور نہ اس کی تنزیہہ کی کیفیت بوجھی جا سکتی ہے۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں۔ کہ وہ تنزیہہ سے بھی منزہ ہے۔ اس کی ذاتی تنزیہہ کو سوائے اس کے اور کوئی نہیں جانتا۔ اور جس تنزیہہ کا ادراک کیا جاتا ہے۔ وہ تنزیہہ محدث ہے۔ نہ تنزیہہ قدیم۔ اس لئے کہ ہمارے نزدیک تنزیہہ اس حکم سے ذات کو مبرّا کرنے کا نام ہے۔ جس کی نسبت اس کی طرف ہو سکتی ہے۔ اور حق کے لئے کوئی ذاتی تشبیہ نہیں۔ جس سے تنزیہہ کو بھی استحقاق حاصل ہو۔ کہ تنزیہہ میں اس نسبتِ تشبیہ سے اُسے منزہ سمجھا جائے۔ کیونکہ وہ بذات خود منزہ ہے۔ جیسا کہ اس کی کبریائی کا تقاضا ہے۔ پھر جس اعتبار سے بھی ہو۔ اور جس مظہر میں وہ جلوہ گر ہو۔ تشبیہ کے رنگ میں ہو۔ جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں نے اپنے رب کو ایک جوان خوبصورت بے ریش انسان کی صورت میں دیکھا۔ یا تنزیہہ کی حالت میں جیسا کہ فرمایا۔ کہ میں نے اس کو ایک نورانی شے دیکھا۔ غرضیکہ ہر حال میں وہ منزہ ہے۔ اس لئے کہ تنزیہہ ذاتی کا حکم اس کو لازم ہے۔ جیسا کہ صفت موصوف کو لازم ہوتی ہے اور وہ اس مشہد و منظر لزوم میں اپنی اسی تنزیہہ قدیم پر ہے۔ جس کے وہ لائق ہے۔ اور جو سوائے اس کے کسی کے لئے مناسب نہیں۔ اور جسے سوائے اس کے کوئی نہیں پہچان سکتا۔ پس وہ اپنے اسماء وصفات و ذات۔ مظاہر و تجلیات میں بحکم قدم ان تمام امور سے منفرد ہے۔ جن کی حادث کی طرف نسبت کی جاتی ہے۔ خواہ وہ کسی جہت سے ہو۔ اس کی تنزیہہ و تشبیہ خلق کی تنزیہہ و تشبیہ کی مانند نہیں ہے۔ اور جس نے یہ کہا ہے۔ کہ تنزیہہ اپنے محل کی تطہیر کا نام ہے۔ نہ کہ ذات حق کی تطہیر کا۔ اُس نے تنزیہہ سے تنزیہہ خلقی مراد لی ہے۔ جس کے مقابلہ پر تشبیہ ہے۔ اس لئے کہ بندہ جب صفات حق سے متصف ہوتا ہے۔ تو تنزیہہ الٰہی سے اس کا نفس نقائص محدثہ سے پاک و خالص ہو جاتا ہے۔ پھر وہ تنزیہہ اس کی طرف راجع ہوتی ہے۔ اور حق اپنی اسی تنزیہہ پر ہوتا ہے۔ جس میں اس کے غیر کو کوئی شرکت نہیں۔ اور خلق کی اس میں مجال نہیں۔ میری مراد یہ ہے۔ کہ چہرۂ مخلوق کو اس تنزیہہ سے کچھ بہرہ نہیں۔ بلکہ وہ اسی ذات حق کو سزاوار ہے۔ جو بذات خود منفرد ہے۔ اور فی نفسہٖ اس کا استحقاق رکھتی ہے۔ پس جس امر کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔ اس کو سمجھ۔

جان۔ کہ جب میں اپنی اس کتاب میں یا اپنی دوسری مؤلفہ کتب میں ذکر کرتا ہوں۔ کہ یہ بات حق کے لئے ہے۔ مخلوق کو اس میں کچھ حصہ نہیں۔ یا یہ بات مخلوق کا خاصہ ہے۔ حق کی طرف اس کی نسبت نہیں کی جاتی۔ تو میری مراد اس سے ذات کی وہ اعتباری رُخ اور جہت ہوتی ہے۔ جو اس نام سے موسوم ہوتی ہے۔ نہ یہ کہ وہ بات ذات کو کسی وجہ سے حاصل نہیں ہے۔ پس اس امر میں تامل کر۔ اس لئے کہ یہ امر اس بات پر مبنی ہے۔ کہ ذات دو وجہوں حق و خلق کی جامع ہے۔ پھر حق کے لئے وہ امور ہیں۔ جس کے وہ لائق ہے۔ اور خلق کے لئے وہ امور جن کی وہ مستحق ہے۔ باوجود اس کے کہ ہر وجہ اپنے مرتبہ پر قائم ہوتی ہے۔ جیسا کہ بغیر کسی امتزاج کے اس کی ذات تقاضا کرتی ہے۔ اور جب ایک وجہ دوسری میں ظاہر ہوتی ہے۔ تو ہر دو حکم اس دوسری میں موجود ہوتے نہیں۔ عنقریب باب تشبیہ میں اس کا ذکر آئیگا۔ جس میں نہ عرض ہے نہ جوہر سے

Marfat.com

یاجوھر اقامت بہ عرضان ٭ یا واحد انی حکمہ اثنان ٭ جمعت محاسنك العلی فتوحدت ٭ الك باختلاف فیھما ضدان ٭ ما انت الا واحد الحسن الذی ٭ تم الکمال لہ بلا نقصان ٭ فلان بطنت وان ظھرت فانت فی ٭ ما تستحق من العلا السبحانی ٭ تنزھا متقدسا متعالیا ٭ فی عزت الجبروت عن حدثان ٭ لم یدرك المخلوق الا مثلہ ٭ والحق متنزہ عن الاکوان ٭

ترجمہ- اے جوہر جس میں دو عرض قائم ہیں- اے واحد جو اپنے حکم میں دو ہے- تو نے بلند درجے کے محاسن کو جمع کیا- پھر باوجود باہمی اختلاف کے تیرے لئے دونوں ضدیں ایک بن گئیں- اس حسن میں تیری ہی ایک ہستی ہے- جس کو پورا کمال حاصل ہے- اور جس میں کوئی نقص نہیں- پھر خواہ تو پوشیدہ ہو- خواہ ظاہر اسی صفت کے ساتھ ہے جو تیری ذات پاک و برتر کو سزاوار ہے- تو اپنی عزت جبروتی میں ہر حادث سے پاک و منزہ ہے- مخلوق اپنی ہی جیسی چیز کا ادراک کر سکتی ہے- اور حق جمیع موجودات سے ایک نرالی ہی شے ہے-

گیارھواں باب

تشبیہ میں

تشبیہ جمال کی صورت سے مراد ہے- اس لئے کہ جمال الٰہی کے معنی ہیں- اور وہ اسماء و اوصاف الٰہیہ ہیں- اور ان کی صورتیں ہیں- اور وہ ان معانی کی تجلیات ہیں- ان امور میں جو محسوس یا معقول سے وہم میں آتی ہیں- محسوس کی مثال آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول ہے- کہ میں نے اپنے رب کو ایک جوان بے ریش کی صورت میں دیکھا- اور معقول کی یہ انا عند ظن عبدی بی- فلیظن بی ماشاء" میں اپنے بندہ سے اس ظن کے مطابق رہتا ہوں- جو وہ میرے ساتھ رکھتا ہے- پھر اس کا اختیار ہے- کہ جیسی اس کی مرضی ہے- میرے ساتھ ظن رکھے- اور یہ ایک صورت ہے جس سے تشبیہ مراد لی جاتی ہے- بیشک خدا تعالٰے اپنے ظہور میں اپنی صورت جمال پر ہے- اور اس کا بھی باقی ہے- جس کے وہ لائق ہے- جیسا کہ جناب الٰہی کو تو نے تنزیہ کا حق دیا- ایسا ہی تشبیہ الٰہی سے بھی اس کا حق دے-

جان- کہ تشبیہ اس کے حق میں ایک حکم ہے- جو تنزیہ کے برخلاف ہے- جیسا اس لئے کہ تنزیہ اس کے حق میں ایک عینی امر ہے- اور تشبیہ کی سوائے نفوس کاملہ کے اور کوئی شہادت نہیں دیتا- اور ان کے سوا جو سے عارف وہ اس کا ادراک نہیں کرتے- مگر علی سبیل الایمان والتقلید- بسبب اس کے جو اس کے حسن و جمال کی صورتیں

تقاضا کرتی ہیں۔ اس لئے کہ موجودات کی ہر صورت اس کے حسن کی ایک صورت ہے۔ پھر اگر صورت نے بطور تشبیہ کے شہادت دی۔ اور تنزیہ کی کسی چیز کی شہادت نہ دی۔ تو حق نے ایک وجہ سے تجھے اپنے حسن و جمال کا شاہد بنایا۔ اور اگر صورت تشبیہی کی شہادت میں تو نے تنزیہ الٰہی کا بھی ادراک کیا۔ تو حق نے اپنی دونوں وجوہ تشبیہ و تنزیہ میں اپنے جلال و جمال پر تجھے گواہ کر لیا کہ جدھر منہ کرو۔ ادھر ہی اللہ کی ذات ہے۔ پھر خواہ تو اس کی تنزیہ کرے۔ خواہ تشبیہ۔ ہر حال میں تو اس کی تجلیات میں مستغرق ہے۔ تو اس سے جدا نہیں ہے۔ کیونکہ تو ہی ہے۔ اور تیرے سوا اور کچھ نہیں۔ اور جس حال۔ عمل اور معنوں پر تو ہے۔ وہ تیری ہی ہویت ہے۔ تمام تو اس کے جمال کی صورت ہے۔ پھر اگر تو صورت تشبیہ پر ہی باقی رہا۔ تو تو اس کی صورت حسن کی شہادت دے رہا ہے۔ اور اگر باوجود تیری تشبیہ کے تجھ پر تنزیہ کا چشمہ کھلا۔ تو تو اس کے حسن۔ جمال اور معنی کی صورت ہے۔ اور اگر تو ایسے مشہد سے کامیاب ہوا۔ جو تنزیہ و تشبیہ سے باہر ہے۔ تو تو تنزیہ و تشبیہ دونوں سے باہر ہو گیا۔ اور وہ ذات ہے۔ پس جس چیز کو تو پسند کرتا ہے۔ اپنے نفس کے لئے اسے اختیار کرے۔

جان کہ حق کے لئے دو تشبیہیں ہیں۔ ایک تشبیہ ذاتی۔ اور وہ وہ حالت ہے۔ جس پر صور محسوسہ موجودات یا وہ خیالی صورتیں ہیں۔ جو محسوسات کے مشابہ ہیں۔ دوسری تشبیہ وضعی جس پر ان اسماء کی معانی کی صورتیں ہیں۔ جو ان امور سے منزہ ہیں۔ جو خیال میں مشتبہ بالمحسوس ہیں۔ اور یہ صورت ذہن میں متعقل و مدرک ہوتی ہے اور حس میں متکیف نہیں ہوتی۔ اور جب متکیف ہوتی ہے۔ تو تشبیہ ذاتی سے ملحق ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ تکیف تشبیہ کے کمال سے ہے۔ اور کمال ذات کو مناسب ہے۔ باقی رہ گئی تشبیہ وضعی۔ کہ اس میں کسی طرح کا بھی تکیف ممکن نہیں۔ بموجب اس ضرب المثل کے جس میں اللہ تعالٰے نے اپنے نور ذاتی کو طاق۔ چراغ۔ قندیل سے تشبیہ دی ہے۔ اور انسان اس تشبیہ ذاتی کی صورت ہے۔ اس طرح کہ طاق سے مراد اس کا سینہ ہے۔ اور قندیل یعنی شیشے سے مراد اس کا قلب اور چراغ سے اس کا ستر اور شجرۂ مبارکہ سے مراد ایمان بالغیب ہے۔ اور وہ ظہور حق ہے۔ خلق کی صورت میں۔ اور ایمان سے مراد ایمان بالغیب ہے۔ اور مراد زیتون سے حقیقت مطلقہ ہے۔ جس کی بابت ہم کہتے ہیں۔ کہ وہ نہ تو من کل الوجوہ حق ہے۔ اور نہ من کل الوجوہ خلق۔ اور نہ شجرۂ ایمانیہ ہے۔ جس کی صفت لاشرقیۃ تنزیہ مطلق کو ثابت کرتی ہے۔ بایں طور کہ تشبیہ اس میں نہ ہو۔ اور اس کی صفت لاغربیۃ تشبیہ مطلق ہے۔ جس میں تنزیہ بالکل نہ ہو۔ پھر یہ شجرۂ ایمانیہ جس میں پوست تشبیہ اور مغز تنزیہ ہے۔ نچوڑا جاتا ہے اور اس سے روغن زیت نکالا جاتا ہے۔ اس وقت اس کا تیل کہ مراد اس سے یقین ہے۔ روشنی دیتا ہے۔ جس کے نور سے اس روغن کی ظلمت دور ہو جاتی ہے۔ اگرچہ معائنہ کی آگ جس کو دوسرے لفظوں میں نور عیانی کہتے ہیں۔ اس کو نہ پہونچی ہو۔ اور وہ نور عیانی نور ایمانی پر تشبیہ کا نور ہے۔ اور مراد نور ایمانی سے تنزیہ کا نور ہے۔ اللہ تعالٰے اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے۔ ہدایت دیتا ہے۔ اور لوگوں کے سمجھاتے کے لئے ضرب المثلیں بیان کرتا ہے۔ اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ اور یہ تشبیہ جس کا اس ضرب المثل

Marfat.com

میں ذکر آیا ہے۔ تشبیہ ذاتی ہے۔ اور وہ چونکہ ضرب المثل سے ایک طور سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس لئے یہ ضرب المثل اس کے حسن کی ایک صورت ہے۔ جیسا کہ علم اگر عالم مثال میں دودھ کی صورت میں ظاہر ہو۔ تو یہ دودھ کی صورت معنی علم کی ایک صورت ہے۔ جس پر اس کو حمل کیا گیا ہے۔ ایسا ہی ہر مثل جس میں ممثل بہ ظاہر ہوتا ہے۔ ممثل بہ کی ایک صورت ہوتی ہے۔ پس اس کو سمجھ۔ کہ طاق۔ چراغ۔ قندیل۔ شجرہ۔ تیل جو نہ شرق کی جانب ہے۔ اور نہ غرب کی جانب اور اس کا روشنی دینا اور آگ اور وہ نور جس کی صفت نور علے نور ہے۔ یہ سب اپنے ظاہر مفہوم سے جمال الٰہیہ کی ذاتی صورتیں ہیں۔ اور واللہ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔ اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ مراد اس علم سے اس جمال کے معنی ہیں۔ اس لئے کہ علم وہ معنی ہیں۔ جو کسی شے کے عالم میں ہوتے ہیں۔ اس کو خوب طور سمجھ۔ اللہ تعالے حق بولتا ہے۔ اور وہ زیادہ جاننے والا ہے۔

بارھواں باب

تجلّی افعال میں

اپنے افعال میں حق سبحانہ و تعالے کی تجلّی سے وہ مشہد مراد ہے۔ جس میں بندہ جمیع اشیاء میں قدرت کا جریان ملاحظہ کرتا ہے۔ اور اس امر کا شاہد ہوتا ہے۔ کہ خدا ہی ان چیزوں کا محرک ہے۔ اور بندہ سے فعل کی نفی کرتا ہے۔ اور اس کو حق کے لئے ثابت کرتا ہے۔ بندہ اس حالت میں اپنی قوت حول۔ ارادت سے مسلوب کیا جاتا ہے۔ اس مشہد کے آدمیوں کی چند قسمیں ہیں۔ بعض ان میں سے ایسے ہیں۔ جو اوّلاً ارادہ حق کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ پھر اس کے فعل کا۔ اور اس حالت میں قول۔ فعل۔ ارادت تینوں چیزیں اس سے چھینی جاتی ہیں۔ اور یہ مشہد تجلیات افعال کے [illegible] ہے۔ اور بعض ارادہ حق کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ لیکن مخلوقات میں اس [illegible] یہ کہ سلطانِ قدرت کے ماتحت وہ سب چل رہے ہیں۔ اور بعض ان میں سے [illegible] سے فعل کو صادر ہوتے دیکھ کر پھر آخر میں حق کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یعنی اس فعل کو حق کی جانب منسوب کرتے ہیں۔ اور بعض مخلوق سے فعل کے صادر [illegible] کے بعد ایسا کرتے ہیں۔ لیکن اس قسم والے کا مشہود جب افعال غیر کے متعلق ہو۔ تو مسلم ہے۔ اور جب اپنے افعال کے متعلق ہو۔ اس [illegible]

Marfat.com

میں مسلّم ہے۔ جبکہ ظاہر شریعت کے موافق ہو۔ بخلاف اس شخص کے جو اولاً ارادۂ حق کو مشاہدہ کرتا ہے پھر قبل صدورِ فعل یا صادر ہوتے وقت یا بعد صدور کے ارادۂ حق سے تصرف حق کو دیکھتا ہے۔ اسکی بابت ہم تسلیم کر لیں گے۔ کہ یہ مشہد اس کو صحیح ہو گیا ہے۔ اور ظاہر شریعت سے ہم اس کا مطالبہ کریں گے اگر صادق ہو گا۔ تو وہ ان امور میں مخلص سمجھا جائیگا۔ جو اللہ اور اس کے مابین ہیں۔ میرے اس قول کا فائدہ یہ ہے۔ کہ بہرحال یہ مشہد اس کے لئے تسلیم کیا جائیگا۔ اور پہلا شخص جو صدورِ فعل کے بعد جریانِ قدرت کو دیکھتا ہے۔ اس مشہد میں اس کا صادق ہونا ہم تسلیم نہیں کرینگے۔ اس لئے کہ ان دونوں میں سے کسی کے لئے یہ جائز نہیں۔ کہ ان باتوں میں جو خلافِ امر و نہی ہیں۔ قدرت سے جھگڑا کرے۔ بلکہ ان دونوں کو ظاہر شریعت کے حکم کا امتثال لازم ہے۔ پھر جس سے ایسی حرکت صادر ہوگی۔ جس پر شرع میں حد مقرر ہے۔ اس پر حد قائم کی جائیگی۔ اس لئے کہ اس نے کہا۔ جو حکم خدا سے اس کو لازم تھا۔ اور ہمارے لئے بھی یہ مشہد تقاضا کرتا ہے۔ کہ ہم بھی اس پر اس حکم خدا کو جاری کریں۔ جو اس فعل کو لازم ہے۔ اور جو شخص صدورِ فعل کے بعد جریانِ قدرت کو مشاہدہ کرتا ہے۔ فعل غیر کے مشاہدہ میں تو اس کے شہود کی تصدیق کی جائیگی لیکن اپنے نفس کے فعل میں اس کی وہی بات مقبول ہوگی۔ جو کتاب و سنت کے موافق ہوگی۔ اس لئے کہ زندیق بھی جب کسی معصیت کا مرتکب ہوتا ہے۔ تو کہہ دیتا ہے۔ کہ یہ فعل اللہ کے ارادہ اور اس کی قدرت سے مجھ سے وقوع میں آیا ہے۔ اور یہ اسی کا فعل ہے۔ پھر زندقہ اور اس مقام میں کوئی فرق نہ رہا۔ اور بعض ایسے ہیں جو فعل اللہ کو مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور تبعاً اپنے نفس کے فعل کو بھی دیکھتے ہیں۔ ایسے اشخاص اطاعت الٰہی کے کاموں میں طائع اور معصیت کے کاموں میں عاصی سمجھے جاتے ہیں۔ اور وہ ان دونوں حالتوں میں مسلوب الحول والقوت والارادت ہوتے ہیں۔ اور بعض اربابِ مشاہدہ ایسے ہیں۔ جو اپنے نفس کے فعل کو نہیں دیکھتے۔ فقط اللہ کے فعل کو دیکھتے ہیں۔ پھر وہ اپنے نفس کے لئے کوئی فعل مقرر نہیں کرتے۔ نہ اطاعت کے کاموں میں اپنے آپ کو مطیع اور نہ معصیت میں اپنے آپ کو عاصی خیال کرتے ہیں۔ اس مشہد کی باتوں میں سے ایک یہ ہے۔ کہ اس مقام کا آدمی کسی کے ساتھ کھانا کھاتا ہے۔ پانی پیتا ہے۔ پھر حلفاً کہہ دیتا ہے۔ کہ میں نے نہ کھانا کھایا نہ پانی پیا۔ حتیٰ کہ اس بات پر بھی حلف کر بیٹھتا ہے۔ کہ میں نے کوئی قسم نہیں اٹھائی۔ حالانکہ وہ اللہ کے ہاں نیک اور سچے ہوتے ہیں۔ اور یہ ایک نکتہ ہے۔ جس کو وہی سمجھتا ہے۔ جس نے اس مشہد کا مزا چکھا ہو۔ اور عین الیقین سے اسے مشاہدہ کیا ہو۔ اور بعض ایسے ہیں۔ جو اللہ کے فعل کو مشاہدہ نہیں کرتے۔ مگر اس کے غیر کے ساتھ۔ اور ان افعال میں جو اس کے نفس سے مخصوص ہیں۔ اپنے نفس کو نہیں دیکھتا۔ اور بعض ایسے ہیں۔ جو اللہ کے فعل کو نہیں دیکھتے۔ مگر اپنے نفس میں۔ اور غیر میں اس کا مشاہدہ نہیں کرتے۔ یہ مقام پہلے سے اعلےٰ و ارفع ہے اور بعض اطاعات میں فعل اللہ کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ لیکن معاصی میں نہیں۔ وہ اللہ تعالٰے کے ساتھ ہوتے ہیں۔ بحیثیت ان تجلیٔ افعال کے جو اطاعات میں ظاہر ہوتی ہے۔ یہ خدا تعالٰے کی اس پر رحمت ہے۔ کہ معاصی

Marfat.com

میں اپنے فعل کو اس سے چھپا رکھا ہے۔ تاکہ وہ معصیت میں نہ پڑ جائے۔ اور یہ اس کے ضعف کی دلیل ہے۔ ورنہ اگر وہ قوی ہوتا۔ تو معاصی میں بھی خدا تعالٰے کے فعل کو مشاہدہ کرتا۔ جیسا کہ وہ اطاعات میں کرتا ہے۔ اور ظاہر شرع کو بھی محفوظ رکھتا۔ اور بعض ایسے ہیں۔ جن پر خدا تعالٰے اپنا فعل معاصی میں ظاہر کرتا ہے۔ اور یہ حق کی طرف سے اس کے لئے ابتلاء ہے۔ کہ وہ معصیت میں خدا تعالٰے کے فعل کو دیکھتا ہے۔ اور اطاعت میں نہیں دیکھتا۔ اس وصف کے دو آدمی ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو نیکیوں کا حریص ہوتا ہے۔ اور دوسروں پر اطاعات میں سبقت لے جانی چاہتا ہے۔ پس خدا تعالٰے اطاعات کی جہت سے اس سے چھپ جاتا ہے۔ اور معاصی میں ظاہر ہوتا ہے۔ تاکہ معاصی میں وہ حق کو مشاہدہ کرے۔ اور اس سے کمال الٰہی اس کو حاصل ہو۔ اور اس کی علامت یہ ہے۔ کہ وہ ہمیشہ اس حالت میں نہیں رہتا۔ انجام کار اطاعات کی طرف لوٹ آتا ہے۔ اور دوسرا وہ آدمی ہے۔ جو استدراج میں مبتلا ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ معاصی میں اُسے رسوخ حاصل ہو جاتا ہے۔ پھر حق اس سے چھپ جاتا ہے۔ اور اس کو اسی حالت میں چھوڑا جاتا ہے نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ۔ اور بعض ایسے ہیں۔ جو اطاعت و معصیت دونوں میں اس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ پھر کبھی وہ مشاہدہ فی الطاعت کی حالت میں ہوتے ہیں۔ اور کبھی مشاہدہ فی المعصیت کی حالت میں سے

اسیر الی نجدٍ اذا نزلت بہ وارحل خوا نغور ان حلت فیہ

ترجمہ۔ معشوق جب نجد میں نازل ہوتا ہے۔ تو میں نجد کو چل پڑتا ہوں۔ اور جب غور میں اترتا ہے۔ تو میں غور کی جانب کوچ کرتا ہوں

اور بعض ان میں سے ایسے ہیں۔ جو فعلِ خدا کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور جب معصیت سے کچھ ان پر جاری ہوتا ہے۔ تو اس پر سکون نہیں کرتے۔ منطرب ہوتے ہیں۔ رو پڑتے ہیں۔ گڑ گڑاتے ہیں۔ غمگین ہوتے ہیں۔ استغفار کرتے ہیں۔ اور اس سے محفوظ رہنے کی درخواست کرتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ وہ معصیت اسی سے صادر ہوتی ہے۔ بسبب اس کے کہ قدرت وجودی اس میں جاری ہے۔ یہ اس کے صدق اور اس کے مشاہدہ کے خالص ہونے اور شہوت نفسیہ سے اس کے بری ہونے کی دلیل ہے۔ [illegible] ہوتے ہیں۔ اور بعض کا حال ان مذکورہ اشخاص کے برعکس ہوتا ہے۔ وہ نہ گڑگڑاتے ہیں۔ نہ غمگین ہوتے ہیں نہ اس سے حفظ طلب کرتے ہیں۔ جریان قدرت کے ماتحت بے دھڑک سکون سے [illegible] ہیں۔ اور یہ اس مشہد میں انکی قوتِ کشف کی دلیل ہے۔ اور یہ مقام پہلے سے [illegible] سے سلامت و محفوظ رہے۔ اور بعض ان میں سے ایسے ہیں۔ کہ اللہ ان کی [illegible] ہے۔ پھر وہ معاصی وغیرہ میں جریان قدرت کا ملاحظہ کرتے ہیں۔ اور [illegible] ہونے کو دیکھتا ہے۔ اور وہ معصیت اللہ کے نزدیک اطاعت [illegible] ہوتا۔ اور بعض ان میں سے وہ ہیں۔ جن کی معصیت فی نفسہ اطاعت ہوتی ہے۔ بسبب ارادہ [illegible] موافقت کرنے کے اگرچہ اس کا امر اس کے ارادہ کے خلاف ہے۔ [illegible]

Marfat.com

عاصی اور موافقتِ ارادہ کی جہت سے مطیع ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ قبل صدورِ فعل ارادۂ حق کی شہادت دیتا ہے۔ پھر جو کچھ اس سے وقوع میں آتا ہے۔ ارادۂ الٰہی کے موافق ہوتا ہے۔ اور وہ اس کے ساتھ جریانِ قدرت کا ملاحظہ کرتا ہے۔ "تقلیب حق کو دیکھتا ہے۔ کہ وہی اسے اُلٹ پلٹ کر رہا ہے۔ اور بعض ابتلاء میں ڈالے جاتے ہیں۔ پھر خدا ان امر میں ان پر تجلی فرماتا ہے۔ جو حقیقۃً و شرعاً مذموم ہوتے ہیں۔ اور وہ اپنی ضلالت و خذلان میں تقلب حق کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور وہ اپنا گمراہ و مخذول ہونا بھی جانتے ہیں۔ یہ اسلئے ہے۔ کہ حکم مشہد نے اس فعل میں ظہور حق کا تقاضا کیا ہے

وقائلۃ لا تشتکی الصد من علوی ۔۔۔ ولکن صابراً فیہا علی الصد والبلوی

نقلت وعینی ما دعتنی زینب ۔۔۔ الی غیر خذلانی طریقاً ولا ماوی

نصیبی منہا ما تحققت قبحہ ۔۔۔ ومن قبح ما حققتہ ہٰذہ الشکوی

ترجمہ۔ میری معشوقہ زینب کہتی ہے۔ کہ میرے علو سے باز رہنے کی شکایت نہ کر۔ باوجود باز رہنے اور مبتلا ہونے کے صابر رہ۔ میں نے اُسے کہا۔ کہ مجھ کو چھوڑ دے۔ لیکن زینب نے سوائے میرے گمراہی اور خذلان کے میرے لئے کوئی راہ اور کوئی جائے پناہ نہ چھوڑی۔ اس سے میرا حصہ ہے۔ مجھ پر اس کی برائی ثابت نہیں ہوئی۔ اور جس برائی کو میں نے تحقیق کیا ہے۔ وہ بھی شکوی ہے۔

ایک غیبی فقیر اس مشہد کے فقیر سے ملا۔ اور اسے کہنے لگا۔ کہ اگر تو حفظ آداب شریعت سے ادب کو ملحوظ رکھتا اور اس سے سلامتی کو طلب کرتا۔ تو اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں یہ بات تیرے حق میں اچھی تھی۔ اس نے جواب دیا۔ کہ جناب من۔ اگرچہ میں نے ضلالت و خذلان کا لباس پہنا ہے۔ لیکن اس کے ارادہ کے میں موافق ہوں۔ کیا ارادۂ الٰہی کی موافقت میں معصیت کے کانٹے کو زیب تن کرنا ادب میں داخل ہے۔ یا کہ اسم طاعت کی ملابست۔ اور اس کے ارادہ کی مخالفت۔ اور ہوتا وہی ہے۔ جو اس کا ارادہ ہوتا ہے۔ اس نے کہا۔ میرا ساتھ چھوڑ دے۔ اور چلا جا۔

جان۔ کہ اس مقام کے لوگ اگرچہ ان کا مقام اور ان کا مقصد بزرگ و بلند ہے۔ حقیقت الامر سے محجوب ہوتے ہیں۔ جو کچھ وہ حق سے گنواتے ہیں۔ وہ قدر و وزن میں اس سے زیادہ ہوتا ہے۔ جس کو وہ حق سے پاتے ہیں۔ تجلیاتِ افعال تجلیاتِ اسماء و صفات کے لئے حجاب ہیں۔ اور ہم تجلیات افعال کے متعلق اسی مذکورہ بیان پر اکتفا کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم نے اس کتاب میں اختصار و طوالت کے مابین رہنے کا قصد کیا ہے۔

Marfat.com

تیرھواں باب

تجلّئ اسماء میں

جب حق تعالیٰ اپنے کسی بندہ پر اپنے کسی اسم میں تجلّی فرماتا ہے۔ تو اس اسم کے انوار میں بندہ کا اپنا وجود بیخ و بن سے اکھیڑا جاتا ہے۔ جب حق کو کوئی اس اسم سے پکارتا ہے۔ تو بندہ بول اُٹھتا ہے۔ اس لئے کہ اس اسم کا اس پر وقوع ہوتا ہے۔ اور تجلیات اسماء کا پہلا مشہد یہ ہے۔ کہ حق تعالیٰ اسم موجود میں تجلی فرماتا ہے۔ پھر بندہ پر اس اسم کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور اس سے اعلیٰ درجہ کی تجلی اسم واحد کی تجلی ہے۔ اور اس سے بڑھ کر اسم اللہ کی تجلی ہے۔ کہ اس تجلی میں بندہ کا وجود بیخ و بن سے اکھیڑا جاتا ہے۔ اور یہ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ پھر اس سے حق کو بطور حقیقت پکارا جاتا ہے۔ اس حالت میں اللہ اسم عبد کو مٹا کر اسم اللہ کو اس کے لئے ثابت کرتا ہے۔ جب کوئی یا اللہ کہہ کر پکارتا ہے۔ تو وہ بندہ اس کے جواب میں لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ کہتا ہے۔ پھر جب اس مقام سے ترقی کرتا ہے۔ اور اللہ اس کو قوت دیتا ہے۔ اور اس سے فناء کے بعد ایک دوسری بقا حاصل کرتا ہے پھر جو اس بندہ کو پکارتا ہے خدا اس کا جواب دیتا ہے۔ مثلاً اگر تو کہے یا مُحَمَّدُ تو خدا اس کے جواب میں کہیگا لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ پھر اس کے آگے اسم رحمٰن کی تجلی ہے۔ پھر اسم ربّ کی۔ پھر اسم ملک کی۔ پھر اسم علیمؔ کی۔ پھر اسم قادر کی۔ اور یہ ترتیب ہر تجلی دوسری سے بزرگ ہوتی ہے۔ کیونکہ پہلی تجلی دوسری سے اجمالی ہوتی ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ تفصیل اجمال سے زیادہ عزیز القدر ہے۔ اسم رحمٰن [illegible] اس کا ظہور اسم اللہ کے ظہور کی تفصیل ہے۔ اور اسم رب میں ظہور اسم رحمٰن کے ظہور کی ایسا ہی باقی اسماء کو قیاس کر لو۔ بخلاف تجلیات ذاتیہ کے۔ اس لئے کہ ذات ان مراتب مذکورہ میں سے جب کسی مرتبہ کے حکم میں تجلی فرماتی ہے تو اُس کا رتبہ اخص کے اوپر ہوتا ہے۔ چنانچہ رحمٰن کے رب کے اوپر اور ان دونوں کے اوپر اللہ کی ذاتی تجلی ہے۔ [illegible] [illegible] اور یہ بات تحقیقات اسمائیہ [illegible] جب بندہ ان تجلیات اسمائیہ میں [illegible] رکھتے ہیں اس درجہ کو پہنچتا ہے۔ کہ تجلی اسماء الٰہیہ اس سے [illegible] کرتا ہے۔ تو اس وقت بندہ کا علم [illegible] قدس کی شاخوں [illegible] ہوتا ہے ؎

ینادی المنادی باسمہا فاجیبہ — [illegible]
وما ذلک الا اننا روح واحد — [illegible]
کشخص لہ [illegible] واحد — [illegible]

Marfat.com

فذاتی لھا ذات واسمی فاسمہا — وحالی بہا فی الاتحاد غریب
وسنا علی التحقیق ذاتی لواحد — ولکنّہ نفس المحب حبیب

ترجمہ۔ پکارنے والا اس کا نام لیکر پکارتا ہے۔ تو میں اس کا جواب دیتا ہوں۔ اور میں پکارا جاتا ہوں۔ تو میری طرف سے لیلی جواب دیتی ہے۔ ہم دو قالب اور ایک جان ہیں۔ اور یہ ایک عجیب بات ہے۔ یا ہم دونوں مثل اس شخص کے ہیں۔ جس کے دو نام ہیں۔ اور ذات ایک ہے۔ جس نام سے ذات کو پکارا جاتا ہے۔ وہ نام اسی کو پہنچتا ہے۔ میری ذات اس کی ذات ہے اور میرا نام اس کا نام ہے۔ اس سے اتحاد میں میرا حال عجیب غریب ہے علی التحقیق ہم دو ذاتیں نہیں ہیں۔ کہ دونوں مل کر ایک ہو گئی ہوں۔ بلکہ خود نفس محب ہی حبیب ہے۔

تجلیات اسمائیہ میں عجیب بات یہ ہے۔ کہ متجلی لہ یعنی جس کے لئے تجلی ہوتی ہے۔ وہ صرف ذات محض کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اور اسم کو نہیں دیکھتا۔ لیکن تمیز کرنے والا ان اسماء کی باد شاہت کو جانتا ہے۔ جن کی تجلیات میں وہ اللہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اسی اسم سے اس نے ذات کی طرف رہنمائی حاصل کی ہے مثلاً اس سے یہ جانا جاتا ہے۔ کہ وہ اللہ ہے۔ یا رحمٰن ہے۔ یا علیم ایسا ہی کوئی اور اسم لے لو۔ پھر یہ اسم اپنے وقت پر حاکم ہے۔ اور ذات سے اس کا مشہد ہے۔

تجلیاتِ اسماء میں لوگوں کی چند قسمیں ہیں۔ ان میں سے بعض کا ہم ذکر کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اسماء بے شمار ہیں۔ پھر ہر اسم جس میں حق کی تجلی ہوتی ہے۔ لوگوں کی حالت اس میں مختلف ہوتی ہے۔ اور وصول کے طریقے بھی مختلف ہوتے ہیں۔ پس ان سب کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ میں ہر اسم کے مختلف طریقوں میں سے بھی انہی طریقوں کا ذکر کروں گا۔ جو خاصتہً میرے سلوک فی سبیل اللہ میں آئے ہیں۔ بلکہ تمام جن کا ذکر میں نے اپنے غیر سے بطریق حکایت یا اپنی طرف سے اس کتاب میں کیا ہے۔ وہ وہ باتیں ہیں۔ جو میرے زمانہ سلوک میں بطریق کشف و معائنہ مجھ پر کھولی گئی ہیں۔ اب ہم تجلیات اسماء میں لوگوں کی مختلف اقسام کے بیان کے درپے ہوتے ہیں۔ بعض وہ ہیں۔ جن پر حق بہ حیثیت اپنے اسم قدیم کے تجلی فرماتا ہے۔ اور اس تجلی کا طریق یہ ہے۔ کہ حق تعالےٰ وہ حالت اس پر منکشف فرماتا ہے۔ اور رئس علمی وجود کی کیفیت اس پر طاری کرتا ہے۔ جو پیدائش عالم سے پہلے اس کی تھی۔ اس حالت میں اس کا خارجی وجود سلب کیا جاتا ہے۔ اور وہ اس علمی وجود سے موجود ہوتا ہے جو ازل میں علم آلہی میں ثابت تھا۔ ظاہر ہے۔ کہ حق سبحانہ وتعالےٰ کا علم قدیم ہے۔ پھر معلوم جس کے ساتھ علم کا تعلق ہے۔ وہ بھی قدیم ہوگا۔ پس وہ شخص متجلی لہ بھی اس حالت میں قدیم ہوتا ہے۔ اور اس اعتبار سے جو موجودات علم الہی میں قدیم ہے۔ اپنے اسی اسم قدیم سے بندہ حق کی طرف رجوع کرتا ہے۔ جب اس قدم کی کیفیت اُس پہ طاری ہوتی ہے۔ تو وہ اپنے حدوث سے فانی ہو جاتا ہے۔ اور بصورت اپنے عین ثابتہ علمیہ قدیم رہ جاتا ہے۔ اور بعضے ایسے ہیں۔ جس پر وہ بہ حیثیت اپنے اسم حق کے متجلی ہوا۔ اور اس تجلی کا طریق یہ ہے۔ کہ حق تعالےٰ اس حقیقت کا راز اس پر منکشف فرماتا ہے۔ جس کی طرف خدا تعالےٰ کے اس قول

Marfat.com

میں اشارہ ہے۔ کہ ہم نے آسمان۔ زمین اور جو کچھ ان میں ہے۔ حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ پھر جس کے لئے اس کی ذات بہ حیثیت اپنے اسم حق کے تجلی فرماتی ہے۔ تو خلق اس سے فانی ہو جاتی ہے۔ اور محض ذات مقدس منزہ الصفات باقی رہ جاتی ہے۔ اور بعض پر حق سبحانہ و تعالےٰ بہ حیثیت اس کے اسم واحد تجلی فرماتا ہے۔ اور اس تجلی کا طریق یہ ہے۔ کہ حق تعالےٰ عارف پر عالم کی اصلیت اور مثل دریا کی موج کے ذات حق سے اس کا بروز کشفی طور پر ظاہر فرماتا ہے۔ پھر وہ بحکم واحدیت متکثر و متعدد مخلوق میں ظہور حق کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اس وقت اس کا کوہ وجود گر پڑتا ہے۔ اس کا کلیم بیہوش ہو جاتا ہے۔ کثرت وحدت گم ہو جاتی ہے۔ اور مخلوق کی یہ حالت ہو جاتی ہے۔ کہ گویا وہ نہ تھی۔ اور حق کی یہ کہ گویا ہمیشہ سے اس کی یہی شان چلی آتی ہے۔ اور بعض پر خدا تعالےٰ اپنے اسم قدوس کی حیثیت سے تجلی فرماتا ہے۔ اور اس تجلی کا طور یہ ہے۔ کہ حق تعالےٰ کشفی رنگ میں سالک کو وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي یعنی میں نے اپنی روح اس میں پھونک دی کے راز پر آگاہ کرتا ہے۔ اور اُسے سمجھا دیتا ہے کہ اس کی روح اس کا نفس ہے۔ سوائے اس کے اور کوئی بات نہیں۔ اور اللہ کی روح مقدس و منزہ ہے۔ پھر اس وقت حق تعالےٰ اپنے اسم قدوس میں اس پر تجلی فرماتا ہے۔ جس سے نقائص خلق و کون بندہ سے فانی ہو جاتے ہیں۔ اور وہ حق کے ساتھ باقی رہ جاتا ہے۔ جو وصف حدوث سے منزہ ہے۔ اور بعض ایسے ہیں۔ جن پر حضرت باری تعالےٰ کی تجلی بہ حیثیت اسم ظاہر کے ہوتی ہے۔ اور اس کا یہ طریقہ ہے۔ کہ خدا تعالےٰ عالم کون و خلق کی کثیف چیزوں میں ستر ظہور نور الٰہی کا انکشاف فرماتا ہے۔ جس سے سالک کو ھُوَ الظَّاھِر کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے۔ پھر اس حالت میں حق ظاہر اور بندہ پوشیدہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ ظہور ہستی حق سے دوسری مخلوق پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ اور بعض پر بہ حیثیت اسم باطن تجلی فرماتا ہے۔ اور اس کا طریق یہ ہے۔ کہ سالک پر یہ بات کھول جاتی ہے۔ کہ تمام چیزوں کا قیام اللہ کے ساتھ ہے۔ تا معلوم ہو جائے۔ کہ وہ ان کا باطن ہے۔ پھر جب بہ حیثیت اسم باطن ذات کی تجلی ہوتی ہے۔ تو نور حق سے اس کا ظہور مٹ جاتا ہے۔ حق اس کا باطن اور وہ حق کا ظاہر ہوتا ہے۔ یعنی بندہ کی اپنی [illegible] نہیں رہتی۔ نور حق بمنزلہ قالب اور حق بمنزلہ جان کے ہوتا ہے۔ اور بعض پر وہ بہ حیثیت اسم اللہ متجلی ہوتا ہے۔ اور اس تجلی کے طریقوں کی کوئی حد نہیں۔ بلکہ دوسرے اسماء جو پہلے مذکور ہوئے۔ انکی تجلیات کے طریقوں [illegible] یہی حال ہے۔ اس لئے کہ اختلاف مظاہر کی وجہ سے جو اختلاف قوابل سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان [illegible] نہیں ہو سکتا۔ پھر جب حق اپنے کسی بندہ پر بہ حیثیت اپنے اسم اللہ کے متجلی ہوتا ہے۔ تو [illegible] ہو جاتا ہے۔ اور وہ اس میں اس کے لئے اس کا نفس ہو جاتا ہے۔ اور اس کی [illegible] خلاص ہو جاتی ہے۔ اور قید اکوان سے وہ آزاد ہو جاتا ہے۔ [illegible] بلاؤں کو جانتا ہے۔ نہ ماؤں کو۔ جیسے اللہ کا ذکر کیا اس [illegible] اس کو دیکھا۔ اس وقت وہ زبان حال سے اپنی عجیب گفتگو سے یوں گویا ہوتا ہے

خلقتنی نکانت فی عینی نیابۃ [illegible]
اجل عوض [illegible]

نکنت انا ھی وھی کانت انا — وما لھا فی وجود مفرد من ینازع

بقیت بھا فیہا ولا تاء بیننا — وحالی بھا ماضٍ کذا ومضارع

ولکن رفعت النفس فارتفع الحجاب — نبھت من نومی فما انا ضاجع

وشاھدتنی حقًا بعین حقیقتی — فلی فی جبین الحسن تلک الطلائع

جلوت جمالی فاجتلیت مرئیا — لیطبع فیہا للکمال مطابع

فاوصافہا وصفی وذاتی ذاتہا — واخلاقہا لی فی الجمال مطالع

واسمی حقًا اسمہا واسم ذاتہا — لی اسم ولی تلک النعوت توابع

ترجمہ۔ میں نے اپنا وجود کھو دیا۔ پھر وہ میری طرف سے مجھ میں قائم مقام ہوا۔ یہ عوض جلیل القدر تھا۔ بلکہ بعینہ میں ہی تھا۔ پس میں وہ تھا۔ اور وہ میں تھا۔ وجود مفرد تھا۔ جس کے لئے کوئی جھگڑا کرنے والا نہ تھا۔ میں اس کے ساتھ اس میں باقی رہا۔ اور فرق ہمارے درمیان سے اٹھ گیا۔ اور میرا حال اس کے ساتھ ماضی و مضارع میں ایک ہی جیسا ہو گیا۔ لیکن میں نے اپنے نفس کو بلند کیا۔ پھر حجاب اٹھ گیا۔ اور میں اپنی نیند سے بیدار ہوا۔ گویا کہ میں لیٹا ہی نہ تھا۔ میں نے اپنی چشم حقیقت سے اپنے آپ کو حق دیکھا۔ پھر میرے حسن کی پیشانی میں یہ روشنیاں موجود ہیں۔ میں نے جلی شیشے منگائے تا کہ ان میں کمال کی صورتیں چھپ جائیں۔ پھر اس کے اوصاف میرا وصف اور میری ذات اس کی ذات ہے۔ اور اس کے اخلاق میرے جمال کے مطلع میں۔ اور بالتحقیق میرا نام اس کا نام ہے۔ اور اس کی ذات کا نام میرا نام ہے۔ اور یہ تمام اوصاف میرے توابع ہیں۔

اور بعض پر حق تعالے بہ حیثیت اپنے اسم رحمٰن کے تجلی فرماتا ہے۔ اور اس کا طور یہ ہے کہ جب حق بحیثیت اپنے اسم اللہ کے اس پر متجلی ہوتا ہے۔ تو اپنے مرتبہ علیا کبریٰ پر جو جمیع اوصاف بزرگی کو شامل ہے۔ اور جمیع موجودات میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ اس کو رہنمائی کرتا ہے۔ اور یہ اس تجلی ذاتی کے قریب پہنچنے کی سبیل ہوتی ہے۔ جو بحیثیت اس کے اسم رحمٰن کے ہوتی ہے۔ اور اس تجلی کی شان یہ ہے۔ کہ اس میں اسماء الہیہ ایک ایک ہو کر بندہ پر وارد ہوتے ہیں۔ پھر وہ برابر علےٰ قدر نورِ ذات جو خدا نے اس بندہ میں رکھا ہوتا ہے۔ ان کا اثر قبول کرتا رہتا ہے۔ حتی کہ اسم ربّ کا اس پر نزول ہوتا ہے۔ جب وہ اس کو قبول کر لیتا ہے۔ اور حق اس کے لئے اس میں متجلی ہوتا ہے۔ تو اسماء نفسیہ مشترکہ جو اسم ربّ کی رقابت میں ہیں۔ مثل علیم و قدیر اور اس جیسے اور نام اس بندہ پر اتر پڑتے ہیں۔ یہاں تک کہ اسم ملِک کا اس پر ورود ہوتا ہے۔ جب اس کو قبول کر لیتا ہے۔ اور حق اس کی ذات میں تجلی فرماتا ہے۔ تو باقی اسماء اپنے کمال کے ساتھ ایک ایک ہو کر اس پر اتر پڑتے ہیں۔ حتی کہ یہ سلسلہ اس کے اسم قیوم تک پہنچتا ہے۔ پھر جب اللہ اس کو قوت دیتا ہے۔ اور اپنے اسم قیوم میں اس کے لئے تجلی فرماتا ہے۔ تو تجلیات اسماء سے تجلیات صفات کی طرف منتقل ہوتا ہے۔

Marfat.com

۱۴

چودھواں باب

تجلی صفات میں

جب حق تعالے اپنی کسی صفت میں اپنے بندہ پر تجلی فرماتا ہے۔ تو بندہ اس صفت کے فلک میں یہاں تک تیرتا ہے۔ کہ بطریق اجمال نہ بطریق تفصیل اس کی حد کو پہنچ جاتا ہے۔ اس لئے کہ صفاتیوں کے لئے کوئی تفصیل نہیں ہے۔ صفات کی ان کو سیر بطریق اجمال ہوتی ہے۔ پھر جب بندہ اس صفت کے فلک میں تیر چکتا ہے۔ اور بحکم اجمال اس کا کمال حاصل کر لیتا ہے۔ تو اس صفت کے عرش پر قیام کرتا ہے۔ اور اس سے موصوف ہوتا ہے۔ اس وقت اس سے ایک دوسری صفت آ ملتی ہے۔ پھر یہ سلسلہ برابر لگا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ جمیع صفات کا کمال حاصل کر لیتا ہے۔ پھر اے میرے برادر تجھ کو یہ مذکورہ بیان مشکل میں نہ ڈالے۔ یہ تجلی کامل کی صورت یہ ہے۔ کہ جب حق سبحانہ و تعالے اپنے کسی اسم یا صفت سے بندہ پر متجلی ہونا چاہتا ہے۔ تو اس بندہ کو فنا کر دیتا ہے۔ ایسی فنا کہ اس کو اپنے نفس سے معدوم کر ڈالتا ہے۔ اور وجود سے اس کو سلب کر لیتا ہے۔ پھر جب نور عبدی مٹ جاتا ہے۔ اور روح خلقی فنا ہو جاتا ہے۔ تو حق تعالے بندہ کی ہیکل میں بدوں حلول اپنی ذات کا ایک لطیفہ اس چیز کے بدلے قائم کر دیتا ہے۔ جو اس سے اس نے چھینی ہے۔ وہ لطیفہ اس بندہ سے نہ جدا ہوتا ہے۔ نہ اس سے متصل۔ اس لئے کہ اپنے بندوں پر اس کا تجلی کرنا بطور اس کے فضل وجود کے ہے۔ اگر وہ ان کو فنا کر کے اس کا عوض ان کو نہ دے۔ تو یہ ایک قسم کا عذاب ہے۔ جو شایان شان باری نہیں۔ اس لطیفہ کا نام روح القدس ہے۔ پھر جب بندہ کے عوض میں وہ اپنی ذات کا ایک لطیفہ قائم کر دیتا ہے۔ تو تجلی اس لطیفہ پر واقع ہوتی ہے پس حق کی تجلی اپنے ہی نفس پر ہوتی ہے۔ لیکن اس لطیفہ الٰہیہ کا نام ہم بندہ اس اعتبار سے رکھتے ہیں۔ کہ وہ بندہ کے عوض میں ہے۔ ورنہ نہ بندہ ہے۔ نہ رب۔ اس لئے کہ مربوب یعنی بندہ کی نفی سے اسم رب کی بھی نفی ہو جاتی ہے پھر وہاں سوائے اللہ واحد احد کے اور کوئی نہیں ہے۔ اس کے متعلق میں کہتا ہوں۔ ؎

مَا الْخَلِیْفَۃُ اِلَّا اسم الوجود علی — حکم المجاز وفی الحقیقۃ [illegible]

فعند ما ظہر الانوار سبحوا — ذاک التجلی فلا کانوا ولا فقدوا

فانما ہم وہم فی عینہم عدم — فی الفناء وہم باقون ما جحدوا

فعند ما عدموا صار الوجود لہ — وکان ذا حکمہ من قبل ما وجدوا

فالعبد صار کما ان لم یکن ابدًا — والحق کان کما ان لم یزل احدا

Marfat.com

لكنه عند ما ابداء ملاحته كسى الخليفة نور الحق فاتحدا

افنى وكان عن الفاني بها عوضًا وقام عنهم ففي التحقيق ما قعدوا

كالموج حكمهم في بحر وحدته والموج في كثرة بالبحر متحدا

فان تحرك فالامواج اجمعه وان سكن لا موج ولا عدد

ترجمہ۔ مخلوق پر اسم وجود کا اطلاق مجازی طور پر ہوتا ہے۔ اور حقیقت میں کوئی نہیں۔ جب اس کے انوار ظاہر ہوئے۔ تو اس نام رکھنے کو وہ کھو بیٹھے۔ پھر نہ وہ موجود ہیں۔ اور نہ مفقود۔ اس نے ان کو فنا کر دیا۔ حالانکہ وہ اپنی حقیقت اور اپنی شخصیت میں پہلے ہی معدوم تھے۔ اور باوجود فانی ہونے کے پھر وہ باقی ہیں۔ جس سے ان کو انکار نہیں جب وہ معدوم ہو گئے۔ تو وجود اس کے لئے ثابت ہو گیا۔ اور ان کے موجود ہونے سے پہلے بھی اس کا یہی حکم تھا۔ پھر اس مقام فنا عن النفس والخلق وبقاء بالحق میں بندہ ایسا ہو گیا۔ کہ گویا وہ کبھی تھا ہی نہیں۔ اور حق ایسا کہ گویا اس کی شان احدیت میں جو اسم۔ صفت۔ کون وخلق وغیرہ جمیع اعتبارات سے بالاتر ہے۔ کوئی فرق نہیں آیا۔ یعنی وہ جیسا کہ ازل الازال میں تھا۔ کہ اس کے ساتھ کوئی شے نہ تھی۔ اس کی وہی شان بندہ پر طاری ہو جاتی ہے۔ مترجم۔ لیکن جب میں اس کی ملاحت ظاہر کرتا ہوں۔ تو مخلوق نور حق کا لباس پہن کر ایک ہو جاتی ہے۔ اس نے فانی کیا۔ پھر وہ فانی کی طرف سے خود عوض بنا۔ اور ان کی طرف سے وہ قائم ہوا۔ حالانکہ وہ حقیقت میں بیٹھے ہی نہ تھے۔ یعنی یہ فنا۔ قیام۔ قعود۔ عوض وغیرہ سب اعتباری چیزیں ہیں۔ ورنہ جس کی حقیقت کی آنکھ روشن ہوتی ہے۔ وہ جانتا ہے۔ کہ کون قائم اور کون قاعد۔ مترجم۔ اس کے دریائے وحدت میں مخلوق کا حکم مثل موج کے ہے۔ اور موج باوجود کثرت دریا سے ملی ہوئی ہے۔ اگر دریا متحرک ہو۔ تو وہ سب موج بن جاتا ہے۔ اور جب ساکن ہوتا ہے۔ تو نہ موج ہے۔ اور نہ عدد۔

جان۔ کہ تجلیات صفات سے مراد یہ ہے۔ کہ ذات عبد صفات رب سے متصف ہونے کو اصلی حکمی قطعی طور پر قبول کرے۔ جیسا کہ موصوف صفت کے اتصاف کو قبول کرتا ہے۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔ کہ لطیفہ الہیہ جو یہ ہیکل عبدی بندہ کی طرف سے قائم مقام ہوتا ہے۔ اوصاف الہیہ سے اس کا اتصاف اصلی حکمی اور قطعی ہوتا ہے۔ پس حق اسی چیز سے متصف ہوا۔ جو پہلے ہی اس کے لئے ثابت تھی۔ اور بندہ کے لئے یہاں کچھ نہیں ہے[1]۔ اور تجلیات صفات میں لوگوں کا حال ان کی قابلیتوں کے اندازہ پر ہوتا ہے۔ اور ان کے وفور علم وقوت عزم کے موافق ہوتا ہے بعض پر نہ انعکاس اپنی صفت حیات سے متجلی ہوتا ہے۔ پھر اس وقت بندہ جمیع عالم کی حیات بن جاتا ہے جمیع موجودات اجسام وارواح میں وہ اپنی زندگی کو سرایت کئے ہوئے دیکھتا ہے۔ معانی اور ان کی صورتوں کو دیکھتا ہے۔ کہ اسی سے انکی زندگی ہے۔ جس کے ساتھ وہ قائم ہیں۔ پھر وہاں مثل اقوال واعمال کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ اور مثل ارواح کے کوئی صورت لطیف نہیں ہے۔ یا مثل اجسام کے کوئی صورت کثیفہ نہیں ہے۔ جس کی زندگی

[1] یعنی لطیفہ الہیہ جو نفس عبد میں حق کا نمونہ ہے۔ اوصاف الہیہ سے اس کا اتصاف عین حق کا اتصاف ہے۔ پس سوائے حق کے یہاں کوئی چیز متصف نہیں ہوئی۔ مترجم

Marfat.com

یہ بندہ نہ ہو۔ اور حواس سے مدد لیتی ہو۔ وہ ان کی مدد لینے کی کیفیت کو مشاہدہ کرتا ہے۔ اور بدون کسی واسطے کے بلکہ بطریق ذوقِ الٰہی، کشفی، غیبی، عینی کے وہ اس بات کو خود اپنے نفس سے جانتا ہے۔ میں ایک مدت تک اس تجلی میں رہا۔ کہ موجودات کی زندگی اپنے اندر دیکھتا رہا۔ اور میں اپنی حیات کی اس مقدار کو بھی دیکھتا تھا۔ جو حسبِ اقتضاء ذاتِ ہر موجود کو مجھ سے حاصل تھی۔ اور میں اس حالت میں ایک ہی زندگی تھا۔ جو بالذات منقسم نہ تھی حتیٰ کہ عنایت الٰہی کا ہاتھ مجھے اس تجلی سے ایک اور تجلی کی طرف لے گیا۔ جو اس تجلی سے غیر تھی۔ اور اثر غیر۔

اور بعض پر اللہ تعالےٰ اپنی صفتِ علمیہ سے تجلی ہوتا ہے۔ اور اس طور پر کہ خدا جب اپنی صفتِ حیات سے اس پر تجلی فرماتا ہے۔ جو جمیع موجودات میں ساری ہے۔ تو یہ بندہ اس حیات کی قوت اور مدد سے تمام ان چیزوں کا مزا چکھ لیتا ہے۔ جو ممکنات میں ہیں۔ پھر اس وقت ذات صفتِ علمیہ سے اس پر تجلی فرماتی ہے۔ اور وہ جمیع عوالم کی تفریعات کو مبدء سے معاد تک جان لیتا ہے۔ اور ہر شے کی بابت اسے معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ وہ کیونکر تھی کیسی ہے۔ اور کیسی ہوگی۔ اور جان جاتا ہے اس چیز کو جو نہ تھی۔ اور اس بات کو کہ وہ کیوں نہ ہوگی۔ اور اگر ہوگی تو کس طرح ہوگی۔ یہ تمام علوم اس کے لئے ذاتی، اصلی، علمی، کشفی، ذوقی ہوتے ہیں۔ اس طرح کہ وہ بطریق اجمالی و تفصیلی کلی، جزئی کے جمیع معلومات میں سرایت کئے ہوتا ہے [illegible] علم لدنی ذوقی تفصیل غیب الغیب سے عالم الشہادۃ [illegible] دیکھتا ہے۔ اور غیب الغیب میں اجمالی کلی کو [illegible] سے کچھ حصہ نہیں ہے۔ اور اس کلام کو [illegible] دامن نہیں ہے

اور بعض پر خدا [illegible] تجلی ہوتا ہے [illegible] کشفیہ [illegible] محل بن جاتی ہے۔ [illegible] وہ تمام موجودات کو [illegible] میں ان سے [illegible] کی وجہ سوائے اس کے اور کوئی [illegible] ہوتی۔ جو اس کے حق [illegible] اس کا [illegible] کوئی چیز [illegible] بطور [illegible] اس کی شہادت [illegible] اس حالت [illegible]

Marfat.com

اور بعض پر صفتِ سمع سے اس کی تجلی ہوتی ہے۔ پھر وہ جمادات۔ نباتات۔ حیوانات کی بولی اور کلامِ ملائکہ اور مختلف بولیوں کو سنتا ہے۔ اور بعید اس کے لئے مثل قریب کے ہوتا ہے۔ اور یہ اس طرح کہ جب اللہ صفت سمع میں اس کے لئے متجلی ہوتا ہے۔ تو وہ اس صفت کی قوتِ احدیت سے ان مختلف بولیوں اور جمادات و نباتات کی نرم پست اور دبی آوازوں کو سنتا ہے۔ اس تجلی میں میں نے رحمٰن سے رحمانیت کے علم کو سُنا اور قرأتِ قرآن کو سیکھا۔ پھر میں رطل تھا۔ اور وہ ترازو تھا۔ اس کو بجز اہل القرآن کے جو اہل اللہ ہیں۔ اور کوئی نہیں سمجھتا۔ اور بعض پر وہ صفت کلام سے متجلی ہوتا ہے۔ پھر تمام موجودات اس بندہ کی کلام بن جاتی ہے۔ اور یہ اس طرح کہ جب خدا نے صفت حیات سے تجلی فرمائی۔ پھر صفت علمیہ سے اس چیز کو اس نے جانا۔ جو سترِ حیات سے اس میں تھی۔ پھر اس کو دیکھا۔ پھر اس کو سنا۔ تو اپنی حیات کی قوتِ احدیت سے وہ کلام کرنے لگا۔ اور تمام موجودات اس کی کلام ہوگئی۔ اس وقت اس نے اس کی ازلی کلام کو مشاہدہ کیا۔ جیسا کہ وہ ابد تک اس پر ہے۔ کیونکہ خدا کی باتیں ختم نہیں ہوتیں۔ اور اس تجلی سے خدا تعالیٰ اپنے بندوں سے بدوں حجاب اسماء کلام کرتا ہے۔ قبل تجلی اسماء کے۔ پھر بعض کلام کرنے والے ایسے ہیں۔ جس سے حقیقتِ ذاتیہ اس کے نفس سے اس کے ساتھ سرگوشی کرتا ہے۔ پھر وہ بغیر جہت اور بغیر جارحہ کے کلام کو سنتا ہے۔ اور کلام کو اس کا سننا اپنی کلیت کے ساتھ ہوتا ہے۔ نہ کان سے۔ پھر اس کو کہا جاتا ہے تو میرا حبیب ہے۔ تو میرا محبوب ہے۔ تو مراد ہے۔ عباد میں میرا منہ ہے۔ تو مقصدِ اسنیٰ اور مطلب اعلیٰ ہے۔ اسرار میں تو میرا سرّ ہے۔ انوار میں تو میرا نور ہے۔ تو میرا عین تو میری زینت تو میرا جمال تو میرا کمال ہے۔ تو میرا اسم تو میری ذات تو میری نعت تو میری صفات ہے۔ میں تیرا اسم میں تیری رسم میں تیری علامت میں تیری نشانی ہوں۔ تو موجودات کا خلاصہ اور وجود و حدوث کا مقصود ہے۔ تو میرے شہود کی طرف قریب ہوتا ہے۔ میں اپنے وجود سے تجھ سے قریب ہوتا ہوں۔ تو دور نہ ہو۔ پھر میں ہی وہ ہوں۔ جو میں نے کہا۔ ونحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ ہم اس کو اس کی رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ اسم عبد سے مقیدہ ہے۔ پھر اگر رب نہ ہوتا۔ تو بندہ بھی نہ ہوتا۔ تو نے مجھے ظاہر کیا۔ جیسا کہ میں نے تجھے ظاہر کیا۔ اگر تیری عبودیت نہ ہوتی۔ میری ربوبیت ظاہر نہ ہوتی۔ تو نے مجھے موجود کیا۔ جیسا کہ میں نے تجھے موجود کیا۔ پھر اگر تیرا وجود نہ ہوتا۔ تو میرا وجود بھی نہ ہوتا۔ میرے حبیب قرب کو لازم پکڑ۔ میرے حبیب علو کو اختیار کر۔ میرے حبیب میں نے اپنے وصف کے لئے تجھے چاہا۔ اور اپنے لئے تجھے بنایا۔ پھر اپنے نفس کو میرے غیر کے حوالے نہ کر۔ اور نہ میرے غیر کو اپنے میں لگا۔ میرے حبیب سونگھنے کی چیزوں میں مجھے سونگھ۔ میرے حبیب کھانے کی چیزوں میں مجھے کھا۔ موہوم میں میرا تخیل کر۔ معلوم میں مجھے سمجھ۔ میرے حبیب محسوس میں مجھے دیکھ۔ ٹٹولنے کی چیزوں میں مجھے ٹٹول۔ پہننے کی چیزوں میں مجھے پہن۔ میرے حبیب مجھ سے تو ہی مراد ہے۔ اور تو ہی مجھ سے کنایہ کیا گیا ہے۔ اور تو ہی وہ چیز ہے۔ جس سے میرا کنایہ لیا جاتا ہے۔ اسکی شفقتوں سے کوئی چیز زیادہ لذیذ نہیں۔ اور اس کی مہربانیوں سے کوئی چیز زیادہ شیریں نہیں۔

بعض کلام کرنے والے ایسے ہیں۔ جن سے حق لسانِ خلق پر کلام کرتا ہے۔ پھر وہ ایک جہت سے کلام

Marfat.com

کو سنتا ہے۔ لیکن جانتا ہے۔ کہ بغیر جہت کے ہے۔ وہ خلق کی جانب سے اُسے آواز دیتا ہے۔ لیکن وہ اُسے حق سے سنتا ہے۔ اسی کے متعلق میں کہتا ہوں ؎

شغلت بلیلی عن سواھا فلواری — جماداً تخاطبت الجماد خطابھا

ولا عجب انی اخاطب غیرھا — جماداً ولکنّ العجیب جوابھا

ترجمہ "میں ماسوا لیلی کو چھوڑ کر لیلی میں مشغول ہو گیا۔ پھر اگر میں جماد کو دیکھتا ہوں۔ تو اسے لیلی سمجھ کر اس سے مخاطب ہوتا ہوں۔ اور یہ کوئی عجب نہیں۔ کہ میں اس کے غیر یعنی جماد سے کلام کرتا ہوں۔ لیکن عجیب یہ ہے۔ کہ وہ اس کا جواب دیتا ہے"۔

اور بعض کلام کرنے والے ایسے ہیں۔ جن کو حق عالم اجسام سے عالم ارواح کی طرف لے جاتا ہے۔ اور یہ بلند رتبہ کے متکلم ہیں۔ بعض ایسے ہیں۔ کہ ان سے قلب میں خطاب کرتا ہے۔ اور بعض وہ جو اپنی روح سے آسمانِ دنیا کی طرف چڑھتے ہیں۔ اور بعض ان میں سے دوسرے آسمان کی طرف اور بعض تیسرے آسمان کی طرف ہر ایک کا صعود اس کے مقسوم کے موافق ہوتا ہے۔ بعض ان میں سے سدرۃ المنتھی پر پہنچتے ہیں۔ پھر وہ وہاں اس سے کلام کرتا ہے ہر متکلم سے حق کا مکالمہ اسی قدر ہوتا ہے۔ جس قدر کہ حقائق میں اس کو دخل ہوتا ہے۔ اسلئے کہ حق تعالے ہر چیز کو وہاں ہی رکھتا ہے۔ جہاں اس کے رکھنے کی جگہ ہے۔ اور بعض ایسے ہیں۔ جن کے لئے مکالمہ کے وقت نوروں میں سے کسی نور کا سراپردہ لگایا جاتا ہے۔ اور بعض کے لئے نور کا منبر قائم کیا جاتا ہے۔ اور بعض اپنے باطن میں نور دیکھتے ہیں۔ پھر اس نور کی جہت سے کلام کو سنتے ہیں۔ کبھی اس نور کو کثیر کبھی اکثر کبھی گول کبھی دراز دیکھتے ہیں۔ اور کوئی ان میں سے صورت روحانیہ کو دیکھتا ہے۔ جو اس سے سرگوشی کرتی ہے۔ ان سب باتوں کا نام خطاب نہیں رکھا جاتا مگر اس صورت میں جبکہ اللہ تعالٰے جتنا دے۔ کہ وہی متکلم ہے۔ اور یہ بات اس میں دلیل کی محتاج نہیں ہے بلکہ اس کے متعلق پہلی ہی دفعہ اطمینان نازل ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ کلام الٰہی کی خاصیت مخفی نہیں رہتی۔ اور یہ باتیں خطاب میں داخل نہیں ہوتیں۔ مگر یہ کہ جانے۔ کہ جو کچھ سن رہا ہے۔ خدا کا کلام ہے۔ پھر وہ دال [illegible] دلیل کا ہوتا ہے۔ نہ بیان کا۔ بلکہ بمجرد سننے کلام کے جان جاتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کا کلام ہے۔ جس کا صعود [illegible] پذیر ہوتا ہے۔ اسے کہا جاتا۔ کہ میرے حبیب تیری انیت یعنی تیرا اکرنی وجود اس کی طرف الفاظ [illegible] ہے میری ہویت ہے۔ یعنی وہ میں ہی ہوں۔ انت ہو کا عین ہے۔ اور ہو وہی انا ہے۔ میرے [illegible] بساطت میری ترکیب ہے۔ اور تیری کثرت میری واحدیت۔ بلکہ تیری ترکیب [illegible] جہل میری درایت۔ تجھ سے میں ہی مراد ہوں۔ میں تیرے لئے ہوں۔ نہ اپنے لئے [illegible] تو ہی مراد ہے۔ تو میرے لئے ہے۔ نہ اپنے لئے۔ میرے حبیب تو ایک نقطہ ہے۔ جس پر وجود کا دائرہ ہے۔ پھر اس دائرہ [illegible] تو ہی عابد اور تو ہی معبود۔ تو نور ہے۔ تو ظہور ہے۔ تو حسن و زینت ہے۔ تو مثل آنکھ کے ہے۔ جو انسان کے لئے [illegible] مثل انسان کے ہے۔ جو آنکھ کے لئے ہے ؎

Marfat.com

ویا روح روح الروح والآیة الکبری — ویا سلوة الاحزان للکبد الحرا

ویا منتہی الآمال یا غایة المنی — حدیثک ما احلاه عندی وما امرا

ویا کعبة التحقیق یا قبلة الصفا — وعرفات الغیب یا طلعة الغرا

اتیناک خلفناک فی ملک ذاتنا — تصرف لک الدنیا جمیعا مع الاخری

فلولاک ما کنا ولولای لم تکن — فکنت وکنا والحقیقة لا تدری

فایای نعنی بالمعزة والغنی — وایاک نعنی بالفقیر ولا فقرا

ترجمہ۔ اے روح کی روح اور آیت کبریٰ۔ اور اے گرم جگر کے غمناکوں کی تسلی۔ اے امیدوں کی نہایت آرزو کی غایت میرے نزدیک تیری گفتگو کیسی میٹھی ہے۔ اور کیسی کڑوی ہے۔ اے تحقیق کے کعبہ۔ اے صفا کے قبلہ اور اے غیب کے عرفات۔ اے روشن چہرے ہم تیرے پاس آئے ہیں۔ اور اپنی ذات کے ملک میں تجھے چھوڑ آئے ہیں۔ تیرے لئے تمام دنیا مع آخرت پھر رہی ہے۔ پھر اگر تو نہ ہوتا۔ ہم نہ ہوتے۔ اور اگر میں نہ ہوتا۔ تو نہ ہوتا۔ پس تو تھا اور ہم تھے۔ اور حقیقت کو کوئی نہیں جانتا ہم بزرگی اور تونگری سے میرا ہی وجود مراد لیتے ہیں۔ اور فقیر سے بھی ہماری مراد تو ہی ہے۔ حالانکہ فقر کوئی نہیں ہے۔

بعض کلام کرنے والے ایسے ہیں۔ جن کو غیبی امور پر اطلاع دی جاتی ہے۔ ان غیبی امور میں وہ خبریں بھی داخل ہیں۔ جو قبل از وقوع بتائی جاتی ہیں۔ پھر کبھی تو یہ اس سے بطریق سوال کے ہوتا ہے۔ اور اس طریق سے غیب کی بات کہنے والے لوگ اکثر ہیں۔ اور کبھی خود حق تعالےٰ کی طرف سے بطریق ابتدا کے ہوتا ہے۔ اور بعض متکلم کرامات کے خواستگار رہتے ہیں۔ خدا کرامتوں سے ان کو مشرف فرماتا ہے۔ پھر جب وہ اپنے محسوس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ تو وہ کرامات اس بات کی دلیل ہوتی ہیں۔ کہ اس کا مقام اللہ کے ساتھ صحیح ہو گیا ہے۔ متکلمین کا اتنا ہی ذکر کافی ہے اب ہم پھر تجلیات صفات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ بعض صفاتیوں پر خدا تعالےٰ اپنی صفت ارادہ سے تجلی فرماتا ہے اس تجلی میں مخلوق اس کے ارادہ کے موافق ہوتی ہے۔ اور یہ اس طرح کہ جب حق تعالےٰ صفت متکلم سے تجلی کرتا ہے۔ تو اس متکلم کی احدیت سے بندہ اس چیز کا ارادہ کرتا ہے۔ جس پر کہ مخلوق ہے۔ پھر چیزیں اس کے ارادہ کے موافق ہوتی ہیں۔ اور اس تجلی کے بہت سے واصلوں کا یہ حال ہے۔ کہ وہ الٹے پاؤں لوٹتے ہیں۔ پھر حق سے جو دیکھتے ہیں اس کا انکار کر بیٹھتے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ جب حق سبحانہ تعالےٰ اس کو بطریق شہود عینی غیب الٰہی کے عالم میں یہ دکھا دیتا ہے۔ کہ سب چیزیں اسی کے ارادہ سے ہو رہی ہیں۔ تو بندہ اس بات کو اپنے عالم شہادت میں اپنی ذات میں تلاش کرتا ہے۔ پھر یہ بات اس کو حاصل نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ ذاتیوں کی خصوصیات سے ہے۔ وہ اس شہود عینی کا انکار کر دیتا ہے۔ اور الٹے پاؤں لوٹ آتا ہے۔ اور اس کے قلب کا شیشہ ٹوٹ جاتا ہے۔ وہ بعد شہود کے حق کا انکار کر دیتا ہے۔ اور اس کے پانے کے بعد اس کو کھو بیٹھتا ہے۔ اور بعض پر اللہ تعالےٰ صفت قدرت سے تجلی فرماتا ہے۔ پھر عالم محسوس میں چیزیں اس کی قدرت سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور ان کا وہی نتیجہ ہوتا ہے۔ جو عالم غیبی میں ہے۔ پھر جب وہ اس میں ترقی کرتا ہے۔ تو اسی الوزج میں وہ بات اس پر ظاہر ہوتی ہے۔ جو اس عالم غیبی میں ہے

Marfat.com

اس سے پوشیدہ ہوتی ہے۔ اور اس تجلی میں میں نے صلصلۃ الجرس یعنی گھنٹی کی سی جھنکار کو سنا۔ پھر میری ترکیب درہم برہم ہو گئی۔ میرا نقش جاتا رہا۔ اور میرا نام مٹ گیا۔ اور اس چیز کی شدت سے جو مجھ پر وارد ہوئی میں اس پیاسے چیتھڑے کی مانند ہو گیا جو کسی بلند درخت سے لٹکا ہوا ہو۔ پھر تند ہوا اس کو تھوڑا تھوڑا کرکے اڑا لئے جاتی ہے۔ اس حالت میں میں کیا دیکھتا ہوں۔ بجلیاں ہیں۔ کڑکیں ہیں۔ بادل ہے۔ جو نور برساتا ہے۔ دریا ہیں جن سے آگ کی موجیں اٹھتی ہیں۔ آسمان اور زمین مل گئے۔ اور میں ایسی تاریکیوں میں پڑ گیا۔ کہ بعض انکی بعض پر ہیں۔ پے در پے برابر میرے لئے قوی سے قوی چیزیں پیدا کرتی رہی۔ اور مجھ میں ہو کر مرغوب تمیں چیزیں بناتی رہی حتیٰ کہ حضرت جلال نے مجھ پر بلند سرا پردے تان دئیے۔ اور جمال کا اونٹ سوزنِ خیال کے سوراخ میں داخل ہو گیا۔ پھر دانئے ہاتھ کو جو بند تھا۔ منظر اعلےٰ میں کھول دیا۔ اس وقت چیزیں پیدا ہو گئیں۔ اور عماء جاتا رہا۔ اور جب کشتی کوہ جودی پر ٹھہر گئی۔ تو آواز دی گئی۔ کہ اے آسمان اور زمین خوشی سے یا ناخوشی سے ہمارے پاس آؤ۔ ان دونوں نے کہا کہ ہم خوشی سے آتے ہیں۔ اسی کے متعلق کہا ہے

تصرف فی الزمان کما ترید — فمولی انت نحن لہ العبید
وسل السیف فی عنق الاعادی — فسیفک فی العدی ذکر حدید
فھب ما شئت وامنع لا تبخل — ومن کفی تجود بما ترید
فمن سعدتہ بالقرب یدنو — ومن شقیتہ فھو البعید
وملک من ترید من الامانی — ویحقر من رددت فلا یسود
وابرم ما عقدت فلیس حل — وانقذ ما رددت فھو [illegible]
ولا تخش العتاب علی قضاء — [illegible] سیفک لا یعید
لک الملکوت ثم الملک [illegible] — [illegible]
لک العرش المجید مکان عز — [illegible]

ترجمہ - جیسے تو چاہتا ہے زمانہ میں تصرف کر۔ پھر تو [illegible] ہم [illegible]
کہ تیری تلوار ان کے حق میں ایک تیز بارشہ [illegible]
[illegible]
[illegible]
حقیر ہو گیا۔ پھر وہ سردار نہیں [illegible]
وہ چیز ہے جس کو [illegible]
[illegible]
[illegible]

کرتا ہے۔

اور اس تجلی سے ایک اہل ہمت کے تصرفات ہیں۔ اور اس تجلی سے ایک عالم خیال ہے۔ اور وہ چیزیں ہیں۔ جو عجیب وغریب اختراعات سے اس میں متصوّر ہوتی ہیں۔ بلند رتبہ سحر بھی اسی تجلی سے ہے۔ اہل جنت کی رنگا رنگ نعمتیں جن کو وہ چاہتے ہیں۔ اسی تجلی سے ہیں۔ اور اسی تجلی سے سمسمہ کے عجائبات ہیں۔ جو طینت آدم کا بقیہ تھی۔ اور جس کا شیخ محی الدین ابن عربی نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے۔ سمسمہ عربی لغت میں سرخ چیونٹی کو بھی کہتے ہیں۔ مترجم)۔ پانی پر چلنا۔ ہوا میں اڑنا۔ تھوڑی چیز کو بہت کر دینا اور بہت کو تھوڑا اور اس قسم کے اور خوارق یہ سب اسی تجلی سے ہیں۔ اے میرے بھائی۔ یہ بات تجھ پر مخفی نہ رہے۔ کہ یہ تمام چیزیں ایک ہی قسم ہیں۔ یہ اختلافِ وجوہ مختلف ہو گئی ہیں۔ پھر سعید اس کے سبب سے نیکبخت ہو گیا۔ اور راندہ اس کے سبب سے بدبخت بن گیا۔ پس اس کو سمجھ۔ میں نے اس تھوڑے سے بیان میں تیرے لئے اشارہ کر دیا ہے۔ اور اس چیستان میں وہ اسرار مخفی رکھے ہیں۔ کہ اگر تو ان پر واقف ہو گا۔ تو تجھے اس سرّ قدرت پر اطلاع ہو جائیگی۔ جو محفوظ و مکنون ہے۔ پھر اس وقت جس چیز کے لئے تو کہیگا۔ ہو جا۔ وہ ہو پڑیگی۔ یہ وہ اللہ ہے۔ جس کا حکم کاف و نون کے درمیان ہے۔

اور بعض ان میں سے وہ ہیں۔ جس پر اللہ تعالٰے صفت رحمانیت سے تجلّی فرماتا ہے۔ اور یہ امر اس وقت ہوتا ہے۔ جبکہ اس کے لئے عرشِ ربوبیّت قائم ہو گیا۔ پھر وہ اس پر استیلا پاتا ہے۔ اور اس کے لئے اقتدار کی کرسی اسی کے دونوں قدموں کے نیچے رکھی جاتی ہے۔ پھر اس کی رحمت تمام موجودات میں سرایت کر جاتی ہے۔ وہ ذات کی کرسی ہے۔ صفات کی قیومی ہے۔ اور یہ آیات پڑھتا ہے قُلِ اللّٰھُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ترجمہ۔ یعنی کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ اے اللہ میرے تو مالک ملک کا ہے۔ جس کو تو چاہتا ہے۔ ملک دیتا ہے۔ اور جس سے چاہتا ہے۔ چھین لیتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے عزّت دیتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے۔ ذلیل کرتا ہے۔ تیرے ہاتھ میں بھلائی ہے۔ بیشک تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ رات کو دن میں داخل کرتا ہے۔ اور دن کو رات میں اور زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے۔ اور مردہ کو زندہ سے اور جس کو تو چاہتا ہے۔ بغیر حساب کے رزق دیتا ہے۔

یہ سب باتیں اس کے عالم غیب میں ہوتی ہیں۔ جو شک وشبہ سے منزہ ہے۔ جو کچھ اس کی گریبان میں ہے اس کو دیکھتا ہے۔ اور یہ اہل الصفات اور اہل الذات کے مابین وہی فرق ہے۔ جو پہلے دو تین دفعہ مذکور ہو چکا۔ اور بعض پر اللہ تعالٰے الوہیت سے تجلی فرماتا ہے۔ پھر دو ضدیں جمع ہوتی ہیں۔ سیاہی سفیدی کو عام ہوتا ہے۔ ادنے و اعلے کو شامل ہوتا ہے۔ مٹی اور موتیوں کو احاطہ کرتا ہے۔ اس وقت اسم اور وصف کو سمجھتا ہے

Marfat.com

لف ونشر کا انکار کرتا ہے[لہ]۔ اور جانتا ہے۔ کہ یہ امر پیاسے کے واسطے سراب ہے۔ جس کو وہ پانی گمان کرتا ہے حتیٰ کہ جب اس کے قریب آتا ہے۔ اس کو کوئی چیز نہیں پاتا۔ وہاں اللہ کو پاتا ہے۔ جو اس کے حساب کو پورا کرتا ہے پھر اپنے سیدھے اور الٹے ہاتھ سے اس کی کتاب کو لپیٹ لیتا ہے۔ اور کہا گیا بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ظالموں کی قوم کے لئے دوری ہے[ٹ]۔

جان۔ کہ نور کتاب مسطور ہے۔ ہدایت دیتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے۔ گمراہ کرتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف سے اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔ گمراہ کرتا ہے۔ اس سے بہتوں کو اور ہدایت کرتا ہے۔ اس سے بہتوں کو۔

اور جان کہ اس کے سوا کوئی راہ بھی نہیں ہے۔ وہ اللہ کی راہ ہے۔ اس کے لئے ہدایت ہے۔ اور اس کے غیر کیلئے گمراہی۔ پھر جب دو امروں سے خطاب کیا گیا۔ اور دو حکموں کا اعتبار کیا گیا۔ اور دو نام رکھے گئے۔ چمکتے ستارے غروب ہو گئے۔ حالانکہ وہ اپنے فلکوں میں روشن اور گردش کر رہے ہیں۔ اور اس تجلی کی خصوصیتوں میں سے ایک یہ ہے۔ کہ بندہ جمیع اہل مذاہب کے خیالات کی تصدیق کرتا ہے۔ اور ان کے اصل ماخذ کو جانتا ہے۔ اور اس بات کی شہادت دیتا ہے۔ کہ جو ان میں سے سعید ہوا۔ کس طرح ہوا۔ اور جو شقی بنا۔ وہ کس طرح بنا۔ حالانکہ وہ سب اہل مذاہب باطلہ شقی ہوتے ہیں۔ اور نیز اس بات کو جانتا ہے۔ کہ ان جملہ مذاہب میں گمراہی نے کیونکر دخل پایا۔ اور اس کے خصائص میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ اس مقام والا جمیع اہل مذاہب کی باتوں کو غلط بھی کرتا ہے۔ حتیٰ کہ مسلمین، مؤمنین، محسنین، عارفین کو بھی خطا پر سمجھتا ہے۔ کامل محققین کے سوا کسی کی رائے کی تصدیق نہیں کرتا۔ اور نیز اس تجلی کے خصائص میں سے یہ ہے کہ بندہ کی نہ نفی ممکن ہے۔ نہ اثبات۔ نہ اس کو وصف کرتا ہے۔ نہ ذات۔ نہ اسم پر زبان موڑتا ہے۔ نہ اسم پر جرأت لیتا ہے۔ میں اس تجلی میں ملائکہ محافظین کے ساتھ جمع ہوا۔ پھر میں نے باوجود ان کے مشاہد و مناظر کے مختلف ہونے کے ان کو دیکھا۔ کہ وہ اپنی اصلوں یعنی مقامات میں حیران و سرگشتہ تھے۔ پھر بعض حیران تھے۔ کہ جمال نے ان کو حیرت میں ڈال رکھا تھا۔ اور بعض خاموش تھے۔ کہ جلال نے ان کے منہ پر لگام لگائی ہوئی تھی۔ اور بعض ناطق تھے۔ کہ کمال نے بولنے میں ان کو آزاد کیا ہوا تھا۔ اور بعض اس کی ہویت میں جس کی طرف لفظ هُوَ سے اشارہ کیا جاتا ہے۔ غائب تھے۔ اور بعض اس کی انیت میں جس کی طرف لفظ انا سے اشارہ کیا جاتا ہے۔ حاضر تھے۔ بعض مفقود الوجود اور بعض شہود میں موجود تھے۔ بعض اس کی دہشت میں حیران اور بعض اس کی حیرت میں مدہوش تھے۔ بعض گداز اور بعض اس کی بقا میں ہشت تھے۔ بعض عدم محض میں مسابد اور بعض وجود نفسی سے ... بعض وجود میں محو اور بعض شہود میں ڈوبے ہوئے تھے۔ بعض نار احدیت میں سوختہ اور بعض بحار صمدیت سے جلوہ

لہ لف و نشر کا انکار کرتا ہے۔ لف کے معنی لپیٹنے اور نشر کے معنی پھیلانے کے ہیں۔ چونکہ حضرت احدیت میں جمع ہے۔ نہ تفصیل۔ اس لئے لف و نشر کا انکار صحیح ہوا واللہ اعلم بالصواب۔ ٹ چونکہ اس مقام کے ظہور سلطان میں بعض شطحیات کے پاس ادب کو چھوڑ کر شطحیات کے مرتکب ہوتے ہیں۔ لہذا مصنف علیہ الرحمۃ نے اس عبارت سے ان کو آگاہ کیا۔

Marfat.com

اپنے لئے تھے۔ بعض انس کو گم کرنے والے بعض قدس کو پانے والے تھے اور بعض انس کو پانے والے اور قدس کو گم کرنے والے تھے۔ ناظر ان کے احوال میں حیران رہ جاتا تھا اور حیرت زدہ ان کے اقوال سے ہدایت پاتا تھا پھر میں ایک شخص کی طرف مائل ہوا جس کا مقام ان سب سے اکمل وارفع تھا۔ میرا میلان اطلاع پانے والے کا سا میلان تھا نہ کہ حیران و تماشا کرنے والے کا سا میلان۔ پھر میں نے اس کو کہا۔ اے کامل قریب۔ اور اے باادب روح اقدس اپنے تخت سیاہ مشہد میں۔ یعنی مشہد حیرت میں مجھے اپنے حال سے خبر دے۔ اپنے اسم کی باتیں کر۔ اور اپنے اسم کی تصریح کر۔ پھر اس نے اس شخص کا سا اعراض کیا جو تعریض سے جھجکتا ہے۔ اور شیخ مجبر کی توجہ کی مانند اس نے توجہ کی۔ پھر دو گھٹنوں کے بل بیٹھا۔ اور اپنی حیرت میں منہمک ہوا۔ میں نے حال اس سے دریافت کیا۔ تو اس نے اپنے حال کا ترجمہ کیا اور کہا۔ کہ اسم سے سوال نہ کر۔ پھر تو اسم کی تبدیل میں بند رہ جائیگا۔ اور اس کو چھوڑنا بھی نہ۔ ورنہ اپنے حق کو مٹا دے گا۔ رخساروں کو نہ پھیر۔ ورنہ اپنے آسمانوں کے رب سے محجوب رہ جائیگا۔ اور نہ ذات سے منہ موڑ۔ ورنہ تو پوسیدہ عدم کا طالب ٹھہریگا۔

نفی کفران معصیت وجود ہے۔ اور اثبات زیان کاری۔ یہ دو سحر ہیں۔ اور حق ان دونوں کے درمیان برزخ ہے جس سے وہ اپنی حد سے تجاوز نہیں کرتے۔ اگر تو نے میرا اثبات کیا۔ تو تو نے مجھے اپنا غیر بنایا۔ کیونکہ یہ تثلیث ہے نہ توحید۔ اس سے تین چیزیں ثابت ہوتی ہیں۔ ایک مُثبِت دوسری مُثبَت تیسری نسبت۔ مترجم۔ اور اگر تو نے میری نفی کی۔ تو تو اپنے باطن کی حقیقت سے محجوب رہا۔ اگر تو نے کہا۔ کہ تو میں ہوں۔ تو تیرا طور اور فن میرے طور اور فن سے علیحدہ کہاں رہا۔ اور اگر تو نے کہا۔ کہ تو میرا غیر ہے۔ تو میری غیر کے ہر معنی تجھ سے فوت ہو گئے۔ اور اگر تو متحیر ہوا۔ تو تو فقیر بنا۔ اگر تو عجز کا قائل ہوا۔ تو وصف عزت کو تو نے کھو دیا۔ پھر اگر تو نے نہایت اور کمال کا دعویٰ کیا۔ تو تیرا معاملہ ابتدا میں ہے۔ نہ نہایت میں۔ اور اگر تو نے سب کو چھوڑ دیا۔ اور خواب اور نیند کا قائل ہوا۔ تو تجھ پر افسوس ہے۔ کہ سب کچھ تو گنوا بیٹھا۔ اور اگر تو نے اپنی ذات میں اپنے عرش صفات پر قیام کیا۔ تو پھر دیکھ کہ تیرے اور میرے کمال میں کتنا فرق ہے۔ [illegible] اور کیا تیرے لئے وہ چیز ہے۔ جو میرے لئے ہے اسی کے متعلق میں کہتا ہوں ؎

تحیرت من حیرتی مبہم ... فقد حار وہمی فی وہمہ
فلما وجدنا التحیر من ... تجاہل قلبی ام علمہ
فان قلت جہلا فاکذب بہ ... وان قلت علما فمن اہلہ

ترجمہ۔ میں اپنی حیرت میں متحیر ہوں کہ وہ کس چیز سے ہے۔ میرا وہم اس کے وہم میں حیران ہوا۔ پھر میں نے نہ جانا۔ کہ تحیر میرے قلب کے [illegible] سے ہے۔ تو میں اسکی تکذیب کرتا ہوں۔ اور اگر [illegible] حیرت [illegible]

کچھ نہیں کھلتا مجھے ہیں کون ہم ... محو حیرت ہیں یا شکل جنوں

Marfat.com

میرا ہی فلکِ اعلٰے ہے۔ اور میری ہی مسجد مسجد اقصٰی ہے۔ وفدوں سے اس کے گرد برکت دی گئی ہے۔ اور وارد ہونے والوں کے لئے بہنے والا شیریں پانی ہے۔ جو میرے دریا کا خشنا ور بنا۔ میں نے اسے موتی سمجھ کر اپنے سینے کے ہار میں پرویا۔ اور جو میرے تیز گھوڑے پر سوار ہوا۔ میں نے اسے اپنے شہر طے کرا دیئے۔ اور جس نے اپنی حد سے تجاوز کیا۔ اور اس چیز کا دعوٰی کیا۔ جو اس کے پاس نہ تھی۔ اس کی سزا ہمیشہ کا جواب ہے۔ حالانکہ میں نے کہہ دیا ہے۔ کہ افترا نہ کر۔ خدا کی ذات کذب سے بلند و برتر ہے۔ پھر وہ تم کو عذاب سے ہلاک کریگا۔ میں صراطِ مستقیم ہوں۔ ٹیڑھا اور سیدھا میں ہوں حادث اور قدیم میں ہوں۔ پھر تو حضرتِ وجود اور ہمکلام ہونے میں ہمیشہ بایکدیگر شراب نوشی کے ساغر طلب کرتا رہا۔ حتےٰ کہ ایک جنبش کرنے والے نے جنبش کی۔ اور ایک دامنِ کوہ سے بجلی کوندی۔ پھر میں نے اس رکن کے متعلق اس سے سوال کیا۔ جو نگاہ رکھا گیا ہے۔ اور اس بڑی بھاری خبر کی بابت پوچھا۔ جس [illegible] ہو رہے ہیں۔ اس نے کہا۔ میں سن رہا ہوں۔ جو تو کہہ رہا ہے۔ یہ اسما جن کی بابت تو نے دریافت کیا ہے۔ اپنی نہایت [illegible] درجہ کی چوٹی پر واقع ہیں۔ پس یکایک وہ فصیح زبان اور صریح بیان سے مجھ سے راز کی باتیں کرنے [illegible] آنحالیکہ اس کا ارادہ تھا۔ کہ جو کچھ اس کے پاس ہے۔ مجھے بتا دے۔ اور کچھ چھپا نہ رکھے۔

پھر میں نے کہا کیا ہے یہ۔ یعنی کون سا شہد ہے۔ اس نے جواب [illegible] الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ یہ رحمٰن کا دربار ہے۔ جس نے قرآن سکھلایا۔ پھر میں نے حضرت قدیر کو کہا۔ کہ اسے [illegible] بابت مجھ سے بات کر۔ اس نے کہا خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝ [illegible] يَسْجُدٰنِ ۝ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ترجمہ۔ انسان کو پیدا کیا۔ اور بات کرنی اس کو سکھلائی۔ آفتاب اور چاند ایک مقررہ حساب کے بموجب چلتے ہیں۔ ستارے اور درخت سجدہ کرتے ہیں۔ آسمان کو بلند کیا۔ اور ترازو کو اتارا۔ میں نے مرید کو کہا۔ کہ اے قدیم جدید یعنی باعتبارِ ذات قدیم اور باعتبارِ صفت ارادہ متجددہ کے جدید میری بابت مجھے خبر دے۔ اور مجھے مجھ سے میری طرف پھیر اس نے جواب میں کہا۔ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ترجمہ۔ جب آفتاب لپیٹا جائیگا۔ اور جب ستارے بے نور ہو جائیں گے۔ اور جب پہاڑ چلائے جائینگے۔ اور جب دس ماہ کی گابھن اونٹنی کا حمل چھن جائیگا۔ اور جب جانور ایک جا اکٹھے کئے جائینگے۔ اور جب دریا بھر کاٹ جائینگے۔ اور جب روحیں اپنے بدنوں سے ملائی جائیں گی۔ یعنی اے اپنی بابت خبر پوچھنے والے۔ یہ تیری ہی خبر ہے۔ اس کو سمجھ اور [illegible]

کیا ہیں جو تیرے [illegible] کہاں سے تم نے سفر کیا۔ اور کہاں جاؤ گے۔ اور [illegible] مجھ [illegible] میں [illegible] اور کہ خود ہی لپیٹ لیا۔ مترجم پھر علیم اپنی [illegible] زبان سے بولا۔ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝ اور جب [illegible] پوچھی جائیگی کہ کس [illegible] پیچھے قتل کی گئی وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝ وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ۝ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۝ عَلِمَتْ نَفْسٌ [illegible]

[illegible] آسمان کا پوست اتار لیا جائیگا۔ اور جب [illegible] جلائی جائیگی [illegible]

Marfat.com

نزدیک ہی جانگی۔ مرتی جان لیگا۔ جو جا غمر گیا گیا ہے۔" پھر میں نے کہا۔ اے تعجب میں لانے والے حکیم۔ عنقاء مغرب تو مجھے حال بیان کر۔ اور اس خزانہ کا مجھے پتہ دے۔ جو کاف اور نون کے درمیان نگاہ رکھا گیا ہے کہا۔ تجھے مجھ سے کفائت کرتا ہے۔ جو میری طرف سے قدیم کو حادث بناتا ہے۔ یعنی وہ خزانہ میں ہی ہوں جو کاف و نون کے درمیان قدیم تھا۔ اور پھر حادث بنا۔ میں نے اُسے کہا۔ یہ کفائت نہیں کرتا۔ کہا کیا میں تجھے زیادہ دوں۔ میں نے کہا۔ ہاں مجھے زیادہ دے۔ پھر اس نے کہا۔ کہ مزید تیرے پاس میری طرف سے ہی خبر اور درست رائے لایا۔ میں نے کہا۔ کہ اس کا سمجھنا مجھ پر مشکل تھا۔ پھر اے ہمارے مولا و آقا تو کون ہے۔ کہا۔ میں نفس العبید یعنی بندوں کی روح ہوں۔ پھر اس نے یہ آیت پڑھی وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ انما أَمْرُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۔ اور وہ نہیں سنتے کہ جب ہم کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں۔ تو صرف یہی کہہ دیتے ہیں۔ کہ ہو جا۔ کہ پھر وہ ہو پڑتی ہے۔

یہ مذکورہ حضرات ہمیشہ مجھ سے رازداری کی باتیں کرتے رہے اور انکی نیک۔ پسندیدہ کنواریاں میرے سامنے آتی رہیں۔ حتیٰ کہ نسیم سعادت چل پڑی۔ اور سرداری کا علم و نشان اس کو ثابت ہو گیا۔ پھر میں نے اس کی پھیلنے والی خوشبو کو سونگھا۔ درانحالیکہ اس کا پھیلنا ذات کے ساتھ ذات کے لئے ذات میں تھا۔ اس نے مجھے گھیر لیا۔ حتیٰ اس سے مجھ پر ایک بے ہودگی طاری ہوئی۔ اور میں نے اس کو اپنے آپ سے اپنی طرف کھینچا۔ میرے قویٰ کھل گئے۔ اور میرا اٰمد دا اور میری سوزش جاتی رہی۔ ممکن و ممتنع کا نشان نہ رہا۔ رجوع کرنے والا اور جو بجائے خود ساکن تھا۔ پس گیا۔ حیّ کا نقش و نشان جاتا رہا۔ حتیٰ کہ خیال لَا مَیِّتَ وَلَا حَیَّ بھی باقی نہ رہا۔ پھر میں اُس وقت ابدی طور پر مرچکا۔ اور سرمدی طور پر پس گیا۔ پھر اس کے بعد نہ بعث ہے نہ نشور۔ نہ غیبت ہے۔ نہ حضور۔ پس جس وقت حیّ فنا ہو گیا۔ اور گھر میں ہلاک ہونے والا ہلاک ہو گیا۔ تو خود اس نے اپنے آپ سے سوال کیا۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ۔ آج کے دن ملک کس کے لئے ہے۔" پھر خود ہی جواب دیا۔ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ "خدا واحد قہار کے لئے ہے۔"

۱۵

پندرھواں باب

مجلّٰی ذات میں

للذات فیک بصرف الراح لذات — وکل جمع سواها فهو اشتات

Marfat.com

تجلی منزهة عن وصف واصفها بلا اعتبار و لا فيها اضافات
کالشمس تبدو ويخفی وصف انجمها تفنى ولكن لها في الحكم اثبات
هي الظلام ولا صبح ولا شفق ودون منزلها للوفد تيهات
وكم دليل حد اللوكب يقصدها فحار فيها ولم تجز [illegible]
خفية السبل لا رسم ولا علم ابية الوصل تحميها الابيات
لها ميس طريق دارس حرج ودونه لسرى الموهوم وقفات
کالجهل امست علوم العالمين لها سيان في حيها رشد وغيات
لم يظفر العقل يوما من صرافتها منزها ولدى الفكر [illegible]
ولا لنار الهدى في سبلها علم ولا النور التقى فيها اضاءات
طرق واول من حارت ادلتها فيها فلا احيوا فيها ولا ماتوا
اوصافها غرقت في بحر عزتها دون الوفا فهي عند الكنه اموات
فلا سبيل الى استيفاء ماهيتة باسره وقفت [illegible]

ترجمہ — ذات کے لئے تجھ میں مئے صرف و خالص کی لذتیں ہیں۔ اس کے سوا جسم میں [illegible] نے تجلی کی۔ وہ آخالیا۔ وہ وصف و واصف سے منزہ ہے۔ نہ اعتبار ہے۔ نہ کوئی اضافت [illegible] کہ جب ظاہر ہوتا ہے۔ تو اس کے ستاروں کا وصف مخفی ہو جاتا ہے۔ وہ آفتاب [illegible] ہیں۔ لیکن درحقیقت وہ حکم اثبات کا رکھتے ہیں۔ وہ تاریکی ہے۔ صبح اور شفق نہیں ہے۔ اور اس کی منزل کے قریب تک نے جانے والوں کے لئے جنگل ہیں۔ جن میں وہ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ سالک اس کے قصد [illegible] کرتا ہے۔ کتنی ہی دلیلیں ہیں۔ پھر وہ اس میں حیران رہ گیا۔ اور اس نے وا مرنہ [illegible] ہیں۔ نہ پتہ ہے۔ نہ نشان۔ وصل کو وہ قبول نہیں کرتا۔ حالانکہ انکار [illegible] اس کو اپنے ساتھ لئے ہوئے ہیں۔ اس کی راہ مٹی ہوئی ہے۔ تنگ اور [illegible] سرایت کرنے کے لئے ٹھہرنے کی جگہیں ہیں۔ مثل جہل کے ہے۔ کہ دنیا کے تمام علوم [illegible] اس کے وجود میں رشد اور گمراہیاں برابر ہیں۔ عقل کسی دن [illegible] نہیں ہوئی۔ اور نہ فکر کو وہاں نشے ہیں۔ اور نہ نار ہدایت کو [illegible] روشنیاں ہیں۔ ایسے رستے ہیں۔ کہ اول جو چیز ان میں حیران ہوئی [illegible] تو ان میں زندہ ہوئے۔ اور نہ مرے۔ اس کے اوصاف اس کی عزت [illegible] نہیں کی۔ پھر وہ کنہ کے وقت مردے ہیں۔ پورے طور پر اس کی ماہیت [illegible] سے کوئی راہ نہیں ہے۔ [illegible]

Marfat.com

جان۔ کہ ذات وجود مطلق سے عبارت ہے۔ اس طرح پر کہ تمام اعتبارات سا اضافات۔ نسب وجہات ساقط کر دیئے جائیں۔ مگر اس طرح پر نہیں۔ کہ وجود مطلق سے ان کو خارج سمجھا جائے۔ بلکہ اس طرح پر کہ یہ تمام اعتبارات اور وجود مطلق سے جو چیزیں ان کی طرف منسوب ہیں۔ وہ سب وجود مطلق میں ہیں۔ نہ بالذات اور نہ اپنے اعتبار سے بلکہ بعینہ وہ چیز ہے۔ جس پر وجود مطلق ہے۔ اور یہ وجود مطلق ذات سا ذج ہے جس میں نہ اسم کا ظہور ہے۔ نہ نعت کا نہ نسبت کا نہ اضافت کا اور نہ کسی اور چیز کا۔ پھر جب مذکورہ چیزوں میں سے کوئی چیز اس میں ظاہر ہوتی ہے۔ تو یہ منظر اپنے مظہر کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ نہ کہ ذات محض کی طرف۔ اس لئے کہ ذات کا حکم فی نفسہ جمیع کلیات و جزئیات نسب و اضافات کو شامل ہوتا ہے بحکم ان چیزوں کی بقا کے اور غائبہ احدیت الذات میں ان کے نیست و نابود ہونے کے۔ پھر جب کسی وصف یا اسم یا نعت کا اس میں اعتبار کیا جاتا ہے۔ تو یہ اعتبار بحکم اس معتبر کے مشہود کے ہوتا ہے۔ نہ ذات کے لئے سا سی لئے ہم نے کہا ہے۔ کہ ذات وجود مطلق ہے۔ اور نہیں کہا۔ کہ وجود قدیم ہے سا اور نہ یہ کہ وجود واجب ہے۔ تاکہ اس سے ذات کا مقید کرنا لازم نہ آئے۔ ورنہ کون نہیں جانتا کہ مراد یہاں ذات سے ذات قدیم واجب الوجود ہے۔ اور وجود مطلق سے میری مراد وہ وجود مطلق بھی نہیں ہے۔ جس میں اطلاق کی قید پائی جاتی ہے۔ اس لئے کہ مفہوم مطلق میں کسی طرح کی قید نہیں پائی جاتی۔ یہ ایک بہت باریک بات ہے۔ اس کو سمجھ۔ اور جان۔ کہ ذات صرف۔ ساذج جب اپنی سذاجت و سادگی اور صرافت سے تنزل ہوتی ہے۔ تو اس کے تین مظہر ہوتے ہیں۔ جو صرافت و سذاجت سے ملے ہوئے ہوتے ہیں۔ پہلا مظہر احدیت ہے۔ جس میں اعتبارات اضافات۔ اسماء و صفات سے کسی چیز کا ظہور نہیں ہے۔ یہ ذات صرف ہے۔ لیکن احدیت اس کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ اسی لئے اس کا حکم سذاجت سے تنزل سمجھا جاتا ہے۔ دوسرا مظہر ہویت ہے۔ احدیت کے سوا تمام مذکورہ چیزوں میں سے کسی چیز کا اس میں ظہور نہیں ہے۔ پھر وہ سذاجت سے ملحق ہے۔ لیکن اس کا لحوق احدیت کے لحوق سے کمتر ہے اس لئے کہ اس میں بطریق اشارہ غیبوبیت سمجھی جاتی ہے۔ جو لفظ ہو سے غیب کی طرف کیا جاتا ہے۔ پس اس کو سمجھ تیسرا مظہر انیت ہے۔ وہ بھی ایسا ہی ہے۔ ہویت کے سوا اس میں کسی چیز کا ظہور نہیں ہے۔ ملحق بہ سذاجت ہے لیکن اس کا لحوق بہ سبب اس میں متکلم حضور اور حاضر کے سمجھے جاتے کے ہویت کے لحوق سے کمتر ہے اور متکلم رتبہ میں اس غائب سے ہم کو زیادہ قریب ہے۔ جو سمجھا جاتا ہے۔ اور پوشیدہ ہے۔ پس اس کو سمجھ اور اس میں غور و تامل کر۔

نوٹ۔ اس عبارت کے سمجھنے کیلئے معلوم کرنا چاہیئے کہ لفظ انیت لفظ انا سے ماخوذ ہے۔ جو ضمیر متکلم ہے فرمایا اللہ تعالے نے إِنَّهُ أَنَا اللّٰهُ پس انا احدیت کی طرف اشارہ ہے اس لئے کہ وہ اثبات محض ہے۔ اس میں کسی قسم کی قید نہیں۔ ایسا ہی احدیت ذات محض ہے۔ مطلق ہے۔ وہ دوسری کو چھوڑ کر ایک چیز سے مختص و مقید نہیں۔ اور اللہ تعالے نے قول إِنَّهُ میں ضمیر غائب ہو ہویت ملحقہ بالاحدیت کی طرف اشارہ ہے۔ اسی لئے وہ انّ سے مرکب ہو کر ظاہر ہوتا ہے۔ اور انا اس ہویت کی طرف اشارہ ہے۔ جو احدیت متصف بہ انیت سے ملحق ہے۔ اسی لئے اخبار یہ لفظ إِنَّهُ اللّٰهُ میں مبتدا و مرجع وہی ہوتا ہے۔ خبر اللہ کی اسناد انا کی طرف ہے۔ کہ انیت کی ہویت و احدیت کے مرتبہ

Marfat.com

میں متنزل کیا گیا ہے۔ اور یہ تمام ذات سانج صرف سے مراد ہے۔ اور ان ہر سہ مظاہر کے پرے بجز مظہر و احدیت کے کوئی مظہر نہیں ہے۔ جو مرتبہ الوہیت سے معتبر ہے۔ جس کا حق دار اسم اللہ ہے۔ اور مذکورہ آیت انہ انا اللہ نے بہ ترتیب ان مراتب پر دلالت کر دی ہے۔ پس اس میں تامل کرنا چاہیئے۔ پھر جب تو نے سمجھ لیا۔ جو ہم نے کہا ہے۔ تو جان کہ اہل الذات سے وہ لوگ مراد ہیں جن میں لطیفہ الٰہیہ مضمر ہے۔ اس چیز کے متعلق جو ہم نے کہا۔ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے۔ کہ حق جب اپنے بندہ پر تجلی فرماتا ہے۔ اور اسے اپنے نفس سے فانی کرتا ہے۔ تو اس میں ایک لطیفہ الٰہیہ قائم ہوتا ہے۔ اور یہ لطیفہ کبھی ذاتی ہوتا ہے۔ اور کبھی صفاتی۔ جب وہ ذاتی ہوتا ہے۔ تو ہیکل انسانی اس وقت ایک فرد کامل اور غوث جامع ہوتا ہے۔ جس پر وجود کا امر وا مر ہوتا ہے۔ اس کے لئے رکوع اور سجود ہوتا ہے۔ اور دنیا کو خدا اس سے محفوظ رکھتا ہے۔ اور وہ مہدی اور خاتم سے ملقب ہوتا ہے۔ اور وہ خلیفہ ہے۔ جس کی طرف حق تعالیٰ نے قصۂ آدم میں اشارہ فرمایا۔ اس کے امتثال امر میں حقائق موجودات کا انجذاب ایسا ہی ہوتا ہے۔ جیسا کہ لوہے کو مقناطیس کی جانب۔ عالم اس کی عظمت میں مقہور ہوتا ہے۔ اور وہ اپنی قدرت سے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی۔ اور یہ اس [illegible] پر کہ چونکہ اس ولی میں یہ لطیفہ الٰہیہ ذات سا ذج ہوتا ہے۔ اور کسی مرتبہ سے مقید نہیں ہوتا۔ نہ مرتبہ حقیہ الٰہیہ سے اور نہ مرتبہ خلقیہ عبدیہ سے۔ اس لئے ہر مرتبہ موجودات کو اس کا حق عطا کرتا ہے۔ کیونکہ وہاں کوئی ایسی چیز نہیں۔ جو حقائق عالم کو ان کا حق عطا کرنے سے مانع ہو۔ سوائے کسی رتبہ یا اسم یا نعت حقیہ یا نعت خلقیہ کے ساتھ مقید ہونے کے ذات کے لئے کوئی شے مانع نہیں ہے۔ اور یہاں وہ مانع موجود نہیں ہے۔ اور یہاں وہ مانع موجود نہیں۔ اس لئے کہ وہ ذات سا ذج ہے۔ جو کسی سے مقید نہیں۔ بلکہ اس کا نفس عام ہے۔ عدم مانع کی وجہ سے ہر شے وہاں بالفعل ہے نہ بالقوہ۔ اور یہ سبب پائے جانے موانع کے اشیاء ذاتیں کبھی بالقوہ ہوتی ہیں۔ اور کبھی بالفعل۔ اور ان موانع کا اٹھنا یا تو ذات پر کسی وارد کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور یا اس سے کسی صادر کی وجہ سے۔ اور کبھی ارتفاع مانع کسی حال یا وقت یا صفت یا ان کی مانند کسی اور چیز پر موقوف ہوتا ہے۔ اور ذات ان تمام سے منزہ ہے۔ اس نے ہر چیز کو ایک صورت عطا فرمائی۔ پھر اس کی ہدایت دی۔ تجلی ذات سے حد کا جاننا تو در کنار اہل اللہ تجلی احدیت سے بھی روکے گئے ہیں۔ کہ ان کے متعلق عوام میں کوئی بات بیان کریں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی۔ تو ہم ذات کے متعلق عجیب و غریب تجلیات و تدلیات الٰہیہ ذاتیہ مدون کر دیتے [illegible] کسی اسم و صفت وغیرہ کو ان میں مجال دخل نہیں ہے۔ بلکہ ہم غیب کی چیزوں سے اس [illegible] نہایت عمدہ عبارت اور لطیف اشارہ میں صفات ذات پر ظاہر کرتے ہیں [illegible] نقل کھولے جاتے ہیں۔ تا کہ [illegible] وصول کی [illegible] ذات [illegible] کے نورانی و ظلمانی حجابات سے محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف ہدایت کرتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے۔ اور اللہ [illegible] جاننے والا ہے۔

Marfat.com

۱۶ سولہواں باب

حیات میں

اپنے نفس کے لئے کسی شے کا وجود اس کی حیات تامہ ہے۔ اور اپنے غیر کے لئے کسی شے کا وجود اسکی حیات اضافیہ ہے۔ پس حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے نفس کے لئے موجود ہے۔ پھر وہ حیّ ہے۔ اور اس کی حیات حیات تامہ ہے کہ موت اس کو لاحق نہیں ہوتی۔ اور تمام مخلوق اللہ کے واسطے موجود ہے۔ انکی حیات حیات اضافیہ ہے۔ اسی لئے فنا اور موت اس کو لاحق ہوتی ہے۔ پھر خلق میں اللہ کی حیات واحدہ تامہ ہے۔ لیکن وہ اس میں مختلف درجے رکھتے ہیں۔ بعض میں حیات اپنی صورت تامہ پر ظاہر ہوئی ہے۔ اور وہ انسان کامل ہیں۔ اسلئے کہ وہ اپنے نفس کیلئے موجود بوجود حقیقی ہے۔ نہ بوجود مجازی و اضافی۔ اور وہ مبداء جل جلالہ کے قریب ہے۔ پھر وہ حیّ ہے۔ اسکی حیات تامہ ہے اس کے غیر کا یہ حال نہیں۔ اور ملائکہ علوی کہ مہیمنہ ہیں۔ اور جو چیزیں ان کے ساتھ ملحق ہیں یعنی جن کا وجود عناصر سے نہیں۔ مثلاً قلم اعلیٰ و لوح محفوظ وغیرہ پس وجود میں یہ چیزیں انسان کامل کے مشابہ ہیں۔ اس کو سمجھ۔ اور بعض چیزوں میں حیات اپنی صورت پر ظاہر ہوئی ہے۔ لیکن وہ حیات غیر تامہ ہے۔ اور وہ انسان حیوانی اور ملائکہ سفلیہ اور جن ہیں۔ اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے نفس کے لئے موجود ہے۔ اور جانتا ہے کہ وہ موجود ہے۔ اور یہ کہ وہ ایسا ویسا ہے لیکن اس کا یہ وجود غیر حقیقی ہے۔ کیونکہ اس کا قیام مبدء کے قریب نہیں ہے۔ وہ حق کے لئے موجود ہے نہ کہ اپنے لئے پھر بوجہ اپنے عدم قرب کے اس کی حیات قرب غیر تامہ ہے۔ اور بعض میں حیات ظاہر ہوئی ہے۔ لیکن اپنی صورت پر ظاہر نہیں ہوئی۔ اور وہ باقی حیوان ہیں۔ اور بعض میں حیات باطل ہو گئی۔ پس وہ اپنے غیر کے لئے موجود ہیں۔ نہ کہ اپنے نفس کے لئے۔ مثلاً نبات۔ معدن۔ حیوان اور اس جیسی اور چیزیں۔ اس مذکورہ بیان سے معلوم ہوا کہ ہر چیز با حیات ہے۔ پھر وہاں موجودات کی کوئی ایسی چیز نہیں۔ جو زندہ نہ ہو۔ اس لئے کہ وجود شے عین حیات شے ہے۔ حیات اشیاء میں سوائے تام یا غیر تام ہونے کے کوئی فرق نہیں ہے۔ بلکہ وہاں یعنی عالم معنی میں اگر نظر ڈالو۔ تو ہر چیز کی حیات حیات تامہ ہے کہ انقسام جو شے کے لئے فرق مراتب ہر شے کے حصے میں آئی ہے اگر اس میں کمی یا زیادتی ہو۔ تو وہ مرتبہ معدوم اور ضائع ہو جائے۔ حیات ایک جنس ہے۔ اور ایک جوہر فرد ہے۔ اپنے کمال ذاتی سے ہر شے میں موجود ہے۔ نہ اس میں کمی ہو سکتی ہے۔ اور نہ وہ انقسام پذیر ہے۔ کیونکہ جوہر فرد کی تجزی محال و ممتنع ہے۔ مترجم کہتا ہے۔ کہ اس تمام مذکورہ بیان کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ حیات عین وجود ہے۔ پھر جو چیز بذات خود موجود ہے۔ اسکی حیات حیات تامہ ہے۔ اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اور جو موجود بالغیر ہے۔ اس کی حیات حیات اضافیہ ہے۔ اور وہ تمام مخلوق کی حیات ہے

Marfat.com

پھر جو حیاتِ تامہ یعنی مبدء جل جلالہ کے زیادہ قریب ہے۔ اس کی حیات مشابہ بحیاتِ تامہ ہے۔ اور جو بعید ہے۔ اسکی حیات اضافیہ۔ بلکہ درحقیقت سب کی حیات تامہ ہے۔ اس لئے کہ حیات ایک جوہر بسیط ہے۔ جس میں تمام مخلوق کے فرقِ مراتب متعین ہوئی ہے۔ اور ہر مرتبۂ وجود نے کچھ نہ کچھ اس سے حصہ پایا ہے۔ کسی کو تھوڑا ملا۔ کسی کو زیادہ۔ اور وہ سب حیاتِ تامہ ہے۔ مترجم)

پس ہر شے کی شیئیت اس کی حیات ہے۔ اور وہ اللہ تعالےٰ کی حیات ہے جس میں تمام چیزیں قائم ہوئیں۔ اور یہ بطریق اسم حی حق کے لئے اشیاء کی تسبیح ہے۔ اسلئے کہ ہر چیز کی تسبیح ہر اسم کی راہ سے جداگانہ ہے۔ بہ حیثیت اس کے اسم علیم کے اشیاء کی تسبیح اس اسم کے تحت میں ان کا داخل ہونا ہے۔ پھر اس جہت سے کہ ہر شے نے اپنے نفس سے ذاتِ حق کو علم عطا کیا ہے۔ جس سے وہ اس پر حکم لگاتا ہے۔ کہ وہ ایسی ہے۔ اور ایسی ہے۔ بزبانِ حال ہر شے اس کو یا عالم کہکر پکار رہی ہے۔ اور بحیثیت اس کے اسم قدیر کے اشیاء کا تسبیح کرنا قدرت کی تحت میں ان کا داخل ہونا ہے۔ اور بحیثیت اسم مرید کے انکی تسبیح یہ ہے۔ کہ اپنے ارادہ سے جس حال میں اس نے ان کو مخصوص و متعین فرمایا وہ اسی پر ہیں۔ اس حد سے تجاوز نہیں کرتے۔ اور بہ حیثیت اسم سمیع کے ان کی تسبیح یہ ہے۔ کہ وہ اپنا کلام اسکو سناتے ہیں۔ اور ان کا کلام بطریقِ حال ان کے حقائق کا استحقاق ہے۔ لیکن جو معاملہ خدا اور ان کے درمیان ہے۔ اس میں ان کا کلام بطریق مقال ہوتا ہے۔ یعنی ملکوتِ عالم میں زبانِ حال زبانِ مقال کا لباس پہنے ہوئے ہے جیسا کہ بکثرت آیات واحادیث اسکی مؤید ہیں۔ جن میں سے بعض اس باب میں بھی مذکور ہونگی۔ مترجم۔ اور بہ حیثیت اس کے اسم بصیر کے انکی تسبیح اس کی بصر کی تحت میں ان کا متعین ہونا ہے۔ کہ اس کی آنکھ سے اوجھل نہیں ہوتیں وہ اسی طرح اس کی بصر کے ماتحت ہیں۔ جس طرح کہ وہ ہیں۔ اور بہ حیثیت اس کے اسم متکلم کے انکی تسبیح یہ ہے۔ کہ وہ اس کے کلمۂ کن سے موجود ہوگئیں۔ موجود ہونے سے انہوں نے کچھ انحراف نہیں کیا۔ اور ایسا ہی باقی اسموں کو قیاس کر لو۔ جب تو نے یہ سمجھ لیا۔ تو اب جان۔ کہ اشیاء کی حیات اپنی نسبت کے لحاظ سے حادث۔ اور خدا کی نسبت کے لحاظ سے قدیم ہے۔ اس لئے کہ وہ اس کی حیات ہیں۔ اور حیات اس کی صفت ہے۔ اور اسکی صفت اس کے ساتھ ہے۔ اور وہ خود قدیم ہے۔ جب تو اس کو سمجھنا چاہئے۔ تو اپنی حیات اور اپنے ساتھ اس کے متقید ہونے کی طرف دیکھ پھر تو اسے نہیں پائیگا۔ مگر ایک روح جو تیرے ساتھ مخصوص ہے۔ اور یہ مخصوص روح حادث ہے۔ اور ... اختصاصی حیات سے نظر بلند کر کے عالم شہود سے ذوق اندوز ہوگا۔ اور دیکھیگا۔ کہ ہر ... میں قائم ہے۔ اور اس حیاتِ مطلقہ کو تمیع موجودات میں ساری پائیگا۔ تو جان لیگا۔ کہ ... ساتھ تمام دنیا قائم ہے۔ اور یہ حیات حیاتِ ... ہے۔ پس جس چیز کی طرف میں نے ان عبارات میں اشارہ کیا ہے بلکہ اپنی تمام کتاب میں اس کو خوب سمجھ لے۔ کیونکہ اس کتاب کے اکثر مسائل مصطلحات سے بھرے ہوئے ہیں۔ اسلئے کہ ہر علم کی گفتگو اسی بولی میں کی جاسکتی ہے۔ جس کو اس علم کے اہل سمجھ سکتے ہیں۔ ورنہ بہت سی باتیں میں نے اس کتاب میں ایسی رکھی ہیں۔ جن کی نسبت جہاں تک مجھے علم ہے مجھ سے پیشتر کسی شخص نے ان کو اپنی کسی کتاب میں

Marfat.com

نہیں رکھا۔ اور نہ ہی کبھی سے میں نے کوئی ایسا کلام سنا ہے جس میں میں نے ان باتوں کو سمجھا ہو۔ بلکہ خدا نے مجھے ان باتوں کا علم دیا ہے۔ اس طور پر کہ میں نے اس حق کا مشہود ہے جس سے زمین آسمان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی اور جو وہ کتاب مبین ہے۔ جس میں ہر چھوٹی بڑی چیز مکتوب ہے۔ میں نے ان باتوں کو معلوم کیا ہے۔

جان۔ کہ معانی۔ ہیئات۔ اشکال۔ صور۔ اقوال۔ اعمال۔ معدن۔ نبات۔ وغیرہ جن پر اسم وجود کا اطلاق ہوتا ہے۔ ان میں سے ہر شے فی نفسہ لنفسہ مثل انسان کے حیات تامہ رکھتی ہے۔ لیکن چونکہ اکثر اس حقیقت کو نہیں سمجھتے اس لئے ہم نے انکو اپنے درجہ سے تنزل کر کے ان کو اپنے غیر کے لئے موجود بنایا ہے۔ ورنہ ہر شے فی نفسہ اپنے لئے وجود رکھتی ہے۔ اور حیات تامہ رکھتی ہے۔ جس سے وہ بولتی ہے۔ سمجھتی ہے۔ سنتی ہے۔ دیکھتی ہے۔ قادر ہے۔ مرید ہے۔ کرتی ہے۔ جو چاہتی ہے۔ اور اس امر کے معلوم کرنے کی بجز کشف کے کوئی راہ نہیں۔ ہمنے برأی العین ان سب باتوں کو مشاہدہ کیا ہے۔ اور وہ اخبار الٰہیہ جو بذریعہ نقل ہم کو پہنچیں۔ وہ بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔ کہ اعمال قیامت کے دن ایسی صورتوں میں ظاہر ہونگے۔ کہ اپنے صاحب سے مخاطب ہو کر کہینگے۔ کہ میں تیرا عمل ہوں۔ پھر اس کے پاس اس کا غیر آئیگا۔ اس سے سرگوشی کریگا۔ اور وہ اس کو ہٹا دیگا۔ اور ایسا ہی آنحضرتؐ کا قول کہ کلمہ حسنہ ایسی اور ایسی صورت میں ظاہر ہوگا۔ اور کلمہ قبیحہ ایسی اور ایسی صورت میں۔ اور خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کہ کوئی شے نہیں۔ جو اسکی حمد و تسبیح نہ کرتی ہو۔ سب چیزیں بلسان مقال اسکی حمد و تسبیح کرتی ہیں۔ جن کو ارباب کشف ہی سن سکتے ہیں۔ اور بلسان حال جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا۔ اور لسان مقال سے اشیاء کا حمد و تسبیح کرنا حقیقی طور پر ہے۔ نہ کہ مجازی طور پر۔ پس اس کو جہان اعضاء و جوارح کا بولنا بھی اسی قبیل سے ہے۔ یہ سب باتیں ہمنے کشف میں پائی ہیں۔ پس ان امور کے متعلق اب ہمارا ایمان تحقیقی ہے۔ تقلیدی نہیں۔ اور ہمارے نزدیک ان مذکورہ باتوں میں سے کوئی بات غیب میں داخل نہیں۔ مگر اس دنیوی موطن کی نسبت سے وہ غیب میں داخل ہیں۔ ورنہ ہمارا غیب وہی ہماری شہادت ہے۔ اور ہماری شہادت یعنی ہمارا ظاہر وہی ہمارا غیب ہے۔ اور ہمنے یہ نقلی شہادت مخاطب کیلئے پیش کی ہے۔ نہ اسلئے کہ ہمنے اس کشف کو ان مذکورہ اخبار کی تائید سے پایا ہے۔ پس اس میں غور و تامل کر۔ انشاء اللہ تو ہدایت پائیگا۔ اور اللہ جو فرماتا ہے سچ فرماتا ہے وہی راہ دکھاتا ہے

۱۷ سترھواں باب

علم میں

العلم درك الحق للاشياء لو انه من وجهه بفناء

Marfat.com

لکنها الاسم العلیم المدرك. امر الوجود بشرط الا ستیفاء
فیکون علام القدیم وعالما للحدثات بغیر ما اخفاء
وحقیقة العلم المقدس واحد من غیر ما کل ولا اجزاء
هو مجمل فی الغیب وهو مفصل فی عالم المشهود والایماء
لکن جملته هناك نقد حوی التفصیل تحقیقا بغیر مراء
وبه فتعلم ذاته خلا قنا وبه فیعلمنا علی الاهواء
وبه فتعلمه ونعلم ذاتنا فاعجب لفرد جامع الاشیاء

ترجمہ۔ علم اشیاء کی حقیقت ثابتہ کے ادراک کا نام ہے۔ اگرچہ وہ حق کی ایک جہت سے فانی ہیں۔ لیکن اسم علیم بشرط استیفاء امر وجود کا ادراک کرتا ہے۔ کسی بات کو نہیں چھوڑتا۔ پھر وہ قدیم وجدید کا جاننے والا ہے۔ کوئی امر اس سے مخفی نہیں۔ اور علم مقدس کی حقیقت ایک ہے۔ نہ وہ کل ہے۔ اور نہ اجزاء ہیں۔ وہ غیب میں مجمل۔ عالم شہود و ایماء میں مفصل ہے۔ لیکن وہاں اس کے اجمال نے تفصیل کو بلاشک وشبہ احاطہ کیا ہؤا ہے۔ اسی کے ذریعہ تو اس کی ذات کو جانتا ہے۔ کہ وہ ہمارا خلاق ہے۔ اور اسی کی وجہ سے وہ ہم کو ہماری خواہشوں کے موافق جانتا ہے۔ اور اسی علم کے ذریعہ تو علم کو جانتا ہے۔ اور ہم اپنی ذات کو جانتے ہیں۔ پس میں تعجب کرتا ہوں اُس فرد سے جو سب چیزوں کا جامع ہے"۔

جان۔ کہ علم صفت نفسیہ ازلیہ ہے۔ اور حق تعالے کا علم جو اپنی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ اور جو مخلوق سے تعلق رکھتا ہے۔ ایک ہی علم ہے۔ جو منقسم نہیں ہؤا۔ اور نہ متعدد ہؤا ہے۔ لیکن وہ اپنے نفس کو جانتا ہے جیسا کہ وہ ہے۔ اور خلق کو جانتا ہے جس طرح پر کہ وہ ہے۔ یہ کہنا جائز نہیں۔ کہ معلومات نے اپنے نفس سے اس کو علم عطا کیا ہے۔ تاکہ اس سے اپنے غیر سے اس کا استفادہ لازم نہ آئے۔ بیشک علامہ محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالے عنہ بھول گئے ہیں۔ جو یہ کہدیا۔ کہ معلومات نے اپنے نفس سے حق کو علم عطا کیا ہے۔ ہم انکو معذور جان کر یہ کہنا روا نہیں سمجھتے۔ کہ یہ ان کا مبلغ علم ہے۔ مصنف علیہ الرحمۃ نے حضرت الوہیت کے بیان میں فرمایا ہے۔ کہ یہ مشہد دو ضدوں کو شامل ہے۔ پھر علم حضوری جو ذات حق کا علم ہے۔ اور علم حصولی جو مخلوق کا خاصہ ہے۔ یہ بھی دو متقابل چیزیں ہیں۔ جو حضرت الوہیت کی شمولیت میں داخل ہیں۔ اور علامہ محی الدین عربی بھی حضرت الوہیت میں ان دونوں قسم کے علم کے قائل ہوئے ہیں۔ پھر ہم کو ... ہو گیا ... ہم نے اس کے بعد اس بات کو پایا ہے۔ کہ حق تعالے علم اصلی سے اشیاء کو جانتا ہے ... نیا سے اس کا علم مستفاد نہیں ہے۔ تاکہ اس پر یہ حکم نہ لگایا جائے۔ کہ وہ معلومات کو جانتا ہے جیسا کہ معلومات نے اپنے حقائق کے مطابق اپنے نفس سے اس کا اقتضا کیا۔ جب ہم نے ... رضی اللہ عنہ نے دیکھا۔ کہ حق نے معلومات کو وہی حکم دیا ہے۔ جس کا معلومات نے اپنے نفس سے اس سے تقاضا کیا ہے۔ تو گمان کیا۔ کہ علم حق اقتضا معلومات سے مستفاد ہے۔ اور کہہ دیا۔ کہ معلومات نے اپنے نفس سے حق کو علم عطا کیا ہے۔ یہ نہ جانا۔ کہ

Marfat.com

معلومات نے اس سے اسی چیز کا تقاضا کیا۔ جس کو اس نے ایجادِ عالم سے پہلے اپنے علم کلی اصلی نفسی سے جان لیا تھا۔ اسلئے کہ علمِ الٰہی میں کوئی چیز متعیّن نہیں ہوئی۔ مگر اُسی طور پر جس طرح کہ اس نے جان لیا۔ اور جس طرح کہ ان کی ذوات نے اس سے تقاضا کیا۔ پھر اس کے بعد ان کی ذوات نے اپنے نفس سے ایسے امور کا تقاضا کیا۔ جو ان چیزوں کے سوا تھے۔ جن کو اوّلاً اس نے جان لیا تھا۔ پھر دوبارہ ان چیزوں پر ان کے اقتضایات کے موافق ان پر حکم لگایا۔ اور نہ حکم لگایا ان کو۔ مگر اسی چیز کا جس کا علم پہلے ہی اس پر واجب تھا۔ پس اس میں تامل کر۔ اس لئے کہ یہ ایک نہایت باریک مسئلہ ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی۔ تو اس کے متعلق یہ بات صحیح نہ ہوتی۔ کہ وہ عالمین سے بے نیاز ہے۔ اس لئے کہ معلومات نے جب اپنے نفس سے اس کو علم عطا کیا۔ تو علم کا اس کو حاصل ہونا معلومات پر موقوف ٹھہرا۔ اور جس کا کوئی وصف کسی چیز پر موقوف ہو۔ وہ اس وصف میں اس چیز کا محتاج ہوگا۔ اور اس کا وصفِ علم وصفِ ذاتی ہے۔ اس میں اس کے محتاج ہونے سے فی نفسہ اس کا کسی چیز کا محتاج ہونا لازم آتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی شان اس سے بہت بلند و بزرگ ہے۔

اور اس کا نام علیم اس وجہ سے ہے۔ کہ مطلق علم کی اس کی طرف نسبت ہے۔ اور اس کا نام عالم اس وجہ سے ہے۔ کہ اشیاء کی معلومیّت کی نسبت اس کی طرف ہے۔ اور علم اور معلومیّت اشیاء ان ہر دو نسبتوں کے لحاظ سے اس کا نام علاّم ہے۔ علیم اس کی صفت نفسیہ کا نام ہے۔ کیونکہ اس میں سوائے اس کے کسی چیز کی طرف نظر نہیں ہے۔ اس لئے کہ علم وہ شے ہے۔ کہ نفس اپنے کمال ذاتی میں اس کا مستحق ہوتا ہے۔ اور عالم صفت فعلیہ کا نام ہے۔ اور یہ نام بلحاظ اس صفت کے ہے۔ جو اشیاء سے تعلق رکھتی ہے۔ خواہ اس کا تعلق اپنے نفس سے ہو خواہ غیر سے۔ اور فعلیہ اس طرح ہے۔ کہ تو کہا کرتا ہے۔ کہ وہ عالم بنفسہ ہے۔ یعنی اپنے نفس کو جانتا ہے۔ اور عالم بغیرہ ہے۔ یعنی اپنے غیر کو جانتا ہے۔ پس حسبِ عرف ضروری ٹھہرا کہ عالم کو صفت فعلیہ قرار دیا جائے۔ اور علاّم بنظر نسبت علیہ کے صفت نفسیہ کا نام ہے۔ جیسا کہ اسم علیم۔ اور بنظر نسبت معلومیّۃ الاشیاء کے صفت فعلیہ کا نام ہے جیسے عالم۔ اسی لئے مخلوق اکثر عالم کے نام سے موسوم ہوتی ہے۔ نہ علیم اور علاّم کے نام سے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ فلاں شخص عالم ہے۔ علیم اور علاّم مطلقًا کسی کو نہیں کہا جاتا۔ ہاں توسع اور مجاز کے طور پر کسی قید کے ساتھ کبھی مخلوق پر ان ناموں کا استعمال ہوتا ہے۔ نہ کہ مطلقًا۔ مثلاً کہا جاتا ہے۔ کہ فلاں شخص فلاں امر میں علیم ہے۔ اور فلاں فن میں علاّم ہے۔ اور اسم علاّمہ کا اطلاق جو مطلقًا انسان پر ہوتا ہے۔ تو وہ بھی اسم عالم کی قبیل سے ہے۔ خدا پر اس کا اطلاق جائز نہیں ہے۔ پس اس کو سمجھ۔

جان۔ کہ علم سب وصفوں سے حق کو زیادہ قریب ہے۔ جیسا کہ حیات دیگر اوصاف کی نسبت ذات کو زیادہ قریب ہے۔ چنانچہ اس سے پہلے باب میں ہم ذکر کر آئے ہیں۔ کہ کسی شے کا اپنے نفس کے لئے وجود اسکی حیات ہے۔ اور اس کا وجود اس کی ذات سے الگ نہیں ہے۔ پس ذات کو وصفِ حیات سے زیادہ قریب کوئی چیز نہیں

Marfat.com

ہے۔ اور حیات کو علم سے زیادہ قریب کوئی چیز نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہر زندہ شے کو کسی نہ کسی علم سے چارہ نہیں ہے۔ خواہ وہ علم الہامی ہو۔ جیسے حیوانات و حشرات کا علم کہ ان کو جو باتیں چاہئیں۔ اور جو نہ چاہئیں یعنی کھانا، رہنا، حرکت اور سکون اور یہ علم ہر زندہ کے لئے ضروری ہے۔ اگرچہ وہ بدیہی ضروری یا تصدیقی ہو۔ جیسا کہ انسان۔ ملائکہ اور جنوں کا علم۔ پس اس تقریر کا حاصل یہ ہے۔ کہ علم حیات کو سب چیزوں سے زیادہ قریب ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے علم سے حیات کا کنایہ لیا ہے۔ چنانچہ فرمایا اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ۔ کیا جو شخص مردہ تھا۔ پھر ہم نے اس کو زندہ کیا فعلمنا وَجَعَلْنَا لَہٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِہٖ فِی النَّاسِ پھر ہم نے اس کو علم دیا۔ اور اس کے لئے نور رکھا۔ جس سے وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے۔ یعنی بمقتضا اس علم کے وہ کرتا ہے۔ جو کرتا ہے کَمَنْ مَّثَلُہٗ فِی الظُّلُمٰتِ اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے۔ جو تاریکیوں میں ہے یعنی طبیعت کی ظلمت میں ہے۔ جو کہ عین جہل ہے۔ اور جس سے وہ نکل نہیں سکتا۔ اس لئے کہ ظلمت ظلمت ہی کا راہ بتاتی ہے۔ پس وہ اس جہل طبیعی سے علم کے ساتھ پیوند نہیں پا سکتا۔ اور نہیں ممکن ہے۔ کہ جاہل جہالت کے ذریعہ جہالت سے نکل سکے۔ کَذٰلِکَ زُیِّنَ لِلْکٰفِرِیْنَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ایسا ہی کافروں کے لئے ان کے اعمال آراستہ کئے گئے ہیں۔ یہاں کافرین سے مراد اللہ کے وجود کو اپنے وجود میں چھپانے والے ہیں۔ پھر وہ اپنے نفسوں اور موجودات کی بابت سوائے ان کی مخلوقیت کے کسی بات کی شہادت نہیں دیتے۔ اور اس سے وہ اللہ کی ذات کو چھپاتے ہیں۔ اور اس کا وصف بیان کرتے ہیں۔ کہ وہ نہ تو مخلوق ہے۔ اور نہ مسبوق بالعدم یعنی عدم اس سے پہلے نہیں ہے۔ یہ نہ جاننا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ اگرچہ اپنی مخلوقات میں ظاہر ہوا ہے۔ لیکن اس کا ظہور اسی وصف کے ساتھ ہوتا ہے۔ جس کا کہ وہ اپنے نفس کے لئے مستحق ہے۔ مخلوق کے نقائص میں سے کوئی چیز اس کو لاحق نہیں ہوتی۔ اگر نقائص مخلوق سے کوئی شے اس کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ تو اس کا کمال ان نقائص میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور ان سے نقص کا حکم اٹھ جاتا ہے۔ پھر وہ نقائص اس کی طرف منسوب ہونے سے کامل بن جاتے ہیں۔ اس لئے کہ کامل سے وہی چیز وقوع میں آتی ہے۔ جو کامل ہے۔ اور کامل کی طرف وہی چیز منسوب کی جاتی ہے۔ جو ناقص ہوتی ہے اور وہ اسے کامل بنا دیتا ہے ؎

یکمل نقصان القبیح جمالہ اذا لاح فیہ فھو للقبیح رافع

ویرفع مقدار الوضیع جلالہ فما ثمہ نقصان ولا ثم واضع

ترجمہ۔ اس کا جمال قبیح کی کمی کو پورا کرتا ہے۔ جبکہ وہ اس میں ظاہر ہوتا ہے۔ پھر وہ اسے خوبصورت بنا کر قبح کا نام [illegible] کر دیتا ہے۔ اور اس کا جلال خسیس ادنیٰ کی قدر کو بلند کر دیتا ہے۔ پھر وہاں نہ نقصان ہے۔ اور نہ کوئی [illegible]

اور جب علم حیات کو لازم ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا۔ تو حیات بھی علم کو لازم ہے۔ کیونکہ ایسے عالم کا وجود محال ہے جس میں حیات نہ ہو۔ ان میں سے ہر ایک لازم و ملزوم ہے۔ اور جب تو نے یہ جان لیا تو کہہ دے۔ کہ وہاں نہ لازم ہے نہ ملزوم۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر صفت بذات خود مستقل ہے۔ نہ لازم آتا ہے۔ کہ بعض صفتیں بعض سے یا تمام صفات سے مرکب ہوں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس سے نہایت درجہ کی بلند برتر ہے۔ مثال کے

طور پر صفت خالقیت کو لو۔ کہ وہ قدرت۔ ارادت کلام سے مرکب نہیں ہے۔ اگرچہ مخلوق اِن صفات ثلاثہ کے بغیر وجود میں نہیں آسکتی۔ بلکہ صفتِ خالقیت اللہ تعالےٰ کی ایک صفتِ واحدہ ہے۔ بذاتِ خود مستقل ہے۔ کسی دوسری صفت سے مرکب نہیں ہے۔ نہ اپنے غیر کے لئے لازم ہے نہ ملزوم۔ ایسا ہی باقی صفات کا حال ہے۔ اس میں تامل کرنا چاہئے جب حق تعالےٰ کے حق میں یہ بات صحیح ہو گئی۔ تو مخلوق کے حق میں بھی ایسی ہی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔ پس یہ بات لابدی ہے۔ کہ انسان رحمٰن کی ہر صفت کا نسخہ ہو۔ پھر وہ ہر بات جو رحمٰن کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ انسان میں بھی پائی جاتی ہے حتیٰ کہ تو بوساطتِ انسان محال و ممتنع کو وجوب کا حکم دیتا ہے کیا تو اپنے آپ کو نہیں دیکھتا جب تو فرض کر لیتا ہے۔ مثلاً تو اس امر محال کو فرض کرتا ہے۔ کہ وہاں ایک زندہ ہے جس کو علم نہیں۔ اور عالم ہے۔ جو زندہ نہیں۔ یہ زندہ جس کو علم نہیں۔ یا یہ عالم جس کو زندگی نہیں۔ تیرے عالم فرض میں موجود ہے۔ اور میرے خیال میں ہے۔ جو تیرے رب کی مخلوق ہے۔ اس لئے کہ خیال اور جو کچھ اس میں ہے۔ اللہ کی مخلوق ہے۔ پس بذریعہ انسان عالم میں وہ چیز پائی گئی۔ جو اس کے غیر یعنی محال و ممتنع میں متصور تھی۔

جان۔ کہ عالم محسوس عالم خیال کی فرع ہے۔ اس لئے کہ وہ اس کا ملکوت ہے۔ پھر جو چیز ملکوت میں پائی جاتی ہے۔ لامحالہ وہ عالم ملک میں ظاہر ہوتی ہے۔ اس کا ظہور بقدر ان قوابل یعنی قابلیتوں اور وقت اور حال کے ہوتا ہے۔ جن کا اس موجود کے لئے عالم ملکوت میں نسخہ ہوتا ہے۔ اِن کلمات کی تحت میں بہت سے اسرار الٰہیہ ہیں جن کی شرح ممکن نہیں۔ ان کو مہمل نہ سمجھ۔ اس لئے کہ وہ غیب کی کنجیاں ہیں۔ اگر وہ تیرے ہاتھ میں آگئیں۔ تو ان کنجیوں سے وجود کے تمام اعلےٰ و ادنےٰ قفل کھل جائینگے۔ انشاءاللہ تعالےٰ اس کتاب میں عالم ملکوت کا بیان اپنے محل میں مذکور ہو گا۔

پس اگر تو چاہے۔ تو علم و حیات اور ان کے سوا دوسری صفات میں تلازم کا قائل ہو جا کہ وہ ایک دوسری کو لازم و ملزوم ہیں۔ اور اگر چاہے۔ تو عدم تلازم کا قائل ہو۔ کہ ان میں کوئی لزوم کی نسبت نہیں ہے۔ یہ دونوں باتیں صحیح ہیں۔ جنابِ حق میں توسع ہے۔ جیسا کہ اس نے اپنے نبی کی زبان پر فرمایا۔ اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَۃٌ فَاِیَّایَ فَاعْبُدُوْنِ۔ میری زمین وسیع ہے۔ پس میری ہی بندگی کرو۔ انہی معنوں کے متعلق کہنے والے نے خدا اس پر رحم کرے۔ یوں کہا ہے ؎

عجب لبحر ھاج فی زخراتہ — متلاطم الامواج فی طفحاتہ
من کل رکن تھتوی ارباحہ — فیقیم طرد الموج فی جنباتہ
والرعد فیہ کانہ نتواتر — مثل الصدی للموج فی زجراتہ
والبرق یخطف کل مقلۃ ناظر — کالسیف یلمع فی مدی ھزاتہ
والسحب ترکم بعضھا فی بعضھا — والمزن تمطر من ھو صفحاتہ
ظلمات بعض فوق بعض قطرۃ — مما حوی ذا البحر فی ظلماتہ

Marfat.com

كيف السلامة فيه للصب الّذِیْ — غرقت مراكب وصفه في ذاته
او كيف يصنع سابح قطعت قوا — ئمه ومن يقضي له بنجاته
الله اكبر ما بها من سالم — هيهات في هيهات في هيهاته

ترجمہ۔ اس دریا کو دیکھ کر تعجب آتا ہے۔ جو اپنے لبالب پانی سے جوش مار رہا ہے۔ اس کی اوپر آنے والی چیزوں میں ایک موجیں ہیں۔ جو تلاطم بپا کر رہی ہیں۔ اس کی ہوائیں ہر رکن کو گرا دیتی ہیں۔ پھر وہ قائم ہوتا ہے۔ تو موج اُسے کناروں میں پھینک دیتی ہے۔ اور رعد اپنی متواتر گرجوں کی وجہ سے گویا اس آواز کی مانند ہیں۔ جو موج کے زاجرہ جوشوں سے پیدا ہوتی ہے۔ بجلی ہر دیکھنے والے کی آنکھ کو اُچک لے جاتی ہے۔ وہ مثل تلوار کے ہے۔ جو اپنی نہایت جنبشوں میں چمکتی ہے۔ بادل اس کثرت سے ہیں کہ بعض بعض پر چڑھے ہوئے ہیں۔ اور اس کے پہلوؤں کی ہوا سے مینہ برس رہا ہے۔ اس عاشق کے لئے اس میں سلامتی کیسے ہو سکتی ہے۔ جس کی وصف کی کشتیاں اس کی ذات میں ڈوب گئیں۔ وہ تیراک کیا کر سکتا ہے۔ جس کے ہاتھ پاؤں کٹ گئے۔ اور کون اس کے لئے نجات نجات کا حکم لگا سکتا ہے۔ اللہ اکبر اس میں کوئی سلامت نہیں رہتا۔ یہ امر کہ کوئی اس میں سلامت رہے۔ نہایت بعید ہے۔ اور اس کے بُعد کا کوئی ٹھکانا نہیں ہے ؎

اٹھارھواں باب

ارادت کے بیان میں

ابیات

ان الارادة اول العطفات — كانت لنا ولها من النفحات
ظهر الجمال بها من الكنز الذی — قد كان في التعريف كالنكرات
فبدت محاسنه على اعطافه — وهو الخليفة صورة الجلوات
لولاه ای لولا محاسنه اقتضت — من نفسها ايجاد مخلوقات
ما كان مخلوق ولولا كونهم — ما كان منعوت بحسن صفات
ظهروا به وبهم ظهور جماله — كل تكمل مظهر الحسنات
والمؤمن الفرد الوحيد لمؤمن — فيما روى المختار كالمرآت
وهو مومن والفرد منا مؤمن — كمرآتان تقابلا بالذات

Marfat.com

نبدت محاسنہ بنا ریدت محاسننا بہ من غیر ما اثبات

وبنا تنحّی بدل تسمّینا بہ کلّ لکلّ نسخۃ الاٰیات

لولا ارادتہ التعرف لم یکن للکنز ابراز من الخفیات

فلذ الک المعنی تقدم حکمہا عن سائر الاوصاف والنسبات

ترجمہ۔ ارادہ سب مہربانیوں سے پہلی مہربانی ہے۔ ہمارے لئے اور اس کے لئے خوشبوئیں ہیں۔ اس سے جمال اس خزانہ سے ظاہر ہوا۔ جو شناسائی میں اجنبیوں کی مانند تھا۔ یعنی جو بالکل شناخت نہیں کیا جا سکتا تھا۔ پھر اُس کنزِ مخفی کے محاسن اس کی مہربانیوں پر ظاہر ہوئے۔ اور وہ اس کنزِ مخفی کا خلیفہ ہے۔ کہ جلووں کی صورت اس کو عطا کرتا ہے۔ اگر وہ نہ ہوتا۔ یعنی اس کی وہ خوبیاں نہ ہوتیں۔ جن سے مخلوق وجود میں آئی۔ تو کوئی شے پیدا نہ ہوتی۔ اور اگر مخلوق نہ ہوتی۔ تو حسنِ صفات سے کوئی شے موصوف نہ ہوتی۔ مخلوق اس سے ظاہر ہوئی۔ اور مخلوق کے وجود سے اس کا جمال ظاہر ہوا۔ ہر ایک ایک دوسرے کے لئے مظہرِ حسنات ہے۔ یعنی ایک دوسرے کا محسن ہے۔ اس روایت میں جو مختار یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی گئی ہے۔ مومن فرد وحید مومن کے لئے مثل آئینہ کے ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا۔ المومن مراۃ المؤمن مومن مومن کا آئینہ ہے۔ وہ یعنی کنزِ مخفی بھی مومن ہے۔ اور ہمارا فرد بھی مومن ہے۔ یعنی وہ ہماری نسبت کے لحاظ سے غیب ہے اور ہم اس کی نسبت کے لحاظ سے غیب ہیں۔ اس لئے ہم دونوں مومن ہیں۔ کہ ذات کے لئے مثل دو متقابل آئینوں کے ہیں اس کی خوبیاں ہم سے اور ہماری خوبیاں اس سے ظاہر ہوئیں۔ اور یہ امر محتاج ثبوت نہیں۔ اس نے ہم سے نام حاصل کیا۔ اور ہم نے اُس سے نمود پایا۔ ہر ایک دوسرے کے لئے آیات کا نسخہ ہے۔ اگر شناسا کرنے کا اس کا ارادہ نہ ہوتا۔ تو پوشیدگیوں سے وہ خزانہ ہرگز ظاہر نہ ہوتا۔ انہی معنوں سے ارادہ کا حکم تمام اوصاف و نسبات سے متقدم ہے۔

جان۔ کہ ارادہ صفت ہے۔ علمِ حق نے بمقتضاء ذات تجلی فرمائی سو یہی مقتضاء ارادہ ہے۔ اور وہ حق تعالے کا معلومات کو وجود سے مخصوص کرتا ہے۔ جیسا کہ اس کا علم تقاضا کرتا ہے۔ پس یہ وصف اس میں ارادہ کے نام سے موسوم ہے۔ اور یہ ہمارا ارادہ مخلوقہ ارادۂ حق سبحانہ و تعالے کا عین ہے۔ لیکن جب ہماری طرف نسبت کیا جاتا ہے۔ تو حدوث جو ہم کو لازم ہے۔ ہمارے وصف کو بھی لازم ہوتا ہے۔ پھر کہہ دیا ہم نے کہ ارادہ مخلوق ہے یعنی ہمارا ارادہ۔ ورنہ وہ اللہ تعالے کی نسبت کے لحاظ سے عین وہی ارادۂ قدیمہ ہے۔ جو ذاتِ حق کو ثابت ہے حسب مطلوب ارادہ کے ساتھ چیزوں کے ظاہر کرنے سے کوئی امر مانع نہیں ہے۔ مگر ارادہ کی یہی نسبت جو ہماری طرف ہے۔ اور یہ نسبت مخلوق ہے۔ پھر جب یہ نسبت اٹھ گئی۔ جو ارادہ کو ہمارے ساتھ ہے۔ اور حق کی طرف اس کی نسبت وہی جس طرح کہ وہ نسبت قدیم سے اس کو ثابت ہے۔ تو اشیاء اس سے ضرور اثر پذیر ہونگی پس اس کو سمجھ۔ ارادہ کا مخلوق و قدیم ہونا بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ ہمارا وجود ہماری نسبت کے لحاظ سے مخلوق ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی نسبت کے لحاظ سے قدیم ہے۔ اور یہ نسبت وہ ضروری شے ہے۔ جس کو کشف و ذوقی یا وہ علم جو آگہی کے قائم مقام ہے عطا کرتا ہے۔ اور نہیں ہے۔ وہاں مگر یہ۔ اس کو سمجھ۔

Marfat.com

جان ہے۔ کہ مخلوقات میں ارادہ کے نو مظہر ہیں۔ پہلا مظہر میل و رغبت ہے۔ اور وہ مطلوب کی طرف قلب کا کھنچا جانا ہے۔ پھر جب یہ میلان ہمیشہ رہتا ہے۔ ذرا قوی ہو جاتا ہے۔ تو اس کا نام ولع یعنی حرص ہوتا ہے۔ اور وہ ارادہ کا دوسرا مظہر ہے۔ اور جب زور پکڑ کر اس سے بڑھ جاتا ہے۔ تو اس کا نام صبابت ہوتا ہے۔ اور صبابت کے معنی لغت عرب میں گرنے کے ہیں۔ چونکہ اس حالت میں قلب اپنے محبوب پر ایسا ہی گر پڑتا ہے۔ جیسا کہ پانی کہ جب اسے گرایا جائے۔ تو وہ ضرور گر پڑتا ہے۔ اس لئے یہ نام ہوا۔ اور یہ ارادہ تیسرا مظہر ہے۔ اور جب محبوب کے لئے کلی طور پر فارغ ہو جاتا ہے۔ اور محبوب کا خیال اس میں جاگزیں ہو جاتا ہے تو اس کا نام شغف رکھا جاتا ہے۔ اور یہ ارادہ کا چوتھا مظہر ہے۔ پھر جب فواد میں اس کو رسوخ ہوتا ہے۔ اور اشیاء سے اسے غافل کر کے محبوب میں ڈبا دیتا ہے۔ تو اس کا نام ہوی ہوتا ہے۔ اور وہ پانچواں مظہر ہے۔ پھر اس کا حکم تمام جسم کو پورے طور پر احاطہ کر لیتا ہے۔ اس وقت اس کا نام غرام ہوتا ہے۔ اور وہ چھٹا مظہر ہے۔ پھر جب ترقی کرتا ہے۔ اور وہ اسباب اور وہ علتیں دور ہو جاتی ہیں۔ جو میل و رغبت کا باعث تھیں اور بدوں علت محبوب کی طرف ذاتی میلان رہ جاتا ہے۔ تو اس وقت اس کا نام حب ہوتا ہے۔ اور وہ ساتواں مظہر ہے۔ پھر جب جوش مارتا ہے۔ حتیٰ کہ محب اپنے نفس سے فانی ہو جاتا ہے۔ تو اس کا نام وُد رکھا جاتا ہے۔ اور وہ آٹھواں مظہر ہے۔ پھر جب اس سے اوپر جاتا ہے حتیٰ کہ محب اور محبوب دونوں فنا ہو جاتے ہیں تو اس کا عشق نام رکھا جاتا ہے۔ اس مقام میں عاشق اپنے معشوق کو دیکھتا ہے۔ اور اس کو پہچانتا نہیں ہے اور نہ اسے دیکھ کر چلاتا ہے۔ جیسا کہ لیلی کے مجنوں کی بابت روایت ہے۔ کہ ایک دن وہ اس کے پاس سے گذری۔ اور اس سے باتیں کرنے کے لئے اسے اپنی طرف بلایا۔ تو اس نے کہا۔ مجھے چھوڑ۔ کہ میں تجھے بھول کر لیلے میں مشغول ہوں۔ اور یہ مقامات وصول و قرب کا آخری مقام ہے۔ اس میں عارف اس چیز کا انکار کر دیتا ہے۔ جس کو اس نے شناخت کیا ہے۔ پھر نہ عارف باقی رہتا ہے۔ نہ معروف۔ نہ عاشق۔ نہ معشوق۔ صرف عشق باقی رہ جاتا ہے۔ اور عشق ذات محض کا نام ہے۔ جو نہ رسم کے تحت میں داخل ہے۔ اور نہ رسم کے تحت میں اور نہ لغت اور وصف کے تحت میں۔ میں اس سے وہ عشق مراد لیتا ہوں۔ جس کے ظہور کی ابتدا ہی میں عاشق فانی ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اسم۔ رسم۔ لغت۔ وصف کچھ باقی نہیں رہتا۔ جب عاشق مٹ جاتا ہے۔ تو عشق معشوق اور عاشق دونوں کی فنا میں مصروف ہوتا ہے۔ پھر ہمیشہ وہ فنا میں رہتا ہے۔ اور عاشق فانی ہوتا ہے۔ پھر وصف پھر ذات پھر نہ عاشق باقی رہتا ہے۔ نہ معشوق۔ پھر اس کے بعد عاشق وصفوں پر ظاہر ہوتا ہے۔ اور دو صفتوں سے متصف ہوتا ہے۔ عاشق اور معشوق دونوں سے مسمی ہوتا ہے۔ اسی متعلق میں کہتا ہوں ؎

العشق نار الله اعنی الموقده ۔۔۔ تاذوبها وطلوعها فی الافئدة
بناعظیم اهله هم فیه تفاوت ۔۔۔ اعنی فی المکانة والجدة

Marfat.com

فتراھم فی نقطۃ العشق الّذی ھو واحد متفرقین علی حدہٖ

ترجمہ- عشق سے میری مراد نار اللہ الموقدۃ ہے- جس کا ذکر قرآن شریف میں آتا ہے- اور جس کے معنی اللہ تعالیٰ کی بھڑکائی ہوئی آگ کے ہیں- پھر اس کا طلوع وغروب دلوں میں ہوتا ہے- وہ بناء عظیم یعنی ایک بڑی بھاری خبر ہے- جس میں اس کے اہل مختلف ہو رہے ہیں- محل اختلاف سے میری مراد مرتبہ اور طریق وعلامت کا اختلاف ہے- پھر تو ان کو نقطۂ عشق میں جو ایک ہے- اپنی اپنی حدِ استعداد کے بموجب متفرق دیکھ رہا ہے-

جان- کہ یہ فناء عدم شعور سے مراد ہے- جس کی وجہ یہ ہے- کہ عاشق پر ماسوی محبوب کے بھول جانے کا حکم غالب آتا ہے- پس اپنے نفس سے اس کا فانی ہونا یہ ہے- کہ اسے اپنے نفس کا شعور نہیں رہتا اور نہ ہی لوازم نفس میں سے کسی شے کا اسے ادراک رہتا ہے- جب تو نے یہ سمجھ لیا- تو جان- کہ ارادہ الٰہیہ جو مخلوق سے مخصص ہے ہر حالت اور ہر ہیئت میں بدوں کسی علت اور بغیر کسی سبب کے صادر رہتا ہے- بلکہ وہ محض اختیار الٰہی ہے- اس لئے کہ ارادہ احکامِ عظمت سے ایک حکم ہے- اور اوصافِ الوہیت سے ایک وصف ہے- اور اس کی الوہیت اور اس کی عظمت اس کا ذاتی وصف ہے- نہ کہ کسی علت کا معلول- اور یہ قول شیخ محی الدین ابن عربیؒ کے قول کے خلاف ہے- وہ فرماتے ہیں- کہ خدا کا مختار نام رکھنا جائز نہیں ہے- اس لئے کہ وہ اختیار سے کسی چیز کو نہیں کرتا- بلکہ وہی کرتا ہے- جس کا اس نفس سے عالم تقاضا کرتا ہے- اور عالم نے اس سے تقاضا نہیں کیا- مگر اسی طور پر جس پر کہ وہ ہے- پس وہ مختار نہ رہا- یہ امام مذکور نے فتوحات مکیہ میں فرمایا ہے- بے شک تجلی ارادہ کے ایک سر کو بھی اس نے بیان کیا ہے- جس سے وہ کامیاب ہوا ہے- لیکن جس سے وہ کامیاب ہوا ہے- اس کی نسبت وہ چیز زیادہ ہے- جس کو اس نے فوت کر ڈالا ہے- اور یہ جو امام مذکور نے فرمایا عظمت اللہ کے مقتضیات سے ہے- بیشک ہم نے بھی وہ چیز پائی- جس کو اس نے پایا- لیکن اس کی تجلی عزت میں ہم اس بات پر مطلع ہوئے- کہ وہ اشیاء عالم میں مختار و متصرف ہے- بحکم اختیار مشیت صادرہ کے نہ بحکم ضرورت کے اور نہ بحکم اپنے اسم مرید کے بلکہ ایک شانِ الٰہی ہے- اور ایک وصف ذاتی ہے- چنانچہ حق تعالےٰ نے اپنی کتاب میں اپنے نفس کے متعلق فرمایا وربک یخلق ما یشاء تیرا رب جو چاہتا ہے- پیدا کرتا ہے اور اختیار کرتا ہے- اور وہ قادر مختار- عزیز- جبار- متکبر قہار ہے- باب ختم ہوا-

مترجم عرض کرتا ہے- کہ کلیات کمالاتِ الٰہی چار ہیں- کمالِ خلق- کمالِ تدبیر- کمالِ تدلی- کمالِ ابداع اس مؤخر الذکر کمال کا جس شخص پر انکشاف ہوتا ہے- وہ ارادہ اور اختیار کو بھی ایجاب کے رنگ میں دیکھتا ہے- اور اس شہد میں وہ ارادہ و اختیار کا انکار کر دیتا ہے- علامہ محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ نے فتوحات مکیہ میں اسی شہد سے خبر دی ہے- لیکن بعض اپنے دوسرے کاشف میں وہ مرید و مختار ہونے کے بھی قائل ہوئے ہیں- واللہ اعلم بالصواب- (مترجم)

Marfat.com

انیسواں باب[۱۹]

قدرت میں

قدرت قوت ذاتیہ کا نام ہے۔ جو سوائے اللہ کے کسی کے لئے نہیں۔ اور معلومات کو عالم عینی کی طرف نکالنا ہے جیسا کہ تجلی علمیہ کا مقتضاء ہے۔ اور وہ تجلی علمیہ اعیانِ معلومات کا مظہر ہے۔ جو عدم سے موجود ہوئے۔ اس لئے کہ وہ جانتا ہے۔ کہ وہ اس کے علم میں عدم سے وجود میں آئے۔ پھر قدرت عدم سے موجودات کو ظاہر کرنے والی قوت کا نام ہے اور وہ صفتِ نفسیہ ہے۔ جس سے ربوبیت ظاہر ہوئی۔ اور وہ یعنی قدرت عین اس قدرت کا ہے۔ جو ہمارے اندر موجود ہے۔ پھر ہماری طرف اس کی نسبت قدرت حادثہ کے نام سے موسوم ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کی طرف اس کی نسبت قدرت قدیمہ کے نام سے۔ اور قدرت اپنی اس نسبت میں جو ہماری طرف ہے۔ اختراعات سے عاجز ہے۔ اور ہو بہو وہی قدرت اپنی اس نسبت میں جو اللہ سے رکھتی ہے چیزوں کو اختراع کرتی ہے۔ اور کتم عدم سے منصۂ شہود میں ظاہر کرتی ہے۔ پس اس کو سمجھ۔ کہ یہ ایک سرِ جلیل ہے۔ اہل الذات کے سوا اس کے کشف کی کوئی صلاحیت نہیں رکھتا ہمارے نزدیک قدرت ایجاد المعدوم کا نام ہے۔ اور یہ قول حضرت محی الدین ابن عربی کے قول کے برخلاف ہے۔ کہ وہ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اشیاء کو عدم سے پیدا نہیں کیا۔ صرف ان کو وجود علمی سے وجود عینی میں ظاہر کردیا ہے۔ اور یہ کلام اگرچہ عقل میں ایک وجہ رکھتی ہے۔ مگر تاہم ایسی بات کو خدا کی طرف منسوب کرنا اس کے ضعف کی دلیل ہے۔ ہم اپنے پروردگار کو اس بات سے منزہ جانتے ہیں۔ کہ اس کی قدرت اختراعِ معدوم سے عاجز آجائے اور عدم محض سے وجود محض میں اس کو نہ لاسکے (اگر طوح نظر سے دیکھا جائے۔ تو شیخ محی الدین ابن عربیؒ کا یہ قول بھی مصنف علیہ الرحمۃ کے قول کے برخلاف معلوم نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ خود مصنف نے ابواب احدیت واحدیت وغیرہ میں بیان فرمایا ہے۔ کہ معدوم و موجود دونوں ذات بحت کے مظہر ہیں ... ذات ... اور یہی شیخ محی الدین ابن عربیؒ کے کلام کا مفہوم ہے۔ ... اعیان ثابتہ ... قول امام محی الدین ابن عربی کے قول کے برخلاف ہے۔ جس کو تحقیق کا شوق ہو ... بزرگوں کی تصنیفات کو دیکھے۔ مترجم)

جان۔ کہ جو کچھ امام مذکور نے کہا ہے۔ اس کا انکار بھی نہیں کیا جا سکتا ... کہ اس سے ان کا مطلب یہ ہے۔ کہ اولاً اپنے علم میں اس نے اشیاء کو پیدا کیا۔ پھر جب وجود عینی کی طرف ان کو نکالا۔ تو ... وجود علمی سے وجود عینی کی طرف تھا۔ اور یہ بات ان کو معلوم نہ ہوئی کہ فی نفسہ المعدوم ... وجود کا حکم ...

Marfat.com

علمیہ کے وجود کے حکم سے پہلے تھا۔ پس اس علم میں موجودات معدوم ہے۔ اور اس حکم میں کسی کا وجود نہیں ہے۔ مگر صرف اللہ تعالیٰ کے لیے۔ اور اسی سے قدم ذات حق کے لئے صحیح ثابت ہوا۔ ورنہ ہر طور میں اس کے قدم میں موجودات کی سیر لازم آتی۔ حالانکہ اس کی ذات اس سے برتر ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا۔ کہ اس نے اعیان علمیہ کو عدم سے ایجاد فرمایا۔ یعنی وہ اپنے علم میں ان کی بابت جانتا ہے۔ کہ وہ عدم سے موجود ہوئے۔ پس اس میں تامل کرنا چاہیئے پھر علم سے ان کو عین میں ظاہر کر کے وجود کا جامہ ان کو پہنایا۔ اور وہ دراصل عدم محض سے علم میں موجود تھے پس حق تعالیٰ نے اشیاء کو پیدا نہیں کیا۔ مگر عدم محض سے۔ نوٹ۔ اعیان کو علم سے عین میں لانے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ علم سے نکال کر خارج میں لائے گئے۔ بلکہ اس کے معنی خارج میں ان کے موجود کر دینے کے ہیں۔ اور اب بھی وہ علم میں اسی طرح ثابت ہیں۔ جس طرح پہلے تھے۔ مترجم۔

جان کہ حق تعالیٰ کا علم بنفس خود اور علم بہ مخلوقات ایک ہی علم ہے۔ وہ علم بنفس خود سے ہی اپنی مخلوقات کو جانتا ہے۔ لیکن اس کا علم باوجود قدم کے غیر قدیم ہے۔ اس لئے کہ وہ اپنی مخلوق کو اس کی صفت حدوث کے ساتھ جانتا ہے۔ پس وہ اس کے علم میں بہ نفس خود بحکم حدوث موجود ہے۔ اور اپنے عین خارجی میں عدم کے بعد موجود ہوئی اور اس کا علم قدیم ہے۔ عدم اس سے پہلے نہ تھا۔ اور ہمارا یہ کہنا۔ کہ خلق کے لئے وجود کا حکم اعیان علمیہ کے لئے وجود کے حکم سے پہلا تھا۔ تو یہاں قبلیت سے ہماری مراد قبلیت حکمیہ رتبیہ ہے۔ نہ زمانیہ۔ اس لئے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ بذات خود مستقل ہے۔ اس کا وجود رتبۃً وجود اول ہے۔ اور مخلوق اس کی محتاج ہے۔ لہٰذا اس کا وجود رتبۃً وجود ثانی ہے۔ پس مخلوق وجود اول کے حکم میں معدوم ہے۔ اور حق تعالیٰ نے اپنے علم میں اس کو عدم محض سے پیدا کیا ہے۔ اور یہ پیدا کرنا اس کا بطور اختراع الہیہ کے ہے۔ پھر اپنی قدرت سے خارج میں ان کو موجود کر دیا۔ اور اس کا ایجاد کرنا یہ ہے کہ وہ عدم سے علم میں اور علم سے عین میں ان کو لایا۔ اس کے سوا اور کوئی راہ نہیں ہے۔ یہ کہا نہیں جا سکتا۔ کہ اپنے علم میں ایجاد کرنے سے پہلے ان سے اس کا جہل لازم آتا ہے۔ اس لئے کہ وہاں کوئی زمانہ نہیں ہے۔ سوائے حکمی قبلیت کے جس کو الوہیت نے واجب کر دیا ہے۔ وہاں کوئی قبلیت نہیں ہے۔ وہ اپنی ذات میں بزرگ ہے۔ اور صفات مخلوق سے مستغنی ہے۔ پس علم الٰہی میں اشیاء کے موجود ہونے اور اس کے عدم اصلی کے مابین کوئی زمانہ نہیں ہے۔ کہ اس مذکورہ اعتراض لازم آسکے تعالی اللہ عن ذالک علوًا کبیرًا۔ پس اس کو سمجھ۔ کیونکہ یہ وہی چیز ہے۔ جو کشف الٰہی سے اس کے لطف سے ہم کو حاصل ہوئی ہے۔ اور اس کتاب میں اس واسطے ہم نے اس کا ذکر کیا ہے۔ کہ اس سے حق اللہ و حق الرسول و حق المومنین پر تنبیہ ہو۔ اور امام مذکور یعنی شیخ محی الدین ابن عربی پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے اس لئے کہ وہ اپنے قول میں ایک حد تک جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ صواب پر ہیں۔ اگرچہ وہ اس امر میں خطا پر ہیں جس کو ہم نے بیان کیا۔ اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے۔

جب تو نے یہ سمجھ لیا۔ تو جان کہ قدرت الٰہیہ ایک صفت ذاتیہ ہے۔ جس سے ہر حال میں عجز منتفی ہے۔ کسی جہت سے بھی عجز اس کو لاحق نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

بیسواں باب

کلام میں

ان الکلام ھوالوجود البارز ... فیہ جری حکم الوجود الجائز
کلا وھی فی العلم کانت احرفاً ... لا تنفری اذ لیس ثمہ مائز
فتمیزت عند الظھور فعبروا ... عنھا بلفظۃ کن لیدری الفائز
واعلم بان اللہ حقا ان یقل ... للشیئ کن یکون ماھو عاجز
فلہ الکلام حقیقۃ و لہ مجا ... ز اکل ذلک کان وھوالجائز

ترجمہ۔ کلام وجود بارز ہے یعنی اس فیض کا نام ہے۔ جو کلام کے رنگ میں ذات حق سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور ذات سے جدا ہوتا ہے۔ یہاں کلام سے ذات حق کی صفت نفسیہ مراد نہیں ہے۔ مترجم) کلاؔ ایسا نہیں ہے علم میں وہ حرف ہیں عیب مت لگا کیونکہ وہاں کوئی جدا ہونے والی چیز نہیں ہے۔ پھر جب وہ حرف ظہور میں متمیز ہوئے انہوں نے اسے لفظ کن سے تعبیر کیا۔ تاکہ جس کی وہاں رسائی ہو۔ اصل مقصود کو سمجھ لے (مراد حروف سے اعیان موجودات ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب)

جان۔ کہ اللہ تعالیٰ بہ تحقیق جس چیز کو کہتا ہے۔ ہو جا۔ وہ ہو پڑتی ہے۔ وہ عاجز نہیں ہے۔ کلام حقیقی اور کلام مجازی دونوں اس کو ثابت ہیں۔ اور یہ جائز ہے۔

جان۔ کہ کلام [illegible] علمی تجلی ہے [illegible] کہ اس نے اس کو ظاہر کیا۔ خواہ وہ [illegible] موجودہ ہوں۔ یا وہ معانی جن کو اس کے بندے سمجھتے ہیں۔ بطریق وحی ہو۔ یا بطریق مکالمہ یا اس کی مانند [illegible] طریق سے۔ اس لئے کہ فی الجملہ کلام اللہ تعالیٰ کی صفت واحدہ نفسیہ ہے۔ لیکن اس کی دو تعبیریں [illegible] قسموں پر ہے پہلی نوع یہ ہے۔ کہ کلام [illegible] سے ساع [illegible] امر الوہیت [illegible] کے اوپر [illegible] اور یہ ایک بلند رتبہ امر ہے [illegible] ہے اس حیثیت سے کہ وہ اس [illegible] تعالیٰ اس تجلی میں اس کے [illegible] کی [illegible] اس کی [illegible] [illegible] [illegible]

Marfat.com

فرمایا ہے۔ جس میں زمین وآسمان کو اس نے مخاطب کیا۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ آؤ خوشی سے یا ناخوشی سے ان دونوں نے کہا۔ کہ ہم خوشی سے آتے ہیں۔ پس موجودات پر اطاعت کا حکم لگایا جائیگا۔ اس لئے کہ وہ اسکی مہربانی وعنائیت سے خوشی سے آئی۔ اسی لئے فرمایا۔ سبقت رحمتہ غضبہ۔ اس کی رحمت غضب پر سبقت لیگئی اس واسطے کہ اس نے اس پر اطاعت کا حکم لگایا۔ اور مطیع مرحوم ہوتا ہے۔ اگر یہ حکم لگاتا۔ کہ وہ ناخوشی سے آئے۔ تو یہ حکم بھی بجا تھا۔ اس لئے کہ قدرت کون کو وجود پر مجبور کرتی ہے۔ مخلوق کا اس میں کچھ اختیار نہیں ہے۔ اس صورت میں غضب رحمت سے سابق ہو جاتا۔ لیکن اس نے مہربانی فرمائی۔ اطاعت کا حکم لگایا۔ اور اس بات کا ثبوت دیا۔ کہ اس کی رحمت غضب پر سابق ہے۔ پس موجودات بہ تمام مطیع ہے اور بہ ہیئت مجموعی حقیقت میں وہاں کوئی عاصی نہیں۔ سب مطیع ہیں۔ اور درحقیقت بجز رحمت وہاں کوئی چیز نہیں اس لئے دوزخ کا مآل کار بھی ہوگا۔ کہ جبار اس میں اپنا قدم رکھیگا۔ اور اُسے کہیگا۔ بس بس۔ پھر نار جہنم فرو ہو جائیگی اور وہاں اس کی بجائے درخت جرجیر اُگ پڑیگا۔ جیسا کہ یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی جا چکی ہے۔ جو اپنے محل پر مذکور ہو گی۔ اور یہ کلام قدیم سے جہت اولیٰ کی پہلی نوع ہے۔ اور جہت اولیٰ کی دوسری نوع یہ ہے۔ کہ کلام مقام ربوبیت سے انسانوں کی بولی میں جو خدا اور مخلوق کے درمیان ہے۔ صادر ہوتی ہے جیسے انبیا علیہم السلام کی کتب منزلہ اور ان کے مکالمے۔ اور اولیاء کرام کے مکالمے جو ان سے ورے ہیں۔ اسی لئے مخلوق سے ان اوامر میں طاعت ومعصیت دونوں باتیں وقوع میں آئیں۔ اس لئے کہ جو کلام انسانوں کی بولی میں نازل ہوئی۔ وہ اس کی اطاعت میں مثل مجبوروں کے ہیں۔ میری مراد یہ ہے۔ کہ اختیار فعل کی نسبت انکی طرف کی گئی تاکہ ازراہِ عدل عذاب کی معیت میں جزا صحیح ہو۔ اور ازراہِ فضل اطاعت میں ثواب ہو۔ اسلئے کہ نسبتِ اختیار کا ان میں پیدا کر دینا اس کے فضل سے ہے۔ اور یہ نسبت ان کو بدوں اس کے پیدا کرنے کے حاصل نہیں ہوئی۔ اور اس کو نہیں بنایا۔ مگر اس لئے کہ ثواب ان کے لئے صحیح ہو۔ اور اس کا ثواب فضل ہے۔ اور اس کا عقاب عدل۔

اور کلام کی دوسری جہت کے متعلق جاننا چاہیئے۔ کہ حق کا کلام خود اعیانِ ممکنات ہیں۔ اور ہر ممکن حق کے کلموں میں سے ایک کلمہ ہے۔ اسی لئے ممکن کا ختم ہونا ممکن نہیں۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا ترجمہ۔ اگر میرے رب کی باتیں لکھنے کو دریا سیاہی بن جائیں۔ تو دریا ختم ہو جائینگے۔ قبل اس کے کہ میرے رب کی باتیں ختم ہوں۔ اگرچہ بطور مدد ان کی مانند اور دریا لائے جائیں۔ پس ممکنات حق کے کلمے ہیں۔ اس لئے کہ کلام اپنی جابجا صورتوں میں علم متکلم کے ان معنوں کی صورت ہے۔ جس کے ظاہر کرنے کا متکلم نے ارادہ کیا ہے۔ پھر وہ اس معنی کے سننے والے ہوتے ہیں۔ پس موجودات اللہ تعالےٰ کے کلمے ہیں۔ اور وہ صورت عینیہ محسوسہ ومعقولہ موجود ہے۔ اور یہ سب ان معانی کی صورتیں ہیں جو اس کے علم میں موجود تھے۔ اور وہ اعیان ثابتہ میں رہا ہے۔ تو تو ان کو حقائق انسان کہہ۔ اور چاہے ترتیبِ الوہیت اس کا نام رکھے۔ بساط الوجود۔ التفصیل الغیب۔ صور الجمال۔ آثار الاسماء والصفات۔ معلوما۔

Marfat.com

الحق۔ حروفِ عالیہ۔ یہ سب اسی کے نام ہیں۔ ان میں سے جو تو چاہے۔ کہدے۔

پھر جیسا کہ کلام میں متکلم کو حرکت ارادیہ سے اور نیز اس بات سے کہ سینے کے غیب سے ہونٹوں کے ظاہر تک سانس کے ذریعہ حروف کو نکالے۔ چارہ نہیں ہے۔ ایسا حق تعالیٰ عالمِ غیب سے عالمِ شہادت تک اپنی خلقت کے ظاہر کرنے میں اوّلاً ارادہ کرتا ہے۔ پھر قدرت اس کو ظاہر کرتی ہے۔ پس ارادہ حرکت ارادیّہ کے مقابل ہے۔ جو نفسِ متکلم میں ہوتی ہے۔ اور قدرت سانس کے مقابل ہے۔ جو سینے سے ہونٹوں تک حروف کو نکالتا ہے۔ اور قدرت بھی مخلوق کو غیب سے شہادت میں لاتی ہے۔ اور تکوین نفس متکلم میں ہیئت مخصوصہ پر کلمہ کو ترکیب دینے کے مقابل ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے انسان کو ایک کامل نسخہ بنایا۔ اگر تو اپنے اندر دِقّتِ نظر سے دیکھے۔ تو تو حق کی صفت کا نسخہ خود اپنے نفس میں پائیگا۔ اپنی ہویّت۔ اپنی انیت۔ اپنی روح۔ اپنی عقل۔ اپنی فکر۔ اپنے خیال اپنی صورت۔ اپنے عجیب وہم۔ اپنی بصر۔ اپنے حافظہ۔ اپنے کان۔ اپنے علم۔ اپنی حیات۔ اپنی قدرت۔ اپنے کلام اپنی ارادت۔ اپنے قلب اپنے قالب ان میں سے ہر ایک کو دیکھ۔ کہ اس کے کمال سے کونسی چیز کا نسخہ ہیں۔ اور اس کے جمال سے کون سے حسن کی صورت ہیں۔ اگر عہد مربوط اور شرط مشروط کا لحاظ نہ ہوتا۔ تو میں اس سے زیادہ کھول کر بیان کرتا۔ جو اربابِ صحو و سکر دونوں کے لئے غذا و نقل کا کام دیتا۔ لیکن اسی قدر اشارہ کافی ہے۔ اس شخص کے لئے جس کو تھوڑی سی بھی بصارت حاصل ہے مجھ سے پہلے کسی کو ان اسرار کے ظاہر کرنے کی اجازت نہیں دی گئی میری کتاب کا اکثر حصہ اسی قبیل سے ہے۔ لیکن میں نے مغز پر پوست چڑھا دیا ہے۔ جس کو وہی سمجھ سکتے ہیں جو مغز رکھتے ہیں۔ اور جو حجاب دور کرکے ان میں وقوف کریگا۔ تو وہ ان کے سوا اور اسرار پر بھی واقف ہوگا۔ اللہ تعالےٰ حق کہتا ہے۔ اور راہِ راست کی ہدایت کرتا ہے۔

اکیسواں باب ۲۱

سمع میں

قال رحمہ اللہ

السمع علم الحق للاشیاء — من حیث منطقها بغیر مراء
والنطق فیها قد یکون تلفظا — ویکون حالا وهو نطق دعاء
والحال عند الله ینطق بالذی — هو یقتضیه منطق الفصحاء

Marfat.com

ترجمہ ۔ بحیثیت اشیاء کی نطق و گویائی کے اشیاء کا جو علم خدا کو حاصل ہے۔ اُسے کرسمع سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ اور اشیاء کا کلام کبھی تو بول کر ہوتا ہے۔ اور کبھی حال سے۔ اور یہ حال و مقال سے اشیاء کا بولنا دعا کے طور پر ہوتا ہے۔ اور حال اللہ تعالٰے کے نزدیک ایسا فصاحت و بلاغت سے بولتا ہے۔ جیسا کہ فصحاء کے کلام کا تقاضا ہے۔

جان لو کہ سمع تجلی حق سے مراد ہے جس سے معلوم کو فائدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اس سے پہلے کہ حق سبحانہ و تعالٰے جانتا ہے۔ ہر اس چیز کو جس کو وہ سنتا ہے سننے سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی۔ میں نہیں کہتا ہوں۔ کہ اس کے علم کی تجلی۔ ایسے طور پر جس سے معلوم کو فائدہ پہنچے۔ خواہ وہ معلوم۔ خود نفس حق ہو۔ خواہ مخلوقات۔ اس کو سمجھ۔ وہ اللہ تعالٰے کا ذاتی وصف ہے۔ جس کا فی نفسہ اس کا کمال تقاضا کرتا ہے۔ اور وہ اپنے نفس اور اپنی شان کا کلام ایسا ہی سنتا ہے۔ جیسا کہ بحیثیت مخلوق کی بولیوں اور ان کے حالات کے مخلوق کا کلام سنتا ہے۔ پس کلام کی حیثیت سے اپنے نفس کے لئے اس کا سننا تو معلوم ہے۔ اور بحیثیت شئون کے اس کا سننا اس کے اسماء و صفات کا تقاضا ہے۔ جو بلحاظ ان کے اعتبارات و طلب مؤثرات کے ہوتا ہے۔

پھر اپنے نفس کے لئے اس کی اجابت اُن مقتضیات کا ظاہر کرنا ہے۔ اور اسماء و صفات کے ان آثار کا ظہور ہے۔ اور اس دوسرے استماع سے خدا کی تعلیم قرآنی مراد ہے۔ جو اپنے خاص بندوں کیلئے ہوتی ہے۔ جو اسکی ذات سے خصوصیت رکھتے ہیں۔ اور جن کو نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اس قول سے خدا نے آگاہ فرمایا ہے۔ کہ اہل القرآن اہل اللہ اور اس کے خاص بندے ہیں۔ اور وہ بندہ جو ذات کی جہریں ہوتا ہے۔ اسماء و اوصاف و ذوات کا کلام سنتا ہے۔ پھر ان کو جواب دیتا ہے۔ جیسا کہ موصوف صفات کو جواب دیتا ہے۔ اور یہ دوسری قسم کا سماع سماعِ کلامی سے عزیز تر ہے۔ اسلئے کہ حق تعالٰے جب بندہ کو صفتِ سمعیہ عاریتاً دیتا ہے۔ تو یہ بندہ اللہ تعالٰے کا کلام اس کی صفتِ سمع سے سنتا ہے۔ اور ان اوصاف و اسماء کو نہیں جانتا ہے۔ جو ذات کے ماتحت ذات میں ہیں۔ اور نہ یہ سماع متعدد ہوتا ہے۔ بخلاف دوسری قسم کے سماع کے۔ جس میں رحمٰن اپنے بندوں کو قرآن سکھاتا ہے۔ اسلئے کہ وہاں صفت سمعیہ حقیقت ذاتیہ ہوتی ہے مستعار و مستفاد نہیں ہوتی۔ جب یہ تجلی سمعی بندہ کے لئے صحیح ہو جاتی ہے۔ تو عرش رحمانیت اس کے لئے قائم کیا جاتا ہے۔ پھر اس عرش پر قیام فرما کر اس کا رب تجلی فرماتا ہے۔ اگر شان سے اولاً اس کا سماع نہ ہوتا۔ تو ذات حاکم و غالب کے اسماء و صفات اس کا تقاضا کرتے۔ اور بندہ کے لئے ممکن نہ ہوتا کہ وہ دربارِ رحمٰن میں آدابِ قرآن سے مؤدب ہو۔ اور اس کلام کو بجز ادب اپنی طرف سے کوئی نہیں سمجھ سکتا اور یہ وہ لوگ ہیں۔ جو اس کلام ثانی کے سماع سے متحقق ہوتے ہیں۔ جس کی کوئی نہایت نہیں ہے۔ اسلئے کہ خدا کی باتوں کی کوئی نہایت نہیں ہے۔ اور یہ ان کے حق میں گویا کوئی بات ہیں۔ پھر ہمیشہ ذات ان سے اسماء و صفات کی بولی میں مخاطب ہوتی ہے۔ اور وہ حقیقت ذات سے ان باتوں کا برابر جواب دیتے رہتے ہیں جیسا کہ موصوف صفتوں کو جواب دیتا ہے۔ اور یہ اسماء و صفات نہیں ہیں۔ جو اس حیثیت سے مخصوص ہیں جو اوصاف و اسماء

Marfat.com

حق کی شناخت سے ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ بلکہ وہاں ان کے علاوہ اسماء و صفات ہیں۔ جو علم حق میں اس شخص کے لئے چُنے گئے ہیں۔ جو وہاں اس کے قریب پہنچتا ہے۔ پھر سے مختار اسماء وہ شئون ہیں۔ جن کے ساتھ اپنے بندہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور یہ وہ احوال ہیں۔ جن کے ساتھ بندہ اپنے رب کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور احوال بندہ کی نسبت کے لحاظ سے مخلوق ہوتا ہیں۔ اور شئون خدا کی نسبت کے لحاظ سے قدیم ہیں۔ اور یہ شئون اسماء و اوصاف سے جو کچھ بندہ کو عطا کرتے ہیں۔ یہ وہی چیز ہے۔ جو غیب حق میں بندہ کے لئے پسند کی گئی ہے۔ پس اس نکتہ کو سمجھ۔ کہ وہ نادر التوقت سے ہے۔ اس آیت میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسی کلام ثانی کی قرات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ۔ یہ قرات اہل خصوصی یعنی اہل القرآن کی قرات ہے۔ اور میری مراد ان سے محمدی اہل الذات ہیں۔ جو اہل اللہ اور اس کے خاص بندے ہیں۔ لیکن کلام الٰہی کی قرات اور سمع الٰہی سے ذات حق سے اس کا سننا قراتِ فرقان ہے۔ اور وہ برگزیدہ بندوں کی قرات ہے۔ اور وہ نفسی موسوی ہیں۔ جیسا کہ موسٰے علیہ السلام کی بابت خدا کا ارشاد ہے وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي۔ میں نے اپنے نفس کے لئے تجھے بنایا ہے۔ یہیں سے اس طائفہ کا نام موسوی نفسی ہے۔ برخلاف چنے اہل الذات کے طائفہ کے کہ محمد صلعم کو خدا نے فرمایا وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ۔ وہیں سبع مثانی وہ سات صفتیں ہیں۔ جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب مسمی بالکہف والرقیم میں اس کو بیان فرمایا ہے۔ اور قرآن عظیم ذات باری سے مراد ہے۔ آنحضرت صلعم نے اپنے قول میں انہی معنوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کہ اہل القرآن اہل اللہ اور اس کے خاص بندے ہیں۔ پس اہل القرآن ذاتی ہیں اور اہل الفرقان نفسی۔ اور ان دونوں کے درمیان وہی فرق ہے۔ جو حبیب اور کلیم کے مقام میں ہے۔ اللہ تعالیٰ سچ کہتا ہے۔ اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

بائیسواں باب

ابصار میں

[illegible]   [illegible]

[illegible]   [illegible]

فالعادعاین باعتبار بالرؤية   مثل الشهود وذلك بلا زم

Marfat.com

فیشاھد المعلوم منہ لذاتہ ... وشھودہ ھو علمہ المتعاظم
وھما الوصفان ھذا غیر ذا ... اذ ما البصیر بواحد والعالم

ترجمہ۔ خدا کی بصر ایک محل ہے۔ کہ وہ عالم نہیں ہے۔ یعنی اس کا محل علم کے محل سے ایک جداگانہ چیز ہے۔ اور وہ دیکھتا ہے۔ اور اس دیکھنے میں اس کا نفس اور عالم مساوی ہے۔ یعنی وہ دونوں کو دیکھتا ہے۔ پس تمام وہ چیزیں جو اس کو معلوم ہیں۔ اس کا عین ہیں۔ اور ان سب کو اس کا دیکھنا ہمیشہ سے ہے۔ علم باعتبار مشہود میں ظہور کرنے کے آنکھ ہے۔ اور یہ امر لازمی ہے۔ یعنی جو چیزیں غیب میں علم الٰہی میں تھیں بعینہٖ وہی چیزیں جب مشہد وجود میں آئیں۔ تو اس مشہد میں علم کا ظہور بصر کہلاتا ہے پھر وہ اس سے یعنی صفت بصریہ سے اپنی ذات کے لئے معلوم کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اور اس کا شہود ہی اس کا علم عظیم ہے۔ وہ دونوں یعنی علم و بصر اس کے دو وصف ہیں۔ جو ایک دوسرے سے جداگانہ ہیں۔ اس لئے کہ بصیر و عالم ایک شے نہیں ہیں جان۔ کہ خدا ہم کو اور تجھے توفیق بخشے۔ کہ حق تعالیٰ کی صفتِ بصریہ باعتبار شہودِ معلومات اس کی ذات سے عبادت ہے۔ اور علم بھی اس کی ذات سے عبادت ہے۔ لیکن باعتبار اس کے مبدء علم کے یعنی تجلی علمیہ جو مبدء کائنات ہے۔ وہ صفت علمیہ کا ذات سے ذات میں ظہور ہے۔ اور تجلیٔ عینیہ جو عالمِ خارجی کا نام ہے۔ وہ صفت بصریہ کا منظر ہے۔ اور یہ دونوں مشہد یعنی علمی و عینی عین ذات ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ خلاصہ یہ کہ علم و بصر میں فرق باطن و ظاہر کا ہے۔ (مترجم)

ان دونوں وصفوں کا معتبر بالذات ہونا اس وجہ سے ہے۔ کہ وہ اپنی ذات سے ہی جانتا ہے۔ اور اپنی ذات سے ہی دیکھتا ہے۔ اور اس کی ذات میں کوئی تعدد نہیں۔ پس اس کے علم کا محل وہی اس کی بصر کا محل ہے۔ پھر وہ دو صفتیں ہیں۔ اگرچہ حقیقت میں وہ ایک ہی شے ہیں۔ بس نہیں ہے مراد اس کی بصر سے مگر وہی تجلی علمیہ جو اس مشہد عینی میں جلوہ گر ہے۔ اور نہیں ہے مراد اس کے علم سے مگر اس نظر سے اس کا ادراک کرنا جو عالم عینی میں ہے پس وہ اپنی ذات کو اپنی ذات سے دیکھ رہا ہے۔ اور مخلوقات کو بھی اپنی ذات سے دیکھ رہا ہے۔ پس اپنی ذات کو اس کا دیکھنا عین مخلوقات کو اس کا دیکھنا ہے۔ اس لئے کہ بصر ایک ہی وصف ہے۔ فرق صرف مناظر و مرئیات میں ہے۔ وہ ہمیشہ چیزوں کو دیکھتا ہے۔ لیکن کسی چیز کی طرف نہیں دیکھتا۔ مگر اسی وقت جبکہ چاہتا ہے۔ اور یہاں ایک لطیف نکتہ ہے۔ پس اس کو سمجھ۔ اشیاء کبھی بھی اس سے پوشیدہ نہیں ہوتیں۔ لیکن کسی شے پر اس کی نظر نہیں پڑتی۔ مگر اسی وقت جبکہ وہ اُس پر نظر ڈالنی چاہتا ہے۔ اسی قبیل سے ہے۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے۔ کہ ہر روز اللہ تعالیٰ اتنی اور اتنی دفعہ قلب کی طرف دیکھتا ہے۔ اور انہی معنوں کی اور باتیں اور حق تعالیٰ کا یہ قول نہ ان کی طرف دیکھیگا۔ اور نہ ان سے کلام کریگا۔ اس قبیل سے نہیں ہے۔ بلکہ یہاں نظر سے رحمت اللہ مراد ہے۔ جس سے اس شخص پر اس نے رحم کیا۔ جس نے اعمالِ مقربہ سے اس کا قرب حاصل کیا بخلاف اس نظر کے جو قلب کی طرف ہوتی ہے۔ پس اس کی صفت وہی ہے۔ جو حدیث میں وارد ہوئی۔ یہ بات صرف صفت نظریہ سے مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ دوسرے اوصاف کا بھی یہی حال ہے۔ کیا تو خدا تعالیٰ کے

Marfat.com

اس قول کی طرف نگاہ نہیں ڈالتا۔ کہ ہم تمہاری آزمائش کرتے ہیں۔ تاکہ تم میں سے مجاہدین کو ہم جان لیں۔ یہ گمان نہیں کیا جاسکتا۔ کہ وہ ابتلاء سے پہلے ان سے جاہل تھا۔ خدا کی شان اس سے بلند ہے۔ ایسا ہی قلب کی طرف نظر ڈالنے سے بھی یہ لازم نہیں آتا۔ کہ قلب کسی وقت اس کی نظر سے اوجھل بھی ہو جاتا ہے۔ لیکن اس میں ایسے اسرار ہیں۔ جن کا بجز اس تنبیہ کے بیان کرنا ناممکن ہے۔ جس نے حقیقت الامر کو پہچان لیا۔ وہ اس کو لازم پکڑے۔ اور جو تاویل کی طرف گیا۔ وہ ایک قسم کی تعطیل میں پڑا۔ خیر اس کو سمجھ۔

جان۔ کہ انسان کی آنکھ وہ مدرکہ بصریہ ہے۔ جو آنکھ کی پتلی سے اشیاء کو دیکھتی ہے۔ پھر وہ مدرکہ بصریہ جب محل قلب سے اشیاء کو دیکھتی ہے۔ تو اس کا نام بصیرت ہوتا ہے۔ اور وہ بعینہٖ اللہ تعالےٰ کی نسبت کے لحاظ سے بصر قدیمہ ہے۔ جب یہ راز تجھ پر کھل گیا۔ جو سوائے اللہ تعالےٰ کے کھولنے کے نہیں کھلتا۔ تو اس وقت حقائق اشیاء کو تو بعینہٖ اسی طرح دیکھیگا۔ جس طرح کہ نفس الامر میں وہ ہیں۔ یہ بہتر بھید ہے۔ جس سے میں نے تیری طرف اشارہ کیا۔ پردوں کے دامن اس کے معانی کے چہرے سے اٹھا۔ اور اپنا معاملہ خدا کے حوالہ کر۔ اور وانت بلا انت یعنی تو بلا تو کے ہو جا۔ اور تو نہ رہے۔ بلکہ تیرا ہی تیرے لئے ظاہر ہو۔ جس طرح کہ وہ چاہے۔ یعنی جیسا کہ اس کے اسماء و اوصاف تقاضا کریں۔ پھر اس مغز کو چھپانے والے چھلکے کو پھینک دے۔ اور مغز کو کھا۔ جو روشن ہے اور آیت وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ کی حقیقت کو سمجھ

۲۲

تیسواں باب

جمال میں

جان۔ جمال الٰہیہ سے مراد اس کے اوصاف علیاء اور اسمائے حسنیٰ ہیں۔ یہ [illegible] صفت رحمت، صفت علم، صفت لطف، صفت نعمت، [illegible] صفت [illegible]

[illegible] جمال الٰہی اگرچہ [illegible] تقسیم رکھتا ہے اس کی [illegible] ہیں [illegible] اور وہ اسماء [illegible] کے معانی ہیں۔ اور پورا [illegible] مشہود [illegible] جس میں وہ اپنے جمال کو خود ہی دیکھتا ہے [illegible]

Marfat.com

صُوری ہے۔ اور وہ یہ عالم مطلق ہے۔ جو معبّر بہ مخلوقات ہے۔ باوجود فروعات و انواع کے وہ حسن مطلق ہے۔ جو مناظر و مجالی ہیئت میں ظاہر ہوا۔ یہ مظاہر و مجالی خلق کے نام سے موسوم ہیں۔ اور یہ نام رکھنا بھی منجملہ حسن الٰہی کے ہے پس عالم کی قبیح شے بھی اس کی ملیح کی مانند ہے۔ اس اعتبار سے کہ وہ جمال الٰہی کے مظاہر میں سے ایک مظہر ہے۔ نہ باعتبار جمال کی قسموں کے۔ اس لئے کہ جنسِ قبیح کو قباحت کے رنگ میں دکھانا بھی حسن میں داخل ہے۔ تاکہ وجود میں اس کو اپنے مرتبہ پر رکھا جائے۔ اسی طرح جنس حسن کو علے وجہِ حسن دکھانا بھی حسن الٰہی میں شمار کیا جاتا ہے۔ تاکہ وجود میں اس کا مرتبہ بھی محفوظ ہو جائے۔

جان۔ کہ اشیاء میں برائی بلحاظ کسی اعتبار کے ہوتی ہے۔ فی نفسہ اس شے میں کوئی برائی نہیں ہوتی۔ پس وجود سے مطلق برائی کا حکم اُٹھ گیا۔ اور نہ باقی رہا۔ مگر حسنِ مطلق۔ کیا تو گناہوں کی برائی کی طرف نہیں دیکھتا۔ کہ وہ باعتبار نہی کے برائی ہے۔ اور خراب بو کی برائی اس اعتبار سے برائی کہلاتی۔ کہ وہ موافق و ملائم طبع نہیں۔ ورنہ اپنی ذات بناوٹ کے لحاظ سے وہ جس کی طبیعت کے موافق ہے۔ محاسن میں داخل ہے کیا تو آگ کے جلانے کی طرف نہیں دیکھتا۔ کہ بہ اعتبار اس شخص کے جو اس میں ہلاک ہو جاتا ہے۔ ایک قبیح شے ہے۔ لیکن وہ سمندر کے نزدیک جو آگ کا ایک کیڑا ہے۔ ایک نہائت خوب شے ہے۔ پس ثابت ہوا کہ عالم میں کوئی شے قبیح نہیں۔ اصل میں ہر شے ملیح ہے۔ اور اس کے حسن و جمال کی ایک صورت ہے۔ اور اشیاء میں کوئی شے قبیح نہیں۔ مگر کسی نہ کسی اعتبار سے۔ کیا تو بعض اوقات میں کلمۂ حسنہ کی طرف نہیں دیکھتا کہ وہ بعض اعتبارات سے قبیح ہوتا ہے۔ حالانکہ فی نفسہ وہ اچھا ہوتا ہے۔ پس ان مقدمات سے جانا گیا کہ وجود اپنے کمال میں اس کے حسن کی صورت ہے۔ اور اس کے جمال کے مظاہر ہیں۔ اور ہمارا یہ کہنا۔ کہ وجود کے کمال محسوس۔ معقول۔ موہوم۔ خیال۔ اول۔ آخر۔ ظاہر۔ باطن۔ قول۔ فعل۔ صورت معنی سب داخل ہیں۔ اس قول سے ہمارا یہی مطلب ہے۔ کہ یہ تمام اس کے جمال کی صورتیں اور اس کے کمال کی تجلیات ہیں۔ انہی معنوں کے متعلق میں نے اپنے قصیدہ عینیہ میں کہا ہے ؎

تجلیت فی الأشیاء حین خلقتها — فها ھی میطت عنك فیها البراقع
قطعت الوری من ذات حسنك قطعة — ولم تك موصولاً ولا فصل قاطع
ولكنها احكام رتبتك اقتضت — الوهیة للضدّ فیها التجامع
فانت الوری حقًا وانت امامنا — وانت الذی یعلو وما هو واضع
وما الخلق فی التمثال الا كثلجة — وانت بها الماء الذی هو نابع
وما الثلج فی تحقیقنا غیر مائه — وغیران فی الحكم دعته الشرائع
ولكن بذوب الثلج یرفع حكمه — ویوضع حكم الماء والامر واقع
تجمعت الأضداد فی واحد البها — وفیه تلاشت وهو عنهن ساطع

Marfat.com

وکل بهاء فی ملاحة صورة | علی کل قد شابه الغصن یانع
وکل اسوداد فی تصافیف طرة | وکل احمرار فی العوارض ناصع
وکل کحیل الطرف یقتل صبه | بماض کسیف الهند حاد المضارع
وکل اسمرار فی القوائم کالقنا | علیه من الشعر الرسیل شرائع
وکل ملیح بالملاحة قد زها | وکل جمیل بالمحاسن بارع
وکل لطیف جل او دق حسنه | وکل جلیل فهو بالطف صادع
محاسن من انشاء ذلك کله | فوحد ولا تشرك به فهو واسع
وایاك ان تلفظ بغیریة البها | الیها ایها و القبح بالذات راجع
وکل قبیح ان نسبت لفعله | اتتك معانی الحسن فیه تسارع
یکمل نقصان القبیح جماله | فما ثم نقصان ولا ثم باشع
ویرفع مقدار الوضیع جلاله | اذا لاح فیه فهو للوضع رافع
واطلق عنان الحق فی کل ما ترى | فتلك تجلیات من هو صانع

ترجمہ - جب تو نے اشیاء کو پیدا کیا - تو خود ان پر جلوہ گر ہوا - پھر لوگ ان میں تجھ سے برقع دور کئے گئے ہیں - تو نے اپنی
ذات حسن سے مخلوق کے ٹکڑے کو کاٹا - کہ نہ وہ پیوند پائے ہوئے ہے - اور نہ ہی بالکل کاٹ کر جدا کیا ہوا ہے لیکن یہ بیت
ان میں ضدین جمع ہیں - اس نے بڑے رتبہ کے احکام کا تقاضا کیا - پھر بہ تحقیق تو ہی مخلوق اور تو ہی ہمارا امام ہے - تو
ہی وہ چیز جو بلند ہوتی ہے - اور تو ہی وہ چیز ہے - جو پست ہوتی ہے - خلقت کی مثال بجز برف کے نہیں - اور تو اس میں
بہنے والے پانی کی مانند ہے - ہماری تحقیق میں برف پانی کے سوا کچھ نہیں - بجز اس کے کہ وہ اس حکم میں ہے جس کا مومن
شریعت تقاضا کرتے ہیں - لیکن جب برف پگھل جاتی ہے - تو اس کا حکم اٹھ جاتا ہے - اور اس کی بجائے پانی کا حکم رکھا جاتا ہے
یہ ایک واقعی امر ہے - ایک ہی جسم میں ضدیں جمع ہو گئیں - اور اسی میں مٹ گئیں - اور وہ ان سے روشن ہو پڑتا ہے
بس ہر خوبی صورت میں ملیح ہے - اور ہر چیز میں اس کی خوبی ایسی ہی ہے - جیسے کہ شاخ درخت میں پکے ہوئے پھل لگے
ہوں - طرہ کی قطاروں میں ہر سیاہی اور رخساروں کی ہر خالص سرخی اور ہر سرمگین آنکھ جو اپنے عاشق کو ...
کاٹنے والی تلوار سے قتل کرتی ہے - جیسے کہ ہندی تلوار عالی میں مضارع یعنی کچھ کاٹنے والی ہوتی
مثل نیزہ کے بازوؤں اور ٹانگوں میں ہے - اور جس پر چھوٹے ہوئے بالوں کے رستے ہیں - اور ہر ... کے ...
روشن و تر و تازہ ہے - اور ہر جمیل جو محاسن میں فوقیت لیجانے والا ہے - اور ہر لطیف جس کا حسن بزرگ و دقیق ہے
ہر جلیل جو لطف و شفقت میں زمین کے اندر گڑ جانے والا ہے یعنی جس کی مزاج میں انکساری و فروتنی ہے - یہ سب ...
حسن میں - جس نے ان کو پیدا کیا - اس کی توحید کر - اور اس کا کوئی شریک نہ بنا - اور جان رکھ کہ اس ...
بیٹے ان الفاظ سے بچ - جس سے حسن اور خوبی کی غیریت ثابت ہو - حسن و قبح بالذات اسی کی طرف ...

Marfat.com

تو اس کے فعل کی طرف منسوب کرے۔ اس میں معانی حسن تیرے پاس دوڑتے ہوئے آئینگے۔ اس کا جمال قبیح کی کمی کو پورا کرتا ہے۔ پھر وہاں نہ نقصان ہے۔ اور نہ کوئی قبیح شے۔ اس کا جلال کمین کی قدر کو بلند کرتا ہے۔ جبکہ وہ اس میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور وہ پستی کو بلند کرنے والا ہے۔ پھر وہ جس چیز کو تو دیکھتا ہے۔ حق کی باگ اس میں چھوڑ دے۔ کہ وہ اس شخص کی تجلیات ہیں۔ جو ان کو بنانے والا ہے۔

جان کہ جمال معنوی جو اس کے اسماء وصفات سے مراد ہے۔ ان کے کمال کا شہود جس پر کہ وہ ہیں حق تعالےٰ کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔ لیکن مطلق شہود صرف حق کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے۔ اس لئے کہ اہل مذہب کو اپنے رب کی بابت کوئی نہ کوئی اعتقاد ہوتا ہے جس کا وہ اس کے اسماء حسنیٰ وصفات علیا یا ان کے سوا کسی اور چیز سے مستحق ہوتا ہے۔ اُسے اپنے اعتقاد کی صورت دیکھنے سے چارہ نہیں ہے۔ اور وہ صورت بھی جمال الٰہی کی صورت ہے۔ پس اس میں جمال کا ظہور ضروری ہوا نہ معنوی۔ اور یہ بات ثابت ہوئی۔ کہ جمال معنوی اپنے کمال کے ساتھ کسی ایسے شخص کے لئے پایا جائے۔ جو اس کا غیر ہے۔ خدا نہایت بلند و برتر ہے۔ اُس چیز سے جو وہ کہتے ہیں۔

۲۴
چوبیسواں باب
جلال کے بیان میں

جان کہ اللہ تعالےٰ کا جلال باعتبار اسماء وصفات [illegible] اس کے ظہور کے اس کی ذات سے مراد ہے جیسا کہ بطریق اجمال [illegible] ہے لیکن تفصیل کے لحاظ سے جلال صفات عظمت وکبریا۔ مجد وثنا سے عبارت ہے اور ہر جمال جس کا شدت سے ظہور ہوتا ہے۔ جلال کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔ جیسا اس کا ہر جلال خلق پر اپنے ابتدائی ظہور میں جمال کہلاتا ہے۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے [illegible] کہ ہر جمال کے لئے جلال ہے۔ اور ہر جلال کے لئے جمال ہے۔ اور چونکہ اس کے خلق [illegible] کچھ نہیں [illegible] جمال الٰہی سے ان پر سوائے جمال کے جلال اور جلال کے جمال کے کچھ ظاہر نہیں ہوتا۔ اور جمال مطلق اور جلال مطلق کا شہود سوائے اللہ تعالےٰ کے کسی کو نہیں ہوتا خلق اس میں قدم نہیں رکھ سکتی۔ ہم بیان کر آئے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے جلال باعتبار اسماء وصفات میں اس کے ظہور کے اس کی ذات سے مراد ہے۔ اور جمال کی بابت یہ کہ وہ اس کے اسماء حسنیٰ واوصاف علیا سے عبارت ہے۔ اور خلق کے لئے یہ امر محال ہے۔ کہ اس کے اسماء واوصاف کا پورے طور پر مشاہدہ کرسکے۔ اس لئے کہ

Marfat.com

ایسے اسماء و صفات بھی ہیں جو خاص اسی کے لئے ہیں۔ اور وہ بھی جمال میں داخل ہیں۔ پس اس سے ظاہر ہوا کہ جمال مطلق اور جلال مطلق کا ظہور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔

جب تو نے یہ سمجھ لیا۔ تو جان کہ اسماء و صفات حق اپنے حقائق کے اقتضاء کے بموجب چار قسموں پر ہیں پہلی قسم صفات جمال۔ دوسری قسم صفات جلال۔ تیسری قسم جو جلال و جمال میں مشترک ہیں۔ اور وہ صفات کمال ہیں۔ چوتھی قسم اسماء و صفات ذاتیہ۔ چنانچہ وہ بہ تفصیل ذیل ہیں۔

(۱) اسماء و صفات جمالیہ۔ اللطیف۔ الرحیم۔ السلام۔ المومن۔ البارئ۔ المصور۔ الغفار۔ الوہاب۔ الرزاق۔ الفتاح۔ الباسط۔ الرافع۔ اللطیف۔ الخبیر۔ المعز۔ الحفیظ۔ المقیت۔ الحسیب۔ الجمیل۔ الحلیم۔ الکریم۔ الوکیل۔ الحمید۔ المبدئ۔ المحیی۔ المصور۔ الواجد۔ الدائم۔ الباقی۔ البارئ۔ البر۔ المنعم۔ العفو۔ الغفور۔ الرؤف۔ المغنی۔ المعطی۔ النافع۔ الہادی۔ البدیع۔ الرشید۔ الجمیل۔ القریب۔ المجیب۔ الکفیل۔ الحنان۔ المنان۔ الکامل۔ لم یلد و لم یولد۔ الکافی۔ الجواد۔ ذوالطول۔ الشافی۔ المعافی

(۲) اسماء و صفات مشترک یعنی کمالیہ۔ الرحمٰن۔ الملک۔ الرب۔ المہیمن۔ الخالق۔ السمیع۔ البصیر۔ الحکم۔ العدل۔ الحکیم۔ الولی۔ القیوم۔ المقدم۔ المؤخر۔ الاول۔ الآخر۔ الظاہر۔ الباطن۔ [illegible]۔ المالک۔ المقسط۔ الجامع۔ الغنی۔ الذی لیس کمثلہ شیئ۔ [illegible]۔ المتکبر۔

(۳) اسماء و صفات جلالیہ۔ الکبیر۔ المتعال۔ العزیز۔ العظیم۔ الجلیل۔ القہار۔ القاہر۔ القادر۔ [illegible]۔ القوی۔ الجبار۔ المتکبر۔ القابض۔ الخافض۔ المذل۔ الرقیب۔ الواسع۔ الشہید۔ القوی۔ الممیت۔ المحیط۔ المنتقم۔ ذوالجلال والاکرام۔ المانع۔ الضار۔ الوارث۔ الصبور۔ ذو البطش۔ المعید۔ الدیان۔ المعاقب۔ المنتصر۔ الحسیب۔ الذی لم یکن لہ کفواً احد۔ ذوالحول الشدید۔ القادر۔ الغیور۔ شدید العقاب۔

(۴) اسماء و صفات ذاتیہ۔ اللہ۔ الاحد۔ الواحد۔ الفرد۔ الوتر۔ الصمد۔ [illegible]۔ النور۔ الحق۔

جان کہ ہر اسم و صفت کا ایک اثر ہے۔ اور وہ اثر اس اسم و صفت کے جمال کا مظہر ہے یا جلال کا۔ یا اس کے کمال کا۔ مثلاً معلومات عام طور پر اسم علیم کا مظہر ہیں۔ اور [illegible] کے مظاہر ہیں۔ [illegible] نعمت کی [illegible] ہے [illegible] عدم محض سے سامنے رکھ لیا ہو [illegible] اس کے بعد کوئی اور [illegible] [illegible] کوئی وجود نہیں [illegible] جمال کا

مظہر ہیں۔ اس لئے کہ وہاں اسماء و اوصاف جمالیہ سے کوئی اسم وصف نہیں جس کا اثر عام و خاص پر نہ ہو۔ پس تمام موجودات جمالِ حق کی مظہر ہے۔ ایسا ہی ہر صفت جلالیہ بھی اثر رکھتی ہے۔ مثلاً قادر۔ رقیب واسع کہ ان کا اثر عالم میں مشہود ہے۔ بعض صفاتِ جلالیہ ایسی ہیں۔ کہ جمیع موجودات ان سے اثر پذیر ہے۔ جلالِ حق کی صورت ہے۔ اس کا مظہر ہے۔ اور بعض صرف بعض موجودات سے مختص ہیں۔ مثلاً منتقم۔ معذب۔ ضار۔ مانع اور ان جیسے اور اسماء بخلاف اس کے اسماء جمال کہ ان میں سے ہر ایک جمیع موجودات کو شامل ہے۔ اس میں ستر سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ کو کہ میری رحمت یعنی جمال میرے غضب یعنی جلال پر سبقت لے گیا ہے۔ سمجھ۔

اور اسماء کمالیہ مشترکہ۔ سو بعض ان میں سے مرتبہ کے لئے ہیں۔ مثلاً یہ اسماء رَحْمٰنُ۔ مَلِكُ۔ رَبّ۔ مَالِكَ الْمُلْكُ۔ سُلْطَانُ۔ وَلِیّ ان سب کا ظہور عام ہے۔ وجود بہ تمامہ ان میں سے ہر ایک کا مظہر و صورت ہے۔ یعنی ہر جہت اور ہر اعتبار سے بخلاف اسماء جمال و جلال کے کہ وجود ان میں سے ہر اسم کا مظہر ہے۔ لیکن کسی ایک جہت سے یا چند وجوہات سے جو کسی ایک یا چند اعتبارات میں منحصر ہیں۔ اس کو سمجھ۔ اور بعض اسماء مشترکہ کا یہ تقاضا ہے۔ کہ تمام وجود ان کا مظہر ہو۔ لیکن ہر جہت سے نہیں۔ مثلاً اسم بَصِیْرٌ۔ سَمِیْعُ۔ خَالِقٌ۔ حَکِیْمٌ اور اس جیسے اور اسماء۔ اور بعض اسماء مشترکہ اپنی صورت پر ظہور موجودات کا تقاضا نہیں کرتے۔ مثلاً غَنِیٌّ۔ عَدْلُ۔ قَیُّوْمُ اور انکی مانند اور۔ اس لئے کہ یہ اسماء ذاتیہ سے ملحق ہیں۔ لیکن چونکہ ان میں جمال و جلال کی بو پائی جاتی ہے۔ لہذا قسم مشترک میں ہم نے ان کو داخل فرمایا ہے۔

اس کے بعد معلوم کرنا چاہیئے۔ کہ کامل بندہ ان تمام اسماء کا مظہر ہے۔ مشترکہ ہوں یا غیر مشترکہ۔ ذاتیہ ہوں یا جلالیہ یا جمالیہ جنت جمال مطلق کا اور دوزخ جلال مطلق کا مظہر ہے۔ اور دنیا و آخرت کے دونوں گھر اور انسان کامل کو چھوڑ کر جو کچھ ان میں ہے۔ اسماء مرتبہ کے مظہر ہیں۔ بخلاف اسماء ذاتیہ کے کہ ان کا اور ان کے سوا دوسرے اسماء کا مظہر صرف ایک انسان ہی ہے۔ اس کے سوا دوسری موجودات قطعاً ان سے لگاؤ نہیں رکھتی۔ اس کی طرف خدا تعالےٰ کے اس قول میں اشارہ ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الاٰیَة ترجمہ۔ ہم نے اپنی امانت آسمان۔ زمین۔ پہاڑوں کے آگے پیش کی۔ اس کے اٹھانے سے وہ انکار کر بیٹھے۔ اور ڈر گئے۔ پھر انسان نے اس کو اٹھالیا۔ اور وہ ظلوم و جہول ہے۔" سوائے ذات حق اور اس کے اسماء و صفات کے وہاں کوئی امانت نہ تھی۔ انسان کامل کے سوا وہاں کوئی شئے نہ تھی۔ جس کو بہ تمامہ وہ امانت صحیح مسلّم ہوتی۔ انہی معنوں کی طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے۔ کہ مجھ پر ایک ہی دفعہ قرآن نازل کیا گیا ہے۔ مراد قرآن سے امانت ہے۔ جو مذکور ہوئی پس آسمان اور اس کے اوپر اور نیچے کی چیزیں اور زمین اور اس کے اوپر اور نیچے کی چیزیں جمیع اسماء و صفات حق سے متحقق ہونے سے عاجز ہیں۔ پھر وہ اپنی عدم قابلیت سے انکار کر بیٹھے۔ اور اپنے قصور و ضعف کی وجہ سے ڈر گئے اور انسان کامل نے اسے اٹھالیا۔ بیشک وہ اپنے نفس کے حق میں ظلوم ہے۔ اس لئے کہ وہ اپنے نفس کو اس کا حق عطا نہیں کر سکتا۔ وہ امانت اس بات سے منوط تھی۔ کہ وہ اللہ تعالےٰ کی ثنا کرے۔ جیسا کہ اس کی ثناء کا حق ہے

Marfat.com

اور خدا تعالٰے نے فرمایا ہے مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ۔ انہوں نے خدا تعالٰے کی قدر نہیں کی۔ جیسا کہ اس کی قدر کا حق ہے۔ پس اس حیثیت سے انسان ظلوم ٹھہرا۔ اور اپنے نفس پر اس نے ظلم کیا۔ کہ اس کی قدر نہ کی۔ جیسا کہ اس کی قدر کا حق ہے۔ اور یہ نہ جانا۔ کہ یہ نفس عین اس امانت کا ہے۔ جو مذکور ہوئی۔ پھر حق نے لفظ جہول سے اس کا وصف کر کے اس کا عذر قبول کر لیا۔ کہ بیشک اس کی قدر عظیم ہے۔ اور وہ اس سے جاہل ہے۔ ہاں معذور ہے۔ اس لئے کہ حق قدر کی بجا آوری پر قدرت نہیں رکھتا۔ کہ وہ اپنے نفس کی شناخت سے خدا کی ثنا کرے۔ جیسا کہ اس کی ثنا کا حق ہے۔ اور اس مذکورہ آیت کی ایک اور توجیہ بھی ہے۔ وہ یہ کہ ظلوم کو اسم مفعول کے معنوں میں لیا جاوے۔ یعنی مظلوم کے معنوں میں۔ اور انسان کامل ان معنوں کے لحاظ سے مظلوم ہے۔ کہ اس کی جلالت قدر و عظمت منصب کی وجہ سے کوئی اس بات پر قدرت نہیں رکھتا۔ کہ اس کے حقوق کا ایفاء کرے۔ وہ ان باتوں میں مظلوم ہے۔ جن میں مخلوق اس سے معاملہ کرتی ہے۔ اور جہول کو بھی مفعول کے معنوں میں لو یعنی مجہول کے معنوں میں کہ باوجود غور کے اس کی حقیقت سمجھی نہیں جاسکتی۔ اور یہ انسان کامل کی بابت جمیع مخلوقات کی طرف سے حق کی عذر خواہی ہے۔ تاکہ وہ ظلم کے وبال سے چھوٹ جائیں۔ پھر وہ اس دن ان کا عذر قبول کرے۔ جبکہ انسان کی اس قدر و حقیقت سے پردہ اٹھایا جائیگا۔ جس سے مراد انسان میں ظہور ذات و اسماء و صفات الٰہیہ ہیں۔ مراتب انسان کامل انشاء اللہ تعالٰی اپنے محل پر مذکور ہوں گے۔

۲۵ پچیسواں باب

کمال کے بیان میں

جان۔ کہ کمال الٰہی ماہیتِ ذاتِ الٰہی سے مراد ہے۔ اور اس کی ماہیت ادراک کو قبول نہیں کرتی۔ اور... کو اس لئے کہ اس کے کمال کی کوئی حد و غایت نہیں ہے۔ اور وہ سبحانہٗ و تعالٰے اپنی ماہیت کا ... اور اس بات کا بھی کہ وہ ادراک نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے کہ خدا اور غیر خدا کے حق میں اس کی کوئی غایت نہیں ہے میری مراد یہ ہے۔ کہ وہ اس کا ادراک کرتا ہے۔ بعد اس کے کہ وہ جانتا ہے۔ کہ اُسے وہ نہ خود سمجھ سکتا ہے۔ اور نہ اس کا ہمارا یہ کہنا کہ وہ اپنی ماہیت کا ادراک کرتا ہے۔ سو اپنے کمال احاطت و عدم جہل سے وہ اس وصف کا بھی مستحق ہے۔ اور ہمارا یہ کہنا کہ وہ جانتا ہے۔ کہ نہ وہ خود اپنی ماہیت کا ادراک کرسکتا ہے۔ اور نہ اس کا غیر۔ تو وہ اپنی کبریائی و عدم نہایت کی وجہ سے اس لغت کا بھی مستحق ہے۔ اس لئے کہ وہ اسی پر اپنے ادراک سے احاطہ کرسکتا ہے

Marfat.com

جو نی حدِ ذاتہ محدود و متناہی ہے۔ حالانکہ اس کی کوئی نہایت نہیں۔ اور جس کی نہایت نہ ہو۔ اس کا ادراک محال ہے۔ پس اس کی ماہیت کا ادراک حکمی ہے۔ اس لئے کہ وہ بنفسہ شمول علم و عدم جہل کا استحقاق رکھتا ہے۔ نہ یہ کسی وجہ و اعتبار سے اس کی ماہیت نے ادراک قبول کر لیا ہے۔ اس مسئلہ کو سمجھ۔ یہ نہایت غامض اور باریک مسئلہ ہے۔ اور اس سے بچ۔ کہ تیرا پاؤں یہاں لغزش کھا جائے۔ کیونکہ یہ مقام حیرت ہے ؎

احطت خبرا مجملا ومفصلا ۔۔۔ بجمیع ذاتك یاجمیع صفاته

امجل وجهك ان يحاط بكنهه ۔۔۔ فاحطته ان لا يحاط بذاته

حاشاك من غاي وحاشا ان يكن ۔۔۔ يلشاهلا ويلاه من حديته

ترجمہ ذات کے باب میں مذکور ہوا۔

جان۔ کہ حق کا کمال مخلوق کے کمال کے مشابہ نہیں ہے۔ اسلئے کہ کمال خلق ان معنوں کے رو سے ہے جو انکی ذوات میں موجود ہیں لیکن انکی ذات سے غیر ہیں۔ اور حق تعالےٰ کا کمال بذاتہ خود ہے۔ نہ یہ کہ کمال کے معنی اس پر ایک زائد شے ہیں۔ خدا کی ذات اس سے بلند و برتر ہے۔ اس کا کمال عین ذات ہے۔ اس کی ذات کے لئے غنا مطلق و کمال تام اسی کو ثابت ہے۔ خدا کی شان یہ ہے۔ کہ اگر معانی کمالیہ اس سے تعلق پائیں۔ تو وہ اس سے غیر نہیں ہوتے۔ پس پورے کمال کی معقولیت و معنویت ایک امر ذاتی ہے۔ نہ ذات پر کوئی زائد شے۔ نہ اس سے مغایر نہ وہ نفس معقول ہے۔ اور نہ سوا اس حکم کے یعنی نفس معقول ہونے سے اسے انکار ہے۔ بخلاف اس کے موجودات کی شے کا یہ حال ہے۔ کہ جب کسی وصف سے تو اس کا وصف کرے۔ تو وہ چاہتی ہے کہ وہ وصف اس کا غیر ہو۔ اس لئے کہ مخلوق قابل انقسام و تعدد ہے۔ اور نیز چاہتی ہے۔ کہ وہ وصف اس کا عین بھی ہو۔ اس لئے کہ اس کا حکم جس پر اس کی ذات مترتب ہے۔ اور نہیں ہے وجود مگر اسی اوصاف سے ترکیب پائی ہے۔ ہمارا یہ کہنا کہ انسان حیوان ناطق ہے۔ اس کے ایک معنی تو یہ ہو سکتے ہیں کہ حیوانیت فی نفسہا ایک معنی ہے۔ اور اس کی معقولیت مغایر انسان ہے۔ اور نطق بالذات ہر انسان میں حیوانیت کی مغائر ہے۔ اور [illegible] عین انسان ہیں۔ اس لئے کہ وہ ان دونوں سے مرکب ہے۔ اور بغیر ان دونوں کے اس کا کوئی وجود نہیں۔ پھر وہ ان دونوں کا مغائر نہیں ہوگا۔ پس باعتبار انقسام کے مخلوق کا وصف اس کی ذات سے غیر ہوگا اور ترکیب کی جہت سے اس کی ذات کا عین۔ اور حق کی ماہیت میں یہ بات نہیں ہے۔ اس لئے کہ انقسام و ترکیب اس کے حق میں محال ہے۔ اس کی صفات کی بابت نہیں کہا جاتا۔ کہ وہ اس کا عین نہیں ہیں۔ اور نہ وہ غیر ذات ہیں۔ مگر بہ حیثیت تعدد اوصاف اور باہم ان کے متضاد ہونے کے وہ مغائر ذات سمجھے جاتے ہیں۔ اور وہ یعنی صفات اس کی ماہیت اور اس کی ہویت کی جہت سے جس پر کہ وہ بالذات ہے۔ عین ذات ہیں۔ پس حکم مخلوق سے اس کا حکم جدا ہو گیا۔ کہ مخلوق کی صفت نہ عین ذات ہے۔ نہ غیر ذات۔ اور حق کا یہ حکم نہیں ہے۔ بلکہ اس کی صفات عین ذات ہیں۔ اور ان کا غیر ذات ہونا علے سبیل المجاز ہے۔ [illegible]

Marfat.com

الحقیقت سا وراس مسئلہ میں اکثر متکلمین ٹھوکر کھاگئے ہیں۔ اور امام محی الدین ابن عربیؓ نے اپنی تحقیق میں ایسا ہی بیان فرمایا ہے۔ جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔ لیکن اس عبادت اور اس جہت سے نہیں۔ جیسے ہم نے بیان کیا ہے۔ بلکہ ایک اور عبادت اور ایک اور معنوں سے۔ کہ اکثر متکلمین جو اس بات کے قائل ہوئے ہیں کہ صفاتِ حق نہ عین ذات ہیں۔ نہ غیر ذات وہ خطا پر ہیں۔ اور امام مذکور نے اس کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ کہ یہ بات خدا کی ذات کے حق میں ٹھیک نہیں ہے۔ اور ہم کو کشفِ الٰہی سے معلوم ہؤا ہے۔ کہ صفاتِ حق عین ذات ہیں۔ لیکن نہ باعتبار تعدد کے اور نہ باعتبار غیریت کے۔ بلکہ اس امر کو میں نے ایک ضرب المثل میں مشاہدہ کیا ہے۔ اور خدا تعالےٰ کی صفت بلند ہے۔ وہ ضرب المثل یہ ہے۔ کہ ایک نقطہ ہے کہ وہ ہر کمال جمال وجلال کے کمالات تامّہ جامعہ کی معقولیت کا نفس ہے۔ اُس وجہ اور دستور پر جو مرتبہ الٰہیہ کے لائق ہے۔ اور ہیں اس سے وہ کمالات مراد لینا ہوں جو نقطہ کے وجود میں نیست۔ نابود و مستہلک ہیں۔ اور نقطہ وجودِ کمالات میں مستہلک ہے۔ اور وہ جسے نقطہ اور کمالات سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کی احدیت میں ان کا غیر متناہی ہونا سمجھا جاتا ہے اور اُن میں اوّلیّتِ ابتدا محال ہے۔ اور وہاں نہایت غامض۔ باریک۔ عزیز و جلیل باتیں ہیں۔ جن کا بیان نہیں ہو سکتا ۔

وَكَانَ مَا كَانَ مِمَّا لَسْتُ اَذْكُرُهُ ۔ فَظُنَّ خَيْرًا وَّلَا تَسْأَلْ عَنِ الْخَبَرِ

ترجمہ۔ ہے جو ہے۔ اس چیز سے جس کا میں ذکر نہیں کر سکتا۔ پس تو نیک گمان رکھ اور خبر کی بابت نہ پوچھ۔

جان۔ کہ یہ مثال اُس ذاتِ عالیہ کے لائق نہیں ہے۔ اس لئے کہ مثال فی نفسہ مخلوق ہے۔ اور وہ اس امر کی غیر ہے۔ جس کے لئے وہ بطور ضرب المثل پیش کی گئی ہے۔ کیونکہ حق قدیم ہے سا ور مخلوق حادث۔ عبادت فہوانیہ معانیٔ ذوقیہ کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ ہاں جو پہلے ذوق سے بہرہ ور ہو چکا ہے۔ اس کو یہ عبادت سواری کا کام دیگی۔ اس لئے کہ تو حقیقت الامر کے اٹھانے کی جس طرح کہ وہ ہے۔ طاقت نہیں رکھتا۔ لیکن کچھ حصہ تو اس سے اخذ کر لیگا۔ اور جو شخص حزن میں مثل یعقوب علیہ السلام کے ہے۔ اس کی کوریٔ چشم کے زائل کرنے میں یہ عبادت قمیصِ یوسف علیہ السلام کا کام دیگی۔ جس کو بشیر نے اس کی طرف پھینکا۔ اور جسے پیشتر ذوقِ تحقیق حاصل نہیں ہؤا۔ اس سے توقع نہیں۔ کہ وہ مطلوب تک پہنچ سکے۔ مگر اس صورت میں کہ وہ صاحبِ ایمان و تصدیق ہو۔ اور جو اس کے پاس ہے۔ اسے ترک کر دے۔ اور تحقیق سے جو حق اس کو ... جاتا ہے۔ اُسے اخذ کرے۔ اس آیت میں اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے مَنْ اَلْقَى السَّمْعَ ... وہو شہید کے معنی یہ ہیں۔ کہ ایمان سے اس بات کی شہادت دیتا ہے۔ جو اسے کہی جاتی ہے۔ گویا کہ وہ عیانی طور پر اپنی قوت ایمانی سے اُسے دیکھ رہا ہے۔ پھر اوّلاً وہ شخص مکاشف ہے جو قلب رکھتا ہے قال اللہ تعالیٰ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ **ترجمہ** فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اسمیں اس شخص کے لئے نصیحت ہے جو قلب رکھتا ہے۔ اور جس نے حضورِ قلب سے اپنے کان رکھ دیئے

Marfat.com

۲۶

چھبیسواں باب

ہُوِیّت کے بیان میں

حق کی ہُوِیّت وہ غیب ہے جس کا ظہور ممکن نہیں۔ لیکن باعتبار جملہ اسماء و صفات کے اسکے ظہور کی ایک صورت ہو سکتی ہے۔ گویا کہ وہ واحدیت کے باطن کی طرف اشارہ ہے۔ اور میرا یہ قول گویا کہ کسی اسم وصف یا لغت سے مرتبہ یا بلا اعتبار اسماء و صفات مطلق ذات سے اختصاص نہ پانے کی وجہ سے ہے۔ بلکہ ہُوِیّت سے علی سبیل الجمع والانفراد ان تمام کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس کی شان بطون اور غیبوبیت پر آگاہ کرنا ہے۔ اور وہ لفظ ہو سے ماخوذ ہے جو غائب کی طرف اشارہ کرنے کے لئے مقرر ہو چکا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے حق میں باعتبار اسماء و صفات کے جن میں اس کی غیبوبیت بھی سمجھی جاتی ہے۔ اس کی کنہ ذات کی طرف اشارہ ہے اسی قبیل سے میرا یہ قول ہے ؎

إنّ الهويّة غيب ذات الواحد ومن المحال ظهورها في الشاهد

فكأنّها نعت وقد وقعت على شأن البطون وما لذا من جاحد

ترجمہ۔ ہُوِیّت ذات واحد کا غیب ہے۔ اور حاضر و شاہد میں اس کا ظہور محال ہے۔ گویا کہ وہ لغت ہے۔ حالانکہ اس کی شان بطون ہے۔ اور اس بات کا کوئی انکار کرنے والا نہیں ہے۔

جان کہ یہ اسم اسم اللہ سے اخص ہے۔ اور اسم اللہ کا سِرّ ہے۔ جب تک اللہ میں یہ اسم یعنی ہائے ہُوِیّت جو اسم اللہ کے آخر میں ہے موجود رہتی ہے۔ اس کے کچھ معنی ہوتے ہیں۔ جو حق کی طرف راجع ہوتے ہیں۔ جب وہ اس سے جدا کی جاتی ہے۔ تو اس کے باقی حروف مفید مطلب نہیں رہتے۔ مثلاً جب الف اڑا دیا جائے۔ تو باقی للّٰہ رہتا ہے۔ اور وہ بھی فائدہ بخش ہے۔ اور جب لام اول بھی اڑا دیا جائے۔ تو لَہٗ رہ جاتا ہے اور اس میں بھی [illegible] اور دوسرا لام بھی اڑا دیا جائے۔ تو باقی ہٗ رہ جاتی ہے۔ اور ہُو بھی اصل میں ہاء ہے [illegible] اس کے ساتھ لگائی گئی ہے۔ اور استقرار دی ہے ان کو ایک شے بنا دیا ہے [illegible] افضل ہے جس نے ۷۹۹ھ میں بعض اللہ والوں کے ساتھ خدا ان کے شرف کو [illegible] اسم اعظم کے متعلق گفتگو ہوئی۔ جس کی نسبت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے [illegible] سورۂ بقرہ [illegible] اس اہل اللہ نے کہا کہ وہ مخفی ہے۔ اور یہ [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ظاہر کلام سے مستفاد ہوتا ہے۔ اسلئے کہ ان کے قول یعنی لفظ سورۂ بقرہ کا اخیر ہے

Marfat.com

اور رواؤ ان کے قول واوّل سُورۃ آل عمران کا اوّل ہے۔ اور یہ کلام اگرچہ مقبول ہے۔ لیکن میں اسم اعظم سے ہو پاتا ہوں۔
اور میں نے اس عارف کا قول اس واسطے نقل کیا ہے۔ کہ اس اسم کے شرف پر تنبیہ ہو۔ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی اشارۃ جو جہت مذکورہ سے اس پر واقع ہوتی ہے۔ اس اسم کے جلیل القدر اور اعظم الاسماء ہونے پر دلالت کرتی ہے
جان۔ کہ اسم ھُوَ حاضر فے الذہن سے عبادت ہے۔ جس کی طرف غائب خیال [illegible] اشارہ کیا
جاتا ہے۔ اور یہ غائب اگر خیال سے غائب ہوتا۔ تو لفظ ھُوَ سے اس کی طرف اشارہ صحیح نہ ہوتا۔ پس [illegible]
بجز حاضر کے کسی اور طرف صحیح نہیں ہوتا۔ کیا تو ضمیر کی طرف نہیں دیکھتا کہ نہیں راجع ہوتی۔ مگر مذکور کی طرف۔ یا
لفظ سے یا قرینہ سے اور یا حال سے مثل ضمیر الشان والقصہ اور اس بیان کا فائدہ یہ ہے۔ کہ ھُوَ کا وقوع وجود محض ہوتا ہے
جس میں عدم بالکل نہیں۔ اور جو نہ غیبوبیت و فناء سے عدم سے مشابہت رکھتا ہے۔ اس لئے کہ غائب جہت [illegible]
یعنی جہت میں وہ مشہود نہیں ہوتا۔ اور یہ بات اس غیب میں صحیح نہیں ہوتی جس کی طرف لفظ ھُوَ [illegible]
ہے۔ پس اس کلام سے ثابت ہو گیا۔ کہ ہویّت وجود محض صریح ہے۔ جس میں ہر کمال وجودی و شہودی [illegible]
پر موجود ہے۔ لیکن حکم جس پر غیبت واقع ہوئی۔ وہ اس وجہ سے ہے۔ کہ اس کا پورے طور پر [illegible]
اس کا استیفاد ممکن ہے۔ اور نہ اس کا ادراک کیا جا سکتا ہے یعنی اسم ھُوَ پر جو غائب کا حکم لگایا جاتا ہے۔ اور [illegible]
ہے۔ ھُوَ غَائِبٌ۔ تو اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ وجود محض کا استیفاء ممکن نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ [illegible]
ہویّت عدم ادراک کی وجہ سے غیب میں داخل ہے۔ پس اس کو [illegible] اس لئے کہ حق تعالےٰ کا [illegible]
نہیں۔ اور اس کی شہادت اس کے غیب کا غیر نہیں۔ بخلاف انسان کے اور ہر مخلوق کو [illegible]
کہ اس کے لئے شہادت اور غیب ہے۔ لیکن اس کی شہادت ایک وجہ اور اعتبار سے ہے۔ [illegible]
وجہ اور اعتبار سے ہے۔ اور حق کی یہ شان نہیں۔ اس کا غیب عین شہادت اور شہادت عین غیب [illegible]
اس کے نفس سے کوئی شے غیب نہیں۔ اور نہ کوئی شہادت ہے۔ بلکہ [illegible] اس کے لئے غیب و شہادت [illegible]
اس کو لائق ہے۔ جیسا کہ وہ اس کو اپنے نفس کے لئے جانتا ہے۔ اور جس کو [illegible]
غیب و شہادت کو جس طور پر کہ وہ ہے۔ سوائے اس کے کوئی نہیں [illegible]

ستائیسواں باب ۲۷

انیت میں

حق کی انیت [illegible]

اشارہ ہے۔ اس اعتبار سے کہ اس کا ظہور اس کے بطون کو شامل ہے۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اِنَّهٗ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا ۔۔۔ یعنی بے شک ہویت جس کی طرف لفظ ھاءِ ھُوَ سے اشارہ کیا گیا ہے۔ وہ عین انیت ہے جس کی طرف لفظ انا سے اشارہ کیا گیا ہے۔ پس ہویت انیت میں سمجھی جاتی ہے (کہ اس نے لفظ انا سے اپنی ہویت کا چیلنج دیا ہے۔ مترجم) یہی معنی ہیں۔ ہمارے اس قول کے کہ ظاہر حق اس کے باطن کا عین ہے۔ اور اس کا باطن عین اسکے ظاہر کا ہے۔ نہ یہ کہ وہ ایک جہت سے باطن ہے۔ اور ایک دوسری جہت سے ظاہر۔ کیا تو حق سبحانہ وتعالیٰ کے قول کی طرف نہیں دیکھتا۔ کہ اس نے لفظ اِنَّ سے جملہ کو کیسا مؤکد فرمایا۔ اس لئے کہ ہر وہ کلام جس میں ذہن سامع متردد ہو تاکید اس میں بھلی معلوم ہوتی ہے۔ جیسا کہ ہر وہ کلام جس کا سامع انکار کرتا ہو۔ تاکید اس میں واجب ہوتی ہے۔ بخلاف اس کے اگر سامع خالی الذہن ہو۔ تو اس میں تاکید کی کوئی حاجت نہیں ہوتی۔ چونکہ ظہور و بطون کے ایک کرنے کے اعتبار میں عقل کو تردد پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ اس بات کو پورا کرنا چاہتی ہے۔ کہ یہ بات کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔ کہ اس کا باطن اس کا ظاہر ہے۔ اور اس کا ظاہر اس کا باطن۔ اور عینیت کی صورت میں ظاہر و باطن کی تقسیم کا فائدہ کیا ہے۔ پس نفس کے لئے اس مسئلہ میں یا تو تردد ہے یا انکار۔ اسی لئے بلفظ اِنَّ خدا نے تاکید فرمائی۔ اور موسیٰ علیہ السلام کو کہا۔ کہ وہ یعنی احدیتِ باطنہ جس کی طرف ہویت سے اشارہ کیا گیا ہے۔ وہ عین انیتِ ظاہرہ ہے۔ جس کی طرف لفظ انا سے اشارہ کیا گیا ہے۔ پس کسی وجہ سے ان دونوں میں تغائر یا انفصال یا انفکاک گمان نہ کر۔ پھر اسم علَم یعنی اللّٰہ کو جو اس کا ذاتی نام ہے بطور بدل کے لا کر اس بات کی تفسیر فرمائی۔ کہ یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے۔ جس کا جمع و شمول سے الوہیت تقاضا کرتی ہے۔ یعنی ہویت و انیت ظہور و بطون اس حقیقت سے عبارت ہے۔ جو معبّر باسم اللّٰہ ہے۔ اس لئے کہ الوہیت بذاتِ خود شمولِ نقیضین جمعِ ضدین کا تقاضا کرتی ہے۔ اور یہ تقاضا اس کا بحکمِ احدیت اور باوجود حصولِ مغائرت کے عدم تغائر سے ہوتا ہے۔ اور یہ مسئلہ حیرت ہے۔ پھر اپنے اس قول سے جملہ کی تفسیر فرمائی۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا یعنی الٰہیۃ معبودہ میرے سوا کوئی نہیں۔ میں ہی ان بتوں۔ افلاک۔ طبائع اور ہر اُس چیز میں جس کی اہل ملل و نحل پرستش کرتے ہیں۔ ظاہر ہوں۔ پھر یہ تمام معبود جن کی پرستش کی جاتی ہے میں ہی ہوں۔ اسی لئے لفظ الٰہہ جو اِلٰہ کی جمع ہے۔ ان معبودوں کے لئے ثابت کیا۔ اور اس لفظ سے ان کا نام رکھنا اس حقیقت کی جہت سے ہے۔ جس پر کہ وہ ہیں۔ یعنی یہ تسمیہ حقیقی ہے۔ نہ مجازی۔ ایسا نہیں ہے جیسا کہ اہل ظاہر گمان کرتے ہیں۔ کہ خدا نے اس لئے یہ نام رکھا۔ کہ ان کے پجاری خود اس نام سے ان کو پکارتے تھے۔ ایسا سمجھنے والوں کی غلطی ہے۔ اور حق پر ان کا یہ افترا ہے۔ اس لئے کہ ذات الٰہی کی جہت سے یہ تمام معبود بلکہ تمام موجودات حقیقتہً یہ نام رکھتی ہے۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ عین اشیاء کا ہے۔ اگر یہ تسمیہ مجازی طور پر ہوتا۔ تو یوں کہا جاتا۔ کہ یہ پتھر۔ ستارے۔ طبائع۔ اور وہ چیزیں جن کو وہ پوجتے ہیں۔ معبود نہیں ہیں۔ میں ہی معبود ہوں۔ میری عبادت کرو۔ لیکن حق نے یہ ارادہ کیا۔ کہ ان پر یہ ظاہر کرے۔ کہ یہ معبود جن کو تم پوج رہے ہو۔ مظاہرِ حق ہیں۔ اور الوہیت کا حکم ان میں حقیقی طور پر ہے۔ اور یہ کہ درحقیقت ان سب کی عبادت اسی کی عبادت ہے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا یعنی میا

Marfat.com

جس چیز پر لفظ اِلٰہ کا اطلاق ہوتا ہے۔ وہ مَیں ہی ہوں۔ اور میرے غیر کی پرستش کرنے والا دنیا میں کوئی آدمی نہیں ہے۔ اور وہ میرے غیر کی پرستش کس طرح کر سکتے ہیں۔ حالانکہ میں نے اپنی عبادت کے لئے انہیں پیدا کیا ہے۔ اور وہی ہو رہا ہے جس کے لئے میں نے انہیں پیدا کیا ہے۔ اسی کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کل میسر لما خلق لہ کہ جس چیز کے لئے کوئی پیدا کیا گیا ہے۔ وہ اس کے لئے آسان کی گئی ہے یعنی عبادتِ حق جس کے لئے لوگوں کو پیدا کیا گیا ہے۔ لوگ طبعًا اس کی طرف میلان رکھتے ہیں۔ اور حسبِ خلقت آسانی سے اسے بجا لا رہے ہیں۔ فرمایا وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ۔ میں نے جنوں اور انسانوں کو محض عبادت کے لئے ہی پیدا کیا ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ ہر شے اس کی حمد و تسبیح کرتی ہے۔ یہ آیات دلیل ہیں۔ کہ جو کچھ کوئی کر رہا ہے۔ وہ سب عبادت ہے۔ اس مذکورہ قول سے موسٰے علیہ السلام کو اللہ تعالٰے نے اس بات پر تنبیہ فرمائی ہے۔ کہ ان معبودوں کے پجاری ان چند مظاہر سے خدا کی پرستش کرتے ہیں۔ ہم تجھ سے یہ چاہتے ہیں۔ کہ جمیع مظاہر سے تو ہماری پرستش کرے۔ ہر وہ چیز جسے اسم اِلٰہ سے وہ پکارتے ہیں سو وہ میں ہی ہوں بعد اس کے کہ اس نے موسٰے علیہ السلام کو بتا دیا۔ کہ انا عین ھُوَ ہے۔ جو اس کے اس مرتبہ کی طرف ہے۔ جس کا نام اَللّٰہُ ہے۔ اے موسٰی اس انیت کی جہت سے میری پرستش کر۔ جو تمام اُن مظاہر کی جامع ہے۔ جو عینِ ہوّیت ہیں اور یہ اپنے نبی موسٰی پر حق تعالٰے کی عنایت ہے۔ تاکہ وہ ایک جہت کو چھوڑ کر دوسری جہت سے اسکی عبادت نکرے پھر اس جہت سے جس سے اس نے پرستش کی۔ حق اس سے فوت نہ ہو جائے۔ اور اس کی عبادت فضول نہ جائے۔ اگرچہ ایک جہت سے اس نے ہدایت پائی بھی ہو۔ جیسا کہ ارباب مذاہب متفرقہ خدا کی راہ کو بھول گئے۔ بخلاف اس کے اگر وہ اس انیت کی جہت سے عبادت کرتے۔ جس پر اُن تمام مظاہر۔ تجلیات۔ شیُون مقتضیاتِ کمالات سے تنبیہ کی گئی ہے۔ جو وصف کئے گئے ہیں۔ ہوّیت میں معقول انیّت میں مندرج اسم اللّٰہ سے مُفسّر و مشروح ہیں۔ کہ وہاں سوائے میرے کوئی معبود نہیں ہے۔ تو پھر اس وقت جیسا کہ چاہئے تھا۔ اس کی عبادت ہوتی۔ انہی معنوں کی طرف خدا تعالٰے نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے۔ وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ ترجمہ یہ ہے میری سیدھی راہ۔ اس پر چلو۔ مختلف راہیں اختیار نہ کرو۔ وہ اس کی راہ سے تمہیں جدا کر دینگی۔ متفرق راہوں پہ چلنے والے لوگ اگرچہ اللہ کی راہ پر ہیں"۔ پھر جب بندہ اللہ کی راہ پر ہوتا ہے۔ تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول مَنْ عرف نفسہ فقد عرف ربہ کا راز اس پر روشن ہو جاتا [illegible] قول کے یہ ہیں۔ کہ جس نے اپنے نفس کو پہچانا۔ بیشک اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ پھر وہ اس کے بعد پاتا ہے۔ کہ عبادت کرے۔ جیسا کہ عبادت کا حق ہے۔ اور وہ حقائق اسماء وصفات سے متحقق ہوتا ہے۔ اس لئے کہ جب وہ اس طور پر عبادت کریگا۔ جان لیگا۔ کہ وہ اشیاء ظاہرہ و باطنہ کا عین ہے۔ اور اس وقت وہ جان لیگا۔ کہ وہ اس عین کی انیت ہے۔ جسے موسٰے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پھر موسٰے حق سے وہ چیز اس کے لئے طلب کرینگے۔ جو حق تعالٰے نے ان کو بتائی۔ اس لئے کہ وہ ان کمالات سے جو اسماء وصفات کے مقتضی ہیں۔ موسٰے کی اس دعا کا مستحق ہے

Marfat.com

تاکہ وہ ان کو پاکر اس ذات حق کی عبادت کرے جیسا کہ اس کی عبادت کا حق ہے۔ اور اس کا استیفاء ممکن نہیں ہے۔ پھر حقِ عبادت کا ادا کرنا بھی اس سے ممکن نہیں ہے۔ اس لئے کہ اللہ غیر متناہی ہے۔ اور اس کے اسماء و صفات کی کوئی نہایت نہیں۔ اور اسی طرح اس کے حقِ عبادت کی بھی کوئی حد نہیں۔ اس مقام میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ ہم نے تجھے نہیں پہچانا جیسا کہ تیرے پہچاننے کا حق ہے۔ مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ الحدیث۔ اور نہ ہی ہم نے تیری بندگی کی ہے جیسا کہ تیری بندگی کا حق ہے۔ تو ویسا ہی ہے۔ جیسا کہ تو نے خود اپنی ثنا کی۔ اور صدیق اکبرؓ نے فرمایا العجز عن درك الادراك ادراك درک ادراک سے عجز کا اعتراف ہی ادراک ہے یعنی جس نے اس بات کا اعتراف کر لیا کہ میں اس کی یافت سے عاجز ہوں۔ تو اس نے اسے پا لیا۔ میں نے اپنے مذکورہ ذیل قول میں انہی معنوں کو نظم کیا ہے ؎

یَا صورۃ حیّر الالباب مَعْنَاكَ	یا دهشة اذهل الاکوان منشاك
یَا غایة الغاية القصوىٰ واخرما	یلقى الرشيد ضلالا بين مغناك
علیك انت كما اثنيت كرم	نزهت فى الحمد عن ثان واشراك
فلیس یدرك منك المرء بغيته	حاشاك عن غاية فى المجد حاشاك
فبالقصور اعترافى فيك معرفتى	فالعجز عن درك الادراك ادراك

ترجمہ۔ اے صورت کہ عقلمند تیرے معنوں میں حیران رہ گئے۔ اور اے دہشت و حیرت کہ مخلوق تیری منشا کو بھول گئی۔ اے انتہا درجہ کی غایت اور آخر اس چیز کے جس میں ہدایت یافتہ گمراہی میں پڑتا ہے۔ جبکہ وہ تیری منزل کے درمیان ہوتا ہے جیسی کہ اپنی مہربانی سے تو نے تعریف کی۔ وہی تعریف تیرے لئے واجب ہے۔ تو اپنی حمد میں دوئی اور شرک سے منزہ ہے۔ آدمی اپنی گمراہی کی وجہ سے تیرا ادراک نہیں کر سکتا۔ تو پاک ہے۔ اس بات سے کہ تیری بزرگی کی کوئی حد بیان کی جائے۔ تیری بابت میرا اپنے قصور کا اعتراف ہی میری معرفت ہے پس تیری یافت یافت سے عجز کا اعتراف ہی یافت ہے۔

کبھی قوم انیّت کا اطلاق معقولِ عبد پر کرتی ہے۔ مراد معقول عبد سے انا عبد ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مترجم۔ اس لئے کہ انیّت عبد مشاہد حاضر ہ اور ہر مشہود امر پر آگاہ کرتی ہے۔ پھر ہویّت اس کا غیب ہے۔ قوم نے ہویّت کا اطلاق غیب پر کیا ہے۔ اور وہ ذاتِ حق ہے۔ اور انیّت کا اطلاق شہادت پر کہ وہ معقول عبد ہے۔ اس نکتہ کو سمجھ۔

Marfat.com

اٹھائیسواں باب

ازل میں

مراد ازل سے بطور معقول کے سب چیزوں سے اس کا اوّل ہونا ہے۔ خدا تعالےٰ کے لئے یہ حکم اس طور سے ہے۔ جس طور سے کہ وہ اپنے کمال میں اس کا اقتضا کرتا ہے۔ نہ اس حیثیت سے کہ کئی متطاول زمانوں سے جن کی کوئی ابتداء نہیں۔ وہ مخلوق سے پہلے تھا۔ پھر اس کو ازل سے تعبیر کیا جائے۔ جیسا کہ ان لوگوں کو متبادر ہوتا ہے۔ جن کو خدا کی معرفت نہیں۔ اور ان کے ذہنوں میں یہ بات سمائی ہوئی ہے۔ کہ ازل لاابتداء زمانہ کا نام ہے۔ اور یہ نہیں سمجھتے۔ کہ زمانہ مخلوق و حادث ہے۔ جس سے خدا تعالےٰ کی ذات نہایت بلند و برتر ہے۔ اس کی ازلیت اب بھی موجود ہے۔ جیسا کہ ہمارے وجود سے پہلے موجود تھی۔ اس کی ازلیت میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہوا ابدالآباد تک اس کی یہ ازلیت برقرار رہیگی۔

وجود حادث کے لئے بھی ازل ہے۔ اور وہ اس وقت سے مراد ہے۔ جس میں حادث کا وجود نہ تھا۔ ہر حادث کے لئے ازل ہے۔ جو دوسرے حادثات کی ازلیت کی مغائر ہے۔ پس معدن کی ازل نبات کی ازل سے ایک الگ شے ہے۔ اس لئے کہ وہ اس سے پہلے ہے۔ اور نبات کا وجود اسکے بعد۔ پس نبات کی ازلیت معدن کے وجود کی حالت میں تھی۔ نہ یہ کہ وہ معدن سے پہلے تھی۔ اور معدن کی ازلیت وجود جوہر کی حالت میں تھی۔ اور جوہر کی ازلیت وجود ہیولی کی حالت میں۔ اور ازلیت ہیولی [illegible] اجزاء [illegible] کے وجود کی حالت میں اور طبائع کی ازلیت وجود عناصر کے حال میں اور ازلیت عناصر [illegible] [illegible] معنی بالروح وغیرہ کے وجود کی حالت میں تھی۔ اور وہ تمام عالم [illegible] اور ان کی ازلیت کلمۂ حضرت [illegible] اور وہ اس کے قول لِشَیْءٍ کُنْ فَیَکُوْنُ کے [illegible] ازل [illegible] حق تعالےٰ کا [illegible] مخلوق کو کچھ بہرہ نہیں۔ [illegible] موجود تھے۔ جان۔ کہ وہ [illegible] ازلیت [illegible] ازل۔ پس ازلِ حق ازل الآزال ہے۔ اور اس [illegible] ہے۔

جان۔ کہ ازل نہ وجود [illegible] کہ وہ ایک حکمی [illegible] خفی سے پہلے ہے۔ پس وہ نسبت [illegible]

Marfat.com

کشیدہ رہا۔ پس حق کی ازلیّت اس کی ابدیّت اور اس کی ابدیّت اس کی ازلیت ہے۔ جان کہ حق کی ازلیت جو اس کے نفس کو ثابت ہے۔ اس میں مخلوق کی گنجائش نہیں۔ نہ بطور حکم کے اور نہ بطور عین کے۔ اس لئے کہ اس سے مراد قبلیّتِ حق ہے۔ اور قبلیّت حق میں کسی وجہ سے بھی خلق کا حکم متصور نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ قبلیّتِ حق میں خلق کا وجود تعیین علمی کی جہت سے تھا۔ نہ تعیینِ وجودی کی جہت سے۔ اس لئے کہ اگر اس کے لئے وجود علمی کا حکم لگایا جائے۔ تو اس سے لازم آئیگا کہ حق کے ساتھ خلق بھی موجود تھی حالانکہ اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام مقدس میں خبر دی ہے۔ کہ ھَلْ اَتیٰ عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّھْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا۔ کہ انسان پر ایک ایسا وقت بھی آچکا ہے۔ کہ وہ کوئی ایسی چیز نہ تھا جس کا ذکر کیا جاوے"۔ مراد دَہر سے اللہ ہے۔ اور حِیْنَ اس کی تجلیات میں سے ایک تجلی ہے۔ جس میں انسان کوئی وجود نہ تھا۔ نہ وجود عینی کی حیثیت سے اور نہ وجود علمی کی حیثیت سے۔ اسلئے کہ وہ کوئی ایسی چیز نہ تھی جس کا ذکر کیا جاوے۔ پس وہ معلوم نہ تھا۔ اور یہ تجلّی حق کی ازلیّت ہے۔ جو اس کا ذاتی وصف ہے۔ اور حدیث میں جو آیا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے ازل میں ارواح کو کہا۔ کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ تو وہ بولے۔ کہ کیوں نہیں۔ تو یہ ازل ازلِ مخلوقات سے ہے۔ دیکھو۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ ان کو پشت آدم سے مثل چیونٹی کے نکالا۔ اور یہ عالم علمی میں تعیّنِ معلومات کے حال سے مراد ہے۔ کہ ان کی لطافت و خوردست کی وجہ سے چیونٹی سے ان کو تشبیہ دی۔ اور ان کو اس کا یہ کہنا۔ کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ استعدادِ الٰہی ان میں رکھی گئی۔ اور جواب میں ان کے بلیٰ کہنے سے مراد ان کی وہ قابلیّت ہے۔ جس سے انہوں نے قبول کیا۔ کہ وہ اس کے مظہر ہوں گے۔ حق سبحانہٗ و تعالےٰ نے اپنے رب ہونے کی نسبت ان سے سوال نہیں کیا۔ مگر اس حال میں کہ وہ جانتا تھا کہ ان میں اعتراف ربوبیت کی استعداد رکھی گئی ہے۔ اور وہ اس قابلیّت پر مفطور ہیں۔ کہ وہ اس کی ربوبیت کو ثابت کرینگے۔ اس کا انکار نہیں کرینگے۔ انہوں نے بھی اقرار کر لیا کہ ہاں کیوں نہیں۔ اس کی بابت خدا نے اپنی کتاب میں اپنی کتاب میں شہادت دی۔ تا قیامت کے دن ان کو اس بات پر گواہ کرے۔ کہ وہ اس کی ربوبیت کے قائل اور اس کی توحید کرنے والے ہیں۔ اس لئے کہ ہم شُہَدَاءَ عَلَی النَّاسِ یعنی لوگوں پر گواہ ہیں۔ پس اس دن ان کی بابت فرشتوں کی شہادت بسبب ان کے کفر و انکار کے جو آدم کے خلیفہ بنانے کے وقت ان سے وقوع میں آیا۔ قبول نہیں کی جائیگی۔ اس لئے کہ ان کو اس چیز کے باطن پر اطلاع الٰہی حاصل نہیں ہوئی جس کو وہ کفر گمان کرتے تھے۔ پس انکی شہادت بلا تحقیق ہے۔ اور ہماری شہادت تحقیق سے۔ اس لئے کہ اس نے اس پر ہمیں مطلع کر دیا ہے۔ پس ہماری حجت کامل ہے۔ کیونکہ وہ اللہ کی حجت ہے۔ اپنی خلق کیلئے سعادت کے ساتھ۔ اور فرشتوں کی حجت باطل و ناچیز ہے۔ کہ انہوں نے ظاہر پر حکم لگایا اور سوائے ظاہر کے ان کے پاس کچھ نہیں۔ کیا تو قصۂ آدم میں ان کا حال نہیں دیکھتا۔ کہ بنی نوع انسان پر انہوں نے زمین میں فساد کرنے کا حکم لگایا۔ اور یہ جان کر کہ ہم اس کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں۔ خود مصلح ہونے

Marfat.com

کے مدعی بنے۔ اُس امر کا باطن انہیں معلوم نہ ہوا جس پر آدم علیہ السلام تھے یعنی حقائق رحمانیہ وصفات ربانیہ پھر جب حق کی صفتیں آدم پر ظاہر ہوئیں۔ اور اس نے فرشتوں کو ان کے اسماء سے خبر دی۔ اس وجہ سے کہ صفت علمیہ الٰہیہ ان کو محیط تھی۔ تو وہ بول اٹھے۔ کہ پاک ہے تو۔ ہم کو علم نہیں۔ مگر وہی جو تو نے ہم کو سکھلایا۔ فرشتوں کا یہ علم تخصیصی و تقییدی تھا۔ بخلاف آدم علیہ السلام کے کہ وہ علی الاطلاق علم الٰہی سے اشیاء کو جانتے تھے۔ کیونکہ علم الٰہی سے وہی مراد ہیں۔ اور حق کی صفتیں انہی کی صفتیں ہیں۔ اور حق کی ذات انہی کی ذات ہے۔ پس اس کو سمجھ اور اللہ ہی سے مدد لی جاتی ہے۔

۲۹ انتیسواں باب

ابدیت

اللہ تعالیٰ کی ابدیت سے مراد یہ ہے۔ کہ معقولی طور پر اس کے بعد کوئی شے نہیں۔ اور یہ حکم اس کے لئے اس طور سے ہے۔ جس طور سے کہ اس کا وجود وجوبی ذاتی اس کا تقاضا کرتا ہے۔ اس لئے کہ اس کا ذاتی وجود قائم بذاتہٖ خود ہے۔ اسی لئے بقاء درحقیقت اسی کو ثابت ہے۔ کہ عدم اس سے پہلے نہیں۔ پس قائم بالذات ہونے کی وجہ سے قبل از ممکن و بعد از ممکن اسی کے لئے بقاء کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ وہ اپنی بقاء میں کسی غیر کا محتاج نہیں ہے۔ بخلاف اس کے ممکن کہ اگرچہ وہ غیر متناہی ہے۔ لیکن بایں وجہ کہ اس سے پہلے عدم تھا۔ وہ انقطاع کا حکم لگایا جائیگا۔ ورنہ لازم ہوگا۔ کہ وہ اپنی بقاء میں حق تعالیٰ کی برابری کرے۔ اور یہ محال ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے لئے بعدیت صحیح نہ ہوتی۔ جان کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں قبلیت و بعدیت دو حکمی امر ہیں نہ زمانی اس لئے کہ اس پر زمانہ کا گذرنا محال ہے۔ اس بات کو سمجھ۔ جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔

پس حق کی ابدیت اس کی ذاتی شان ہے۔ اس اعتبار سے کہ بعد انقطاع وجود ممکن [illegible]

جان کہ ہر ممکن شے کے لئے بھی ابد ہے۔ دنیا کا ابد آخرت کی طرف اس کا [illegible] حق کی طرف اس کے امر کا بدل جانا ہے۔ یہ امر ضروری و لابدی ہے۔ [illegible] مخلوق [illegible] اہل جنت و آباد اہل نار اگرچہ ایک گونہ ان میں ہمیشگی ہوگی۔ اور ان کی بقاء کا حکم [illegible] لیکن [illegible] ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہونے سے ان پر انقطاع کا حکم لگایا جائیگا۔ مخلوق کا یہ کوئی حق نہیں کہ وہ اپنی بقاء میں حق کی برابری کرے۔ اگرچہ اس کو ہم نے معقول کے رنگ میں بیان کیا ہے۔ لیکن [illegible] کشفی امر ہے [illegible]

Marfat.com

چاہتا ہے۔ اسے مان لے۔ اور جو نہیں چاہتا۔ انکار کردے۔

جان۔ کہ احوالِ آخرت میں سے ہر حال خواہ وہ جنتیوں کا ہو۔ خواہ دوزخیوں کا بذاتِ خود ازلیّت و ابدیّت کا حکم رکھتا ہے۔ یہ ایک قابلِ قدر راز ہے۔ جسے اربابِ ذوق ہی سمجھ سکتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ کبھی ان کو انقطاع نہیں۔ وہ ایک ہی حالت ہے۔ لیکن کبھی وہ اس حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہوتی ہے۔ اور کبھی نہیں ہوتی۔ جب منتقل ہوتی ہے۔ تو اس کا پہلا حکم بھی باقی رہتا ہے۔ وہ منقطع نہیں ہوتا۔ اور نہ دوسرے منتقل الیہ حالات سے اس میں کوئی تغیر و خلل پیدا ہوتا ہے۔ یہ ایک شہودی امر ہے۔ بندہ کے لئے اس میں کوئی مجال نہیں۔ اس لئے کہ وہ اس کا محل ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ جنّت دوزخ کے ذکر میں پھر اس کا بیان آئیگا۔ پس اس مذکورہ ابد کی نسبت کے لحاظ سے حق کا ابد الآباد ہے۔ اور اس کا ازل ازل الازال

جان۔ کہ اس کا ابد اس کی ازل کا اور اس کا ازل اس کے ابد کا عین ہے۔ اور یہ اسکی دو اضافی طرفوں قبلیّت و بعدیّت کے (ٹوٹنے سے مراد ہے۔ تاکہ وہ اپنی بقاء ذاتی میں منفرد ہو۔ اس لئے کہ اضافتِ اوّلیّت کے سمجھنے کا نام ازل ہے۔ اور اس کا وجود اولیّت ازلی کے سمجھنے سے پہلے تھا۔ اور اضافتِ آخریّت کے اس سے منقطع ہونے کا نام ابد ہے۔ اور اس کی بقاء آخریت کو ابد سمجھنے کے بعد بھی ہے۔ اور یہ دونوں یعنی ازل و ابد اللہ تعالےٰ کے دو وصف ہیں جن کو وجوب وجود کے سمجھنے کے لئے اضافتِ زمانیہ نے ظاہر کردیا ہے۔ ورنہ نہ ازل ہے نہ ابد۔ تھا اللہ اور اسکے ساتھ کوئی چیز نہ تھی۔ پس اس کیلئے کوئی وقت نہیں ہے۔ سوائے ازل کے کہ وہ ابد ہے۔ جو اس کا وجود واجبی ہے باعتبار زمانہ کے اس پر نہ گذرنے سکے اور زمانہ کے حکم کے منقطع ہونے کے نہ لحاظ زمانہ کی اُس درازی کے جس میں وہ اس کی برابری کرے۔ پس اس کی بقاء جس میں زمانہ نہ ہو۔ اور امتداد میں زمانہ اس کے ساتھ برابر نہ چلے وہی ابد ہے۔ اس بیان کو سمجھ۔

تیسواں باب ۳۰

قدم میں

قِدَم وجوبِ ذاتی کے حکم سے عبارت ہے۔ اور وجوب ذاتی وہ ہے۔ جس کو اس کے اسم قدیم نے ظاہر کیا ہے اس لئے کہ بذاتِ خود جس کا وجود واجبی ہوتا ہے۔ عدم اس سے پہلے نہیں ہوتا۔ اور جو مسبوق بالعدم نہ ہو۔ لازم ہے کہ وہ قدیم کا حکم رکھے۔ ورنہ وہ قِدَم سے بالاتر ہے۔ اس لئے کہ قِدَم مستی بر ایک نہایت لمبی مدّت گذرنے کا نام ہے

Marfat.com

جس سے خدا کی شان بلند ہے۔ پس اس کا قدم بجز اس کے نہیں۔ کہ وہ وجوب ذاتی کے لئے ایک لازمی حکم ہے۔ ورنہ خدا اور اس کی مخلوق کے درمیان کوئی زمانہ نہیں ہے۔ اور نہ کوئی وقت جامع ہے۔ بلکہ مخلوق کے وجود پر اس کے وجود کے حکم کا تقدم اسی کا نام قدم کی حاجت ہے۔ اور مخلوقِ موجد کے محتاج ہونے کی وجہ سے کہ اسے ایجاد کرے۔ حدوث کے نام سے موسوم ہے۔ اگرچہ حدوث کے ایک اور معنی بھی ہیں۔ اور وہ اس کے وجود کا ظہور رہے بعد اس کے کہ وہ کوئی ایسی شے نہ تھا جس کا ذکر کیا جاوے۔ پس حدوث جو حقِ مخلوق میں لازم و شائع ہے۔ وہ موجد کی طرف اس کی احتیاج و افتقار ہے۔ کہ وہ اسے پیدا کرے یہ وہ امر ہے جس نے مخلوق پر اسم حدوث کو واجب کر دیا ہے۔ پھر مخلوق اگرچہ قدیم سے علم الٰہی میں موجود ہے۔ اپنے ذاتی وجود میں حادث ہے۔ اس لئے کہ وہ موجد کی احتیاج رکھتی ہے۔ جو اسے ایجاد کرے۔ پس مخلوق اسم قدیم کی مصداق نہیں ٹھہر سکتی۔ اگرچہ وہ اپنے ظہور سے پہلے علم الٰہی میں موجود تھی۔ اس لئے کہ اس کا حکم یہ ہے۔ کہ وہ موجود بغیر ہو۔ اور اس کا وجود وجودِ حق پر مرتب ہو۔ یہی معنی ہیں۔ حدوث کے۔ اسی جہت و اعتبار سے اعیانِ ثابتہ علم الٰہی میں حادث قرار دیئے گئے ہیں۔ اس مسئلہ سے ہمارے امام غافل رہے ہیں۔ کہ کسی کی کلام میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ ہاں ان کا کلام اعیانِ ثابتہ کو قدم کا حکم عطا کرتا ہے۔ اور اعیانِ ثابتہ کا قدیم ہونا بھی ایک وجہ رکھتا ہے۔ جو ایک دوسرے اعتبار سے ہے۔ لو میں اس کو بھی تیرے لئے واضح کر دیتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ جب علم الٰہی قدیم ہے یعنی قدم کا اس پر حکم لگایا گیا ہے۔ کہ وہ حکم وجوبِ ذاتی ہے۔ اس لئے کہ جو احکام الٰہیہ جناب الٰہی کو لائق ہیں۔ صفات بھی ان احکام میں ملحق بذات ہیں۔ یعنی صفات بھی یہی حکم رکھتی ہیں۔ کیونکہ علم کو علم نہیں کہا جاتا۔ لیکن اس صورت میں جبکہ معلوم بھی اس کے ساتھ ہو۔ ورنہ درآنحالیکہ معلوم نہ ہو علم کا وجود محال ہے۔ جیسا کہ جب عالم یعنی صاحب علم نہ ہو۔ تو دونوں کا وجود محال ہو جاتا ہے۔ معلومات کہ وہ اعیانِ ثابتہ ہیں حکم قدم میں علم کے ساتھ ملحق ہیں اور معلوماتِ حق اس کے لئے قدیم ہیں۔ اور بذاتِ خود حادث ہیں۔ پس خلقتِ حق سے حکمی طور پر لگئی۔ اس لئے کہ حق کی طرف وجودِ خلقی کا رجوع واقعہ کے لحاظ سے مبنی ہے۔ اور ذات کی جہت سے حکمی۔ اور جو کچھ ہم نے کہا ہے اسے افراد کمل کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا ہے۔ اس لئے کہ یہ اذواقِ الٰہیہ کی ایک قسم ہے۔ جو محقق عارفوں سے مخصوص ہے نہ کہ دوسرے عارفوں سے۔ مترجم کہتا ہے۔ کہ معلومات کا وجود علم کے ساتھ ضروری نہیں۔ علم ایک صفت قدیمہ ذاتیہ ہے۔ کہ جب اللہ تعالٰے نے اس کا ظہور فرمایا۔ اور اپنے ارادہ سے علمی تجلی فرما کر اعیانِ ثابتہ کو [illegible] کر دیا۔ تو اس وقت علم کا تعلق معلومات سے ہو گیا۔ ورنہ اگر معلومات کو علم الٰہی میں قدیم کہا [illegible] یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا کا مضمون صحیح نہیں رہ سکتا۔ اور نہ احدیت الذات کا بھی یہی تقاضا ہے۔ کہ اسمیں کسی اسم وصفت۔ تعین۔ اعتبار وغیرہ کا ظہور نہ ہو۔ جیسا کہ خود مصنف علیہ الرحمۃ نے اسے مصرح طور پر بیان فرمایا ہے۔ پس ایک وقت ایسا بھی تھا۔ کہ وہ اپنی شانِ احدیت سے موجود تھا۔ اگرچہ صفات اس میں مخفی تھیں۔ لیکن صفات اور ان کے مقتضیات کا اصلاً ظہور نہ تھا۔ پھر معلومات کا قدم کس طور پر صحیح کہا جا سکتا ہے۔ محقق عارفین سے مجھے

Marfat.com

ایسا ہی مستفاد ہوا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (مترجم)

چونکہ اعیانِ ثابتہ کا یہ قِدَم مخلوقات کے حق میں ایک حکمی امر ہے۔ اور حدوث ایک امر عینی ہے۔ لہذا اس چیز پر جو حکمی طور پر ان کو ثابت ہے۔ ہم نے اس چیز کو مقدم رکھا۔ جس کے وہ بہ حیثیت اپنی ذوات کے مستحق ٹھہرتے ہیں یعنی ان کے حدوث عینی کو ان کے حکم قِدَم پر ہم نے ترجیح دی۔ جس کا تعلق علم الٰہی کی جہت سے ان پر حکم لگایا گیا ہے پس حق تعالےٰ کی قدامت اس کے لئے ایک حکمی ذاتی وجوبی امر ہے۔ اور حدوثِ خلق مخلوقات کے لئے ایک امر ہے حکمی ذاتی وجوبی۔ مخلوقات کو بہ حیثیت اپنی ہویت کے حق نہیں کہا جا سکتا۔ مگر حکمی طور پر جبکہ اُسے اپنے مرتبۂ ہویت سے تنزل کیا جائے۔ ورنہ حق بذاتِ خود اس بات سے منزہ ہے۔ کہ من حیث الذات کوئی شے اس سے لحق ہو۔ الّا حکمی طور پر طوق جائز ہے۔ اور یہ لحوق جو عارف صاحب کشف پر لحوق ذاتی کے رنگ میں ظاہر ہوتا ہے تو یہ امر علےٰ قدرِ استعدادِ عارف ہوا کرتا ہے۔ نہ اُس امر کے موافق کہ جس کو اللہ تعالےٰ بالذات اپنے نفس کے واسطے جانتا ہے۔ سنن و شرائع میں اسی بات کی تصریح ہے۔ جو مخصوص بہ حق ہیں۔ اور یہ تشریع اس امر کی بنا پر ہے۔ جو ایک امر واقعی ہے۔ نہ کہ اس شخص کے گمان کے موافق جو حقیقۃ الحقائق سے نابلد ہے۔ کہ کوئی شے اس پر ظاہر ہوتی ہے۔ اور حق کی کئی چیزیں اس سے مخفی رہتی ہیں۔ وہ شریعت کو پوست خیال کرتا ہے۔ اور یہ نہیں جانتا کہ وہ حقیقت الامر کے پوست و مغز دونوں کی جامع ہے۔ آنحضرت صلعم نے امت کی خیر خواہی فرمائی۔ امانت کو ادا کر دیا۔ اور دیانت کی کوئی بات نہیں چھوڑی۔ مگر اس پر مطلع فرمایا۔ اور کوئی معرفت نہیں جس کی طرف آنحضرت نے رہنمائی نہیں فرمائی۔ پھر وہ کیسے اچھے امین کامل اور ایک باعمل عالم الٰہیات ہیں۔ پس قِدَم ذات واجب الوجود کے لئے ایک امر حکمی ہے۔ اور ازل و قدم میں یہ فرق ہے۔ کہ ازل سے اللہ تعالےٰ کی اوّلیت سمجھی جاتی ہے۔ اور قِدَم سے یہ کہ اس پر کوئی ایسا وقت نہیں آیا جس میں وہ معدوم ہو

ابیات

انّ القدیم ھو الوجود الواجب	وَالحُکمُ للباری بذلِك واجب
لا تعتبر قدم الالٰه بمدۃ	اواز من معقولہ تتعاقب
فانسب له القدم الّذی ھو شانه	من کون ذالك حکم من ھو واجب
معناہ ان وجودہ لا مسبق	بالانعدام ولا قطیع ذاھب
بل انّه لغنائه فِی ذاته	یسمّی قدیما وھو حکم ثاقب

ترجمہ۔ قدیم وہی ذات واجب الوجود ہے۔ اور ذات باری کے لئے یہ حکم واجب ہے۔ قِدَم الٰہی میں مدت کا اعتبار نہیں۔ اس میں زمانہ سمجھا جاتا ہے۔ جو پے در پے آتا رہتا ہے۔ قِدَم کو اس کی طرف منسوب کر جو اسکی شان کو لائق ہے۔ اس لئے کہ وہ اس ذات کا حکم ہے۔ جو واجب بالذات ہے۔ قدم سے مراد یہ ہے۔ کہ اس کا وجود مسبوق بالعدم نہیں۔ اور نہ اس کا کوئی شریک۔ مسائر یعنی اس کے ساتھ برابر چلنے والا ہے (لفظ قطیع کے معنی شریک رہتا کے بھی ہیں یعنی قِدَم سے مراد قِدَم زمانی نہیں۔ کہ زمانہ اس میں شریک ہو۔ اور ازلیت و قدامت میں اس کے ساتھ برابر چلے۔ مترجم) بلکہ وہ اپنی غناءِ ذاتی کی

Marfat.com

وجہ سے کہ وہ اپنے وجود میں کسی علّت فاعلی کا محتاج نہیں۔ قدم کے نام سے موسوم ہے۔ اور یہ حکم اس کے لئے موافق دستور کے ہے

اکتیسواں باب ۳۱

ایام اللہ میں

ایامِ حق سے مراد اس کی تجلیات ہیں۔ اور بمقتضاء ذات گوناگون کمالات میں اس کا ظہور کرنا ہے۔ ہر تجلّیِ الٰہی کے لئے ایک حکم ہے۔ جسے شان کہا جاتا ہے۔ اور اس حکم کے لئے وجود میں ایک اثر ہے۔ جو اُس تجلّی کے لائق ہوتا ہے۔ ہر زمانہ میں وجود کا اختلاف و تغیّر اس شانِ الٰہی کے اثر سے ہوتا ہے۔ جس کا وہ تجلّی تقاضا کرتی ہے۔ جو ادلنے بدلنے میں وجود پر حاکم ہے۔ اس کے قول کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ کے یہی معنی ہیں۔

جان۔ کہ اس آیت کے ایک اور معنی بھی ہیں۔ جو حق کی طرف راجع ہوتے ہیں۔ اس کی تقریر یہ ہے۔ کہ جیسا کہ تجلّی کی ایک شان ہوتی ہے۔ اور اس شان کا وجود حادث میں ایک اثر ہوتا ہے۔ ایسا ہی اس تجلّی کا ایک مقتضاء بھی ہوتا ہے۔ من حیث الذات ذاتِ حق میں اُس مقتضاء کے لئے ایک تنوع ہے۔ اس لئے کہ ذاتِ حق گو بذاتِ خود تغیر پذیر نہیں ہے۔ لیکن ہر تجلی میں اس کے لئے تغیّر ہے۔ جس سے مراد صورتوں میں اس کا تبدل ہے۔ پس عدم تغیّر اس کا ایک حکم ذاتی ہے۔ اور تنوع فی التجلیات ایک امر وجودی عینی ہے۔ پس وہ متغیر لامتغیر یعنی متنوع لامتنوع ہے یعنی صورتوں میں وہ متبدل ہے۔ لیکن بذاتِ خود جیسا کہ اس کا کمال تقاضا کرتا ہے۔ متبدل نہیں۔ وہ اسی طرح ہے۔ جیسا کہ ہے۔ اور جس حالت میں وہ ہے۔ اس میں تغیر نہیں آسکتا۔ یعنی باایں ہمہ تغیر جس طرح وہ ہے۔ اسی طرح ہے۔ اس کا کمال ذاتی جو گوناگوں تجلیات اور لاانتہا تغیراتِ وجودی کا مقتضی ہے۔ اس میں کچھ تغیر پیدا نہیں ہوا۔ مترجم) اس کے قول کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ کا یہی سِر ہے۔ جو مذکور ہوا۔

جاننا چاہئے۔ کہ حق سبحانہ و تعالےٰ جب کسی بندہ پر تجلّی فرماتا ہے۔ تو حق کی نسبت کے لحاظ سے [illegible] کا نام شانِ الٰہی ہوتا ہے۔ اور بندہ کی نسبت کے لحاظ سے حال۔ یہ ضروری امر ہے۔ کہ اسماءِ الٰہی [illegible] کوئی اسم یا کوئی وصف اس تجلی پر حاکم ہو۔ وہ حاکم اس تجلی کا نام ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ اُن اسماءِ الٰہی کی قبیل سے نہیں ہوتا۔ جو ہمارے ہاتھوں میں ہیں یعنی جن کو ہم جانتے ہیں۔ ولی جس پر تجلی کی جاتی ہے۔ اس کے اسم کا حال عین اس اسم کا ہوتا ہے۔ جس سے حق نے اس پر تجلی فرمائی۔ آنحضرت صلعم کے اس قول کے یہی معنی ہیں۔ جو انہوں نے فرمایا ہے۔ کہ قیامت کے دن میں خدا کی حمد کروں گا۔ ان صفات سے جن سے اس روز سے پیشتر میں نے خدا

Marfat.com

تعالیٰ کی حمد نہیں کی ہوگی۔ اور آپ کا یہ ارشاد کہ اے باری تعالیٰ میں تجھ سے ہر اسم کا سوال کرتا ہوں۔ جس سے تو نے اپنی ذات کو موسوم کیا ہے۔ یا علم غیب میں اپنے لئے اسے اختیار فرمایا ہے۔ اور اپنے ہاں اسے چن رکھا ہے تو اس ارشاد میں وہ اسماء جن سے اس نے اپنی ذات کو موسوم کیا ہے سو وہی ہیں۔ جن کو تو اس کے بندوں میں شناخت کرتا ہے۔ اور جن کو اس نے اپنے غیب میں مختار فرمایا ہے۔ یہ وہ نام ہیں۔ جن پر ہم نے تنبیہ فرمائی ہے۔ کہ وہ اُن احوال کے اسماء ہیں۔ جن سے وہ اپنے بندوں میں سے کسی پر تجلی فرماتا ہے۔ اور اب کا یہ کہنا کہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ دعا مانگتا ہوں۔ اس سے مراد اس ادب کے قیام کی درخواست ہے۔ جو اس تجلی کو واجب ہے۔ اس بات کو وہی پہچانتا ہے۔ جو اس شہد کا ذائقہ چکھ چکا ہے۔ ورنہ عقل من طریق نظر و فکر وہاں پہنچ نہیں سکتی۔ بار خدایا۔ مگر یہ کہ ایمان عقل کا ساتھ دے۔ اور قفل کو کھولے۔

ان تقریرات سے سمجھا گیا۔ کہ یوم سے مراد تجلی الٰہی ہے۔ نہ ایام مخلوقہ کا اس پر گذرنا۔ کیونکہ یہ امر شانا یا شانِ الٰہی ہیں۔ ملاحظہ ہو یہ ارشاد باری اَلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰہِ جو ایام الٰہی کی توقع نہیں رکھتے اس سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جو اس بات کی امید نہیں رکھتے۔ کہ وہ ان پر تجلی فرمائیگا۔ اسلئے کہ وہ سرے سے اس کے وجود کے بھی منکر ہیں۔ اور اس پر ایمان نہیں رکھتے۔ جو کسی چیز کا منکر ہو۔ وہ اس کے ظہور کی کیسے توقع رکھ سکتا ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں۔ جن کی بابت ایک اور مقام میں فرمایا ہے۔ کہ وہ لقائے الٰہی کی امید نہیں رکھتے۔ اسلئے کہ لقائے الٰہی اس کی قربت ہے۔ اور ان پر اس کا متجلی ہونا ہے۔ خواہ دنیا میں ہو۔ خواہ آخرت میں۔ اس کو سمجھ۔ اور جان کہ اللہ تعالیٰ حق بولتا ہے۔ اور وہی راہ بتاتا ہے۔

۲۲
تئیسواں باب

صلصلۃ الجرس میں

صلصلۃ الجرس سے مراد بطریق تجلی ساق سے صفت قادریہ کا برہنہ ہونا ہے۔ جس میں ایک قسم کی عظمت بھی ہو۔ اور وہ ہیبت قاہرہ کے ظہور و بروز سے مراد ہے۔ یہ اس طور پر ہوتا ہے۔ کہ ظاہری عالم سے بندہ پر ایک ربود کی طاری ہوتی ہے۔ تاکہ حقیقت قادریہ سے وہ متحقق ہو۔ ابتداء میں گھنٹہ کی سی جھنکار کی مانند اس کو ایک آواز آنے لگتی ہے۔ پھر وہ ایک ایسا امر پاتا ہے۔ جو بطریق قوۃ عظموتیہ اس کو مقہور و مغلوب کر لیتا ہے۔ پھر بعض حقائق کے بعض کے ساتھ ٹکرانے سے بالاتفاق

Marfat.com

کے چرچرانے کی سی آواز سنتا ہے۔ گویا کہ وہ خارج میں ایک گھنٹے کے بجنے کی آواز آرہی ہے۔ یہ ایک ایسا مشہد ہے۔ جو حضرت عظموتیہ میں داخل ہونے کی جرأت سے قلوب کو مانع ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس کے ساتھ اتصال پانے والے کے لئے اس میں ایک قہری قوت ہوتی ہے۔ یہ ایک حجاب اعظم ہے۔ جو مرتبۂ الٰہیہ اور قلوب عباد کے مابین حائل ہو جاتا ہے۔ مرتبۂ الٰہیہ کا انکشاف نہیں ہوتا۔ مگر صلصلۃ الجرس کے سنائی دینے کے بعد۔ جس رات مجھے بلند آسمانوں کی طرف اٹھا کر لے گئے۔ اور اس نہایت روشن مقام اور خوبصورت و تر و تازہ منظر میں میری رسائی ہوئی۔ اُس رات میں نے اس مقام کی ایسی ہیبت محسوس کی۔ کہ میری قوتوں کے بند کھل گئے۔ اور میرے وجود کی ترکیبیں درہم برہم ہو گئیں۔ میرے اجزا بس گئے۔ میری پسلیاں چور چور ہو گئیں۔ اس وقت میں ایک آواز سنتا تھا۔ جس سے مارے ہیبت کے پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو رہے تھے۔ اور جن و انس اس کی عزت کے آگے سر جھکائے ہوئے تھے۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک پُر انوار بادل ہے۔ جو آگ برسا رہا ہے۔ میں باوجود اس کے تاریکیوں میں مبتلا تھا۔ جو ایک میری کے اوپر تھیں۔ وہ تاریکیاں کیا تھیں۔ ذات کے دریاؤں کی تاریکیاں تھیں۔ وہاں نہ کسی آسمان کا وجود تھا۔ نہ زمین کا۔ پہاڑ جو اپنی جگہ پر ڈٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ چلائے گئے۔ ایک نئی زمین میں نے ظاہر ہوتے دیکھا۔ اس وقت مجھے حَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا وَعُرِضُوا عَلَىٰ رَبِّكَ صَفًّا کا نظارہ نظر آیا۔ اور میں نے ایسا محسوس کیا۔ کہ ازل وابد میں اس کا یونہی حال ہے۔ معنی اس قول کے یہ ہیں۔ کہ ہم نے ان کو جمع کیا۔ اور کسی کو ان میں سے نہ چھوڑا۔ اور وہ صف باندھ کر اپنے رب کے سامنے پیش کئے گئے۔ پھر میں نے کہا۔ کہ آسمان کو کیا ہوا۔ جواب ملا۔ پھٹ گیا۔ اور اپنے رب کے لئے اس نے کان لگا دیئے۔ اور وہ اسی لائق تھا۔ زمین کی بابت سوال کیا۔ تو اس کی بابت کہا گیا۔ کہ وہ کھینچی گئی۔ اور جو کچھ اس میں تھا۔ اس کو باہر پھینک دیا۔ اور خالی ہو گئی۔ آفتاب کی بابت جواب ملا۔ کہ وہ لپیٹا گیا اور نجوم کی بابت یہ کہ وہ تاریک ہو گئے۔ پہاڑوں کی بابت یہ کہ وہ چلائے گئے۔ دس ماہ کی گیابھن اونٹنیوں کی بابت یہ کہ وہ بیکار ہو گئیں۔ اور جانوروں کی بابت یہ کہ وہ ایک جا اکٹھے کئے گئے۔ دریاؤں کی بابت یہ کہ وہ بھڑکائے گئے۔ روحوں کی بابت یہ کہ وہ اپنے قالبوں کے ساتھ جوڑ دی گئیں۔ زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے سوال کیا جائیگا۔ کہ وہ کس گناہ کے بدلے قتل کی گئی۔ اعمال نامے پھیلائے گئے۔ آسمان [illegible] گیا۔ دوزخ بھڑکائی گئی۔ جنت نزدیک لائی گئی۔ پھر میں نے کہا کہ مجھے کیا [illegible] جلال کی قسم ہر نفس جان لیگا۔ جو اس کے لئے حاضر کیا گیا ہے۔ یہ قیامت صغریٰ تھی۔ جس کو حق تعالیٰ نے قیامت کبریٰ کے لئے مثال کے طور پر میرے سامنے قائم کر دیا۔ تاکہ میں اپنے رب کی طرف سے ایک کھلی اور روشن دلیل پر ہو جاؤں۔ اور اپنی جماعت کی رہنمائی کروں۔ اسی اثناء میں ایک سائل تدقیق نے ترجمان تحقیق سے سوال کیا۔ پھر باوجود خود جاہل ہونے کے میں نے ذات و صفات کی بابت اس

Marfat.com

سے پوچھا اور اس مقام الہٰی کی بابت سوال کیا۔ جو اس کے بعد آتا ہے۔ کہ وہاں کا پورا حال بیان کرے۔ اور انسان کی بابت پوچھا۔ کہ کس جہت سے اس کی کتاب یعنی کتاب وجود قرآن ہے۔ اور اس مہر کی کیفیت کیا ہے جو حضرت ذوالجلال والاکرام کے پاس ہے۔ پھر وہ مسکرا کر ہنس پڑا۔ اور قسمیہ اشارات میں ان عبارتوں کا جواب مرموز و مخفی رکھا۔ اور کہا۔ فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ وَاللَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِيْنٍ مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ترجمہ: میں پیچھے ہٹ جانے والے، چلنے والے۔ غائب ہو جانے والوں کی قسم اٹھاتا ہوں۔ رات کی قسم جبکہ اس کی اٹھان ہوتی ہے۔ اور صبح کی قسم جبکہ وہ دم بھرتی ہے۔ بے شک وہ ایک رسول بزرگ قدر کا قول ہے۔ جو صاحب عرش کے ہاں ایک ذی رتبہ اور ذی قوت شخص ہے۔ اور وہاں یعنی عالم ملکوت میں وہ امین اور مطاع تسلیم کیا گیا ہے"۔ پھر میں نے اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ اور جس چیز کی طرف اس نے اشارہ کیا تھا۔ اس کو پورا کیا ۵

فکان للوصل حال لا ابوح بہ فظن ماشئت ان الامر متسع
صب و محبوبہ فی اوج خلوتہ ملك وما لكہ والجند مجتمع
جلت عروس التدانی فوق مرتبة من الجلال كما لا ظل منهمع
فالافق دائرة والسحب ماطرة والرعد زاجرة والبرق ملتمع
فالبحر فی زخر والريح فی هدر والنار فی شرر والماء يندفع
وسائر الفلك الدوار تام علی ساق ذليلا لعز العز يختضع

ترجمہ۔ وصل کا ایک حال تھا۔ جسے میں بیان نہیں کر سکتا۔ پھر جیسا تو چاہے۔ خیال کر۔ یہ امر نہایت وسیع ہے۔ عاشق و معشوق اپنی خلوت کی بلندی میں ہیں۔ ملک ہے۔ اور اس کا مالک ہے۔ اور لشکر جمع ہے۔ عروس قرب مراتب وجود سے بالاتر رتبہ میں اتر پڑی۔ جلال سے کمال برسنے لگا۔ جیسے شبنم برستی ہے۔ افق نے گھومنا شروع کیا۔ اور بادل برسنے لگے۔ رعد کڑکنے لگی۔ بجلی چمکنے لگی۔ دریا لبالب بھرا ہوا ہے۔ ہوا تباہی بپا کر رہی ہے۔ آگ شرر انگیز ہے۔ پانی اچانک آنے والا ہے اندفاع واشدن و ناگاہ رسیدن) تمام گھومنے والے آسمان اس غالب کی عزت کے آگے ساق پر خاشع و خاضع کھڑے ہیں۔

تینتیسواں باب ۳۳

ام الکتاب کے بیان میں

ام الكتاب فكنهه فی ذاته هی نقطة منها انتشاء صفاته

Marfat.com

هي كالدواة لاحرف تبدواعلى | ورق الوجود بحكم ترتيباته
فالمهملات من الحروف اشارة | فيما تعلق بالقديم بذاته
والمعجمات عبارة عن حادث | من انه طارعلى نقاطه
ومتى تركبت الحروف فانها | كلم فتكلم محض مخلوقاته

ترجمہ۔ ام الکتاب اس کی کُنہِ ذات ہے۔ وہ ایک نقطہ ہے۔ جو منشاءِ صفات ہے۔ وہ حرفوں کے لئے مثل دوات کے ہے۔ کہ علےٰ الترتیب وجود کے ورقوں پر ظاہر ہوتے ہیں۔ پھر حروفِ مہملات سے اشارہ اس چیز کی طرف ہے۔ جو اس کی ذات قدیم سے متعلق ہے۔ اور حروفِ معجمات سے مراد حادث چیزیں ہیں۔ اس جہت سے کہ حدوث ان کے لفظوں پر طاری ہے۔ جب حروف ترکیب پاتے ہیں۔ تو کلمے بن جاتے ہیں۔ پھر مخلوق محض بول اٹھی۔

جان۔ کہ ام الکتاب کنہِ ذات کی ماہیت سے مراد ہے۔ جو اپنے بعض وجوہات سے ان حقائق کی ماہیتوں سے تعبیر کی گئی ہے۔ جن پر اسم۔ لغت۔ وصف۔ وجود۔ عدم۔ حق و خلق کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا۔ کتاب وجود مطلق ہے جس میں عدم نہیں۔ اور ماہیتِ کنہ اس کتاب کی ماں یعنی اصل ہے۔ اس لئے کہ وجود اس میں اسی طور پر مندرج ہے جیسے حروف دوات میں مندرج ہوتے ہیں۔ پھر اسماء حروف میں سے کوئی نام اس دوات پر نہیں بولا جاتا۔ خواہ حروف مہملہ ہوں یا معجمہ۔ عنقریب اسی باب میں حروف کا بیان آئیگا۔ ایسا ہی ماہیت کنہ پر اسم وجود کا اطلاق نہیں ہوتا اور نہ اسم عدم کا۔ اس لئے کہ وہ عقل و ادراک میں نہیں آسکتی۔ اور ایسی چیز پر کسی چیز کا حکم لگانا محال ہے۔ نہ اس کو حق کہا جا سکتا ہے۔ نہ خلق۔ نہ غیر۔ نہ عین۔ لیکن وہ ایک ایسی ماہیت ہے۔ جو کسی ایسی عبارت میں منحصر نہیں جس کی ہر جہت سے ضد بھی اس پر صادق نہ آئے۔ وہ ایک وجہ و اعتبار سے الوہیت ہے۔ وہ اشیاء کا محل ہے۔ مصدرِ وجود ہے۔ اور وجود اس میں مثل کلی منطقی کے عقلی ہے۔ اگرچہ عقل تقاضا کرتی ہے۔ کہ وجود حقائق کی ماہیت میں بالقوہ موجود ہو۔ جیسا کہ درخت کا گٹھلی میں وجود ہوتا ہے۔ لیکن شہود بالفعل اس سے وجود عطا کرتا ہے۔ نہ بالقوہ۔ یہ اس کا ذاتی الٰہی مقتضا ہے۔ لیکن اجمال مطلق ہے جس نے عقل پر یہ حکم لگایا ہے۔ کہ وہ کہے کہ وجود ماہیت حقائق میں بالقوہ ہے۔ بخلاف اسکے شہود کا یہ حال ہے۔ کہ وہ تجھے ایک امرِ اجمال مفصل عطا کرتا ہے۔ جو اجمال کے خود اس تفصیل میں لپٹے اجمال پر باقی رہتا ہے۔ یہ ایک ذوقی کشفی شہود ہے۔ جس کی کنہ کو عقل ادراک نہیں کر سکتی۔ لیکن جب وہ اس محل میں پہنچتی ہے۔ جو اس [illegible] ہوتی ہے کرتی ہے۔ اور ان کا ادراک کرتی ہے۔ اسی طور پر جس طور پر کہ وہ ہیں۔

جب تو نے جان لیا۔ کہ کتاب وجود مطلق ہے۔ تو تجھ پر یہ بات واضح ہو گئی۔ کہ وہ امر جس پر نہ وجود کا حکم دیا جاتا ہے۔ نہ عدم کا۔ وہی ام الکتاب ہے۔ اور وہ ماہیت الحقائق کے نام سے موسوم ہے۔ اس لئے کہ وہ مثل اس چیز کے ہے۔ جس سے کتاب پیدا ہوئی۔ کنہ ماہیت کی دو وجہوں میں سے کتاب صرف ایک جہ رکھتی ہے۔ اس لئے کہ وجود اس کی ایک طرف ہے۔ اور عدم اس کی دوسری طرف۔ اسی لئے عبارت نے ذات وجود کے ساتھ قبول کیا

Marfat.com

نہ عدم کے ساتھ۔ کیونکہ ان وجوہ میں سے اس میں کوئی وجہ نہیں۔ جس کی وہ ضد نہ ہو۔ اور وہ کتاب جو حق تعالےٰ نے
نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان پر نازل فرمائی۔ وہ وجودِ مطلق کے احکام سے مراد ہے۔ جو ماہیت الحقائق کی وجوہ
میں سے ایک وجہ ہے۔ پس وجود مطلق کی معرفت ام الکتاب ہے۔ چنانچہ خدا نے اس قول میں اسی بات کی طرف
اشارہ فرمایا ہے وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ ہر چیز ہم نے امام مبین یعنی لوح محفوظ میں گن رکھی ہے
وقولہٗ لَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ کوئی خشکی اور تری نہیں۔ جو کتاب مبین میں نہ ہو۔ وقولہٗ وَكُلَّ
شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا۔ بعد اس کے کہ ہم نے تجھ پر ظاہر کر دیا۔ کہ ام الکتاب ماہیت کنہ سے عبادت ہے
اور کتاب وجود مطلق ہے۔

جاننا چاہیئے۔ کہ کتاب سورتیں ہیں۔ آیات ہیں۔ کلمات ہیں۔ حروف ہیں۔ پھر سورتیں تو صُورِ ذاتیہ ہیں
وہ تجلیاتِ کمال ہیں۔ اور ہر سورت کے لئے فارق معنوں کا ہونا بھی ضروری ہے۔ جن سے وہ ایک دوسری سے
متمیز ہوں۔ پھر اس صورت میں ہر صورت الہیہ کمالیہ کو شان سے چارہ نہیں ہے۔ جس سے ایک صورۃ دوسری سے
متمیز ہو۔ اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا۔ تو ان میں سے ہر صورت پر ہم تجھے آگاہ کرتے۔ اور آیات حقائق جمع سے عبادت
ہر آیت ایک مخصوص معنوں کی جہت سے جمعِ الٰہی پر دلالت کرتی ہے۔ وہ جمعِ الٰہی آیت متلوہ کے مفہوم سے معلوم
جاتی ہے۔ اور ہر جمع کے لئے ایک اسم جمالی و جلالی کا بھی ہونا ضروری ہے۔ تجلی الٰہی اس جمع میں اسی اسم کی حیثیت
سے ہوگی۔ مراد جمع سے آیت ہے۔ اس لئے کہ مختلف کلموں کے ملنے سے وہ ایک عبارت بن گئی ہے۔ اور جمع بجز
متفرق اشیاء کے شہود کے اور کچھ نہیں۔ جو عین واحدیت الہیہ حقیقیہ میں متعین ہیں۔ اور کلمات حقائق مخلوقات
سے مراد ہے۔ جو عالم شہادت میں متعین ہیں۔ حروف منقوطہ اعیان ہیں۔ جو علم الٰہی میں ثابت ہوئے۔ اور حروف مہملہ
دو قسمیں ہیں۔ پہلی نوع وہ مہمل حروف ہیں۔ جن سے دوسرے حروف تعلق پاتے ہیں۔ اور وہ ان سے تعلق نہیں
اور وہ پانچ ہیں۔ الف۔ دال۔ راء۔ واو۔ لام مشابہ بالالف اور وہ اشارہ ہے۔ مقتضیات کمال کی طرف اور وہ پانچ
ذات۔ حیات۔ علم۔ قدرت۔ ارادت۔ ذات ان پانچوں میں اس لئے شمار کی گئی ہے۔ کہ یہ پچھلی چار مذکورہ چیزیں بجز ذات
کے وجود پذیر نہیں ہو سکتیں۔ اور ذات کا کمال ان چاروں کے سوا ظہور پذیر نہیں ہو سکتا۔ دوسری نوع وہ
مہملہ ہیں۔ جن سے دوسرے حروف تعلق پاتے ہیں۔ اور وہ بھی ان سے تعلق پاتے ہیں۔ اور وہ نو ہیں۔ اور ان
انسان کامل کی طرف اشارہ ہے۔ اس لئے کہ انسان کامل حقائق الہیہ و حقائق خلقیہ کا جامع ہے۔ اور ان حروف
میں سے بھی پانچ الہیہ ہیں۔ اور چار خلقیہ۔ وہ چار خلقیہ اربعہ عناصر ہیں۔ جن کے ساتھ وہ چیزیں بھی ہیں۔ جو
پیدا ہوئیں۔ انسان کامل کے حروف کے غیر منقوطہ ہونے کی یہ وجہ ہے۔ کہ خدا نے انسان کو اپنی صورت پر
ہے۔ اور خدا کی ذات بھی مجرد ہے۔ لیکن حقائق مطلقہ الہیہ حقائق مقیدہ انسانیہ سے متمیز ہیں۔ اس لئے کہ ان
محتاج موجد ہے۔ جو اس کو پیدا کرتا ہے۔ اگرچہ وہ خود بھی موجد ہے۔ مگر اس کا حکم یہی ہے۔ کہ وہ منسوب
الی الغیر ہے۔ اسی لئے اس کے حروف دوسرے حروف سے تعلق پاتے ہیں۔ اور دوسرے حروف ان سے تعلق پا

Marfat.com

ں۔حروف کی حقیقت اور الف سے ان کے پیدا ہونے اور الف کے نقطہ سے پیدا ہونے کی کیفیت ہمنے اپنی کتاب مسمّٰی
لکہف والرقیم میں بیان کر دی ہے۔جس کو اس کا شوق ہو۔ وہ کتاب مذکور کا مطالعہ کرے۔
چونکہ واجب الوجود قائم بالذات ہے۔اپنے وجود میں غیر کا محتاج نہیں۔اور سب چیزیں اس کی محتاج ہیں۔ لہذا
حروف جو کتاب کے ان معنوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔مہملہ ہیں۔کہ حروف ان سے تعلق پاتے ہیں۔اور وہ کسی حرف
ے تعلق نہیں پاتے۔اور وہ یہ پانچ مذکورہ حروف ہیں۔الف۔دال۔راء۔واو۔لام مشابہ بالالف اور یہ نہیں کہا جاسکتا
لام الف دو حرف ہیں۔اس لئے کہ حدیث نبویؐ نے تصریح کر دی ہے۔کہ لام الف ایک حرف ہے۔فافہم
جان۔کہ حروف کلمے نہیں ہیں۔اس لئے کہ اعیانِ ثابتہ کلمۂ کن کی تحت میں داخل نہیں ہوتے۔ مگر اس وقت
لہ وہ عین خارجی میں موجود ہوں۔وہ اپنے اوجِ تجرد اور تعین علمی میں۔اسم تکوین ان پر داخل نہیں ہوسکتا۔پس وہ
ں ہیں۔خلق نہیں۔اس لئے کہ خلق سے مراد وہ چیزیں ہیں۔جو کلمۂ کن کی تحت میں داخل ہوں۔اور اعیانِ ثابتہ علم
ں اس مذکورہ وصف کے ساتھ حادث نہیں ہیں۔ ہاں اُن کا حدوث ایک عقلی امر ہے۔اسلئے کہ انکی ذوات فی نفسہٖ محتاج
یم ہیں۔جیسا کہ اسی کتاب میں مذکور ہوچکا۔اعیانِ موجودہ جو حروف سے تعبیر کئے گئے ہیں۔عالم علمی میں علم سے ملحق
ں۔اور علم عالم یعنی صاحب علم سے متعلق ہے۔پس وہ اس دوسرے اعتبار سے قدیم ہیں۔چنانچہ باب قدم میں اس کا
نفس ذکر ہوچکا۔جب تو یہ سمجھ چکا۔کہ کتاب وجود مطلق ہے۔جو حروف۔آیات۔سُوَر کی جامع ہے۔جیسا کہ سر
ب کی حقیقت کی طرف اشارہ کیا جاچکا ہے۔تو اب جاننا چاہئے۔کہ لوح اس چیز سے مراد ہے۔جو ترتیب حکمی کے بموجب
دمیں اس کتاب کی تعیین کا تقاضا کرتی ہے۔نہ بمقتضائے الٰہی جو کسی ایک بات میں منحصر نہیں۔اسلئے کہ لوح میں
ں کا وجود ناممکن ہے۔مثلاً جنتیوں اور دوزخیوں کے احوال کی تفصیل اور ارباب تجلیات اور انکی مانند اور چیزوں
ں تفصیل کہ لوح میں ان کا وجود ناممکن ہے۔ ہاں یہ سب باتیں کتاب میں موجود ہیں۔کتاب ایک کلی نام ہے۔
ر لوح اس کی ایک جزئی خاص۔انشاء اللہ تعالےٰ اس کا بیان آئندہ مذکور ہوگا۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی
السبیل ✦

چونتیسواں باب

قرآن میں

قرآن ذات محض ✦ احدیتها حق فرض ✦ هی مشهده فیه وله ✦ من حیث ✦ ویته غیر

Marfat.com

یتلوما یطلبه منه ÷ وهو المطلوب له الغرض ÷ فقراته هی حلیة ÷ بحلاه وذالك فنا محض ÷ لکن من حیث الذات له ÷ لا کل هناك ولا بعض ÷ هی لذته فی الذات به ÷ من حیث الذوق ولا خفض ÷ والفهم لتلك اللذة قرآن ÷ هی هو هذا الغرض۔

ترجمہ۔ قرآن ذاتِ محض ہے۔ اس کی احدیت اس کا لازمی کا حق ہے۔ وہ اس میں اس کا مشہد ہے۔ اور بہ حیثیت اسکی ہویت کے اس کو غموض و پوشیدگی ہے۔ اس کو پڑھتا ہے۔ جو اس سے اس کا طالب ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ مطلوب ہے۔ اور طالب اس کا ایک فرضی نام ہے۔ پس اس کی قرأت اس کے زیوروں میں سے ایک اس کا زیور ہے۔ حالانکہ وہ یعنی قرأت فنائے محض کا نام ہے لیکن من حیث الذات اس کے لئے وہاں نہ کل ہے۔ نہ بعض۔ وہ من حیث الذوق ذات میں اس کی لذت ہے۔ جو اسی کے ساتھ ہے اور اس لذت میں تر و تازگی نہیں۔ کیونکہ سیر ذات میں حیرت در حیرت ہے۔ اس لذت کے فہم کا نام قرآن ہے۔ اور یہی غرض ہے

جان۔ کہ قرآن مراد ذات سے ہے جس میں تمام صفات مضمحل ہیں۔ وہ ایک مشہد ہے۔ جس کا نام احدیت ہے اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اسے نازل کیا ہے تاکہ عالم کون میں اس کے لئے احدیت کا مشہد ہو۔ اور اس انزال کے معنی یہ ہیں۔ کہ حقیقتِ احدیت جس کی چوٹی نہایت بلند ہے اپنے اوج منزلت سے اتر کر آنحضرتؐ جسدِ مبارک میں مع اپنے کمال کے ظاہر ہوئی۔ باوجود اس کے کہ عروج و نزول اس میں محال ہے۔ لیکن چونکہ آنحضرتؐ کا جسدِ مبارک جمیع حقائق الٰہیہ سے متحقق تھا۔ اسلئے یہ استحالہ لازم نہیں آتا آنحضرتؐ اپنے جسمِ پاک سے اسم واحد کے مظہر تھے۔ جیسا کہ وہ اپنی ہویت سے احدیت کے مظہر ہیں۔ اور اپنی ذات سے عین ذات ہیں۔ اسی لئے آپ نے فرمایا۔ کہ قرآن یکبارگی مجھ پر نازل ہؤا۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ان کا وجود مبارک ان تمام امور سے متحقق ہوا۔ اور یہ تحقق ذاتی۔ کلی۔ جسمانی تھا۔ قرآن کریم سے اشارہ اسی طرف ہے۔ اس لئے کہ اس نے یہ سب چیزیں اس کو عطا کیں۔ اور یہی کامل رحمت اور کرم تام ہے۔ اس لئے کہ اس نے کوئی چیز پیچھے نہیں چھوڑی۔ بلکہ بطور اپنے ذاتی الٰہی کرم کے سب چیزوں کا فیضان کر دیا۔ اور قرآن حکیم سے مراد بمقتضاء حکمت الٰہیہ جس پر ذات مترتب ہے۔ حقائق الٰہیہ کا تھوڑا تھوڑا اترنا ہے۔ اس وقت جبکہ بندہ ذات میں ان سے متحقق ہونے کے لئے عروج کرتا ہے۔ سوائے اس کے اس کی اور کوئی سبیل نہیں۔ اس لئے کہ بندہ کی حیثیتِ امکانی کی جہت سے یہ جائز نہیں ہے۔ کہ شروع پیدائش میں ہی کوئی شخص جمیع حقائق الٰہیہ سے متحقق ہو۔ لیکن جو شخص الوہیت پر منظور ہوتا ہے۔ وہ اس میں ترقی کرتا ہے۔ اور ساتھ اس چیز کے اس سے متحقق ہوتا ہے۔ جو تھوڑی تھوڑی ہو کر اس سے اس پر منکشف ہوتی ہے۔ اور ترتیب الٰہی سے ترتیب یافتہ ہوتی ہے۔ خدا تعالےٰ کے اس قول میں کہ ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا۔ اس امر کی طرف اشارہ ہے۔ نہ یہ حکم منقطع ہوتا ہے۔ اور نہ یہ فیضان ختم ہوتا ہے۔ بلکہ بندہ ہمیشہ اسی طور پر ترقی کرتا جاتا ہے۔ اور حق تعالےٰ ہمیشہ تجلی میں ہوتا ہے۔ اسلئے کہ غیر متناہی شے کا استیفاء ممکن نہیں۔ اور خدا تعالےٰ کی ذات غیر متناہی ہے۔ اگر تو یہ اعتراض کرے۔ کہ آنحضرتؐ کے اس قول کا فائدہ کیا ہے۔ کہ قرآن یکبارگی مجھ پر نازل ہؤا۔ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں۔ کہ یہ فائدہ دو وجہوں سے ہے۔ ان میں سے ایک وجہ حکمی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ جب حق تعالےٰ

Marfat.com

اپنے کسی کامل بندہ کے لئے اپنی ذات سے تجلی فرماتا ہے۔ تو جو کچھ وہ دیکھتا ہے۔ اس پر حکم لگایا جاتا ہے۔ کہ وہ تمام ذات غیر متناہی ہے۔ حالانکہ وہ بدوں اپنے محل سے مفارقت کرنے کے جس کا نام مکانت ہے۔ اس میں یکبارگی اتر چکا ہوتا ہے۔ دوسری وجہ بقیاتِ بشریہ کے استیفاء اور اس کے کمال میں رسوم خلقیہ کے اضمحلال کی جہت سے ہے۔ اسلئے کہ حقائق الٰہیہ مع اپنے آثار کے جسم کے ہر عضو میں ظہور کئے ہوئے ہیں۔

پس اس دوسری وجہ پر یہ تمام ان کے قول جملۃ واحدۃ کے ساتھ متعلق ہے۔ اور اسکے معنی حقائق الٰہیہ سے متحقق ہونے سے جملہ نقائص خلقیہ کا دور ہونا ہے۔ حدیث میں آچکا ہے۔ کہ ایک ہی دفعہ سماء دنیا میں قرآن کا نزول ہوا۔ پھر حق تعالٰے نے مجھ پر بعد اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے آیتیں نازل کیں۔ یہ ان اسماء و صفات کے آثار کے ظہور کی طرف اشارہ ہے۔ جو ذات کے ساتھ بندہ کے متحقق ہونے سے تھوڑے تھوڑے ہو کر اس سے ظاہر ہوتے ہیں۔ سو قولہ تعالٰے وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ قرآن سے یہاں مراد ذات مجملہ ہے نہ باعتبار نزول اور نہ باعتبار مکانت بلکہ وہ مطلق احدیت ذاتیہ و ہویت مطلقہ ہے۔ کہ جمیع مراتب و صفات و شیون و اعتبارات کی جامع ہے۔ اور ذات ساذج بجمیع کمالات سے تعبیر کی جاتی ہے۔ اسی عظمت کی وجہ سے لفظ عظیم قرآن کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔ اور سبع مثانی اس چیز سے مراد ہے۔ جو آپ کے وجود جسدی کے صفات ہفتگانہ کے ساتھ متحقق ہونے سے آپ پر ظاہر ہوئی۔ سو قولہ تعالٰے اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بندہ پر جب رحمٰن تجلّی فرماتا ہے۔ تو بندہ اپنے نفس میں ایک لذت محسوس کرتا ہے۔ جس سے وہ ذات کی معرفت حاصل کرتا ہے۔ پھر وہ صفاتِ کی حقیقتوں سے متحقق ہوتا ہے۔ پس بجز رحمٰن کے کسی نے اس کو قرآن نہیں سکھلایا ورنہ بدوں تجلی رحمٰن کے جو جملہ اسماء و صفات سے مراد ہے۔ وصول الی الذات کی کوئی راہ نہیں۔ اس لئے کہ حق تعالٰے کی معرفت کی راہ بجز اسماء و صفات کے اور کوئی نہیں۔ فافہم۔ یہ ایک چیز ہے۔ جس کو نادر اشخاص ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اور وہ افراد کامل بزرگ قدر ہیں۔ جو بندگان خدا میں سے حق کی نظر کرنے کی جگہ ہیں۔ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ ۔

---

۳۵ پینتیسواں باب

فرقان میں

صِفَاتُ اللّٰهِ فرقان ۔ وَذَاتُ اللّٰهِ قرآن ۔ وفرق الجمع حقیق ۔ وجمع اسماء و صفات ۔ وذ ...

Marfat.com

الصّفات علیٰ اختلافِ النعت جمعان ✦ وحُکمُ الذّاتِ فی احدیت التوحید فرقان ✦ لا ان الوصف لا ینفك وھُوَ لذاتہ شان ✦

ترجمہ - صفاتِ الٰہی فرقان ہے - اور اللہ تعالےٰ کی ذات قرآن - اور جمع میں فرق ایک امر ہے - تحقیقی اور فرق میں جمع ایک شئے ہے وجدانی - اور باوجود اختلاف لغت تفرقۂ صفات دو جامع امر ہیں (ایک جلال دوسرے جمال کہ ان میں سے ہر ایک جامع صفات متفرقہ ہے) اور توحید کی احدیت میں ذات فرقان کا حکم رکھتی ہے - اس لئے کہ وصف جدا نہیں ہوتا ہے - اور وہ اس کی ذات کی ایک شان ہے -

جان کہ فرقان باوجود اختلاف تنوع کے حقیقتِ اسماء و صفات سے مراد ہے - پھر بہ سبب اپنے اعتبارات کے ہر اسم و صفت اپنے غیر سے متمیز ہے - پس اسماءِ حسنیٰ کی حیثیت سے اور اس کی صفات کی جہت سے نفسِ حق میں فرق ثابت ہوا - اس لئے اس کا نام رحیم اس کے اسم شدید کا غیر ہے - اور اس کا اسم منعم اس کے اسم منتقم کا اور صفتِ رضا صفتِ غضب کی غیر ہے - حدیث قدسی سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ میں اسی کی طرف اشارہ ہے - ظاہر ہے کہ سابق مسبوق سے افضل ہے - ایسا ہی اسماء مرتبہ میں فرق و تفضیل ہے - چنانچہ مرتبۂ رحمانیت مرتبۂ ربیّت اور مرتبۂ الوہیّت جمیع مراتب سے اعلےٰ ہے - پس بعض اسماء بعض سے متمیز ہوگئے - اور ان میں فرق ثابت ہوگیا - ہر اعلےٰ اپنے محکوم علیہ سے افضل ہے - اسم اللہ اس کے اسم رحمٰن سے اور اسم رحمٰن اسم ربّ سے اور اسم ربّ اسم ملک سے افضل ہے - ایسا ہی باقی اسماء و صفات کو قیاس کر لو کہ فضیلت ان کے اعیان میں ثابت ہے - نہ اس اعتبار سے کہ ان میں سے کسی شے میں نقص ہے - اور نہ مفضولیت ہے - پر اسی وجہ سے جس نے اعیان اسماء و صفات میں افضلیت کا تقاضا کیا - اسی لئے بعض نے بعض پر حکم کیا اور کہا گیا - اعوذ بمعافاتك من عقوبتك واعوذ برضاك من سخطك واعوذ بك منك لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ **ترجمہ** - میں پناہ مانگتا ہوں - تیری عقوبت سے تیرے عفو کی پناہ لیتا ہوں - اور تیرے غصے سے تیری رضا کی - اور تجھ سے تیری پناہ لیتا ہوں - میں تیری تعریفیں شمار نہیں کر سکتا - پس یہ فرق ہے نفس ذات میں - کہ عفو نے عقوبت سے پناہ دی - معافات باب مفاعلہ سے ہے - فعل عفو فعل عقوبت سے افضل ہے - اس لئے کہ فعلِ عفو مبالغہ کے باب یعنی باب مفاعلہ سے لایا گیا - اسی افضلیت کی وجہ سے اس نے عقوبت سے پناہ دی اور رضا نے غصہ سے پناہ دی - جس سے ثابت ہوا - کہ رضا غصہ سے افضل ہے - ذات سے ذات نے پناہ دی - جیسا کہ افعال و صفات میں فرق ہے - ایسا ہی نفس واحدیت الذّات میں اگرچہ کوئی فرق نہیں لیکن ذات کی عجیب و غریب شانوں نے فرق دکھا دیا ہے - اور نقیضین مثل محال و واجب کو جمع کر دیا ہے - پھر ہر چیز جو عقل میں محال ہے - اور عبارت و نقل میں آ سکتی ہے - ذات میں تو اسے مشاہدہ کریگا کہ وہ احکامِ واجب سے ہے - مترجم کہتا ہے - کہ مثلاً اس کی مثلیت محال ہے - اور یہ امر ممتنع ہے - کہ وہ اپنی مثل بنانے پر قادر ہو - لیکن عالمِ شہود میں انسان کامل کو دیکھو - کہ وہ ایک نسخہ کامل ہے - حدوث و قدم - حق و خلق کا جامع ہے - جیسا کہ

Marfat.com

خود مصنف علیہ الرحمت نے اپنے کو اشف مشاہدات میں اسی کتاب میں اس کی تصریح کر دی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب
اسی کی طرف امام ابوسعید خزاز نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے۔ کہ میں نے اللہ کو جمع ضدین سے پہچانا۔
یہ گمان نہ کر۔ کہ وہ اوّل۔ آخر۔ ظاہر و باطن بلکہ حق و خلق۔ تفاضل و عدم تفاضل محال و واجب۔ معدوم و موجود
محدود و غیر محدود وغیرہ نقیضوں اور ضدوں کا مطلق طور پر جامع ہے۔ نہ بلکہ وہ اپنی شان ذاتی سے ان سب کا
جامع ہے۔ اور اس کی ہویت ان تمام سے عبادت ہے۔ ابوسعید خزاز کے قول کے یہی معنی ہیں۔ پس اس کو سمجھ۔ اور
جب تو نے سمجھ لیا۔ تو اس کو لازم پکڑ۔ وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِیْ لِلصَّوَابِ والیہ المرجع والمآب

چھتیسواں باب

توریت میں

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر توریت کی نو تختیاں نازل کیں۔ جن میں سے سات کی تبلیغ کا حکم دیا۔ اور دو لوحوں کی تبلیغ سے روک دیا۔ اس لئے کہ جو کچھ ان دو لوحوں میں تھا عقول اس کو قبول نہیں کر سکتے۔ اگر موسیٰ ان کو ظاہر کرتے۔ تو مطلب ثابت نہ رہتا۔ اور کوئی اس پر ایمان نہ لاتا۔ پس وہ دونوں لوحیں موسیٰ علیہ السلام سے مخصوص تھیں۔ ان کے سوا اس زمانہ کے کسی شخص کا ان میں حصہ نہ تھا۔ وہ لوحیں جن کی تبلیغ کا حکم دیا۔ ان میں اولین و آخرین کے علوم جمع تھے۔ مگر علم محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم و علم ابراہیم و علم عیسےٰ و علم ورثا محمد صلعم کہ یہ علوم توریت میں نہ تھے۔ آنحضرت صلعم اور ان کے وُرثا کی خصوصیت اور ابراہیم و عیسےٰ علیہما السلام کے اکرام کی جہت سے خدا نے ان علوم کو ان سے مستثنےٰ رکھا سو وہ سات لوحیں جن کی تبلیغ کا حکم ہوا۔ سنگ مرمر کی تھیں۔ اور باقی کی دو لوحیں نور کی تھیں۔ اسی لئے ان کے دل سخت ہوگئے۔ کہ ان کی لوحیں پتھر کی تھیں۔ وہ تمام علوم جن پر وہ سات لوحیں منقسم تھیں [illegible] الواح کے موافق سات قسم کے تھے۔ جو سب مقتضیات الٰہیہ کی قبیل سے تھے۔ پس لوح اول [illegible] نام سے موسوم تھی۔ قال اللہ تعالےٰ اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ ہم نے توریت کو نازل کیا۔ اس میں ہدایت و نور ہے۔ جس سے نبی حکم کرتے ہیں۔ اور لوح ثالث حکمت ہے۔ اور لوح رابع یعنی چوتھی لوح قوی اور پانچویں حکم چھٹی عبودیت ہے۔ ساتویں میں طریق سعادت کو شقاوت سے واضح کر دیا ہے۔ اور یہ بیان کر دیا ہے۔ کہ ان میں سے بہتر کونسی راہ ہے۔ اور یہ سات لوحیں ہیں جنکی تبلیغ کا موسےٰ کو حکم دیا گیا۔

اور وہ دو لوحیں جو موسےٰ علیہ السلام سے مخصوص تھیں۔ ان میں سے ایک لوح ربوبیت تھی۔ دوسری لوح قدرت

Marfat.com

چونکہ سب لوحیں موسےٰؑ نے اپنی قوم پر ظاہر نہیں کیں۔ اس لئے ان کے بعد کوئی ان کی قوم سے کامل نہیں ہوا اور ان کا وارث نہیں بنا۔ بخلاف اس کے آنحضرت صلعم نے کوئی چیز نہیں چھوڑی۔ سب کی تبلیغ کر دی۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ۔ ہم نے کتاب میں کسی چیز کی کمی نہیں رکھی۔ اور فرمایا وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ہر چیز کو ہم نے کھول کر بیان کر دیا۔ اسی لئے آپ کی اُمت سب ملتوں سے بہتر ہے۔ اور ان کا دین جمیع ادیان کا ناسخ ہے۔ اس لئے کہ وہ سب ان چیزوں کو لائے۔ جن کو پہلے نبی فرداً فرداً لا چکے ہیں۔ اور زیادہ کیا اس چیز کو جو انبیاء سابقہ کے علوم میں نہ تھی۔ پس کمی کی وجہ سے ان کے دین منسوخ ہو گئے۔ اور آپ کا دین اپنے کمال کی وجہ سے شہرت پا گیا۔ قال اللہ تعالےٰ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ۔ میں نے آج کے دن تمہارا دین کامل کر دیا۔ اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی۔ آنحضرت صلعم کے سوا کسی نبیؑ پر یہ آیت نازل نہیں ہوئی۔ اگر کسی پر نازل ہوتی۔ تو وہی خاتم النّبیّین ہوتا۔ حالانکہ آپ کے سوا اور کوئی خاتم نبوت نہیں۔ آپ خاتم النّبیّین اس لئے ٹھہرے۔ کہ آپ نے کوئی حکمت۔ ہدایت۔ علم اور سِر نہیں چھوڑا۔ جس سے آگاہ نہ کیا ہو۔ اور جس کی طرف اشارہ نہ کیا ہو۔ ایسے بیان سے اس سِر کو ظاہر کیا۔ جو اس کے لائق تھا۔ تصریح سے تلویح سے اشارہ سے کنایہ سے استعارہ سے محکم۔ مفسر۔ مؤول۔ متشابہ وغیرہ مختلف انواع بیان سے اس راز کا افشاء کیا۔ غیر کا اس میں دخل باقی نہ رہا۔ یہ امر مستقل ہو گیا۔ نبوت ختم ہو گئی۔ اس لئے کہ آپ نے کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی جس کی حاجت باقی ہو۔ مگر اس حال کہ وہ سب کی سب لا چکے۔ آپ کے بعد نفوسِ کاملہ میں سے کوئی انسان ایسی چیز نہیں پاتا۔ اور اس پر آگاہ نہیں کرتا۔ جو آنحضرت صلعم عمل میں نہ لا چکے ہوں۔ اور اس پر متنبہ نہ کر چکے ہوں۔ پس وہ کامل جیسا کہ آپ نے متنبہ فرمایا ہے۔ آپ کی پیروی کرتا ہے۔ اور اس پیروی میں آپ کا تابع ہے۔ پس آپ کے بعد نبوت تشریع کا حکم بند ہو گیا۔

اگر موسےٰؑ کو اُن دو مخصوص لوحوں کی تبلیغ کا بھی حکم ہوتا۔ تو عیسےٰ علیہ السلام ان کے بعد مبعوث نہ ہوتے۔ اس لئے کہ عیسےٰؑ نے انہی دو لوحوں کا راز اپنی قوم کو بتایا ہے۔ چنانچہ پہلی ہی دفعہ حضرت عیسےٰؑ قدرت و ربوبیت کی صفت سے ظاہر ہوئے۔ اور وہ پنگوڑے میں ان کا کلام کرنا ہے۔ اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کرنا ہے۔ مُردوں کو زندہ کرنا ہے۔ انہوں نے موسےٰؑ کے دین کو منسوخ کیا۔ اس لئے کہ وہ اس چیز کو لائے۔ جو موسےٰؑ نہیں لائے تھے۔ لیکن جب انہوں نے اس علم کے احکام ظاہر کئے۔ تو ان کے بعد انکی قوم گمراہ ہو گئی۔ اور ان کی پرستش کرنے لگ گئے اور ان کو تین معبودوں میں سے ایک معبود ماننے لگے۔ وہ تین معبود باپ۔ ماں۔ بیٹا ہیں۔ جن کا نام انہوں نے اقانیم ثلثہ رکھا۔ اور اس پر ان کی قوم متفرق ہو گئی۔ پھر بعض تو ان کو ابن اللہ کہنے لگے۔ اور ملائکہ کے نام سے موسوم ہوئے۔ اور بعض نے کہا۔ کہ وہ خدا ہے۔ جو زمین میں اُترا۔ ابن آدم کا نام پایا۔ اور پھر لوٹ گیا۔ یعنی آدم کی صورت میں متصور ہوا۔ اور پھر اپنے عالم قدس کی طرف چلا گیا۔ قوم عیسےٰؑ میں اس فریق کا نام یعاقبہ ہے۔ اور بعض نے کہا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے بذاتِ خود ان تین چیزوں سے مراد ہے۔ یعنی باپ اور وہ روح القدس ہے۔ اور ماں سے اور

Marfat.com

مریم ہے۔ اور بیٹے سے اور وہ عیسےٰ علیہ السلام ہیں۔ پس عیسوی قوم گمراہ ہو گئی۔ اس لئے کہ ان کے عقائد اس چیز کے مطابق نہ تھے۔ جو عیسٰیؑ ان کے پاس لائے تھے۔ ان کے گمراہ ہونے کی وجہ یہ ہوئی۔ کہ عیسےٰ علیہ السلام کے کلام کا ظاہر مفہوم وہی تھا۔ جو انہوں نے سمجھا۔ اس بات کی دلیل کہ ان کا اعتقاد اپنے پیغمبر کے فرمودہ کے مطابق نہ تھا۔ یہ ہے۔ کہ جب اللہ تعالےٰ نے عیسےٰ علیہ السلام سے سوال کیا۔ کہ تو کہہ آیا تھا۔ کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری ماں کو معبود بناؤ۔ تو اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا۔ سُبۡحٰنَكَ تیری ذات پاک ہے۔ اس تشبیہ میں تنزیہہ کو مقدم رکھا۔ کہ مجھے یہ سزاوار نہیں ہے۔ کہ میں ایسی چیز کہوں۔ جس کے میں لائق نہیں ہوں یعنی میں تیرے اور اپنے درمیان مغائرت کس طرح ثابت کروں۔ کہ ان کو یہ کہہ دوں۔ کہ خدا کو چھوڑ کر میری عبادت کرو۔ حالانکہ تو عین تو میری حقیقت اور ذات ہے۔ اور میں عین تیری حقیقت اور ذات ہوں۔ پس میرے اور تیرے درمیان مغائرت نہیں ہے۔ پس عیسےٰ نے اپنے نفس کو اس چیز سے منزہ کیا۔ جو ان کی قوم کا انکی بابت اعتقاد تھا۔ اس لئے کہ ان کا اعتقاد بغیر تنزیہہ کے مطلق تشبیہ کی صورت میں تھا۔ اور یہ بات شایانِ شانِ الٰہی نہیں۔ پھر کہا یعنی حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے کہ اگر میں نے یہ بات ان کو کہی ہوتی۔ یعنی حقیقت عیسویہ کی نسبت ان کو یہ کہا ہوتا۔ کہ وہ اللہ ہے۔ تو تجھے بھی یہ بات معلوم ہوتی۔ یعنی میں نے بجز تنزیہہ و تشبیہ دونوں کے جمع کرنے اور ظہور واحد فی الکثرت کے اور کوئی بات ان کو نہیں کہی لیکن وہ اپنے فہم و ادراک میں گمراہ ہو گئے۔ اور جو کچھ انہوں نے سمجھا تھا۔ وہ میری مراد نہ تھی۔ تو جو کچھ میرے جی میں ہے جانتا ہے یعنی یہ کہ جو کچھ ان کا اعتقاد تھا کیا وہی میری مراد تھی۔ ان امور میں جن کی میں نے ان پر تبلیغ کی۔ یا کہ میری مراد اس کے خلاف تھی یعنی ظہورِ حقیقت الٰہیہ کی کیفیت جو وہ سمجھے ہیں۔ کیا میری مراد بھی یہی تھی۔ اور میں نہیں جانتا ہوں۔ جو تیرے جی میں ہے یعنی میں نے تیرا فرمان ان کو پہنچا دیا۔ اور میں نہیں جانتا۔ کہ تیرے دل میں کیا ہے۔ اس امر کے متعلق کہ تو ہدایت کے بعد ان کو گمراہ کر دیگا۔ اگر میں یہ جانتا ہوتا۔ تو میں ان چیزوں میں سے کوئی چیز ان کو نہ پہنچاتا۔ جن سے ان کے گمراہ ہونے کا خدشہ تھا۔ بے شک۔ تو ہی تو غیب دان ہے۔ اور میں غیبوں کو نہیں جانتا ہوں۔ پس میرا عذر قبول کر۔ میں نے ان کو نہیں کہا۔ مگر وہی بات جس کا تو نے مجھے حکم دیا۔ اس چیز کی بابت جو میں نے تجھے اپنے نفس میں پایا۔ پھر میں نے وہ بات ان [illegible] دی۔ اور ان [illegible] نصیحت کی۔ تا کہ وہ میری طرف اپنے نفسوں میں راہ پائیں۔ میں نے اسی طور میں حقیقت الٰہیہ [illegible] ظاہر کی۔ تا کہ ان پر [illegible] جو ان کے نفسوں میں ہے۔ میں نے صرف ان کو یہی کہا تھا۔ کہ اللہ کی [illegible]

ہے۔ میں نے اپنے نفس کو حقیقت الٰہیہ سے مخصوص نہیں کیا۔ بلکہ اس [illegible]

میں نے ان کو بتا دیا۔ کہ جیسا کہ تو میرا رب ہے۔ یعنی میری حقیقت [illegible]

حقیقت ہے۔ وہ علم جو عیسےٰ علیہ السلام لائے تھے۔ توریت [illegible]

تھا۔ جس کو انہوں نے ظاہر کیا۔ اسی لئے ان کی قوم نے ان پر کفر [illegible]

اگر عیسےٰ علیہ السلام اس علم کو چھپا رکھتے۔ اور عبارات واشا[illegible]

Marfat.com

کیا۔ اس علم کو ان پر ظاہر کرتے۔ تو وہ گمراہ نہ ہوتے۔ یہ اسلئے ہوا کہ اس کے بعد علم الوہیت و علم ذات کی بھی کمالِ دین کو حاجت تھی۔ جن کو ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرقان و قرآن لے کر آئے۔ من حیث الذات والصفات۔ ان دونوں علموں کے متعلق پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے اس کو ایک ہی آیت لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَّھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ میں جمع کر دیا ہے۔ یعنی اس کی مانند کوئی چیز نہیں۔ اس چیز سے جو ذات سے تعلق رکھتی ہے۔ اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ اور یہ اس قسم سے ہے۔ جو صفات کے ساتھ متعلق ہے۔ اگر موسےٰ بھی اپنی قوم کو وہ چیز پہنچاتے۔ جو عیسےٰ علیہ السلام نے پہنچائی۔ تو قوم مثل فرعون میں ان پر تہمت لگاتی۔ اس لئے کہ اس نے دعوےٰ کیا تھا۔ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی۔ میں تمہارا اعلےٰ درجہ کا رب ہوں۔ اور اس کا یہ دعوےٰ سِتر ربوبیت کے افشاء کے موافق تھا۔ لیکن چونکہ اس کا یہ ادعاء تحقیق پر مبنی نہ تھا۔ موسےٰ علیہ السلام نے اس سے جنگ کی۔ اور اس سے انتقام لیا۔ اگر حضرت موسےٰ نے توریت میں علم ربوبیت سے کوئی چیز ظاہر کرتے۔ تو قوم انکی تکفیر کرتی۔ اور فرعون کے ساتھ جنگ کرنے میں ان پر تہمت لگاتی۔ پس اللہ تعالےٰ نے اس علم کے چھپانے کا ان کو حکم دیا۔ جیسا کہ ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ کو بعض ایسی چیزوں کے چھپانے کا حکم دیا۔ جن کا دوسرا شخص متحمل نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ کہ شبِ معراج میں مجھے تین قسم کے علم دیئے گئے۔ ایک قسم کے چھپا رکھنے کا حکم دیا۔ اور ایک قسم کی تبلیغ کا اور ایک قسم میں مجھے اختیار دیا گیا۔ جس علم کی تبلیغ کا حکم دیا۔ وہ علم شرائع تھا۔ اور جس میں مجھے مختار رکھا۔ وہ علم حقائق تھا۔ اور جس کے کتمان کا حکم دیا۔ وہ اسرارِ الوہیت کا علم ہے۔

اور یہ تمام علوم قرآن میں خدا تعالےٰ نے ودیعت رکھے ہیں۔ جن کی تبلیغ کا حکم دیا۔ وہ ظاہری علوم ہیں۔ اور جن میں اختیار دیا گیا۔ وہ علم باطن ہے۔ مثلاً قولہ تعالےٰ سَنُرِیْھِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَھُمْ اَنَّہُ الْحَقُّ۔ وقولہ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وقولہ وَسَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْہُ وقولہ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ۔ یہ سب آیات ایک وجہ سے حقائق پر دلالت کرتی ہیں۔ اور ایک وجہ سے علم شرائع پر۔ اور یہ دوسری وجہ مثل تمیز کے ہے پس جو شخص فہم الٰہی رکھتا ہے۔ وہ باطن کو پائیگا۔ اور جو نہیں رکھتا اس کے لئے ظاہری علم شرائع کی سمجھ ہی کافی ہے۔ اگر ناکارہ اس پر حقائق کا اظہار ہوتا۔ تو وہ انکار کر دیتا۔ اس پر ان آیات کا باطن اس لئے نہیں پہنچایا گیا۔ تاکہ وہ اسے ضلالت و شقاوت میں نہ ڈال دے۔ اور جس علم کے مخفی رکھنے کا حکم دیا۔ وہ قرآن کریم میں بوجہ نہایت غامض۔ باریک و پوشیدہ ہونے کے بطور تاویل کے رکھا گیا ہے۔ اور اس کو وہی جانتا ہے۔ جو بطریق تعلیم یا بطریق کشف الٰہی نفس علم پر مطلع ہوا۔ پھر اس کے بعد قرآن کو سنا۔ پس وہ اس محل کو جان لیگا۔ جس میں اللہ تعالےٰ نے اس علم سے کوئی شے رکھی ہے۔ جس کے چھپا رکھنے کا آنحضرت صلعم کو حکم دیا گیا تھا۔ اور اسی کی طرف خدا تعالےٰ کے اس قول میں اشارہ ہے وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَہٗٓ اِلَّا اللّٰہُ موافق اس شخص کی قرأت کے جو اس پر وقف کرتا ہے۔ پس جو شخص فی نفسہٖ اس کی تاویل پر مطلع ہوتا ہے۔ اسی کا نام اللہ ہے (صوفیۂ کرام

Marfat.com

کے نزدیک ایک عین واحد پر الوہیت کا حصر جائز نہیں۔ اگرچہ وہ اپنے فہم و ادراک میں عالمِ اطلاق میں پرواز کر رہا ہو۔ میرا دل اس سے قلق و اضطراب میں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مترجم) یہاں تک گھوڑے نے بیان کے میدان میں ہمارے ساتھ یہاں تک جولانی کی۔ کہ میں نے وہ چیز ظاہر کر دی۔ جس کے ظاہر کرنے کا خیال کبھی میرے دل میں نہیں آیا۔ اب ہم توریت کے ذکر کی طرف پھر رجوع کرتے ہیں۔

جان۔ کہ توریت اسماء صفاتیہ کی تجلیات سے مراد ہے۔ اور یہ مظاہر حقیقیہ میں حق تعالیٰ کا ظہور ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے اسماء کو اپنی صفات پر دلائل کے طور پر قائم کیا ہے۔ اور صفات کو اپنے مظاہر بنایا ہے۔ اور ذات [illegible] بنایا ہے۔ اور خلق میں اس کا ظہور بوساطت اسماء و صفات کے ہے۔ اور اس کے سوا اور کوئی راہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ خلق اپنی سذاجت پر پیدا کی گئی ہے۔ کہ وہ جمیع معانیٔ الٰہیہ سے خالی ہے۔ لیکن وہ مثل سفید کپڑے کے ہے کہ جو چیز اس کے مقابل آتی ہے۔ اس میں انتقاش پاتی ہے۔ پس حق ان ناموں سے موسوم ہے تاکہ وہ اسماء خلق کے لئے اس کی صفات پر دلیل ہوں۔ پھر ان اسماء سے خلق نے صفات حق کو پہچانا۔ پھر اہل حق نے اس پر ہدایت پائی۔ اور وہ ان اسماء و صفات کے لئے مثل آئینہ کے ہو گئے۔ کہ اسماء و صفات ان میں [illegible] پھر اپنے نفسوں میں اسماء ذاتیہ و صفات الٰہیہ کو جو ان میں منقوش تھے۔ مشاہدہ کیا۔ پس جب [illegible] انہوں نے ذکر کیا۔ تو وہ انہی کا ذکر تھا۔ یہ معنی ہیں تورات کے۔ لغت میں توریہ کے معنی [illegible] مفہوموں میں سے جو نہایت بعید ہو۔ لفظ کو ان معنوں پر حمل کیا جائے۔ جیسے ابراہیم علیہ السلام نے [illegible] کی نسبت کہا تھا۔ کہ یہ میری بہن ہے۔ مخاطب نے یہ سمجھا۔ کہ یہ ان کی حقیقی بہن ہے۔ لیکن آپ کی مراد اس سے اسلامی اخوت سے تھی۔ مترجم) پس عامۂ ناس کے نزدیک حق کی تنزیہ کا خیال اعتقاد [illegible] اس کے ان کے لئے اور کچھ نہ تھا۔ اور عارفین کے نزدیک حق اُن کی ذوات کی حقیقت تھی [illegible] سمجھا دیا۔ کہ اس سے یہی مراد ہے۔ توریت میں یہ زبان لسان الاشارہ کے نام سے موسوم تھی۔

جس چیز پر توریت کی وہ سات الواح متضمن تھیں۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے [illegible] معلوم کرنا چاہئے۔ کہ ہر لوح اسی قسم کے نام سے موسوم تھی جس قسم کے علوم [illegible] بھی اس لوح میں تھے۔ مگر جس علم کا حکم غالب تھا اسی کے نام پر اس لوح کا نام رکھا گیا [illegible] سورتوں کا حال ہے۔ کہ جس امر کا کسی سورت کے مضمون میں غلبہ پایا۔ اسی کے نام [illegible] دیا۔ حالانکہ وہ اس کے سوا اور چیزوں پر بھی مشتمل ہے۔ لوح نور [illegible] واحدیت تفرید کے ساتھ تھا۔ اور حق تعالیٰ کے متعلق ایک [illegible] اس میں ربوبیت حق و قدرتِ حق مع جمیع اسمائے حسنیٰ و صفات علیا [illegible] پر دلالت تھے۔ جو لطریق تعالیٰ و تنزیہ حق کو مخصوص ہے [illegible] مناسبت رکھتا ہے۔ (۲) دوسری لوح لوحِ ہدیٰ ہے۔ اس میں خود اس کے لئے اخبار [illegible]

Marfat.com

ذوقی بندہ اور موصوف کے دلوں میں نورِ الہامی کی یہی صورت ہے۔ اس لئے کہ ہدایت بذاتِ خود ایک وجودی الہامی راز ہے۔ جو اچانک بندہ دل پر کھل جاتا ہے۔ اور یہ جذبِ الٰہی کا نور ہے۔ جس سے عارفِ الٰہی طریق سے مناظرِ علیا کی جانب ترقی پاتا ہے۔ اور یہ نورِ الٰہی کے جو انسانی صورت پر نازل ہوتا ہے۔ اپنے محل اور مکان کی طرف رجوع کرنے کی کیفیت سے مراد ہے۔ اور ہدایت اس چیز سے مراد ہے۔ جس کو اس نور والا بندہ احدیت لطریق سے نہایت قریب کے مرتبہ اور روشن تر مقام میں بدوں اعتبار کسی حیثیت کے پاتا ہے۔ اس لوح میں احوالِ مذاہب کا بیان اور پہلے اور پچھلوں کی خبریں۔ عالمِ ملکوت کا علم جو عالمِ ارواح کہلاتا ہے۔ اور عالمِ جبروت کا علم تھا۔ جو عالمِ ارواح پر حاکم ہے۔ اور حضرت قدس کے نام سے موسوم ہے۔ منجملہ اُن چیزوں کے جو اس لوح میں تھیں۔ علم برزخ۔ قیامت۔ ساعت۔ میزان۔ حساب۔ بہشت۔ نار کا ذکر تھا۔ اور نیز ملائکہ کی ایک جماعت کی خبریں تھیں۔ اور اُن اسرار کا بیان تھا۔ جو اشکال میں ودیعت رکھے گئے ہیں۔ اور ایسا ہی اور چیزیں تھیں کہ ان اسرار کی معرفت بنی اسرائیل نے کیا جو کیا اور ان کے ذریعہ وہ کرامات دکھائیں جو دکھائیں۔ تیسری لوح لوحِ حکمت ہے۔ اس میں بطریق تجلی ذوقی کیفیت سلوکِ علمی کا بیان ہے۔ جس کا منشاء حظائر قدسیہ یعنی قدسی مقامات ہیں۔ دونوں جوتیوں کا اتارنا کوہِ طور پر چڑھنا۔ از راہِ دہشت ہمکلام کرنا۔ اندھیری رات میں آگ کا دیکھنا۔ یہ سب اسی قبیل سے ہیں اور یہ تمام اسرارِ الٰہی ہیں۔ اور یہ لوح بطریق تسخیر علم تنزّل روحانیات وغیرہ کی اصل ہے۔ اس لوح میں وہ علم بھی ہے۔ جو حکمتِ الٰہیہ کی ان تمام قسموں کو شامل ہے۔ اور نیز اس لوح میں علم طبعیات۔ ہیئت۔ حساب۔ علم خواص۔ تسخیر و حجر وغیرہ کی بھی اصل ہے۔ بنی اسرائیل میں سے جو اس لوح کے علم میں رسوخ پیدا کر لیتا تھا۔ وہ راہب کہلاتا تھا۔ اور راہب ان کی بولی میں اس شخص کو کہتے ہیں۔ جو عابد تارکِ دنیا ہو۔ اور اپنے مولا کی طرف راغب ہو۔

چوتھی لوح لوحِ قوی ہے۔ اس میں علم تنزلاتِ حکمیہ ہے۔ اور قویٰ بشریہ کا بیان ہے۔ یہ علم اذواق ہے جس کو یہ علم حاصل ہوتا تھا۔ وہ حبر کہلاتا تھا۔ اور موسیٰ کے ورثا کا درجہ حاصل کرتا تھا۔ اس لوح کے اکثر علوم رموز کنایوں اور اشارات کے رنگ میں ہیں۔ جن کو حق تعالیٰ نے توریت میں نصب فرمایا تاکہ قویٰ بشریہ میں حکمتِ الٰہیہ قائم ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول میں اسی راز پر آگاہ کیا ہے۔ جس میں یحییٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا ہے يَا يَحْيَىٰ خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۔ پس یہ قوت کے ساتھ پکڑنا اسی شخص کو میسر ہوتا ہے۔ جو حکمت جانتا ہو۔ اور نورِ الٰہی کی طرف ہدایت پا چکا ہو۔ پھر بمقتضاء اس کے علم حکمتِ الٰہیہ کے وہ علم اس کی قوتوں میں ڈال دیا گیا۔ اور یہ ایک ذوقی امر ہے۔ جس کو وہی سمجھتا ہے جس نے اسے بطریق ذوق حاصل کیا ہو۔ اور یہ خواص کا حصہ ہے۔ نہ عوام کا۔ منجملہ ان علوم کے جو اس لوح میں ہیں ایک علم [illegible] قسم کے سحر کی حقیقت ہے۔ جو شابہ بابل یا ثابت ہے۔ اس قسم کا سحر بدل

Marfat.com

ادویہ اور بدون عمل اور کسی چیز کے پڑھنے کے بلکہ مجرد قوی سحریہ انسان کے وجود میں اپنا اثر دکھلاتا ہے جیسا ساحر چاہتا ہے۔ اسی طور پر امور جاری ہوتے ہیں۔ وہ صورتیں جو صرف خیال میں متمکن ہوتی ہیں۔ حس ظاہری میں محسوس طور پر مشہود ہوتی ہیں۔ کبھی ناظرین کی آنکھ اس کے ذاتی خیال کی طرف لگی رہتی ہے۔ وہ جو چاہتا ہے۔ اس کی صورت بنا دیتا ہے جس کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ وہ اس کی خیالی صورتیں ہوتی ہیں۔ اور دیکھنے والے ان کو عالم حس میں گمان کرتے ہیں۔ توحید کی راہ میں میرا بھی اس علم پر گزر ہوا۔ پھر میں ایسا ہو گیا۔ کہ اگر میں چاہتا۔ کہ تصور سے کسی چیز کی صورت وجود میں دکھا دوں تو میں اس کی صورت وجود میں دکھا سکتا تھا۔ اور اگر میں کسی فعل کا ارادہ کرتا۔ تو کر سکتا تھا۔ لیکن میں نے اس علم کو مہلک سمجھ کر چھوڑ دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر قدرت تصوری یعنی لوح محفوظ کو کھول دیا جو کاف و نون کے درمیان ہے۔

پانچویں لوح لوح حکم ہے۔ [illegible] امر و نہی کا علم تھا۔ یہ وہ علم ہے جو بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ نے فرض فرمایا۔ اور جس کو حرام کرنا چاہا۔ ان پر حرام کر دیا۔ اس لوح میں موسیٰ علیہ السلام کی شریعت تھی جس پر مذہب یہود کی بنا ہے۔

چھٹی لوح لوح عبودیت ہے۔ اس میں ان احکام کی معرفت کا ذکر ہے۔ جو قوت، افتقار، خوف خضوع سے خلق کو لازم [illegible] اپنی قوم کو کہہ دیا کہ جب تم سے کوئی [illegible] [illegible] ہونے کا خیال دل میں لائے [illegible] توحید، تسلیم، توکل، تفویض، [illegible] خوف، رجا، رغبت، زہد، [illegible] اور ترک [illegible] کے علوم بھی تھے۔

لوح ہفتم اس لوح میں سلوک الی اللہ کا ذکر تھا۔ اور طریق سعادت کا [illegible] بیان تھا۔ منجملہ ان علوم کے جو اس لوح میں تھے۔ ان امور کا بھی بیان تھا۔ جو طریق سعادت میں [illegible] کی نسبت مستحب امر تھے۔ اور [illegible] طریق سعادت میں داخل ہے۔ اس لوح سے تو موسیٰ نے [illegible] نکال لی تھیں۔ جن کو [illegible] خوشی سے اپنے دین میں ان لوگوں نے [illegible] نے فرمایا ہے [illegible] موسیٰ کی کلام سے یہ بات ثابت نہیں [illegible] فما رعوها حق رعايتها۔ پھر وہ اس [illegible] کا حق ہے۔ اگر وہ اس کو [illegible] قدرت دے دیتا [illegible]

Marfat.com

ان کے امکان میں ہوتی۔ تو حق تعالے اپنے پیغمبر موسےٰ علیہ السلام کی زبان پر اُن رہبانیت کی باتوں سے ان کو ماموُر کرتا۔ پس موسےٰ علیہ السّلام از راہ جہالت اُن باتوں سے اعراض نہیں کیا تھا۔ لیکن یہ ان پر انکی مہربانی تھی۔ پھر جب خود ہی انہوں نے رہبانیت کو نکالا۔ اور اس کو نگاہ نہ رکھ سکے۔ تو اس پر انکو مواخذہ کیا گیا۔ اور اس لوح میں بہت سے علوم تھے۔ جو ادیان و ابدان سے تعلق رکھتے تھے۔ میں نے بطریق اختصار ان سب باتوں کو ان ورقوں میں جمع کر دیا۔ جن کو توریت متضمن تھی۔ اور میرا یہ بیان کشفی جہت سے ہے نہ کسی اور جہت سے۔ اگر میں پورے طور پر ان کو ظاہر کرنے لگتا تو بہت سی تطویل کی ضرورت پڑتی اور اس میں کچھ فائدہ نہیں ہے۔ وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْل ۔

سینتیسواں باب

زبور میں

زبور سُریانی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے معنی کتاب کے ہیں۔ عرب نے بھی انہی معنوں میں اس کو استعمال کیا ہے۔ جیسے کہ کلام الٰہی میں وارد ہوا ہے۔ وَکُلُّ شَیْئٍ فَعَلُوْہُ فِی الزُّبُرِ۔ ہر وہ چیز جو اُن سے عمل میں آئی کتابوں میں ہے۔ زبور کو داؤد نبی پر خدا نے اتارا تھا۔ اور وہ مفصل آئتیں تھیں۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ داؤد علیہ السلام پر اس کا نزول پورا کر چکا۔ تو ایک ہی دفعہ تمام کتاب کو انہوں نے اپنی قوم پر ظاہر کیا۔ داؤد کی زبان اور گفتگو میں نہایت لطافت تھی۔ اور وہ خصائل حسنہ رکھتے تھے۔ جب وہ زبور پڑھتے۔ تو وحوش و طیور سے حیوانات ان کے گرد کھڑے ہو جاتے۔ آپ نحیف البدن۔ قصیر القامت تھے۔ یعنی بدن کے دُبلے چھوٹے قد کے تھے۔ بڑے طاقتور تھے۔ اور اپنے زمانہ کے مستعمل علوم سے واقف تھے۔

جان۔ کہ ہر کتاب جو کسی نبی پر نازل کی گئی ہے۔ اس میں وہی علوم رکھے گئے۔ جو اس نبی کے حدود علم سے خارج نہ تھے۔ اور یہ حکمت الٰہی تھی تاکہ نبی اُس چیز سے بیخبر نہ رہے۔ جس وہ لایا۔ پس کتب الٰہیہ بعض بعض پر اُسی قدر فضیلت رکھتی ہیں۔ جس قدر کہ اللہ کے ہاں بعض رسول بعض پر فضیلت رکھتے ہیں۔ اسی لئے قرآن جمیع کتب منزلہ سے افضل ہے۔ کہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام پیغمبروں سے افضل تھے۔ اگر تو یہ کہے کہ کلام الٰہی بعض بعض پر کیسے فضیلت رکھ سکتی ہیں۔ تو اس کے جواب میں میں کہتا ہوں۔ کہ حدیث میں آچکا ہے۔ کہ سورہ فاتحہ تمام آیاتِ قرآنی سے افضل ہے۔ جب قرآن کی بعض سورتوں میں تفضیل جاری ہے۔ تو

Marfat.com

پھر باقی تمام کتابوں پر کون سا امتناع رہا۔

جان۔ کہ زبور کے اکثر علوم مواعظ ہیں۔ اور باقی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے۔ جس کا کہ وہ مستحق ہے۔ اور اس میں شرائع و احکام کی چند مخصوص آیات ہیں۔ لیکن یہ مواعظ اور حمد و ثنا کے علوم بہت سے علوم کو شامل ہیں۔ مثلاً علم الہیہ حقیقیہ۔ علوم وجود مطلق۔ علم تجلی حق فی الخلق۔ علم تسخیر والتدبیر۔ علم مقتضیات حقائق الموجودات علم قوابل واستعدادات۔ علم تشبیہات۔ علم ریاضیات۔ علم النطق یعنی علم منطق الطیر۔ علم خلافت۔ علم حکمت علم فراست وغیرہ علوم۔ یہ کل علوم بطریق تتبع کے ہیں۔ اور کچھ ان میں سے مصرح طور پر ہیں۔ جن کا اظہار زبان رساں نہیں۔ اور نہ اسرار الٰہی میں سے کوئی سر ان سے ظاہر ہوتا ہے۔ داؤد علیہ السلام کثیر العبادت تھے۔ اور کشف الٰہی سے پرندوں کی بولی جانتے تھے۔ اور قوۃ الہیہ سے ان سے باتیں کرتے تھے۔ پھر جس لفظ سے چاہتے معانی انکے کانوں میں پہنچا دیتے تھے۔ جن کا وہ طیور ان سے ارادہ کرتے تھے۔ نہ جیسا کہ وہ شخص گمان کرتا ہے۔ جس کو اس کے حال کی واقفی نہیں۔ پس وہ گمان کرتا ہے۔ کہ وہ بالذات جانور کی زبان میں باتیں کرتے تھے۔ اس خیال سے کہ وہ اصطلاحی الفاظ تھے۔ بلکہ وہ باوجود ان کی آوازوں کے مختلف ہونے کے طیور کی باتوں کو سمجھتے تھے۔ اور ان معانی کو جان لیتے تھے۔ جن پر وہ آوازیں دلالت کرتی تھیں۔ اور یہ جاننا بطریق کشف الٰہی ہوتا تھا۔ یہ قول ان کے بیٹے سلیمان علیہ السلام کا ہے۔ کہ ہم کو پرندوں کی بولی سکھلائی گئی۔ ہمیشہ یہی حال رہا حتے کہ گمان کرنے والوں نے گمان کیا۔ کہ پرندوں کے لئے ایک معین بولی ہے۔ جس سے بعض ان کے بعض کے ساتھ باتیں کرتے ہیں۔ اور داؤد علیہ السلام چونکہ اس وضع کو پہچانتے تھے۔ اس لئے ان کی باتیں سمجھ لیتے تھے۔ بلکہ بجز اس کے کوئی بات نہ تھی۔ کہ ان کی آوازیں تھیں۔ جن کو وہ بدوں کسی وضع معلومہ کے نکالتے تھے۔ لیکن جب ان کو کوئی حاجت پیش آتی تھی تو ان سے ایک ایسی آواز ظاہر ہوتی تھی۔ کہ طیور بھی بطور الہام الٰہی اس کو سمجھ لیتے تھے۔ کیونکہ ان میں وحی رکھی گئی تھی۔ جب ان کو دوسری حالت پیش آتی۔ تو بعینہ اسی قسم کی آواز یا اس کے سوا کوئی اور آواز ان سے نکلتی پھر اس کو کوئی پرندہ یا اس کے سوا کوئی اور بطریق الہام الٰہی کے سمجھ لیتا تھا۔ پس تمام حیوانات سے جو آواز نکلتی تھی۔ داؤد علیہ السلام بطور الہام و کشف الٰہی اس سے اس چیز کو سمجھ لیتے تھے۔ جس کو وہ آواز متضمن ہوتی تھی۔ اور جب خود ان ہی سے کسی سے کلام کرنی چاہتے تھے۔ تو سریانی زبان میں باتیں کہتے تھے۔ یا کبھی حیوانات کی آوازوں میں۔ پھر وہ حیوان اس کو سمجھ لیتا تھا۔ اس قوت الہیہ کی وجہ سے جسے خدا نے داؤد علیہ السلام [illegible] رکھا تھا۔ اور یہ امر صرف داؤد و سلیمان علیہما السلام سے ہی مخصوص نہ تھا۔ بلکہ وہ تمام خلفاء میں ایک عام بات ہے۔ میری مراد خلافت سے خلافت کبریٰ ہے۔ منطق الطیر میں ان دونوں پیغمبروں کی خصوصیت صرف یہی کہ یہ باتیں بکثرت ان سے ظہور میں آئیں۔ اور اس کا انہوں نے اظہار فرمایا۔ ورنہ جمیع افراد و اقطاب کو عالم وجود میں تصرف حاصل ہے۔ اور ہر ایک ان میں سے وہ باتیں جانتا ہے۔ جو بات اور دن میں [illegible] کی بولیاں تو درکنار رہیں۔ چنانچہ شبلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ اگر ایک سیاہ چیونٹی اندھیری رات میں ایک

Marfat.com

سخت پتھر پر چل رہی ہو۔ اور میں اس کی آواز نہیں سنتا۔ تو میں خیال کرتا ہوں۔ کہ میں قریب میں آگیا ہوں۔ یا میرے ساتھ مکر کیا گیا ہے۔ اور ایک اور بزرگ نے فرمایا ہے۔ کہ میں نہ یہ بات کہتا ہوں۔ جو شبلیؒ نے کہی۔ اور نہ اس کو سمجھتا ہوں۔ اس لئے کہ وہ حرکت کرنے کے لئے بھی تیار نہیں ہے۔ مگر میری قوت کے ساتھ۔ اور میں ہی اس کا محرک ہوں پھر میں کس طرح کہوں۔ کہ میں اس کو نہیں جانتا۔ اور ایک حدیث میں آیا ہے۔ کہ ایک جن نے آنحضرتؐ کو ورغلانا چاہا۔ تو آپ نے چاہا کہ اسے پکڑ کر مسجد کے کسی ستون کے ساتھ باندھ دیں۔ پھر سلیمان علیہ السلام کی دعا رَبِّ هَبْ لِي مُلْكًا الآیہ یاد آگئی۔ تو اس کو چھوڑ دیا۔ ان کی دعا یہ تھی۔ کہ الٰہی مجھے ایسا ملک بخش جو میرے بعد کسی کے لئے نہ ہو۔ اس دعا سے ان کا مقصد تحدی یعنی دعوے کرنا اور چیلنج دینا اور ظہور رکھنا جو اس خلافت سے متعلق تھا یعنی جنوں اور وحوش وغیرہ میں تصرف کے متعلق۔ اور یہ بات بعد سلیمان علیہ السلام کے سوائے کمال کسی کے لئے نہیں ہوئی۔ لیکن بعض اشیاء میں سوائے بعض دوسری کے انبیاء علیہم السلام سے یہ باتیں ظہور میں آئیں۔ اور ان کے اتباع میں اولیاء سے بھی یہ باتیں وقوع میں آئیں۔

جان۔ کہ زبور اشارت ہیں تجلیات صفات افعال سے مراد ہے۔ اور توریت فقط جملہ اسماء وصفات کی تجلیات ہے اور انجیل فقط تجلیات اسماء ذاتیہ سے مراد ہے۔ اور فرقان مطلقاً جملہ صفات و اسماء کی تجلیات سے مراد ہے۔ ذاتی ہوں یا صفاتی۔ اور قرآن ذات محض سے مراد ہے۔ قرآن، فرقان۔ توریت کے متعلق پہلے ذکر ہو چکا۔ زبور کا تجلیات صفات افعال سے مراد ہونا اس وجہ سے ہے۔ کہ وہ تفریحات فعلیہ اقتداریہ الٰہیہ کی تفصیل ہے۔ اسی لئے داؤد علیہ السلام عالم میں خلیفہ تھے۔ پھر انہوں نے ان احکام کو عالم میں ظاہر کیا۔ جن کی زبور میں ان کو وحی ہوئی تھی۔ پھر مضبوط اور محکم پہاڑ چلتے تھے۔ لوہا نرم ہو جاتا تھا۔ اور طرح طرح کی مخلوق پر حکمرانی کرتے تھے۔ پھر ان کے ملک کے وارث سلیمانؑ ہوئے سلیمانؑ ان کے وارث تھے۔ اور داؤدؑ حق مطلق کے وارث تھے۔ اور داؤدؑ افضل تھے۔ اس لئے کہ حق تعالےٰ نے ابتداءً ان کو خلافت دی۔ اور اس خطاب سے مخصوص فرمایا۔ يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ اور یہ بات سلیمانؑ کو نصیب نہ ہوئی۔ مگر ایک قسم کے حصر کے ساتھ دعا کرنے کے بعد۔ حصر کے ساتھ اس طرح کہ بس میرے بعد کسی کو یہ خلافت حاصل نہ ہو۔ اور داؤدؑ نے یہ سمجھ لیا تھا۔ کہ کسی کے لئے یہ ممکن نہیں ہے۔ کہ ظاہر و باطن میں خلافت اس پر محصور ہو۔ پس نہیں عطا کرتا حق تعالےٰ اس کو مگر بہ حیثیت ظہور یعنی خلافت کا کسی شخص پر حصر صرف ظہور میں ہو سکتا ہے۔ ظہور و بطون دونوں میں نہیں ہو سکتا۔ کیا تو نہیں دیکھتا۔ کہ سلیمان مذکورہ دعا کے جواب میں خدا نے فرمایا۔ ہم نے ریح اس کے لئے مسخر کر دی۔ کہ اس کے حکم کے مطابق چلتی تھی۔ پھر وہ چیزیں شمار کیں۔ جو اقتدارات الٰہیہ سے سلیمانؑ کو دی گئیں۔ یہ نہ کہا۔ کہ جو کچھ اس نے مانگا ہم نے اس کو دیدیا۔ اسلئے کہ مخلوق کے کسی فرد کیلئے ایسی خصوصیت محال و ممتنع تھی۔ یہ بات صرف خدا کی ذات سے ہی مخصوص ہے۔ جب خدا تعالےٰ بذات خود کسی مظہر میں ظاہر ہوتا ہے۔ تو وہ مظہر اس کی زمین میں خلیفۃ اللہ کہلاتا ہے۔ خدا نے اپنے اس قول میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کہ بیشک توریت کے بعد زبور میں ہم نے لکھ دیا ہے۔ کہ زمین کے وارث میرے نیکوکار اور صالح بندے ہونگے۔ یعنی جو وراثت الٰہیہ کی صلاحیت

Marfat.com

رکھتے ہیں۔ زمین سے یہاں مراد حقائق وجودیہ ہیں جو مظاہر حقیۃ و معانی خلقیہ میں منحصر ہیں۔ اسی کی طرف خدا نے اپنے قول میں اشارہ فرمایا ہے۔ کہ میری زمین کشادہ ہے۔ پس میری ہی بندگی کرو۔ اگر تو کہے۔ کہ سلیمانؑ کی دعا ایک اعتبار سے تو قبول ہو چکی یعنی اس اعتبار سے کہ خلافت کبریٰ اللہ کے بعد کسی کے لئے نہ ہو۔ اور وہ یعنی اللہ حقیقت سلیمان ہے۔ تو پھر دعا ان کی صحیح ہو گئی۔ تو تیرا یہ کہنا بجا اور سچ ہے۔ اور اگر تو یہ کہے۔ کہ انکی دعا مستجاب ہوئی۔ اس اعتبار سے کہ خلافت صرف انہی پر مخصوص نہیں رہی۔ تو یہ بھی صحیح ہے۔ اسلئے کہ ان کے بعد بہت سے قطب اور فرد پیدا ہوئے جن کو اقتدارات الہیہ سے حصہ ملا۔ پس تیرا یہ کہنا بھی سچ ہے جس اعتبار سے تو چاہے۔ کہدے۔

جب داؤدؑ نے یہ سمجھا۔ کہ خلافت مخلوق میں سے کسی شخص پر خاص نہیں ہو سکتی۔ کہ اس کے بعد کسی کو اس سے حصہ نہ ملے۔ تو ایسی دعا سے وہ باز رہے۔ اور سلیمانؑ نے بطریق تادّب الہیہ اس دعا کو مانگا۔ وہ تادّب الہیہ یہ کہ مظاہر الہیہ میں وہ متفرد ہوں۔ اس لئے کہ حق جو عین ان کی صورت میں ظاہر ہوا تھا۔ وہ بذات خود ان مذکورہ مظاہر میں متفرد ہے۔ اور یہ بات اگرچہ ظاہر حال میں ممتنع ہے۔ لیکن وسعت الٰہی اور امکان وجودی کی جہت سے امکان رکھتی ہے۔ لیکن کوئی شخص نہیں جانتا۔ کہ یہ بات اس کو ثابت ہوئی یا نہیں۔ اسی مقام سے خدا نے اپنے اولیاء کی بابت خبر دی۔ کہ وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ وَسُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ پس اس جہت سے امتناع بھی ثابت ہو گیا۔ اسی لئے صدیق اکبرؓ نے فرمایا العجز عن درك الادراك ادراك اور آنحضرتؐ نے فرمایا۔ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ۔ پس آنحضرتؐ نے طلب میں ادب کی رعایت کی۔ اس امر میں جس کا حصول ممکن نہیں۔ اور اپنے رب کے کمال کی وجہ سے عجز کے معترف ہوئے۔ آپ سلیمانؑ کی نسبت اپنے رب کی ثنا سائی میں بڑھ کر تھے۔ اسلئے کہ سلیمان نے وہ چیز مانگی۔ اور اُسے شناخت کیا جو انتہا رکھتی ہے۔ اور آپ نے اس چیز کو شناخت کیا۔ جو انتہا نہیں رکھتی۔ اور ایسی چیز کے ادراک کی طلب میں ادب کو ملحوظ رکھا۔ جو ادراک نہیں کی جا سکتی۔ اور اسی کے حصول کی بابت دعا کو ترک رکھا۔ اسلئے کہ وہ جانتے تھے۔ کہ اللہ تعالٰی نے کسی کے لئے یہ بات نہیں رکھی۔ اس لئے کہ یہ اس کی ذاتی خصوصیت ہے۔ جس کو خدا نے اپنی تمام مخلوق سے اپنے لئے مختار فرمایا ہے۔ پس دیکھ کہ کتنا فرق ہے۔ اس شخص کے مرتبہ میں جس کی معرفت محدود ہے اس شخص کے مرتبہ سے جس کی معرفت غیر محدود ہے۔ اس مقام میں محمدی اولیاء نے کہدیا۔ جو کہدیا۔

شیخ عبد القادرؓ کا قول فتوحات مکیہ میں محی الدین ابن عربیؓ نے باسناد خود بیان کیا ہے۔ کہ [illegible]

پس کہ اے انبیاء کے گروہ تم کو تو نبوت کا لقب ملا۔ اور ہمنے وہ چیز پائی۔ جو تم کو نہیں ملی۔ اور شیخ [illegible] کہا ہے۔ کہ ہمنے ایسے دریا میں غوطہ لگایا کہ نبی جس کے صرف کنارے پر ٹھہرے ہیں۔ یہ کلام اگرچہ ایک [illegible] تاویل کی رکھتا ہے لیکن ہمارا مذہب یہ ہے۔ کہ مطلق نبی مطلق ولی سے افضل ہے۔ نبوت اور ولائت کے متعلق انشاء اللہ اسی کتاب یا دیگر کتاب مترجم عرض کرتا ہے۔ کہ جس شخص کو صوفیہ کرام کی کلام سے حیرت پیدا ہو۔ وہ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کی کتب تصوف کا مطالعہ کرے۔ صوفیہ کرام کے یہ تمام حقائق نفس کلیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور نبوت کا مقام اس سے بالا تر ہے

Marfat.com

۳۸

اڑتیسواں باب

انجیل میں

اللہ تعالٰے نے سریانی زبان میں عیسے علیہ السلام پر انجیل نازل فرمائی۔ اور سترہ زبانوں میں اسکی قرأت کی گئی۔ انجیل کی ابتداء اسم اب و ام و ابن سے ہے۔ جیسا کہ قرآن کی ابتداء بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ سے۔ انکی قوم نے اس کلام کو ظاہر پر محمول کیا۔ اور گمان کیا۔ کہ آب۔ آم۔ آبن۔ روح۔ مریمؑ۔ عیسٰےؑ سے مراد ہیں۔ اور کہدیا۔ کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے۔ یہ نہ جانا کہ اب سے مراد اسم اللہ ہے۔ اور اُم سے کنہ ذات جو ماہیت حقائق سے معتبر ہے۔ اور ابن سے کتاب مراد ہے۔ اور وہ وجود مطلق ہے۔ اس لئے کہ وہ ماہیت کنہ کی ایک فرع اور نتیجہ ہے۔ فرمایا اللہ تعالٰے نے وَعِنۡدَهٗۤ اُمُّ الۡكِتٰبِ اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ جس کا ذکر کیا گیا۔ اور پہلے بھی اپنے باب میں اس کا مفصل ذکر ہو چکا ہے۔ عیسٰےؑ نے اپنے قول مَا قُلۡتُ لَهُمۡ اِلَّا مَاۤ اَمَرۡتَنِىۡ بِهٖ میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کہ میں نے ان کو وہی بات کہی ہے۔ جسے ان کو پہنچانے کا تو نے مجھے حکم دیا ہے۔ اور وہ یہ کلام ہے۔ پھر کہا۔ اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ رَبِّىۡ وَرَبَّكُمۡ۔ کہ اللہ کی بندگی کرو۔ جو میرا بھی رب ہے۔ اور تمہارا بھی۔ حتےٰ کہ وہ جان لے۔ کہ عیسٰےؑ نے ظاہر انجیل پر اقتصار نہیں کیا۔ بلکہ اپنے قول اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ رَبِّىۡ وَرَبَّكُمۡ سے وضوح و بیان میں زیادتی کر دی ہے۔ تاکہ ان کا یہ وہم رفع ہو جائے۔ کہ وہ اب۔ ام اور روح ہے۔ اور اللہ کے نزدیک عیسٰےؑ بری الذمہ ہو جائیں۔ اس لئے کہ انہوں نے انجیل کے اس قول کا اصل مطلب ان پر واضح کر دیا۔ مگر وہ عیسٰےؑ کے بیان پر نہ رہے۔ بلکہ کلام الٰہی کے ظاہر مفہوم کی طرف چلے گئے۔ اور جواب میں مسیحؑ کا یہ کہنا مَا قُلۡتُ لَهُمۡ اِلَّا مَاۤ اَمَرۡتَنِىۡ بِهٖ اس میں انکی اپنی قوم کی طرف سے بھی عذر خواہی تھی۔ یعنی تو نے مجھے اس کلام سے جس کی ابتداء آب۔ آم۔ آبن کے نام سے ہے۔ انکی طرف بھیجا۔ پھر جب میں نے تیرا کلام بجنسہ ان کو پہنچا دیا اور انہوں نے وہی معنے لئے۔ جو بظاہر تیری کلام سے متبادر ہوتے تھے۔ تو پھر اس پر تو ان کو ملامت نہ فرما۔ اسلئے کہ وہ اسی بات میں ہیں۔ جس کو تیری کلام سے انہوں نے سمجھا۔ پس ان کا شرک عین توحید ہے۔ اور انکی مثال اس مجتہد کی سی ہے۔ جس نے اجتہاد کیا اور اپنے اجتہاد میں خطا کی۔ اس کے لئے اجتہاد کا اجر ہے۔ پس عیسٰےؑ نے خدا تعالٰے کے اس قول کے جواب میں کہ ءَاَنۡتَ قُلۡتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوۡنِىۡ وَاُمِّىَ اِلٰهَيۡنِ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اپنی قوم کی عذر خواہی کی۔ جیسا کہ مذکور ہوا۔ اسی لئے اپنے قول میں انہوں نے یہ راہ اختیار کی۔ یہاں تک کہ کہا۔ وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَاِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ اور یہ نہ کہا۔ وَاِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّكَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ اور نہ جو مشابہ اس

Marfat.com

قول کے ہے۔ بلکہ مغفرت کا ذکر کیا۔ اس لئے کہ وہ حق سے ان کی مغفرت کی خواہش رکھتے تھے۔ وہ خدا کی طرف سے اس بات کے منصف ٹھہرے۔ کہ انکی قوم حق سے باہر نہیں نکلی۔ اسلئے کہ انبیاء علیہم السلام کسی ایسے شخص کی بات مغفرت طلب نہیں کرتے۔ جس کو وہ عذاب کا مستحق سمجھیں۔ چنانچہ خدا تعالے نے فرمایا ہے۔ کہ ابراہیمؑ نے اپنے باپ کے لئے مغفرت نہیں مانگی۔ مگر ایک وعدہ کے بموجب جس کا انہوں نے اس سے وعدہ فرمایا۔ جب ان پر ظاہر ہوگیا۔ کہ وہ خدا کا دشمن ہے۔ تو وہ اس سے بیزار ہوگئے۔ ایسا ہی تمام انبیاء کا حال ہے۔ عیسےؑ کا اپنی قوم کے لئے مغفرت کا طلب کرنا اسی لئے تھا۔ کہ وہ سمجھتے تھے۔ کہ وہ اپنی طرف سے حق پر ہیں۔ اگرچہ وہ فی الحقیقت باطل پر تھے۔ اور ان کا اپنے اعتقاد میں حق پر ہونا یہی اُن کا مآل کار ہے۔ اگرچہ وہ عقاب کے لائق ہیں۔ اس لئے کہ درحقیقت ان کا اعتقاد باطل ہے۔ اسی لئے مسیحؑ نے کہا۔ کہ اگر تو ان کو عذاب کرے۔ پھر اس کے بعد وہ خوب بولے۔ یہ کہ وہ تیرے عباد یعنی عابد ہیں۔ تیرے معاند نہیں ہیں۔ اور نہ اُن لوگوں میں سے ہیں۔ جن کا کوئی مولے نہیں ہے۔ اور وہ کافر ہیں۔ جن کا کوئی مولیٰ نہیں ہوتا۔ لیکن وہ حقیقت میں اہل حق ہیں۔ اسلئے کہ حق تعالے عیسےؑ کی اور انکی ماں اور روح القدس کی حقیقت ہے۔ بلکہ تمام چیزوں کی حقیقت ہے۔ عیسے علیہ السلام کے اس قول کے کہ وہ تیرے عباد یعنی عابد ہیں۔ یہی معنی ہیں۔ پس مسیحؑ نے شہادت دی۔ کہ وہ عباد اللہ ہیں۔ اور ان کی بابت یہی تیرے لئے کافی ہے۔ کہ ان کے پیغمبر نے ان کے عباد اللہ ہونے کی شہادت دیدی۔ اسی لئے حق تعالے نے اس کلام کے بعد فرمایا۔ کہ یہ وہ دن ہے۔ کہ جس میں اللہ کے ہاں صادقوں کو ان کا صدق نفع دیگا۔ یہ عیسےؑ کے لئے اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ ان کے مطلب کو پورا کردیا۔ یعنی جبکہ وہ میری کلام کی تاویل میں جیسا کہ ان پر ظاہر ہوا اپنی طرف سے صادق ہیں۔ اگرچہ حقیقتاً امر اس کے خلاف ہے۔ تو ان کا یہ صدق ان کو اللہ کے ہاں نفع دیگا۔ نہ اس کے غیر کے ہاں۔ کہ جس کی نسبت وہ الوہیت کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ امر اس شخص پر بھی جس کے نفس کے متعلق وہ الوہیت کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ ظاہر ہے۔ کہ وہ ہمارے نزدیک ایسے اعتقاد میں گمراہی کا حکم رکھتے ہیں۔ اسلئے وہ اس اعتقاد پر عذاب دیئے گئے۔ لیکن چونکہ اُن کا مآل حق کی اس تجلی کی طرف ہوگا۔ جو ان کے دلی اعتقاد کی حقیقت ہے جس پر کہ اب وہ اللہ تعالے کے ساتھ ہیں۔ اور وہ ان کے صدق کی ایک صورت ہے۔ اسلئے اسی اعتقاد میں ان کا صدق اپنے رب کے ہاں ان کو نفع دیگا۔ حتےٰ کہ ان کا حکم آخرکار رحمت الہیہ کی طرف کریگا۔ پس حق تعالے اُن پر حتیٰ ان کے نفسوں میں اسی اعتقاد کے موافق تجلی فرمائیگا۔ جو جیسا انکے متعلق وہ رکھتے ہیں۔ پھر ان پر ظاہر ہوجائیگا۔ کہ ان کا اعتقاد اسی وجہ سے حق تھا۔ انکے اعتقاد کے موافق تجلی اس لئے ہوگی۔ کہ حدیث میں آچکا ہے۔ کہ حق تعالے کا سلوک بندے کے ساتھ اسی ظن کے موافق ہوتا ہے۔ جو بندہ اس کے ساتھ رکھتا ہے۔

پھر اس کے بعد جاننا چاہیئے۔ کہ انجیل تجلیاتِ اسماء ذات سے مراد ہے۔ یعنی اسماء میں ذات

کی تجلیات ہے۔ اور تجلیات مذکورہ میں سے ایک واحدیت میں اس کی تجلی ہے جس میں کہ وہ قوم عیسٰے پر عیسٰے مریم۔ روح القدس کی صورت میں ظاہر ہوا۔ پھر ان مظاہر میں سے ہر مظہر میں انہوں نے حق کو مشاہدہ کیا۔ اور وہ اگرچہ اس تجلی کی جہت سے حق پر تھے۔ لیکن اس میں انہوں نے خطا کی۔ اور گمراہ ہوگئے۔ خطا تو یہ تھی کہ انہوں نے الوہیت کو عیسٰے۔ مریم۔ روح القدس میں محصور کردیا۔ اور گمراہی یہ کہ وہ اس حضرت واحدیت میں تجسیم مطلق اور تشبیہ مطلق کے قائل ہوگئے۔ حالانکہ اس حضرت واحدیت کا یہ حکم نہیں ہے۔ جس کے کہ وہ تقیید و حصر کے ساتھ قائل ہوئے۔ یہ تھا۔ ان کی خطاء و ضلالت کا محل۔ اس کو سمجھ۔ انجیل میں وہی بات تھی جس کے ساتھ ناموس لاہوتی وجود ناسوتی میں قائم ہے۔ اور وہ خلق میں ظہورِ حق کا متقضا ہے۔ لیکن چونکہ نصارٰے تجسیم اور حصر کی طرف چلے گئے۔ اور ان کا یہ اعتقاد انجیل کے مخالف تھا۔ اس لئے درحقیقت وہ انجیل پر قائم نہ رہے۔ ہاں محمدیوں نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ اسلئے کہ انجیل کا لُبِ لباب قرآن کی ایک ہی آیت میں آجاتا ہے۔ اور وہ اللہ تعالٰے کا قول ہے وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ اور اس کی روح اس سے کوئی جداگانہ چیز نہیں ہے۔ یہ تو اس ظہور سے اللہ تعالٰے نے خبر دی ہے۔ جو آدم کے وجود میں تھا۔ پھر اس آئت سے اس کی تائید فرمائی ہے۔ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ۔ عنقریب ہم اپنے نشان عالم میں اور خود ان کے نفسوں میں دکھائینگے۔ حتّٰی کہ ان پر ظاہر ہوجائیگا۔ کہ وہ حق ہے۔ یعنی تمام عالم جو آفاق وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ سے عبارت ہے۔ وہ حق ہے۔ پھر بیان کیا۔ اور اپنے اس قول میں اس کی تصریح کی۔ جو آنحضرت صلعم کے حق میں فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ اور اپنے اس قول میں وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ پس محمدیوں نے اس سے حق امر کی طرف ہدایت پائی۔ اسی لئے وجود حقی کو انہوں نے صرف آدم میں ہی محصور نہیں کیا۔ باوجود اس کے کہ آیت اس حقیقت کو صرف آدم میں ہی متعین کررہی ہے۔ لیکن انہوں نے پاسِ ادب کیا۔ اور جانا۔ کہ مراد آدم سے ہر فردِ انسانی ہے۔ حق کو اپنے کمال کے ساتھ از راہِ امتثال امر الٰہی جمیع اجزاء وجود میں مشاہدہ کیا۔ اور وہ امر الٰہی خدا تعالٰے کا یہ قول ہے حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ۔ ایسا ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابی مسلمانوں نے کہا۔ اگر اس قسم کی آئت انجیل میں نازل ہوتی۔ تو نصارٰی اس حقیقت کی طرف ہدائت پاتے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔ کیونکہ جو کتاب خدا نے نازل فرمائی ہے۔ اس میں یہ لابدی خصوصیت تھی۔ کہ بہتوں کو اس سے گمراہ کرتا تھا۔ اور بہتوں کو اس سے ہدائت دیتا تھا۔ جیسا کہ قرآن شریف میں آچکا ہے۔ کیا تو علماء ظاہر کی طرف نہیں دیکھتا۔ کہ وہ دونوں آئتوں کی تاویل میں کیسے گمراہ ہوئے۔ کہ وہ بھی ان دونوں آئتوں کی تاویل میں اُسی طرف گئے۔ جس طرف کہ نصارٰی گئے۔ اگرچہ جس طرف وہ گئے ہیں۔ وہ بھی حق کی جہتوں میں سے ایک جہت ہے۔ لیکن ان کے ہاں چونکہ اس کے اصول محکم ہوگئے ہیں اس لئے وہ ان محکم اصولوں کی وجہ سے حق سے بہت دور پڑ گئے ہیں۔ اور وہ اس کی شناخت نہیں کرسکتے۔ بیشک محقق عارفوں نے ان دونوں آئتوں سے معرفتِ الٰہی کی طرف ہدایت پائی۔ پس وہ چیز جس سے انہوں نے ہدائت

Marfat.com

پانی عین اُس چیز کا ہے۔ جس سے وہ گمراہ ہوئے۔ قال اللہ تعالٰے یُضِلُّ بِهٖ کَثِیْرًا وَّیَهْدِیْ بِهٖ کَثِیْرًا ؕ وَمَا یُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ۔ گمراہ کرتا ہے۔ ساتھ اس کے بہتوں کو اور ہدایت کرتا ہے ساتھ اس کے بہتوں کو۔ اور نہیں گمراہ کرتا مگر فاسقوں کو۔ عربی زبان میں انڈے کی بابت بھی جبکہ وہ بگڑ جاتا ہے۔ اور چوزہ کے نکلنے کے قابل نہیں رہتا۔ فاسق کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اور یہاں اس لفظ سے مراد وہ قوم ہے۔ جن کی قابلیتیں اس قابل نہیں رہیں۔ کہ وہ تجلّی الٰہی کو قبول کر سکیں۔ اس لئے کہ ان کے ذہنوں میں یہ بات بیٹھ گئی ہے۔ کہ حق تعالےٰ اپنی خلق میں ظاہر نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ یہاں کسی صورت میں بھی ان پر ظاہر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ اس پر انہوں نے تنزیہ کے ان اصولوں کو مؤیّد پایا۔ جن سے ذات الٰہیّہ پر حکم لگایا جاتا ہے۔ ان اوصاف علمیّہ کو لیکر وہ امور عینیّہ کو چھوڑ بیٹھے۔ اور یہ نہ جانا۔ کہ یہ اوصاف حکمیّہ اپنے کمال کی صورت میں بعینہٖ اسی امر عینی اور وجود خلقی حقّی کے اوصاف ہیں۔ چنانچہ حق تعالٰے نے خود اپنی طرف سے اپنی کتاب کے بعض مقامات میں اس سے خبر دی ہے جیسا کہ فرمایا فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اور فرمایا وَفِیْۤ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ اور نیز فرمایا وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ اور نیز یہ قول وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ (اس آیت میں لفظ مِنْهُ محل حجت ہے۔ مترجم) اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ ارشاد کہ اللہ تعالٰے بندہ کی آنکھ کان۔ ہاتھ اور زبان ہے۔ اور اس قسم کی اور آیات و احادیث جن کا حصر ممکن نہیں پس اس کو سمجھ۔ وَاللّٰهُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ یَهْدِی السَّبِیْلَ ؕ

۳۹
اُنتالیسواں باب

اس حدیث کے بیان میں کہ اللہ آخری تہائی رات آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے پس کہتا ہے ھل من ...

حدیث اشارۃً ہر ذرہ وجود میں حق سبحانہٗ تعالٰے کے ظہور پر دلالت کرتی ہے۔ پس رات کی ظلمت ہے۔ اور آسمان دنیا سے مراد خلق کا ظاہر وجود ہے۔ اور ثلث اخیر سے مراد اس کی حقیقت ہے۔ اس لئے کہ موجودات کی ہر شے تین قسموں میں منقسم ہے۔ ایک ظاہر جو ملک کے نام سے موسوم ہے۔ اور ایک باطن جسے ملکوت کہا جاتا ہے۔ اور تیسری قسم ان دونوں قسموں سے منزّہ ہے۔ اور وہ قسم جبروتی الٰہی کے نام سے موسوم ہے۔ جسے اس حدیث میں بلسانِ اشارہ ثلث اخیر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور حقیقت میں کوئی انقسام نہیں۔ اس لئے کہ ایک چیز جب اپنے عدم انقسام سے اعتبار کی جاتی ہے۔ تو یہ امر لابدی ہے کہ اس کا ایک ظاہر کہا جائے۔ اور اس کی

Marfat.com

صورت ہے۔ اور ایک اس کا باطن سمجھا جائے۔ اور وہ اس کا نفس ہے۔ اور ضروری ہے۔ کہ ایک اس کی حقیقت بھی ہو۔ جس کے ساتھ وہ قیام رکھتا ہے۔ پس ثلثِ اخیر سے اشارہ ظاہر ہو گیا۔ پھر حق کا تنزل خود تشبیہ خلقی میں اپنی تنزیہہ کے ساتھ اس کا ظہور ہے۔ اور اس حدیث کا باشارۂ دیگر ایک اور اعتبار بھی ہے۔ یہ دوسرا اشارہ پہلے اشارہ سے اعلےٰ ہے۔ اور وہ تیرا اس بات کا جاننا ہے۔ کہ مراد ثلثِ اخیر سے صفت الہیہ ہے۔ جس سے وہ اپنے بندہ پر تجلی فرماتا ہے۔ اور ظہور ذات کی حقیقت اس صفت کے اخیر میں ہوتی ہے۔ نہ اس کے ابتدائی امروں میں اور نہ اس کے اوسط میں۔ اور یہ ایک ذوقی امر ہے۔ جو بدون کشف شناخت نہیں کیا جاتا۔ میری مراد اس امر سے ظہور صفت کے اواخر میں ذات کا ظہور ہے۔ اور صفات کی کسی شے کی حد نہیں۔ اور یہ انتہا جو ہمارے قول سے ثابت ہو رہی ہے۔ ذات کا حکم ہے۔ پس ذات لیلۃ الصفات کے ثلث اخیر میں ظاہر ہوتی ہے۔ اور اس کا قول کہ سماء دنیا کی طرف اس کا نزول ہوتا ہے۔ سماء دنیا سے مراد اس کی وہ صفات ہیں۔ جن سے اس کی خلق نے اس کو اسماء میں پہچانا۔ اور وہ اسماء دنیا ہیں۔ اس لئے کہ اس کی صفتیں بلند ہیں۔ اور اسماء کے لئے عبودیت کی پستی ہے۔ پس وہ یعنی اسماء خلق جن میں اس کی صفات علیاء کا ظہور ہوا۔ دنیا ہیں۔ جو لفظ دنیٰ کی مؤنث ہے جو دنائت سے ماخوذ ہے۔ اور اس کے اسماء کو یہی سماء دنیا ہے۔ وہ چیز ہے۔ کہ جس کے ساتھ ان کی عبودیت نے قیام پایا۔ ان اعتبارات کا حاصل یہ ہے۔ کہ حق تعالےٰ کا ظہور اپنے بندوں پر ان صفات میں ہوتا ہے۔ جن سے انہوں نے اس کو پہچانا۔ جبکہ ان صفات کا ظہور پورا ہو چکتا ہے۔ یعنی وہ اس صفت کے کمال ظہور سے پہلے ان صفات کے ساتھ تھے۔ نہ اس کے ساتھ۔ پھر جب ظہور کی نہایت میں ذات سے آ لیا۔ تو وہ اس کی ذات کے ساتھ ہو گئے۔ نہ اس کی صفات کے ساتھ۔ پس اس کو خوب سمجھ۔ (مترجم عرض کرتا ہے۔ کہ پہلے اشارہ میں حدیث کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ یہ خلق عین حق ہے۔ جس کی صورت میں حق نے تنزل کیا۔ ثلث اخیر سے مراد اس کی حقیقت اور رات سے مراد خلق کی تاریکی ہے۔ اور سماء دنیا سے مراد یہ عالم خلق ہے۔ اور دوسرے اشارہ میں جو حدیث کا مطلب بیان کیا گیا ہے۔ اس کو وہ عارف سالک سمجھ سکتے ہیں۔ جو بہ ترتیب افعال وصفات وذات میں سیر کرتے ہیں۔ ذات کی سیر ثلث اخیر میں ان کو حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ مصنف نے بہ تفصیل اوپر بیان فرمایا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مترجم)

اور بطریق ستر اس حدیث کا ایک اور بھی اشارہ ہے۔ اور وہ کاملوں کے غذ میں ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ جب تو نے اس بات کو سمجھ لیا۔ کہ مراد لیل سے ذات الہیہ ہے۔ اور ثلث اخیر سے کمال معرفت مراد ہے۔ جو ذات کے لئے جائز ہے۔ اس لئے کہ حق تعالےٰ کی دو معرفتیں ہیں۔ ایک وہ جس کے کمال کا ادراک کرنا جائز ہے۔ اور دوسری وہ جس کے کمال کا ادراک جائز نہیں۔ کمال معرفت جائزہ سے جو ہیں نے ثلث اخیر کو مراد لیا ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ دل کو اللہ سے تین معرفتیں ہیں۔ پہلی معرفت من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کے معنی ہیں۔ جس کا بیان پہلے ابواب میں ذکر ہو چکا۔ دوسری معرفت معرفت ہوبیت ہے۔ جس میں

Marfat.com

توجمال ذات کو صفات سے شناخت کرتا ہے۔ اور یہ معرفت معرفتِ ربّ کے بعد ہوتی ہے۔ جو معرفتِ نفس کے ساتھ مقید ہے۔ اور تیسری معرفت ذوق الٰہی ہے۔ جو وجود عبد میں سرائیت کرتا ہے۔ پھر وہ اس ذوق الٰہی کی معرفت سے حق میں ہو کر غیب سے شہادت میں نزول کرتا ہے۔ یعنی ربوبیت کے آثار اسی کے جسم میں ظاہر ہوتے ہیں۔ پھر اس کا ہاتھ قدرت اور اس کی زبان تکوین ہو جاتی ہے۔ (کہ جس چیز کے لئے کہتا ہے۔ ہو جا وہ ہو پڑتی ہے۔ مترجم) اور اس کے پاؤں چلنے لگ جاتے ہیں۔ اور اس کی آنکھ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی۔ اور اس کے کان ہر متکلم کا کلام سننے میں لگے رہتے ہیں۔ انہی معنوں کی طرف آنحضرت صلعم نے اس حدیث میں اشارہ فرمایا ہے۔ حتی کون سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به الحدیث یعنی میں اس کے کان آنکھ ہو جاتا ہوں۔ جن سے وہ سنتا دیکھتا ہے۔ پس حق اس کا ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور وہ اس کا باطن۔ اس کلام کا حاصل یہ ہے۔ کہ نزولِ رب سے مراد اس کے آثار و صفات کا ظہور ہے۔ جو ربوبیت کے مقتضیات سے ہے۔ اور سماءِ دنیا سے مراد جسم ولی کا ظاہر ہے۔ اور ثلثِ اخیر سے مراد معرفتِ ذوق الٰہیہ ہے۔ جو بندہ کے وجود میں ساری ہوتی ہے۔ اور جس سے اس کا محق صحیح اور سحق تمام ہوتا ہے (اصطلاحات صوفیہ سے ایک محق و سحق ہے۔ جس کا مطلب اس سے پہلے خود مصنفؒ نے بیان کر دیا ہے) اور پھر جس اس کا حق متحقق ہوتا ہے۔ اور ہر رات سے مراد اس کا ہر ظہور ذاتی ہے۔ جو ہر دلی میں ہوتا ہے۔ پس اس کو سمجھ۔ اور حدیث کی عبارت کو اس چیز سے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔ حدیث کے ظاہر مفہوم سے نہ نکال۔ بلکہ جس بات پر ہم نے تجھے آگاہ کیا ہے۔ اس سے متحقق ہو۔ اور ظاہر مفہوم حدیث کو بھی نہ چھوڑ اسلئے (آنحضرت صلعم کا کلام لاانتہا اسرار کو مشتمل ہوتا ہے۔ اور آپ کے کلام کا ظاہر بھی ہے۔ اور باطن بھی۔ اور ہر باطن کے لئے ظاہر اور ہر ظاہر کے لئے باطن ہے۔ اسی طرح سات بطون تک ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ قرآن کے سات بطون ہیں۔ اور آنحضرت صلعم کا کلام بھی کلام الٰہی کا ایک شعبہ ہے۔ اس لئے کہ وہ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتے۔ بلکہ وہ خدا کی بلائی بولتے ہیں۔ خدا تعالےٰ ان پر رحمت بھیجے اور انکو مزید شرف۔ عظمت۔ مجد اور کرم عطا کرے *

چالیسواں باب
فاتحہ الکتاب کے بیان میں

جان۔ کہ فاتحہ الکتاب کا نام سبع مثانی ہے۔ اور وہ سات صفات نفسیہ ہیں۔ کہ وہ حیات۔

Marfat.com

علم۔ ارادت۔ قدرت۔ سمع۔ بصر۔ کلام ہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ فاتحہ کو اپنے اور اپنے بندہ کے درمیان تقسیم کیا ہے۔ اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ وجود خلق اور حق پر منقسم ہے۔ پس انسان بہ اعتبار اپنے ظاہر کے خلق اور بہ اعتبار اپنے باطن کے حق ہے۔ اور وجود بھی ظاہر و باطن میں منقسم ہے کیا تو نہیں دیکھتا۔ کہ صفات نفسیہ بہ نفسِ خود و بذات خود صفات محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جیسا کہ حق کی نسبت کہا جاتا ہے۔ کہ وہ حیّ عالم یعنی زندہ جاننے والا ہے۔ محمدؐ کی بابت بھی کہا جاتا ہے کہ وہ حیّ عالم ہے۔ اسی طرح جمیع صفات کو قیاس کرو۔ پس یہ سورۂ فاتحہ کا حق اور عبد میں انقسام ہے۔ فاتحہ جس سے اس پر دلالت پائی جاتی ہے۔ اس ہیکل انسانی کی طرف اشارہ ہے۔ جس سے خدا نے وجود کے قفل کھولے۔ اور عبد اور رب کے مابین اُس کا انقسام اس امر کی طرف اشارہ ہے۔ کہ انسان اگرچہ خلق ہے۔ پر حق اس کی حقیقت ہے۔ پھر جیسا کہ وہ اوصافِ عبودیت کو حاوی ہے۔ ایسا ہی اوصاف ربوبیت کو بھی حاوی ہے۔ اس لئے کہ اللہ اس کی حقیقت ہے۔ اور وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے مراد ہے۔ اور وہاں کوئی اس کا غیر نہیں ہے۔ اور دونوں مرتبوں خلق و حق میں وہی معتبر ہے۔ اور ان دونوں مملکتوں میں وہی موجود ہے۔ کیا تو سورۂ فاتحہ کی طرف نہیں دیکھتا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تقسیم دو باتوں پر کیسے فرمائی ہے۔ ایک ثناء حق دوسری بندہ کے لئے دُعا۔ پھر بندہ کو دیکھو۔ کہ کیسے اس کے بھی دو حصے کئے ہیں۔ ایک کمالات الٰہیہ حکمیہ۔ ایک کمالات الٰہیہ حکمیہ غیبیہ وجودیہ دوسرا نقائص خلقیہ غیبیہ شہودیہ پس وہ یعنی عبد فاتحۃ الکتاب ہے۔ اور وہ سبع مثانی ہے۔ اور اس سورۃ میں بہت سے اسرار ہیں۔ جن کی ان اوراق میں گنجائش نہیں۔ بلکہ بعض ایسے ہیں۔ جن کی اشاعت کی ہم کو بھی وسعت نہیں۔ لابدی ہے۔ کہ ہم بطریق تعبیر کلام الٰہی سے برکت لینے کے طور پر ظاہر سورۃ کے متعلق گفتگو کریں۔

قال اللہ تعالیٰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بسم اللہ کے متعلق ہم نے ایک مستقل کتاب مسمّی بالکیف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی ہے۔ جو اس کی شرح دیکھنی چاہے۔ وہ اس کا مطالعہ کرے۔ اس کتاب میں ہم بطریق اشارہ اس کے متعلق کچھ گفتگو کرینگے۔ اور اشارہ کا یہی مقام ہے۔ علماء عربیہ نے کہا ہے۔ کہ باء بسملہ استعانت کے معنوں میں ہے معنی اس کے یہ ہیں۔ کہ اللہ کے نام کی برکت سے فلاں کام کر۔ فعل کا ذکر چھوڑ دیا گیا ہے۔ تاکہ ہر فعل کو عام ہو۔ اور لسان اشارہ سے فعل کی تقریر یوں ہے۔ بسم اللہ یعرف اللہ۔ کہ اس کی معرفت کی طرف کوئی راہ نہیں۔ لیکن اسوقت جبکہ اس اسم کی تجھ پر تجلی ہو۔ اس لئے کہ وہ کمالات کیلئے ایک آئینہ رکھا گیا ہے۔ جس میں تو اپنے چہرہ کو مشاہدہ کرتا ہے۔ لیکن تو اپنے چہرہ کو سوائے آئینہ کے اور کسی چیز میں نہیں دیکھ سکتا۔ پس جس چیز کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔ اس کو سمجھ۔ اس لئے کہ تیرا آئینہ بحر حقیقت کی کشتی ہے۔ جس کا چلانا اور ٹھیرانا اللہ کے نام کے ساتھ ہے۔ نہ اس کے غیر کے نام سے۔ پھر جب بحر توحید میں قلب کا ملاح اسم کی کشتی پر سوار ہو گیا۔ اور رحمانیت کی ہوا انّی لاجد نفس الرحمٰن من جانب الیمن کی جو میں چلنے لگی معنی اس حدیث کے یہ ہیں۔ کہ میں یمن کی جانب سے رحمٰن کی ریح طیبہ کو محسوس کرتا ہوں (حدیث میں لفظ

Marfat.com

نفس بفتح فاء آیا ہے۔ اور مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے نفس بسکون فاء کے معنی لئے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں ۔ یعنی نفس اسم رحیم کی رحمت کی ہدایت سے ذات کے کنارے تک پہنچ گیا۔ پھر وہ اپنے اسماء و صفات میں منتشر ہوا۔ اور وجود کی فاتحہ کو کھولا۔ اور ثابت ہو گیا۔ کہ عابد عین معبود ہے۔ پھر کہا۔ الحمد للہ۔ اللہ کے نفس کی ثنا کی۔ ساتھ اس چیز کے جس کا کہ وہ مستحق ہے۔ اور اس کے نفس کی ثناء عین اس کا ظہور ہے اور اس چیز میں اس کی تجلی ہے۔ جو اس کے لئے ہے۔ اور الف اور لام اگر دونوں شمول کے معنوں میں ہوں۔ جس کا ان معنوں پر اعتبار کیا گیا ہے۔ کہ جمیع محامد اللہ کے لئے ہیں۔ اور وہ حق و خلق کی جمیع صفات محمودہ سے مراد ہے۔ پس اپنے نفس پر اس کی ثنا مراتب الٰہیہ و مراتب خلقیہ میں اس کا ظہور کرنا ہے جیسا کہ وجود میں وہ ظہور کئے ہوئے ہے۔ اور لام حمد کے متعلق اہل سنت کا یہی مذہب ہے۔ کہ وہ شمول کے معنوں میں ہے۔ اور اس کا بیان پہلے ہو چکا۔ اور معتزلہ نے کہا ہے۔ اور بعض علماء سنت کا بھی یہی قول ہے کہ لام العہد [illegible] کو لائق ہے۔ [illegible] اس اعتبار سے لفظ الحمد میں اشارہ ان معنوں کی طرف ہے۔ کہ اپنے نفس پر اس کی ثنا ان محامد و معارف کے ساتھ ہے۔ جو اس کے مرتبہ الٰہیہ کے لائق ہیں۔ [illegible] مقام ہے۔ اسی لئے قیامت کے دن محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جھنڈا احمد کا جھنڈا یعنی لواء الحمد ہوگا۔ اس وجہ سے کہ انہوں نے ذات حق سبحانہ وتعالیٰ کی ثنا کی۔ اس چیز کے ساتھ جو اس کی شان الوہیت کے شایاں ہے اور مراتب حقیہ و خلقیہ میں ظاہر ہوئے۔ جیسا کہ اس پر وجود کا ظہور ہے۔ اسم اللہ کو حمد کے لئے اس لئے مخصوص کیا گیا ہے۔ کہ الوہیت جمیع معانی وجود اور اس کے مراتب کو شامل ہے۔ اور اسم اللہ حقائق وجود میں سے ہر ذی حق کو اس کا حق عطا کرنے والا ہے۔ اور یہ بات کسی دوسرے اسم کو حاصل نہیں۔ اور اس کا بیان [illegible] الوہیت میں ذکر ہو چکا ہے۔ پھر اسم اللہ [illegible] کی بابت ہم نے ذکر کیا ہے۔ کہ وہ حقیقت انسان ہے۔ [illegible] کہ وہ رب العالمین [illegible] عالم [illegible] کا پیدا کرنے والا اور ان کو وجود دینے والا اور ان کا مظہر [illegible] کوئی نہیں [illegible] باطن اور وہی رحمن و رحیم سے مراد ہے۔ [illegible] رحمن کی تفسیر [illegible] وہاں اس کو دیکھ لینا چاہئے۔

جاننا کہ اسم رحیم اس [illegible] رحمن [illegible] رحیم [illegible] جس نے ہر چیز کو [illegible] ادا کرتے ہیں۔ ان کے لئے جو رحمت الٰہی [illegible] نقصان سے ہے۔ اور [illegible] جاننا ہے کہ رحمت [illegible] بھی نقمت کی [illegible] ہوتی ہے۔ مثلاً باپ اپنے بیٹے کو مار [illegible] نقمت ہے۔ [illegible] رحمت [illegible] بیٹا [illegible] اگر [illegible]

Marfat.com

نقمت کی بھی آمیزش ہے۔ اور رحمٰن ہر رحمت کو جو ہے۔ اور جس طور پر ہے۔ عام ہے۔ برابر ہے۔ کہ نقمت کی ملاوٹ اس میں ہو۔ یا نہ ہو۔ بخلاف اُس کے اسم رحیم کے کہ وہ ہر رحمت خالص کے ساتھ کہ جس میں نقمت کی ملاوٹ نہیں۔ مختص ہے۔ اسی لئے اس کے اسم رحیم کا ظہور عالم آخرت میں قوی تر ہوگا۔ کیونکہ جنّت کی نعمتوں میں نقمت کی کدورت نہیں پائی جاتی۔ وہ محض اس کے اسم رحیم سے ہیں۔ دیکھو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس قول میں اپنی اُمّت کو آگ سے داغ دینے کو مکروہ جانا ہے۔ کہ میری امت کی شفاء تین چیزوں میں ہے۔ کتاب الٰہی کی آیت میں۔ یا شہد کے چاٹنے میں یا آگ سے داغ دینے میں۔ اور میں دوست نہیں رکھتا ہوں کہ میری امت کو آگ سے داغ دیا جائے۔

دیکھو۔ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام رحیم رکھا۔ اور فرمایا عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ یعنی اس رسول پر تمہارا رنج اٹھانا دشوار ہے۔ وہ تمہاری صلاح کا حریص ہے۔ مومنوں پر نہایت مہربان اور شفیق ہے۔ آپ کا نام رحیم اس لئے رکھا گیا کہ آپ کی رحمت میں کدورتِ نقمت کی ملونی نہ تھی۔ وہ رحمۃ للعالمین تھے۔

پھر اس کے آگے حقیقت محمدیہ کا کہ وہ ہر فرد انسانی کی ذات کی عین ہے۔ جس کی پہلے نعت کی گئی ہے۔ وصف فرمایا۔ اور کہا۔ مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ۔ یعنی ملک۔ حاکم۔ شدید القوت۔ اور یوم سے مراد یہاں تجلی الٰہی ہے۔ کہ ایام الٰہی میں سے ایک یوم ہے۔ اور دین ادانت سے لیا گیا ہے۔ پس یَوْمِ الدِّین تجلی ربانی سے مراد ہے۔ کہ تمام موجودات اس کی فرمانبرداری کرتی ہے۔ اور وہ ان میں تصرّف کرتا ہے۔ جس طور پر کہ وہ چاہتا ہے اور وہ ان کا بادشاہ ہے۔ اور مَالِكِ يَوْمِ الدِّين جو وارد ہوا ہے۔ تو اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ عالم باطنی کا صاحب ہے۔ عالم باطنی سے مراد قیامت اور ساعت ہے۔ اور اس عالم باطنی کا صاحب ہونے سے مراد یہ ہے۔ کہ وہ محسوسات کی صورت اور موجودات کی روحانیت کا محل ہے۔ پس اس کو سمجھ۔ پھر آپ ہی اپنے آپ کو مخاطب کہنے کے لئے لگا۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ یعنی تیرا غیر کوئی نہیں ہے۔ تو خود ہی عابد ہے۔ اور خود ہی معبود۔ شاعر اپنے نفس کو مخاطب کرکے کہتا ہے۔ ؎ طحالك قلب فی الحسان طروب تیرا طحابک نام ایک موضع کا ہے۔ قلب سے جس میں معشوق رہتا ہے۔ اور خوشیاں حسینوں کے ساتھ ہی ہوا کرتی ہیں۔

اس بات کا نام علم معانی وبیان میں التفات رکھا جاتا ہے۔ اس لئے یہاں شاعر نے مکانِ تکلم سے مقام خطاب کی طرف انتقال کیا ہے۔ یہاں اُسے یوں کہنا تھا۔ طحابی قلب اور اس نے بجائے اس کے طحابک قلب کہا ہے۔ اپنے نفس کو مخاطب کی جگہ رکھا ہے۔ ایسا ہی اللہ تعالےٰ نے اِيَّاكَ نَعْبُدُ میں اپنے نفس کو مخاطب کر رکھا ہے۔ یعنی وہی اپنے آپ کا مظاہر مخلوقات میں عابد ہے۔ کیونکہ وہی ان کا فاعل ان کا محرک۔ وہی ان کا ساکن کرنے والا ہے۔ پس ان کا اس کی عبادت کرنا خود اس کا اپنے آپ کی عبادت کرنا اور اس لئے کہ ان کا ان کو ایجاد کرنا اپنے اسماء واوصاف کو ان کا حق عطا کرنے کے سوا اور کچھ نہیں۔ پس

Marfat.com

ساتھ اس نے اپنے ہی نفس کی عبادت کی۔ پھر لسانِ خلق سے حق کہ خود ہی ہے۔ مخاطب کرکے فرمایا وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ کیونکہ خلق وحق سے وہی مراد ہے۔ پس اگر چاہتا ہے۔ تو کلامِ حق سے خلق کے نفس کو مخاطب کرتا ہے۔ اور خلق کے کان سے اس کو سنتا ہے۔ اور چاہتا ہے۔ تو کلامِ خلق سے اپنے نفس کو مخاطب کرتا ہے اور حق کے کانوں سے اس کو سنتا ہے۔ جب اس نے ہمیں بتا دیا۔ کہ وہ مخلوق کی صورت میں خود ہی اپنے آپ کا عابد ہے۔ تو ہم نے اپنے آپ میں اس کے مشہود پر آگاہی پائی۔ کہا وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ تاکہ ہم حول۔ قوت۔ قدرت سے بے تعلق ہو کر ان سب کو اسی کی طرف مصروف کریں۔ اور تاکہ ہم اس کو اپنے آپ سے اور اپنے آپ میں ملاحظہ کریں۔ اور اس سے غافل نہ نہیں۔ اس سے اس کی معرفت و احدیت کی طرف ترقی کریں۔ اور اس کی تجلیات سے بہرہ یاب ہوں۔ اور تاکہ وہ شخص ہم میں سے سعادت حاصل کرے۔ جو پہلے ہی ازل میں سعید بن چکا ہے ان دو کلموں کے اس قدر معانی ہیں۔ جن کی شرح ان اوراق میں نہیں سما سکتی۔ پس ہم اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم نے اختصار کا قصد کیا ہے۔ نہ کہ تطویل کا۔ پھر لسانِ خلق سے فرمایا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ اس لئے کہ نصف اول بِسْمِ اللّٰهِ سے لیکر مَالِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ تک یہ سب حق کی زبان سے اپنے نفس کی بابت خبر دینا تھا۔ اور نصف ثانی میں لسانِ خلق سے حق کو مخاطب کیا ہے پس صراطِ مستقیم سے مراد مشہدِ حضرتِ احدیت کا طریق ہے۔ جس میں اللہ تعالےٰ اپنے نفس کیلئے تجلی فرماتا ہے۔ اور اسی کی طرف اس نے اپنے قول صِرَاطِ اللّٰهِ سے اشارہ فرمایا ہے [illegible] اس کا طریق۔ پھر اس مشہد کے لوگوں کی اللہ کی راہ میں ان کے تمام جن کے بعد لسانِ تفرقہ سے نعت فرمائی۔ اور کہا صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ۔ [illegible] کا انعام فرمایا۔ اور قربِ الٰہی کی نعمتوں سے ان پر ظاہر ہوا غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ [illegible] کی راہ جو تجھ سے دور افتادہ ہیں۔ اور [illegible] مستقیم [illegible] اور [illegible] بات کے رنگ میں اپنی قہری تجلی فرمائی ہے۔ وَلَا الضَّآلِّیْنَ [illegible] وہ گمراہ ہیں۔ جو بار [illegible] حق کی ہدایت کے [illegible] پھر انہوں نے اس کو پایا۔ لیکن [illegible] بالکل [illegible] اپنی ہمسائیگی میں جگہ دی ہے۔ [illegible] اپنے پاس۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن سے اللہ [illegible] پھر ان کو کہیگا۔ اے میرے بندو۔ [illegible] مانگو وہ کہینگے۔ اے ہمارے رب۔ ہم [illegible] مانگتے ہیں۔ پھر ان کو کہیگا۔ میں تم سے راضی [illegible] اپنے [illegible] دیتا ہوں [illegible] کو کہیگا۔ [illegible] تم سے راضی ہوں۔ [illegible] پس وہ [illegible] اس کی [illegible] کچھ نہیں [illegible] اس [illegible] ہوتے۔ تو وہ [illegible] خود اس کو [illegible] نعمتوں سے [illegible]

Marfat.com

لوگ ہیں جن پر خدا تعالیٰ اس چیز میں تجلی نہیں کریگا۔ جو خود اس کی ذات کے لئے ہے۔ وہ جنت سے گمراہ گمراہ ہیں۔ بلکہ لذاتِ جنت سے نعمت پانے والے ہیں۔ پس اس کو سمجھ۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

۴۱
اکتالیسواں باب

طور۔ کتاب مسطور۔ رق منشور۔ بیت المعمور۔ السقف المرفوع۔ البحر المسجور کے بیان میں

جان۔ خدا ہم کو اور تجھے توفیق دے۔ کہ یہ باب اس کتاب کے تمام ابواب سے عمدہ ہے۔ تجھے حفظ و قلب سے اس باب پر توجہ تام سے کام لینا چاہئے۔ ظاہر الفاظوں پر نہ رہ۔ بلکہ ان کے سوا ان چیزوں کو طلب کر جن پر اشارہ ایسے ہم نے متنبہ کیا ہے۔ اور لطیف عبارات میں ان کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جان کہ یہ تمام مقام اور ان کے سوا و مقاصد جن کا پہلے ابواب میں ذکر ہو چکا ہے۔ طور میں مذکور ہیں۔ اگرچہ اہل شریعت کے قول ان کے ظاہری معنوں پر اعتماد ہے۔ لیکن باطن حقیقت امر میں اس سے تو ہی مراد ہے۔ پس تیری ابنیت جس کو لفظ انا بمعنی میں سے تعبیر کرتا ہے۔ ان تمام عبادتوں کو حاوی ہے۔ اور ان معانی کا تعدد تیری انیت کی مختلف وجوہات کے تعدد کی وجہ سے ہے۔ پس ان تمام کو اپنے نفس میں اعتبار کر۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَنَادَیْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَیْمَنِ مراد جانب طور سے جانب نفس ہے۔ پس اس سے معلوم ہو گیا کہ یہاں طور ایمن سے ایک جا کہ چیز ہے۔ اور وہ پہاڑ ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے دربار میں جلوہ فرما ہوتے تھے۔ جیسا اہل اللہ بعض عبادتوں اور ولیوں میں جلوہ فرما ہوتے ہیں۔ پس ان موسیٰ پر جو تجلی ہوئی تھی۔ وہ خود ان کے اپنے نفس ہی کی جہت سے ہوئی تھی۔ پہاڑ کی جہت سے پہاڑ [illegible] ان کی عبادت [illegible]۔ تجلی تھی۔ اور پہاڑ کا ریزہ ریزہ ہو جانا اشارہ ہے ان کے نفس کی فنا سے مراد ہے۔ [illegible] ہو جانا محق و سحق سے عبارت ہے پھر موسیٰ [illegible] کی عبدیت [illegible] کا وجود ہی نہ تھا۔ اور حق [illegible] سے اسی طور پر ان پر تجلی تھا۔ پس نہ دیکھا موسیٰ نے اپنے رب کو بلکہ اللہ نے اللہ کو دیکھا اور [illegible] گروہی چیز جو موسیٰ کے نام سے معبر تھی۔ انہی معنوں کی طرف حق تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے۔ اپنے اس قول کہ لَنْ تَرَانِی یعنی اے موسیٰ تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا۔ اس لئے کہ جب تک تو موجود ہے۔ میں تجھ سے مفقود ہوں۔ اور جب تو مجھے پائیگا۔ تو تو مفقود ہو جائیگا۔ حادث کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ ظہور قدیم کے وقت [illegible] انہی معنوں کی طرف سے صوفیا نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے۔ کہ جب [illegible]

Marfat.com

ہوتا ہے۔ تو اس کا اثر باقی نہیں رہتا۔ اور حضرت علی مرتضیٰ فرماتے ہیں۔ کہ اگر میں غائب ہوتا ہوں۔ تو وہ ظاہر ہوجاتا ہے۔ اور اگر وہ ظاہر ہوتا ہے۔ تو مجھے غائب کر دیتا ہے۔ اسی کی طرف اشارہ ہے۔ جو موسیٰ علیہ السلام کو اس نے کہا فارق نفسك وتعال۔ اے موسیٰ اپنے نفس سے جدا ہو جا اور آ جا۔ یہ جواب موسیٰ علیہ السلام کی اس مناجات کا تھا۔ کہ اے میرے رب میں کس طرح تیرے تک پہنچ سکتا ہوں۔

پھر جب تو نے یہ سمجھ لیا۔ کہ طور تیرے نفس کا باطن ہے۔ یہی چیز ہے۔ جو انسان پر حقیقتاً [illegible] ہے۔ اس لئے کہ اس کا مخلوق ہونا ایک مجازی امر ہے۔ حدیث نبوی انی لاجد نفس الرحمٰن من قبل الیمن میں تامل کر۔ جو کچھ ہم بیان کر چکے ہیں۔ اس میں پہلے مذکور ہو چکا۔ کہ طور ایمن نفس ہے۔ اس لئے کہ [illegible] ایک جداگانہ چیز ہے۔ وہ پہاڑ ہے۔ اور اس حدیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف یمن کے ذکر پر اکتفاء فرمایا ہے۔ اور آگاہ کیا۔ اس بات پر کہ آپ نے نفس رحمٰن یعنی رحمٰن کے سانس کو اپنے نفس یعنی اپنی ذات سے پایا۔ رحمٰن کا سانس اسماء و صفات ہیں۔ اس کا ظہور ہے۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے۔ والصبح اذا تنفس قسم ہے صبح کی جبکہ وہ دم بھرتی ہے۔ یعنی ظاہر ہوتی ہے۔

پھر اس وقت جاننا چاہئے۔ کہ کتاب مسطور کے [illegible] مع اپنے [illegible] اعتبارات تقیہ و نطقیہ کے وجود مطلق ہے۔ اور وہ مسطور ہے۔ یعنی ملکوت میں موجود و مشہود ہے۔ اور وہ لوح محفوظ ہے۔ اور اس کی نظیر عالم ملک میں متابلہ انسانی میں بھی ہے۔ اور رق منشور کے نام سے موسوم ہے۔ اس لفظ کے معنی میں کہ [illegible] کشادہ۔ مترجم۔ قابلیت روح انسانی کو جو رق سے تشبیہ دی گئی ہے۔ تو اس میں وجہ تشبیہ [illegible] اور فطری انطباع کے طور پر اس میں وجود اشیاء کا پایا جاتا ہے۔ اور موجودات کا وجود اس میں اس [illegible] ہے۔ کہ کوئی چیز اس سے مفقود نہیں ہے۔ اور وہ اس وجہ سے منشور سے معبر ہے۔ کہ کتاب [illegible] باقی ہے۔ تو کوئی شے اس میں شناخت کئے بغیر باقی نہیں [illegible]۔ اور رق منشور روح محفوظ ہے۔ اور اس کی نظیر روح [illegible] ہے۔ باعتبار قبول اشیاء کی قابلیت۔ اور موجودات کے اس میں [illegible] موسوم [illegible] لوح محفوظ [illegible] ہے۔ اور وہ ذات الٰہی ہے۔ اور لوح محفوظ [illegible] اور بیت المعمور اور وہ اس مقام کا نام ہے۔ جسے خدا نے اپنے نفس کے لئے [illegible]۔ پھر اس کو [illegible] آسمان کی طرف اٹھایا۔ اور [illegible] سے اسے آباد کیا۔ اور اس کی نظیر قلب انسانی ہے۔ اور وہ [illegible] کا مقام ہے۔ [illegible] ہے۔ یا روح الٰہی قدسی یا ملکی یا شیطانی یا نفسانی [illegible] ہے۔ [illegible] معمور رہتا ہے۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے انما یعمر مساجد اللہ من اٰمن باللہ [illegible] مسجدوں کو وہ شخص آباد کرتا ہے۔ جو خدا پر ایمان رکھتا ہے۔ [illegible] کہ عبادت کی جگہ کو کہتے ہیں۔

اور [illegible] جو اس [illegible] موجود ہے۔ [illegible] جب اس [illegible]

Marfat.com

بیت المعمور سے تشبیہ دی۔ تو اس سے حقیقت الٰہیہ کو اس کا سقف مرفوع قرار دیا۔ اور سقف یعنی چھت گھر کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ بیت المعمور کا چھت الوہیت ہے۔ اور گھر قلب ہے۔ اور جیسا کہ سقف گھر سے ہے۔ اور گھر کا ایک حصہ ہے۔ ایسا ہی قلب ہے جس کو اللہ نے جو اس سے اس کا مالک ہے۔ اور اس کا بعض ہے۔ احاطہ کیا ہوا ہے۔ اس لئے کہ واسع یعنی محیط کل ہے۔ اور موسوع یعنی محاط اس کا جزو۔ اور یہ بلسان توسع کہا گیا ہے جس پر اس امر کی حقیقت ہے۔ لیکن حق کا حکم اور اس کا وصف یہ ہے کہ وہ چیزوں پر احاطہ کر سکتا ہے۔ اور کوئی چیز اس پر احاطہ نہیں کر سکتی۔ نہ اس میں بعض جائز ہے نہ کل بلکہ وہ عالم قدس میں ان تمام باتوں سے منزہ ہے پھر جان کہ وجود عینی کی حیثیت سے اللہ کے لئے کونسی چیز ہے۔ اور وجود حکمی کی حیثیت سے اس کے لئے کونسی۔ اور اس بات کو پہچان کہ ھو کون ہے اور انت کون ہے۔ اور کونسی شے ہے جس سے تو وہ اور وہ تو ہے۔ اور کونسی چیز ہے جس سے تو اس کا مغائر ہے۔ اور کونسی چیز ہے جس سے وہ تیرے نقائص سے منزہ ہے۔ اور جان کہ تیرے اور اس کے درمیان نسبت کہاں سے صحیح ہوئی۔ کہ تو نے اس کو پا لیا اور کہاں سے تیرے اور اس کے درمیان رشتہ ٹوٹ گیا۔ کہ تو نے اسے گم کر دیا۔ ان عبارات میں غور و تامل کر۔ جو تصریح و اشارات میں اسرار حق کو متضمن ہیں۔

اور بحر مسجور سے مراد علم مصون اور سر مکنون ہے جو کاف اور نون کے درمیان ہے۔ یہ تعبیر ہے اس کی اشارہ کی زبان سے اور ظاہر میں یوں کہا جاتا ہے کہ وہ عرش کے نیچے ایک دریا ہے جس میں ہر روز جبریل داخل ہوتا ہے۔ پھر جب وہ اس سے نکلتا ہے۔ اور اپنے بازو جھاڑتا ہے تو اس سے ستر ہزار قطرے ٹپکتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ہر قطرے سے فرشتہ پیدا کرتا ہے۔ جو علم الٰہی کا حامل ہوتا ہے۔ پھر یہ فرشتے وہی ہیں جو ہر روز ایک دروازے سے بیت المعمور میں داخل ہوتے ہیں۔ اور ایک دوسرے دروازے سے نکلتے ہیں۔ اور قیامت کے دن تک پھر اس کی طرف نہیں لوٹتے۔ اس تصریح میں جس چیز کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔ اگر تجھ کو اس کی تلویح یعنی بلند اشارہ میں بہت سے رموز ملے ہیں اور دیکھ کہ کیوں تیرے لئے یہ بحر ساکن ہو گیا ہے۔ اور یہ روانی بند ہو گئی ہے۔ کیا یہ بات اس کے ادراک سے تیری عقل کے قاصر ہونے کی وجہ سے ہے۔ یا غیرت الٰہیہ نے اس کے چھوٹنے کو روک دیا ہے۔ کیونکہ آنحضرت نے فرمایا ہے۔ کہ مجھ پر اس کا چھپانا فرض کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ شب معراج میں مجھے تین علم دئیے گئے۔ پھر ان علموں کی تفصیل فرمائی۔ اور کہا کہ ایک علم ہے جس کا چھپانا مجھ پر فرض کیا گیا ہے۔ الحدیث۔ جو کچھ ہم نے اس کتاب مسطور کے متعلق ظاہر کیا ہے۔ وہ اس بحر مسجور کی جھاگ ہے نہ کوئی جو ہر دروں کے لائق ہوتے ہیں۔ علاوہ ازانکہ ہم نے کوئی چیز اس سے چھپا نہیں رکھی تمام کو عبارات میں بطور رمز کے رکھ دیا ہے۔ اور اشارہ میں چیستان کے طور پر کہہ دیا ہے۔ اور تصریح بھی کر دی ہے جس پر غیر کے لئے مہر لگا دی ہے۔ اور مراد اس مہر سے یہ ہے کہ وہ اس کی بھلائی پر حاوی نہیں ہوتا۔ اور یہ وہ کتاب ہے جس کی نظیر اب تک زمانہ نے پیش نہیں کی۔ اور دوستوں نے اس جیسی فیاضی نہیں کی۔ پس اس کو سمجھ اور اس میں تامل کر۔ سعید ابن سعید وہ شخص ہے جس نے اس کو پڑھا یا اس کو حاصل کیا۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

حصہ ۱ ختم ہوا

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیالیسواں باب

رفرف اعلیٰ میں

جاننا چاہئے۔ کہ موجودات سے ایک رفرف اعلیٰ ہے۔ جس سے مراد مرتبۂ الٰہیہ اور وہ امور ذاتی ہیں۔ جن کا بذاتِ خود الوہیت تقاضا کرتی ہے۔ پھر وہ ایک قسم کے نہیں ہیں۔ بلکہ بہت سی قسمیں ہیں۔ لیکن ہر نوع رفرف اعلیٰ کے نام سے موسوم ہے۔ اور ہر رفرف مرتبۂ الوہیت سے مراد ہے۔ اگرچہ اس کا مقتضاء دوسری رفرفوں سے مختلف ہو۔ اس لئے کہ وہ اپنی ذاتی شان کی حیثیت سے منزلت الٰہیہ کی عین ہے۔ اس جہت سے بعض کو بعض پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ کیونکہ تفضیل صفات و اسماء کے مقتضیات سے ہے۔ اور یہ حق کے ذاتی امور ہیں۔ پس ان کے مابین کوئی تفضیل نہیں۔ مثلاً عزت و کبریاء کہ دونوں حق کے ذاتی امر ہیں۔ اور رفرف ان میں سے ہر ایک سے مراد ہے۔ پھر یہ کہنا درست نہیں ہے۔ کہ عزت کبریا سے افضل ہے۔ اور نہ یہ کہ کبریاء عزت سے افضل ہے اور ایسا ہی عظمت ذاتیہ کہ اس جیسی چیزوں میں سے ہر ایک بسبب اپنی منزلت عالیہ الٰہیہ کے مقتضاء ذات سے مراد ہے۔ منزلتِ الٰہیہ کی قید میرے قول میں اقتضاء ذاتی کی وجہ سے ہے۔ اس لئے کہ ذات کے فی نفسہٖ دو اقتضاء ہیں۔ ایک مطلق اور ایک مقید۔ اقتضاء مطلق تو بدون کسی اعتبار الوہیت۔ رحمانیت۔ ربوبیت وغیرہ کے اس کا ذاتی استحقاق ہے۔ ذات کے یہ اقتضاء اس بات سے مطلق و مجرد ہیں۔ کہ ذات کسی قسم کے کمال کا تقاضا کرے اور یہ مطلق اقتضاء مثلاً وجود۔ ساذجیت یعنی سادگی۔ صرافت۔ احدیت اور اس جیسی اور چیزوں سے مراد ہے اور اقتضاء مقید وہ ہے۔ جس کا ذات بذاتہٖ خود تقاضا کرتی ہے۔ لیکن اس اقتضاء میں کسی نہ کسی قسم کے کمال کا بھی اعتبار ہے۔ مثلاً کمال الٰہیت۔ رحمانیت۔ ربوبیت یا مثلاً عزت۔ کبریاء۔ عظمت کہ منزلت الٰہیہ ان کا تقاضا کرتی ہے۔ یا مثلاً علم۔ سریان وجودی یا احاطہ کہ منزلت رحمانیت ان کا تقاضا کرتی ہے۔ اسی طرح امور جن کا کہ وہ کسی اعتبار الٰہی یا رحمانی یا ربانی یا کسی اور اسم یا وصف کے اعتبار سے اپنی ذات سے استحقاق رکھتا ہے۔ اقتضاء مقید میں داخل ہیں۔ فافہم

اور معلوم کرنا چاہئے۔ کہ حقیقتاً اقتضاء بھی رفرف کی طرف راجع ہیں۔ اس لئے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان سب کا خود اپنی ذات کے لئے تقاضا کیا۔ پس اگر الوہیت کو لو۔ تو وہ اس کی ذات کا مقتضاء ہے۔ رحمانیت کو لو۔ تو وہ بھی اس کی ذات کا مقتضاء ہے۔ ایسا ہی ان کے سوا جس مرتبہ کو لو۔ وہ اس کا ذاتی اقتضاء ہے

Marfat.com

اور ہر مرتبہ جس چیز کا تقاضا کرتا ہے وہ بدوں کسی قید لگانے کے ذات کا مقتضاء ہے۔ اس لئے کہ مرتبہ مقتضیات ذات سے ہے۔ پھر جس چیز کو وہ تقاضا کر رہا ہے پھر وہ بھی مقتضیات ذات سے ہوگا۔ کیونکہ حق سبحانہ وتعالیٰ ان چیزوں کا مستحق ہے۔ نہ کسی کمال کے لئے۔ اور نہ کسی نقص کے لئے بلکہ محض اپنی ذات کے لئے۔ اور کمالات اس کے ذاتی امور بھی ہیں۔ جن کا ذات مطلقاً تقاضا کرتی ہے۔ اور نیز ایسے امور بھی جن کا ذات تقاضا کرتی ہے اور ان میں کسی مرتبہ یا منزلت کا اعتبار بھی تحقیق ہوتا ہے۔ اس لئے مصنف نے مقتضیات ذاتیہ کو دو نوع مطلق اور مقید پر تقسیم کر دیا۔ فافہم۔

انتباہ۔ رفرف جنت کی ایک سواری کا نام ہے۔ چونکہ جن چیزوں کو مصنف علیہ الرحمۃ نے رفرف قرار دیا ہے۔ وہ ذات کے مظاہر عالیہ ہیں۔ اس لئے مصنف نے ان کو رفرف اعلیٰ کے نام سے موسوم کیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مترجم)

---

۴۳ تینتالیسواں باب
سریر اور تاج میں

ان السریر لرتبۃ السلطان — ھو عرشہ بمکانۃ الرحمن
فجلوسہ فوق السریر ظھورہ — فی مجدہ وعلوہ السلطانی
فھو المعبر عنہ بالعرش المجید — وبالعظیم بمحکم القرآن
والعرش مطلقۃ بمخلوقات — والاستواء تمکن ربانی

ترجمہ۔ تخت بادشاہ کے رتبہ کے لئے زیبا ہے۔ وہ اس کا عرش ہے جو رحمٰن کی قیام گاہ ہے۔ تخت پر اس کا بیٹھنا اپنی شان کے ساتھ اس میں اس کا ظہور کرنا ہے۔ یہ وہی تخت ہے جسے قرآن حکیم میں عرش مجید اور عرش عظیم کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور عرش کا اس کی مخلوقات پر بھی اطلاق کیا جاتا ہے۔ اور اس عرش پر استواء و قیام کرنا حضرت العزت کا اس پر قدرت پانا ہے۔

جاننا چاہیئے۔ خدا ہم کو اور تجھے توفیق بخشے۔ کہ حدیث نبوی میں ذکر کیا جاتا ہے کہ آنحضرت صلعم اپنے پروردگار کو ایک جوان بے ریش کی صورت میں دیکھا۔ جو ایک تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور اس کے پاؤں میں فلاں فلاں چیز تھی۔ الحدیث۔ اس بارہ میں کشف ہے کامل طور پر ہم پر یہ منکشف کیا ہے کہ وہ

Marfat.com

معنی۔ ظاہر و باطن دونوں مرتبوں میں ایک امر حق اور واقعی ہے۔ صورت تو اس کی یہ ہے۔ کہ حق سبحانہ و تعالےٰ نے صورت مذکورہ معینہ محدودہ میں سریر معین پر مذکورہ زرین پاپوشوں کو پاؤں میں پہنے ہوئے اور تاج مخصوص کو سر پر رکھے ہوئے تجلے فرمایا۔ اس لئے کہ حق تعالےٰ جس چیز میں اور جس طرح چاہتا ہے۔ تجلی فرماتا ہے۔ وہ ہر منقول و معقول۔ مفہوم و موہوم۔ مسموع و مشہود میں متجلی ہے۔ کبھی وہ صورت محسوسہ میں تجلی کرتا ہے۔ اور وہ اس کا عین یعنی اس کی صورت معینہ اور اس کا باطن ہوتا ہے۔ اور کبھی جس طرح چاہتا ہے۔ تجلی کرتا ہے۔ اور وہ ان میں سے ہر شے میں متجلی ہے۔ اور وہ ان کا عین اور ان کا ظاہر ہے۔ اور صورت خیالیہ میں تجلی کرتا ہے۔ اور وہ اس کا عین اور اس کا ظاہر ہے۔ اور صورت خیالیہ میں سوائے اس ظہور کے کہ وہ نفس اور عین اس ظہور کا ہے۔ جو متجلی لہ کو مشہود ہوتا ہے۔ اور کچھ نہیں ہوتا۔ لیکن حق تعالےٰ کی سوائے ان تجلیات کے تجلیات ہیں جن کی کوئی حد اور نہائیت نہیں۔ اور اس تجلی خیالی کی دو نوعیں ہیں۔ ایک نوع تو متجلی لہ کی اعتقادی صورت پر اس کا تجلی ہونا ہے۔ اور دوسری نوع محسوسات کی صورت پر ظاہر ہونا ہے۔ فافہم۔ لیکن مطلق تجلی صوری کی اصل اور اس کی منشاء عالم مثال ہے۔ کہ جب تجلی مثالی کا ظہور زور کے ساتھ ہوتا ہے۔ تو وہ اس ظاہری آنکھ سے بھی جو گوشت اور چربی سے مرکب ہے۔ محسوس ہوتی ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ مشاہدہ چشم بصیرت سے ہوتا ہے۔ مگر چونکہ متجلی لہ کا کل وجود اس حالت میں آنکھ بن جاتا ہے۔ اس لئے اس مشہد میں آنکھ اس کی بصیرت کے قائمقام ہو جاتی ہے۔

اور دوسری قسم معنوی کی صورت مذکورہ حدیث میں بذریعہ کشف ہم کو جو معلوم ہوئی ہے۔ از راہ باطن و معنی وہ بھی ایک واقعی اور حقی امر ہے۔ اور جو چیزیں حدیث میں مذکور ہوئی ہیں۔ وہ ایک الہیٰ حقیقت و معنوں سے عبارت ہیں۔ جیسا کہ رفرف کے متعلق ہم نے بیان کیا ہے۔ کہ مراد اس سے مرتبۂ الہیۃ ہے۔ اور سریر کی بابت یہ کہ وہ مرتبۂ رحمانیت ہے۔ جو مرتبۂ الہیۃ کے دوسرے مراتب میں وہ بھی ایک مرتبہ ہے۔ جس کا ذکر ابواب الوہیت و رحمانیت میں ہو چکا۔ اور تاج مرتبہ اور محتد اور اس چیز کی عدم تناہی سے مراد ہے۔ جس کا ذات تقاضا کرتی ہے۔ اس لئے کہ اس کی صفات میں سے کسی چیز کی نہائت نہیں۔ لیکن ایک کلی اور مخصوص صورت میں اس کا شہود باوجود عدم تناہی کے متناہی ہوتا ہے۔ اور وہ جوان کی صورت سے تعبیر کیا گیا اس لئے کہ صورت کو حد اور نہائت لازم ہے۔ حالانکہ وہ بے نہایت ہے۔ اور تاج کا ذرجو ... کر ماہیت ذات کی طرف اشارہ ہے۔ جس کی کوئی نہائت نہیں۔ اور وہ سبحانہ و تعالےٰ جب تجلی فرماتا ہے۔ تو جس ... میں متجلی ہوتا ہے۔ اسی میں وہ مشہود ہوتا ہے۔ اور ہر مشہود نہایت رکھتا ہے۔ لیکن وہ اپنی اس محدود متناہی تجلی میں بے نہائت ہوتا ہے۔ بہ حیثیت اپنی واحدیت کے وہ شے واحد ہے۔ اور واحد میں کوئی کثرت نہیں۔ پس اس جہت سے نہیں کہا جا سکتا۔ کہ اس کی کوئی نہایت نہیں۔ اسی لئے کہ عدم تناہی مشروط کثرت سے ہے۔ اور وہ کثرت سے منزہ ہے۔ اور وہ من حیث الذات ... اور اس سے بلند و برتر ہے۔ اس کی کوئی نہایت نہیں۔

Marfat.com

پس ایک عین واحد میں اس نے دو ضدوں کو جمع کر دکھایا۔ جس میں کوئی دوئی نہیں ہے۔ سو تو اس عجیب ترین امر میں غور کر۔ اور خوش آئندہ اور پاکیزہ خبروں میں تامل سے کام لے۔ تا کہ تو راہِ راست کی طرف ہدایت پائے۔ ہر امر کا مرجع و مآب وہی ہے۔

چوالیسواں باب ۴۴

قدمین و نعلین کے بیان میں جن کا مذکورہ بالا حدیث میں ذکر آیا ہے

جان۔ خدا تجھے اور ہم کو ہدایت بخشے۔ اور وہ حکمت عطا کرے۔ جو ہم کو عطا کی۔ کہ قدمین سے مراد دو متضاد ذاتی حکم ہیں۔ اور وہ دونوں من جملہ ذات کے ہیں۔ بلکہ وہ عینِ ذات ہیں۔ اور یہ وہ دو حکم ہیں۔ جن پر ذات مترتب ہے۔ مثل حدوث۔ قدم۔ حقیقت۔ خلقیت۔ وجود۔ عدم۔ تناہی۔ عدم تناہی۔ تشبیہ۔ تنزیہ اور ان جیسی اور چیزیں جو من حیث العین اور من حیث الحکم ذات کے لئے ہیں۔ اسی لئے یہ امر قدمین سے تعبیر کیا گیا ہے اس لئے کہ قدمین ایک صورتِ مجملہ ہیں۔ اور جوڑہ پاپوش سے مراد دو متضاد وصف ہیں۔ مثل رحمت۔ نقمت۔ غضب۔ رضا وغیرہ کے اور قدمین اور نعلین میں فرق یہ ہے۔ کہ قدمین ان متضاد چیزوں سے مراد ہیں۔ جو ذات سے مخصوص ہیں۔ اور نعلین سے مراد وہ متضاد امور ہیں۔ جو مخلوق کی طرف متعدی و متجاوز ہوتے ہیں۔ یعنی مخلوقات میں وہ اپنا اثر دکھاتے ہیں۔ پس ان معنوں سے وہ نعلین قدمین کے نیچے ہیں۔ اس لئے کہ صفاتِ عقلیہ صفاتِ ذاتیہ کے نیچے ہیں۔ اور نعلین کا زرین ہونا وہ خود طلبِ اثر سے مراد ہے۔ اور وہ ذاھبہ ہے[1] یعنی اس کا حکم موجودات میں ساری ہے۔ اور اس کا حکم ہر موجود میں ہے۔ خواہ وہ موجودات کی کونسی نوع میں داخل ہو۔ جب تو نے نعلین کے معنی سمجھ لئے۔ اور قدمین کا مطلب جان لیا۔ تو پھر حدیث نبوی کا راز تجھ پر ظاہر ہو گیا۔ وہ حدیث یہ کہ جبار اپنا قدم دوزخ میں رکھیگا۔ اور کہیگا۔ بس بس۔ اس وقت وہ فنا ہو جائیگی اور بجائے اس کے شجر جرجیر یعنی درختِ نخود یا ترہ تیزک اُگ پڑیگا (عربی میں جرجیر کے یہ دونوں معنی ہیں) یا جیسا کہ آپ نے کہا۔ ہم آخر کتاب میں اس کی طرف ایما کرینگے۔ اس باب میں جہنم کا جسمانی طور پر ذکر ہو گا۔ تصریح یا کنایہ سے جس طرح بھی بن پڑا۔ ہم اس کا ذکر کرینگے۔

جاننا چاہئے۔ کہ ہر موجود میں رب ایک وجہ کامل رکھتا ہے۔ اور وہ وجہ اُس موجود کی روح کی صورت

[1] مصنف علیہ الرحمت نے لفظ ذھب جس کے معنی زر کے ہیں۔ ذاھبہ یعنی جانے والی کے معنی لئے ہیں۔

Marfat.com

پر ہے۔ اور اس موجود کی روح محسوس اور جسدی صورت میں ظاہر ہوئی ہے۔ اس مقام پر مترجم عرض کرتا ہے کہ حجۃ اللہ البالغہ میں شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی روح کے وجود پر اس بات سے استدلال فرماتے ہیں۔ کہ بچپن سے لیکر بوڑھا ہونے تک جسم اور وہ چیزیں جو جسم سے پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً اخلاط۔ اعراض۔ روح بخاری جس کا علم طب میں ذکر آتا ہے۔ فنا ہوتی رہتی ہیں۔ مگر تاہم ایک شے ایسی باقی رہ جاتی ہے۔ جس سے انسان شناخت کیا جا سکتا ہے۔ کہ یہ وہی شخص ہے۔ جسے ہم نے بچپن میں دیکھا تھا۔ وہی انسان کی روح ہے۔ وہ ایک نورانی نقطہ ہے۔ جو ہر حال میں باقی رہتا ہے۔ جو ہر حال میں باقی رہتا ہے۔ اس استدلال سے روح کا محسوس ہونا بھی ظاہر ہو گیا۔ جیسا کہ مصنف علیہ الرحمت نے بیان فرمایا ہے۔ (مترجم)

اور یہ امر رب کے لئے ایک ذاتی امر ہے۔ جس کو اس نے اپنی ذات کے لئے واجب قرار دیا ہے کیونکہ کسی اعتبار سے اس کا ثابت نہیں ہوتا۔ اور ہر وہ چیز جو کسی اعتبار سے حق کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ اس اعتبار کی ضد سے وہ نسبت اعتبار یہ اس سے نفی بھی ہو جاتی ہے۔ اور جو شے بلا اعتبار اس کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ وہ کسی اعتبار سے زائل نہیں ہوتی۔ فافہم۔

جب یہ بات ہے۔ تو پھر صورت رب کے لئے ایک ذاتی امر ہے۔ اسی کی طرف اس حدیث کا اشارہ ہے۔ کہ آدم رحمٰن کی صورت پر پیدا کیا گیا ہے۔ اور یہ حدیث کہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔ اور یہ دو حدیثیں ہیں۔ اگرچہ یہ اور معنوں کا بھی تقاضا کرتی ہیں۔ جن کو ہم نے اپنی کتاب الکہف والرقیم میں بیان کیا ہے۔ اس لئے کہ کشف سے ہم کو یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ کہ وہ دونوں ظاہر لفظ پر ہیں۔ جیسا کہ اولاً ہم نے اس کی طرف اشارہ کیا۔ لیکن تجسیم و تمثیل سے تنزیہ الٰہی کی شرط پر۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

پینتالیسواں باب

عرش میں

جاننا چاہیئے کہ عرش علی التحقیق مظہر عظمت۔ مقام تجلی اور ذات کی خصوصیت ہے۔ اور جسم الحضرت یعنی جسمانی دربار اور ذات حق کے مکان ہونے کا نام ہے موسوم ہے لیکن وہ مکان جہات سے منزہ ہے۔ اور وہ منظر اعلیٰ اور مقام اقدس ہے۔ اور رفیع الدرجات وجودات کو شامل ہے۔ وجود مطلق میں اس کی مثال وجود انسانی کا جسم ہے اس اعتبار سے کہ عالم جسمانی، عالم روحانی، خیالی، عقلی وغیرہ کو شامل ہے اسی طرح اسی نوع عرش

Marfat.com

نے عرش سے مراد جسمِ کلی سے لی ہے۔ اور اس میں بحث ہے۔ یہ کہ جسمِ کلی اگرچہ عالمِ ارواح کو شامل ہے۔ لیکن روح اس کے اوپر ہے۔ اور پھر نفسِ کلی اس کے اوپر ہے۔ حالانکہ ہمیں معلوم نہیں۔ کہ سوائے رحمٰن کے عرش کے اوپر دوامِ قیام میں کوئی اور چیز بھی ہے۔ اور ان صوفیوں نے نفسِ کلی سے لوح مراد لی ہے۔ اور یہ لوح کے عرش کے اوپر ہونے کا حکم دینا ہے۔ جو خلافِ اجماع ہے۔ ہاں ہمارے اصحاب صوفیہ میں سے جس نے یہ کہا ہے۔ کہ عرش جسمِ کلی ہے۔ اور وہ لوح کے اوپر ہے۔ اور لوح سے مراد نفسِ کلی ہے۔ تو اس کا یہ قول ہمارے قول کے مخالف نہیں ہے۔ اور اس میں شک نہیں۔ کہ مرتبۂ نفس مرتبۂ جسم سے اعلیٰ ہے۔ اور عرش کی بابت جو کشف سے ہم کو معلوم ہوا ہے۔ وہ ایک مطلق شے ہے۔ کہ جب ہم عبادت میں اُسے بیان کرینگے۔ تو کہینگے۔ کہ وہ ایک فلک ہے۔ جو جمیع افلاک معنویہ و صُوریہ کو محیط ہے۔ اس فلک کی سطح مقامِ رحمانیت ہے۔ اور اس آسمان کی نفس ہویّت مطلق وجود ہے عینی ہو یا حکمی۔ اور اس فلک کا ظاہر و باطن بھی ہے۔ پھر اس کا باطن تو عالمِ قدس ہے۔ اور وہ اسماء و صفاتِ حق سبحانہٗ و تعالےٰ کا عالم ہے۔ عالمِ قدس ہے۔ اور اس کا مظہر ہے۔ اسی کا نام کثیب ہے۔ جس کی طرف اہلِ جنت مشاہدۂ حق کے لئے نکلیں گے۔ اور اس کا ظاہر عالمِ انس ہے۔ اور وہ تشبیہ۔ تجسیم و تصویر کا محل ہے۔ اسی لئے وہ جنت کا سقف ہے۔ پھر ہر تشبیہ۔ تصویر۔ تجسیم جسم سے ہو یا کسی روح سے۔ لفظ ہو یا معنی۔ حکم ہو یا عین۔ پس وہ اس فلک کا ظاہر ہے۔ پھر جب تیرے آگے مطلق عرش کا نام لیا جائے۔ تو جان رکھ۔ کہ مراد اس سے یہی فلک مذکور ہے۔ اور جب صفات میں سے کسی شے کی قید لگائی جائے۔ تو سمجھ لے۔ کہ مراد اس سے اس فلک کی وجہ ہے۔ جیسے خدا کا عرشِ مجید کہنا کہ مراد اس سے عالمِ قدس ہے۔ جو رحمانیت کا مرتبہ ہے۔ کہ وہ عظمت کی اصل و منشاء ہے۔ ایسا ہی عرشِ عظیم کہ مراد اس سے حقائقِ ذاتیہ و مقتضیاتِ انسانیہ ہیں۔ جن کا درجہ عظمت ہے۔ اور وہ عالمِ قدس سے ہے۔ اور عالمِ قدس اُن معانیٔ الٰہیہ سے مراد ہے۔ جو احکامِ خلقیہ و نقائصِ کونیہ سے منزہ ہیں۔

جان۔ کہ جسم ہیکلِ انسانی میں اُن تمام چیزوں کا جامع ہے۔ جن کو وجودِ انسان متضمن ہے۔ اور وہ چیزیں روح۔ عقل۔ قلب وغیرہ ہیں۔ اور جسمِ انسان میں اس عرش کی نظیر ہے۔ جو عالمِ خارجی میں ہے۔ پس عرش ہیکلِ عالم ہے۔ اور جسد ہے۔ جو اس کے جمیع متفرقات کو جامع ہے۔ اسی اعتبار سے ہمارے اصحاب نے کہا ہے۔ کہ وہ جسمِ کلی ہے۔ دونوں عبارتوں میں ایک ہی معنوں کے ہونے کی وجہ سے ہم میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ واللہ اعلم

Marfat.com

۴۶

چھیالیسواں باب

کرسی میں

جاننا چاہیئے۔ کہ کرسی جملہ صفاتِ فعلیہ کی تجلی سے مراد ہے۔ اور وہ اقتدارِ الٰہی کا مظہر ہے۔ اور امر و نہی کے جاری ہونے کا محل ہے۔ حقائق کونیہ کے ظاہر کرنے میں لطائفِ الٰہیہ کی پہلی توجہ کرسی میں ہوتی ہے اور حق نے اپنے دونوں قدم اس پر لٹکائے ہوئے ہیں۔ اور یہ اس لئے کہ وہ پیدا کرنے اور معدوم کرنے کا محل اور اجمال و تفصیل کی منشاء (پیدا ہونے کی جگہ) ہے۔ نفع، ضرر، فرق و جمع کی مرکز ہے۔ اس میں صفاتِ متضاد کے آثار کا ظہور تفصیل وار ہے۔ اسی سے امر الٰہی وجود میں ظاہر ہوتا ہے۔ کرسی قضاء کے فیصلہ اور قلم تقدیر کا اور لوح محفوظ ترتیب دینے اور لکھنے کا محل ہے۔ اپنے موقعہ پر انشاء اللہ تعالیٰ ان کا بیان مذکور ہوگا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس کی کرسی نے آسمانوں اور زمین کو احاطہ کیا ہوا ہے۔

جان۔ کہ یہ وسعت دو قسم کی وسعت ہے۔ ایک وسعت علمی دوسری وسعت موجود عینی۔ وسعت حکمی تو یہ ہے۔ کہ آسمان و زمین صفات فعلیہ میں سے کسی صفت کا اثر ہیں۔ اور کرسی جمیع صفات فعلیہ کے مظاہر کی جگہ ہے۔ پس کرسی کی ہر وجہ میں وسعت معنوی ثابت ہوئی۔ اس لئے کہ اس کی ہر وجہ صفات فعلیہ میں سے ایک وجہ ہے۔ اور وسعت وجودی عینی کی یہ صورت ہے کہ وجود نفیسہ علمی تمام آسمانوں اور زمین اور ان کے سوا دوسری چیزوں کو محیط ہے۔ اور اسی سے مراد کرسی لی گئی ہے۔ یعنی وجود نفیسہ ہی کا نام کرسی ہے۔ اس لئے کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ کرسی امر و نہی کے نافذ ہونے اور صفات فعلیہ کا محل ہے۔ اور اقتدار الٰہیہ کا مظہر ہے۔ اور ان تمام سے سوائے وجود نفیسہ کے اور کچھ مراد نہیں۔ کیونکہ وہ امر ہے۔ جس میں امر نافذ کیا جاتا ہے۔ اور وہ مجلی و مظہر ہے۔ پس وہ وہ کرسی ہے۔ جس پر حق نے اپنے دونوں قدم لٹکائے ہوئے ہیں۔ وہ دو قدم یہ ہیں۔ اس میں ایجاد کرتا ہے۔ معدوم کرتا ہے۔ ہلاک کرتا ہے۔ سلامت رکھتا ہے۔ بیمار کرتا رکھتا ہے۔ بلند کرتا ہے۔ اور پست کر دیتا ہے۔ عزت دیتا ہے اور ذلیل کر دیتا ہے۔ ... اور عزیز اور جلیل ہے۔

Marfat.com

سینتالیسواں باب

قلم اعلیٰ میں

جاننا چاہیئے کہ قلم اعلیٰ بطریق تمیز مظاہر خلقیہ میں حق کے پہلے تعینات سے مراد ہے۔ تمیز کی قید میں نے اس واسطے لگائی ہے کہ اولاً علم الٰہی میں خلق بطریق اجمال و ابہام متعین ہوئی تھی۔ اور اس کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔ پھر عرش الٰہی میں اس کا وجود اجمالی و حکمی طور پر ہے۔ اس لئے کہ ہم بیان کرتے ہیں۔ کہ موجودات خلقیہ عرش کی وجہ سے ایک وجہ ہے۔ پھر کرسی میں خلق کے لئے ظہور تفصیلی ہے۔ جیسا کہ پہلے باب میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔ پھر اس کا ظہور قلم اعلیٰ میں بطریق تمیز ہے۔ اس لئے کہ پہلے مظاہر میں اس کا ظہور بتمام عجیب تھا۔ اور قلم اعلیٰ میں اس کا وجود وجود عینی ہے جو حق سے تعبیر ہے۔ اور وہ یعنی قلم اعلیٰ ایک انموذج ہے۔ کہ جس چیز کو چاہتا ہے۔ لوح محفوظ میں منقش کر دیتا ہے۔ مثل عقل کے کہ وہ بھی ایک نمونہ و انموذج ہے۔ کہ جس کو چاہتا ہے نفس میں منقش کر دیتا ہے۔ پس عقل بمنزلہ قلم کے ہے۔ اور نفس بمنزلہ لوح کے۔ اور قضایائے فکریہ جو بوجب تلازم عقلی نفس میں پائے جاتے ہیں۔ وہ بمنزلہ وجودی صورتوں کے ہیں۔ جو لوح محفوظ میں کتب ہیں۔ اسی لئے آنحضرت نے فرمایا۔ کہ اول جو شے اللہ نے پیدا کی۔ وہ عقل ہے۔ اور نیز یہ کہ اول جو شے پیدا ہوئی وہ قلم ہے۔ اور قلم عقل اول ہے۔ اور وہ دونوں روح محمدی کے دو رخ ہیں آپ نے فرمایا ہے۔ کہ اے جابر اول جو شے اللہ نے پیدا کی۔ تیرے نبی کی روح ہے۔ پس قلم اعلیٰ عقل اول۔ روح محمدی ایک ہی جوہر سے عبارت ہیں۔ اور وہ خلق کی طرف منسوب کرنے سے قلم اعلیٰ اور مطلق خلق کی طرف اس کی نسبت کرنے سے عقل اول اور انسان کامل کی طرف اضافت کرنے سے روح محمدی کے نام سے موسوم ہے۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔ انشاء اللہ تعالیٰ روح اور عقل اول کا بیان اسی کتاب میں اپنے موقعہ پر آئیگا۔

Marfat.com

اڑتالیسواں باب ۴۸

لوح محفوظ میں

نفس حوت بالذات علم العالم　ھی لوحنا المحفوظ یا ابن الآدمی!
صُوَرُ الوجود جمیعہا منقوشہ　فی قابلیتہا بغیر تکاتم
فاذا زکت بالہا وصفت بہ　من ظلمۃ الرین الغیوم القاتم
ظہرت لہا الاشیاء فیہا عندہا　وبدت لہا مستخفیات العالم

ترجمہ۔ نفس نے بالذات علم عالم کو احاطہ کیا ہوا ہے۔ اے ابن آدم وہ ہماری لوح محفوظ ہے۔ وجود کی تمام صورتیں بدوں پوشیدگی و خفا کے اُس کی قابلیت میں منقوش ہیں۔ پھر جب وہ اپنے اللہ کے ساتھ زنگار اور تاریک حجابات کے بادلوں کی ظلمت سے جو اس میں قائم ہیں۔ پاک ہو جاتا ہے۔ وہ لوح محفوظ سے موصوف ہوتا ہے۔ جو چیزیں اس میں ہیں۔ وہ سب اس میں ظاہر ہو جاتی ہیں۔ اور مخفیاتِ عالم اس میں اپنا چہرہ دکھاتے ہیں۔"

جاننا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ تجھ کو ہدایت دے۔ کہ لوح محفوظ نورِ الٰہی حقی سے مراد ہے۔ کہ منظر خلقی میں متجلی ہے۔ اس میں اشیاء اصلی طور پر منقش ہیں۔ وہ ام الہیولیٰ یعنی ہیولیٰ کی ماں ہے۔ اس لئے کہ ہیولیٰ کسی صورت کا اقتضا نہیں کرتا۔ مگر اسی کا جو لوح محفوظ میں منطبع ہوتی ہے۔ پھر جب ہیولیٰ کسی صورت کا تقاضا کرتا ہے۔ تو وہ صورت جلدی اور مہلت سے ہیولیٰ کے تقاضا کے موافق عالم میں موجود ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ قلم الاعلےٰ لوح محفوظ میں اس کے ایجاد کرنے پر جاری ہو چکی۔ اور ہیولیٰ نے اس کا تقاضا کیا۔ پس حسب مقتضا اس کے ایجاد کرنے سے چارہ نہیں ہے۔ اسی لئے حکماء الٰہیہ نے فرمایا ہے۔ کہ ہیولیٰ جب کسی صورت کا تقاضا کرتا ہے۔ تو واہب الصُّوَر پر یعنی صورتوں کے بخشنے والے پر یہ بات لازم ہو جاتی ہے۔ کہ اس صورت کو عالم میں ظاہر کرے۔ اور ان کا کہنا کہ واہب الصُّوَر پر یہ بات لازم ہو جاتی ہے۔ تو یہ باب توسع سے ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس قول کے قائم مقام ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ پر لازم ہے۔ کہ وہ دنیا کی کسی چیز کو بلند نہ کرے مگر یہ کہ اس کو پست نہ کرے۔ الحدیث۔ یہ بات نہیں ہے۔ کہ خدا تعالےٰ پر کوئی چیز واجب بھی ہوتی ہے۔ تعالی اللہ عن ذالک علواً کبیراً۔ ہیولیٰ کا بیان اپنے مقام پر آئیگا۔

پھر اس کے بعد معلوم کر کہ نورِ الٰہی جس میں موجودات منطبع ہے۔ اس سے مراد نفس کلی ہے۔ پھر اور اک بسبب اس چیز کے جس کو قلم اعلےٰ نے اس نور میں لکھا ہے سے لوح محفوظ کہا جاتا ہے۔ اس نور کی وجہوں

Marfat.com

میں سے کسی وجہ کے بغیر نہیں ہوتا۔ ہم اس وجہ کو عقل کلی سے تعبیر کرتے ہیں۔ جیسا کہ نور میں امور کا انتقاش پانا قضاء کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور وہ تفصیل اصلی ہے۔ جو وصف الٰہی کا تقاضا کرتی ہے۔ ہم نے اس کے مظہر کو کرسی سے تعبیر کیا ہے۔ پھر لوح محفوظ میں تقدیر اس حکم کا نام ہے۔ کہ جو خلق کو ایک صورت معینہ پر خاص حالت میں اور خاص وقت پر ظاہر کرتا ہے۔ اور اس کا نام اپنے محل کے اعتبار سے قلم اعلےٰ ہے۔ اور اسی کا نام عقل اول ہے۔ اس کی مثال یہ ہے۔ کہ حق تعالےٰ نے مثلاً زید کو فلاں ہیئت اور فلاں وقت میں پیدا کرنے کی قضا فرمائی۔ پس جس امر نے اس تقدیر کا لوح میں تقاضا کیا۔ وہ قلم اعلےٰ ہے۔ اور وہ عقل اول سے مسمےٰ ہے۔ اور جس محل میں اس اقتضا کا بیان موجود ہے۔ وہ لوح محفوظ ہے۔ اور وہ عبادت ہے۔ نفس کلی ہے۔ پھر جس امر نے وجود میں اس حکم کے ایجاد کا تقاضا کیا۔ وہ صفات الٰہیہ کا مقتضا ہے۔ اور وہ معتبر بقضا ہے۔ اور اس کا مظہر کرسی ہے۔ پس اس بات کی سمجھ کر۔ کہ قلم سے کیا مراد ہے۔ اور لوح سے کیا مراد ہے۔ اور قضاء سے کیا اور تقدیر سے کیا۔

پھر جاننا چاہئے۔ کہ لوح محفوظ کا علم علم الٰہی کا کچھ تھوڑا سا حصہ ہے۔ جس کو اللہ تعالےٰ نے قانون حکمت الٰہیہ کے موافق بموجب اس چیز کے جس کا حقائق موجودات خلقیہ نے تقاضا کیا۔ جاری فرمایا۔ اور اللہ کے لئے سوا اس علم کے یہی علم ہے۔ وہ حقائق خفیہ کے اقتضاء کے موافق وجود میں اختراع قدرت کے دستور پر ظاہر ہوتا ہے۔ لوح محفوظ میں وہ ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ عالم عینی میں ظہور کے وقت کبھی اس میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور کبھی اس کے ظہور کے بعد بھی اس میں ظاہر نہیں ہوتا۔ جو کچھ لوح محفوظ میں ہے۔ وہ قیامت تک وجود حسّی کے آغاز کا علم ہے۔ اور جو کچھ اس میں اہل جنت و اہل نار کا علم ہے۔ وہ کچھ تفصیل کے ساتھ ہے۔ اس لئے کہ وہ اختراع قدرت سے ہے۔ اور امر قدرت مبہم ہے۔ معین نہیں۔ ہاں اس میں اس کا علم مطلقاً اجمالی طور پر پایا جاتا ہے۔ مثلاً اس شخص کے لئے مطلقاً نعیم الٰہی کا علم جس کی سعادت ابدی پر قلم جاری ہو چکی ہے۔ پھر اگر ان نعمتوں کی تفصیل کی جائے۔ تو اس جنس کی تفصیل ہو گی۔ اور وہ بھی اجمال ہے جیسا کہ تو کہے۔ کہ وہ شخص اہل جنت ماویٰ سے ہے۔ یا اہل جنت الخلد سے یا جنت نعیم یا جنت فردوس سے غرض یہ ہے۔ کہ مجمل طور پر کہا جائیگا۔ سوائے اس کے اور کوئی تبیین نہیں ہے۔

پھر اس کے بعد معلوم کرنا چاہئے۔ کہ جس چیز پر لوح میں حکم کیا گیا ہے۔ اور وہ اس میں مقدر ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک مقدر جس میں تغیر ممکن نہیں۔ اور ایک وہ مقدر جس میں تغیر ممکن ہے۔ جس میں تغیر ممکن نہیں۔ یہ وہ امور ہیں۔ جن کا عالم میں صفات الٰہیہ تقاضا کرتے ہیں۔ پس ان کے وجود کا معدوم ہونا محال ہے۔ اور وہ امور جن میں تغیر ممکن ہے۔ یہ وہ چیزیں ہیں۔ جن کا قانون حکمت عادیہ کے موافق عالم کی قابلیتیں تقاضا کرتی ہیں۔ پس حق تعالےٰ ان کو اسی ترتیب کے موافق جاری کرتا ہے۔ پھر جس چیز کا لوح محفوظ میں حکم کیا گیا ہے۔ وقوع میں آجاتی ہے۔ اور کبھی ان کو بموجب حکم اختراع الٰہی جاری کرتا ہے

Marfat.com

پھر وہ چیز جس پر حکم کیا گیا ہے۔ وقوع میں نہیں آتی۔ اور اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ جس چیز کا عالم کی قابلیتیں تقاضا کرتی ہیں۔ وہ خود صفاتِ الٰہیّہ کا مقتضاء ہے۔ لیکن ان کے مابین فرق ہے۔ یعنی ان چیزوں میں جن کا عالم کی قابلیتیں تقاضا کرتی ہیں۔ اور ان چیزوں میں جن کا مطلقاً صفات تقاضا کرتی ہیں۔ فرق ہے اور وہ فرق یہ ہے۔ کہ عالم کی قابلیتیں اگرچہ وہ کسی چیز کا تقاضا کریں۔ پر تاہم وہ عجز کا حکم رکھتی ہیں۔ اس لئے کہ ان کا حال اپنے غیر کا محتاج ہے۔ اس وجہ سے کبھی ان کا تقاضا وقوع میں آتا ہے۔ اور کبھی نہیں آتا۔ بخلاف اس کے وہ امور جن کا صفیات الٰہیّہ تقاضا کرتی ہیں۔ کہ وہ اقتضاء الٰہی کی وجہ سے ضرور ہی وقوع میں آتے ہیں۔ اور یہاں ایک اور وجہ بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ عالم کی قابلیتیں ممکن ہیں۔ اور ممکن کا خاصہ ہے۔ کہ وہ ایک شے کو قبول کرتی ہے۔ تو اس کی ضد کو بھی قبول کرتی ہے۔ پھر جب قابلیت کسی چیز کا تقاضا کرتی ہے۔ اور قدر اس کی نقیض کے وقوع پر جاری ہوتی ہے۔ تو یہ نقیض بھی بمقتضاء اس قابلیت کے ہوتی ہے۔ جو ممکن میں ہے۔ پس ہم کہیں گے۔ کہ جس چیز کی قانونِ حکمت کے بموجب عالم کی قابلیتوں نے تقاضا کیا تھا وہ وقوع میں آگئی۔ پھر جب مقتضاء قابلیت بعینہ وقوع میں آگیا۔ تو ہم کہینگے۔ کہ قانون حکمی کے موجب بھی یہ وقوع درست ہے۔ یہ ایک ذاتی امر ہے۔ عقل اس کو بہ نظر فکری ادراک نہیں کرسکتی۔ بلکہ وہ کشفِ الٰہی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے۔ بخش دیتا ہے۔ قضاء محکم وہ ہے۔ جس میں تغیر نہیں آتا۔ اور قضاء مبرم وہ ہے۔ جس میں تغیر ممکن ہے۔ اسی لئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قضاء مبرم سے اللہ کی پناہ لی ہے۔ اس لئے کہ وہ جانتے تھے۔ کہ اس میں تغیر ممکن ہے۔ قال اللہ تعالےٰ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاۤءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ۔ بخلاف اس کے قضاء محکم کہ اس کی طرف خدا تعالےٰ نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے۔ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا کہ وہ اللہ کا ایک تقدیری امر ہے۔ جس کی تقدیر ہو چکی اور اس علم میں قضاء محکم کی نسبت قضاء مبرم کی معرفت مکاشف پر ایک زیادہ دشوار چیز ہے۔ پھر جس چیز کو وہ قضاء محکم سے خیال کرتا ہے۔ اس میں ادب کو ملحوظ رکھتا ہے۔ اور جس کو مبرم سمجھتا ہے۔ اس پر وہ شفاعت کرتا ہے۔ حق تعالےٰ کا اس کو قضاء مبرم کا پتہ دے دینا اس بندے کے اذنِ شفاعت ہے۔ قال اللہ تعالےٰ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ۔

پھر اس کے بعد معلوم کرنا چاہئے۔ کہ لوحِ الٰہی جس سے لوحِ محفوظ مراد لی گئی ہے۔ وہ ذاتِ الٰہی کا [illegible] ہے۔ صورت نور ذات الٰہی عین ذات الٰہی ہے۔ اس لئے کہ ذات الٰہی کی تجزی و انقسام محال ہے۔ [illegible] ہے جو نفس کلیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور وہ خلق مطلق ہے۔ اسی کی طرف حضرت باری تعالےٰ عزاسمہٗ کے اس قول میں اشارہ ہے۔ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ قرآن سے مراد نفس حق ہے۔ جو بڑے درجہ کی بزرگی اور عزت کا مالک ہے۔ اور فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ کے معنی فی النفس الکلیہ کے ہیں۔ میری مراد نفس کلیہ سے انسان کامل کا نفس ہے۔ کہ خدا کی ذات اس میں بغیر حلول کے موجود ہے۔ کیونکہ وہ حلول و اتحاد سے

Marfat.com

منزہ ہے۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی الی سبیل الرشاد

انچاسواں باب[۴۹]

سدرۃ المنتہیٰ میں

جان۔ کہ سدرۃ المنتہےٰ اس وجود کی نہایت ہے۔ جہاں مخلوق کے لئے سیر الی اللہ کا سفر ختم ہو جاتا ہے
اس کے آگے سوائے اُس مرتبہ کے جو صرف حق تعالےٰ سے مخصوص ہے۔ اور کوئی مرتبہ نہیں ہے۔ مخلوق کو و
قدم رکھنے کی کوئی مجال نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس مقام سے آگے جانا مخلوق کے لئے ممکن ہے۔ کیونکہ مخلوق
یہاں پس جاتی ہے۔ اور مٹ جاتی ہے۔ اور نیست و نابود ہو جاتی ہے۔ وہاں اس کا کوئی وجود نہیں رہتا جبر
علیہ السلام کے قول میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے انہوں نے عرض کیا تھا
اگر میں ایک بالشت بھی آگے بڑھوں۔ تو جل جاؤں۔ لَوْ حرف امتناع ہے۔ پس وہاں سے آگے بڑھ
امتناع کا حکم رکھتا ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خبر دی ہے۔ کہ وہاں آپ نے ایک بیر کا درخت
پایا ہے۔ جس کے پتے ہاتھی کے کانوں کے برابر ہیں۔

پس اس پر مطلقاً ایمان لانا چاہیئے۔ اس لئے کہ آپ نے اس سے اپنے نفس سے خبر دی ہے۔ یہ بھی احتم
ہے۔ کہ حدیث اولیٰ ہو اور وہ وہ چیز ہے۔ جس کو ہم نے اپنے عروج میں پایا۔ اور یہ بھی احتمال ہے۔ کہ اپنے ظ
معنوں پر محمول ہو۔ اور وہ چیز ہو۔ جس کو آپ نے اپنے مظاہر مثالیہ میں اور منازل و مناظر الٰہیہ میں ایک درخت پا
ہو۔ جو آپ کے خیال میں بیر کا درخت محسوس ہوتا ہو۔ اور اپنے کمال کی آنکھ سے اس کو دیکھا ہو۔ تاکہ آپ۔
کے ظاہر و باطن میں کشف محقق جمع ہو جائے۔ ایسا ہی اُن تمام باتوں کا حال ہے۔ جن کو اپنے معراج میں آپ۔
پایا۔ اور ان کے متعلق خبر دی۔ پس ہم جو کچھ آپ نے فرمایا ہے۔ اس پر مطلق ایمان رکھتے ہیں۔ اگرچہ ہم نے
کشف میں اس کو مقید پایا ہے۔ اس لئے کہ ہمارا معراج آپ کے معراج کی مانند نہیں ہے۔ ہم آپ کی حدیث
مفہوم لیں گے۔ جو ہمیں اپنے کشف سے معلوم ہوا ہے۔ اور اس بات پر ایمان رکھتے ہیں۔ کہ آپ کے لئے سوا
بھی ہے۔ جہاں ہمارا علم نہیں پہنچ سکتا۔ وہ بات جو اس حدیث کے متعلق کشف سے ہم نے دریافت کی ہے
ہے۔ کہ مراد شجرہ سے ایمان ہے۔ چنانچہ آنحضرت نے فرمایا ہے۔ کہ جس کا پیٹ بیر سے بھر گیا اللہ تعالےٰ
اس کا دل ایمان سے بھر دیا۔ اور اس کے پتوں کا ہاتھی کے کانوں کے برابر ہونا بطور ایک ضرب المثل کے

Marfat.com

جو اس ایمان کی عظمت اور قوت کی دلیل ہے۔ اور جنت کے ہر گھر میں اس درخت کے پتہ کا پھیلا ہوا ہونا اس گھر والے کے ایمان سے مراد ہے۔

جاننا چاہئیے۔ کہ ہم نے بندہ کو ایک ایسا مقام پایا ہے۔ جس میں آٹھ حضرات یعنی دربار ہیں۔ ہر حضرت میں بلند مرتبہ کے منظر ہیں۔ جن کا انتہا ممکن نہیں۔ ان حضرت والوں کے اذواق کے موافق یہ منظر باہم تفاوت رکھتے ہیں۔ مقام سے مراد اپنے مظاہر میں حق کا ظہور ہے۔ اور یہ اس چیز میں اس کی تجلی سے مراد ہے۔ جو حقائق حقیہ و معانی خلقیہ سے اُس کو حاصل ہے (الحضرۃ الاولیٰ یعنی پہلا مشہد) اس میں حق تعالےٰ بہ حیثیت باطن عبد کے اپنے اسم ظاہر میں تجلی فرماتا ہے (الحضرۃ الثانیۃ یعنی دوسرا مشہد) اس میں حق تعالےٰ بحیثیت ظاہر عبد کے اپنے اسم باطن سے تجلی فرماتا ہے (الحضرۃ الثالثۃ۔ تیسرا مشہد) اس میں اللہ تعالیٰ بحیثیت روح عبد کے اپنے اسم اللہ سے تجلی فرماتا ہے (الحضرۃ الرابعۃ۔ چوتھا مشہد) اس میں حق تعالےٰ بہ حیثیت نفس عبد کے اپنی صفت رب سے متجلی ہوتا ہے۔ (الحضرۃ الخامسۃ۔ پانچواں مشہد) وہ مرتبہ کی تجلی ہے اور وہ بندہ کی عقل میں رحمٰن کا ظہور ہے (الحضرۃ السادسۃ۔ چھٹا مشہد) اس میں حضرت حق سبحانہٗ و تعالےٰ بہ حیثیت وہم عبد کے تجلی فرماتا ہے۔ (الحضرۃ السابعۃ ساتواں مشہد) اس میں ہویت کی معرفت ہوتی ہے۔ اس میں حق تعالےٰ بہ حیثیت بندہ کے اسم کی انیت کے تجلی فرماتا ہے (الحضرۃ الثامنۃ آٹھواں مشہد) یہ مطلق عبد سے ذات کی شناخت ہے۔ اس مقام میں حق تعالےٰ اپنے کمال کے ساتھ ہیکل انسانی کے ظاہر و باطن میں تجلی فرماتا ہے۔ اس میں باطن حق باطن عبد کے ساتھ اور ظاہر ظاہر کے ساتھ اور ہویت حق ہویت عبد کے ساتھ اور انیت حق انیت عبد کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور یہ مشہد سب مشاہد سے اعلےٰ ہے۔ اس کے آگے سوائے احدیت کے کچھ نہیں۔ اور اس میں خلق کی کوئی مجال نہیں۔ اس لئے کہ وہ محض حق ہے۔ وہ ذات واجب الوجود کے خواص سے ہے۔ جب کسی کامل کو اس سے کچھ حاصل ہوتا ہے۔ تو اس کی بابت ہم کہیں گے کہ وہ اس کے لئے اسی کے ساتھ تجلی الٰہی ہے۔ خلق کی اس میں کوئی مجال نہیں۔ اور نہ وہ کیفیت خلق کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ بلکہ وہ حق کے لئے ہے۔ اور یہیں سے ہے کہ اہل اللہ نے خلق کے لئے تجلی احدیت کو منع فرمایا ہے۔ اور اس سے پہلے بھی احدیت کا بیان ہو چکا ہے۔ واللہ الموفق للصواب

Marfat.com

پچاسواں باب

رُوح القدس میں

جان ۔کہ روح القدس روح الارواح ہے ۔اور وہ کُن کے احاطہ میں آنے سے منزہ ہے۔اس کے متعلق یہ کہنا جائز نہیں ۔کہ وہ مخلوق ہے۔اس لئے کہ وہ وجوہ حق میں سے حق کی ایک خاص وجہ ہے۔کہ وجود نے اس وجہ کے ساتھ قیام پایا ہے۔اور وہ روح ہے۔نہ مثل دوسری روحوں کے اس لئے کہ وہ اللہ کی رُوح ہے اور آدم میں اسی سے روح پھونکی گئی تھی۔خدا تعالےٰ کے قول وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ کا اسی کی طرف اشارہ ہے۔پس آدم کی روح مخلوق اور اللہ کی روح غیر مخلوق ہے۔وہ روح القدس ہے۔اس لئے کہ وہ نقائص کونیہ سے منزہ ہے۔یہ وہی روح ہے جسے مخلوق میں وجہ الہی سے تعبیر کیا گیا ہے۔جیسا کہ فرمایا فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ یعنی یہ روح مقدس جس کے ساتھ اللہ نے وجود کونی کو قائم رکھا ہے۔بوجود اَيْنَمَا تُوَلُّوْا محسوسات میں تم کو محسوس ہوتا ہے۔یا معقولات میں تم کو اپنے فکروں میں معلوم ہوتا ہے۔اس لئے کہ روح مقدس اپنے کمال کے ساتھ اس میں متعین ہے۔اور اس وجہ الہی سے مراد ہے۔جو وجود میں قائم ہے۔اور وہ وجہ ہر شے میں ہے۔وہ روح اللہ ہے۔اور کسی شے کی روح خود اس کا نفس یعنی اس کی ذات ہوتی ہے۔پس وجود ذات الہی کے ساتھ قائم ہے۔

جاننا چاہئے۔کہ محسوسات کی ہر شے کی ایک روح مخلوق ہے۔جس کے ساتھ اس کی صورت قائم ہے۔روح اس صورت کے لئے ایسی ہے جیسے لفظ کے لئے معنی۔پھر اس روح مخلوق کے لئے ایک روح الہی ہے جس کے ساتھ وہ روح قائم ہے۔اور وہ روح الہی روح القدس ہے۔پس جس نے انسان میں روح القدس کی طرف دیکھا۔اسی نے اسے مخلوق دیکھا۔اس لئے کہ دو قدموں کا وجود نہیں پایا جا سکتا۔قدم صرف ایک اللہ ہی کے لئے ہے۔اور اس کی ذات سے اس کے جمیع اسماء و صفات لاحق ہیں۔اس لئے کہ ذات سے ان کا انفکاک محال ہے۔اور ماسوا اس کے جو ہے۔مخلوق و حادث ہے۔مثلاً انسان کا جسد ہے۔اور وہ اس کی صورت ہے اور روح ہے۔اور وہ اس کا سرِّ اور اس کا معنی ہے۔اور وہ روح اور وجہ ہے۔جو روح القدس۔سرِّ الہی۔وجود ساری سے تعبیر کیا جاتا ہے۔پھر چونکہ انسان پر وہ امور غالب ہیں۔جن کا اس کی صورت تقاضا کرتی ہے اور جو بشریت اور شہوانیت سے تعبیر کئے جاتے ہیں۔کیونکہ اس کی روح اس رسوب معدنی کو حاصل کرتی ہے جو صورت کی اصل اور اس کے محل کی منشاء ہے حتّٰے کہ نزدیک ہے۔کہ مقتضیات بشریہ کے جاگزین ہونے

Marfat.com

کی وجہ سے وہ اپنے عالمِ اصلی سے مخالفت کرے۔ اسی وجہ سے وہ اپنے اطلاق و تجرّد روحی سے تنزل کر کے صورت کے ساتھ مقیّد ہو گئی ہے۔ اور طبیعت اور عادت کی قید میں پھنس گئی ہے۔ اور یہ دارِ دنیا میں مثل سجّین کے ہے۔ جو دارالآخرت میں پائی جاتی ہے۔ بلکہ وہ عین سجّین ہے۔ جس میں روح قرار پکڑے ہوئے ہے لیکن سجّینِ آخرت آگ کی صورت میں محسوس ہوگی۔ اور یہ یعنی سجّین دنیا میں مذکورہ معنی ہیں یعنی طبیعت عادات و شہوانیت سے مراد ہے۔ اس لئے کہ آخرت وہ مقام ہے۔ جس میں معانی محسوس صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ فافہم۔

جب ہمیشہ کے مراقبہ اور فکرِ صحیح۔ کم کھانے۔ سونے اور بولنے اور مقتضیاتِ بشریّہ کے ترک کرنے سے انسان پر روحانی امور کا غلبہ ہوتا ہے۔ اور وہ روحی لطافت کو حاصل کرتا ہے۔ تو اس وقت اس کا حال اس مذکورہ حال کے برعکس ہوتا ہے۔ پھر وہ پانی پر چلتا ہے۔ ہوا پر اڑتا ہے۔ دیواریں اس کو روک نہیں سکتیں۔ اور شہر اس کو دور نہیں معلوم ہوتے۔ پھر اس کی روح موانع کے دور ہو جانے کی وجہ سے اپنے محل میں متمکن اور قائم ہو جاتی ہے۔ اور وہ موانع مقتضیاتِ بشریّہ ہیں۔ پھر وہ مخلوقات کے اعلیٰ مرتبوں میں ہو جاتا ہے۔ اور وہ عالمِ ارواح ہے۔ جو اُن قیود سے آزاد ہے۔ جو اجسام کی ہمسائیگی میں حاصل ہوتی ہیں۔ اس کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ۔ کہ ابرار ہمیشہ نعمتوں میں ہوں گے۔ پھر جب شہودِ الٰہی سے الٰہی حالات اس پر غالب آتے ہیں۔ اور وہ اس کے اسماءِ حسنیٰ و صفاتِ علیا مع ان امور کے ہیں۔ جن کا بشریت و روحیت تقاضا کرتی ہے تو وہ اس وقت قدسی ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ بشریت ان خواہشات کا مطالبہ کرتی ہے۔ جن کے ساتھ جسم کا قیام ہے۔ اور ان امور کو چاہتی ہے۔ جن سے طبیعت معتاد ہو گئی ہے۔ اور روحیت ان امور کا تقاضا کرتی ہے۔ جن کے ساتھ جاہ علوِّ منزلت و رفعت سے ناموسِ انسانی کا قیام ہے۔ اس لئے کہ روحیت اس جاہ و شوکت۔ رفعت وغیرہ سے بھی بلند رتبہ رکھتی ہے۔ پھر جب انسان روحیت اور بشریت کے مذکورہ مقتضیات کو ترک کر دیتا ہے۔ اور ہمیشہ اُس سِر کے شہود میں رہتا ہے۔ جس سے اس کی اصل ہے۔ تو سِرِّ الٰہی کے احکام اس میں ظاہر ہوتے ہیں۔ تو پھر اس کی ہیکل اور اس کی روح نشیبِ بشریت سے اوجِ قدسِ تنزیہی کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ حق اس کا کان۔ آنکھ۔ ہاتھ اور زبان بن جاتا ہے۔ پھر جب وہ اپنے ہاتھ سے کسی ... سے۔ تو اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کر دیتا ہے۔ اور جب کسی چیز کے لئے کہتا ہے۔ ... امر سے ہو جاتی ہے۔ وہ روح القدس سے مؤید ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں فرمایا ہے۔ جب کہ یہ وصف ان کو حاصل ہوا۔ کہ اَیَّدْنَاهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔ ہم نے روح القدس سے اس کی تائید کی ہے۔ فافہم۔ وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ۔

Marfat.com

باب اکیاون

اُس فرشتہ کے بیان میں جسکا نام رُوح ہے

جاننا چاہئیے کہ یہ وہ فرشتہ ہے۔ جس کا نام صوفیا اپنی اصطلاح میں حق رکھتے ہیں۔ جو اُسی کے ساتھ مخلوق ہے۔ اور حقیقت محمدیہ بھی اسے کہتے ہیں۔ حق تعالےٰ نے اس فرشتہ کی طرف اس نظر سے دیکھا ہے جس نظر سے اپنے نفس کو دیکھا ہے۔ پھر اس کو نور سے پیدا کیا ہے۔ اور جمیع عالم کو اس سے پیدا کیا ہے۔ اور اس کو عالم سے اپنی نظر کا محل قرار دیا ہے۔ اور اس کے ناموں میں سے ایک امر اللہ ہے۔ وہ اشرف الموجودات ہے۔ تمام موجودات سے اس کا مرتبہ اعلےٰ اور اس کی منزلت بہت بلند ہے۔ اس کے اوپر کوئی فرشتہ نہیں ہے وہ سید مقربین افضل مکرمین ہے۔ خدا نے موجودات کی چکی کو اُسی پر چلایا ہے۔ اور اُسے اپنی مخلوقات کے فلک کا قطب بنایا ہے۔ باوجود اس کے کہ ہر شئے جس کو خدا نے پیدا کیا ہے۔ اس کے ساتھ ایک خاص وجہ رکھتی ہے جس سے وہ اس کے ساتھ ملحق ہوتی ہے۔ اور جس مرتبہ میں خدا تعالےٰ نے اس کو پیدا کیا ہے۔ اس میں اس کو نگاہ رکھتا ہے۔ اس کی آٹھ صورتیں ہیں۔ جو حاملین عرش ہیں۔ اُسی سے تمام علوی اور عنصری فرشتے پیدا کئے گئے ہیں۔ پس ملائکہ کی نسبت اس کے ساتھ وہی ہے۔ جو قطروں کو سمندر کے ساتھ ہے۔ اور وہ آٹھ فرشتے جو حاملین عرش ہیں۔ ان کی نسبت اُس سے روح انسان کی اُن آٹھ چیزوں کی سی نسبت ہے جن کے ساتھ وجود انسان کا قیام ہے۔ وہ آٹھ وجود انسانی کو قائم رکھنے والی یہ چیزیں ہیں عقل۔ وہم۔ فکر۔ خیال مصورہ۔ حافظہ۔ مدرکہ۔ نفس اور اس فرشتے کے لئے عالم اعلیٰ۔ عالم جبروتی۔ عالم علوی۔ عالم ملکوتی۔ عالم ملکی میں ایک ہیمنہ یعنی الہی نگہداشت ہے۔ جس کو خدا نے اس فرشتہ میں پیدا کیا ہے۔ وہ اپنے کمال کے ساتھ حقیقت محمدیہ پر ظاہر ہوا ہے۔ اس لئے حضور علیہ الصلوۃ والسلام افضل البشر ہیں۔ اور اسی سے حق تعالےٰ نے اُن پر احسان جتایا ہے۔ اور ان نعمتوں کے ذریعہ اس کو وہ وحی۔ جن کا اللہ تعالےٰ نے اس کی طرف ہاتھ پھیلایا ہے یعنی فیضان کیا ہے۔ اور فرمایا وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ یعنی ہم نے تیرے روح کے لئے اس فرشتہ کی وجہوں یعنی رخوں میں سے ایک کامل وجہ یعنی رخ بنایا ہے۔ جو ہمارا امر ہے۔ اس لئے کہ اس فرشتہ کا نام ہی امر اللہ ہے۔ اور اُسی کی طرف اس کے اس قول میں اشارہ ہے۔ کہ فرمایا۔ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ یعنی اس کی وجہوں میں سے ایک وجہ سے (کہتہ) جب

Marfat.com

روح کی بابت یہودیوں کے سوال میں روح کا مطلق ذکر تھا۔ جیسا کہ فرمایا۔ یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ تو جواب میں بھی اس کو مطلق رکھا۔ اور فرمایا۔ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ یعنی وجوہ امر میں سے ایک وجہ ہے۔ بخلاف محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح کے کہ اس کی نسبت فرمایا۔ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا اور اس کا ذکر اہتمام کے ساتھ فرمایا۔ اور اس روح محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جلالت شان کی وجہ سے اس کو نکرہ رکھا۔ تاکہ ان کی عظمت قدر پر تنبیہ ہو۔ جیسا کہ خدا تعالےٰ نے فرمایا ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ اس میں یوم کی تنکیر اس کی عظمت فائدہ دے رہی ہے۔ پھر دیکھو کہ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا فرمایا۔ اور یہ نہ کہا۔ کہ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ مِنْ اَمْرِنَا اس لئے کہ مقصود اس کے وجود سے تھا۔ کیونکہ ہیکل انسانی سے مقصود روح ہی ہے پھر دیکھو۔ کہ اپنے قول مِنْ اَمْرِنَا کو نون اضافت کے ساتھ لایا۔ یہ سب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بزرگ قدری پر تنبیہ کی ہے۔

پھر جاننا چاہیئے۔ کہ جب حق تعالےٰ نے اس فرشتہ کو اپنی ذات کے لئے آئینہ بنایا ہے۔ تو پھر حق تعالےٰ اپنی ذات کے ساتھ سوائے اس فرشتہ کے اور کسی شے میں ظاہر نہیں ہوتا۔ باقی مخلوقات میں اس کا ظہور صفات کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور وہ دنیوی عالم اور اخروی عالم۔ اہل الجنۃ واہل النار۔ اہل الکثیب واہل الاعراف کا قطب ہے۔ علم الہٰی میں حقیقت الہیہ نے تقاضا کیا ہے۔ کہ وہ کسی شے کو پیدا نہیں کرتا۔ مگر اس حال میں کہ اس میں اس فرشتہ کی کوئی وجہ ہوتی ہے۔ کہ اس مخلوق کا فلک اس وجہ پر گردش کرتا ہے۔ اور وہ وجہ اس مخلوق کی قطب ہوتی ہے۔ سوائے انسان کامل کے خلق خدا سے کوئی شے اس فرشتہ کو شناخت نہیں کر سکتی پھر جب ولی اس کو شناخت کر لیتا ہے۔ تو سب چیزیں اس کو جان لیتی ہیں۔ پھر جب وہ اس سے متحقق ہوتا ہے۔ تو وہ قطب بن جاتا ہے۔ تمام وجود کی چکی اس پر گھومتی ہے۔ وہ اس فرشتہ کا نائب ہوتا ہے۔ اور بحکم اصالت اس وجود میں قطبیت اسی فرشتہ کے لئے ہوتی ہے۔ جو اسی کا ملک ہوتی ہے۔ اور بحکم نیابت عاریت اس کے غیر کے لئے ہوتی ہے۔ پس تو اس کو پہچان۔ اس لئے کہ یہ وہی روح ہے۔ جس کا کتاب الہٰی میں ذکر آتا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ۔ یعنی جس دن کہ فرشتہ دربار الہٰی میں کھڑا ہوگا۔ اور دوسرے فرشتے اس کے آگے اس کی خدمت میں صف باندھ کر کھڑے ہوں گے۔ اور وہ عبودیت حق میں قائم ہوگا جیسا کہ خدا تعالےٰ نے اسے حکم دیا ہوگا۔ وہ اس خدمت یعنی مشہد میں منصرف ہوگا۔ تو [illegible] وہ کلام نہیں کریں گے۔ یہ دوسرے فرشتوں کی صفت ہے۔ نہ کہ اس فرشتہ کی [illegible] مطلق طور پر دربار الہٰی میں کلام کرنے کا اذن حاصل ہے۔ کیونکہ وہ ایک [illegible] ہے۔ اور [illegible] افضل ہے۔ اور دوسرے فرشتے اگرچہ ان کو دربار الہیہ میں کلام کا اذن ہوگا۔ مگر وہ بجز ایک کلمہ کے زیادہ کلام کی تاب نہیں رکھیں گے اور کلام میں ہرگز ان کو کشائش نہیں ہوگی۔ پس سوائے ایک کلمہ کے اور ان کے منہ سے کچھ نہیں نکلے گا

Marfat.com

اوّلاً جس فرشتہ کو حق سے حکم ملیگا۔ وہ یہ فرشتہ ہوگا۔ پھر وہ اس حکم کو دوسرے فرشتوں تک پہنچادیگا۔ اور وہ اس کا لشکر ہیں۔ جب عالم میں کسی امر کے نفوذ کا حکم دیتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ اس سے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے۔ جو اس امر کے لائق ہوتا ہے۔ پھر روح فرشتہ اس کو بھیج دیتا ہے۔ اور وہ فرشتہ وہ کام کرتا ہے جس کا روح فرشتہ اس کو حکم دیتا ہے۔ تمام مقرب فرشتے اُسی روح سے پیدا کئے گئے ہیں۔ مثلاً جبرائیل میکائیل اسرافیل۔ عزرائیل اور جوان کے اوپر ہیں۔ مثلاً وہ فرشتہ جس کا نام نون ہے۔ اور وہ ایک فرشتہ ہے۔ جو لوحِ محفوظ کے نیچے قائم ہے۔ اور وہ فرشتہ جو قلم کے نام سے موسوم ہے۔ عنقریب اس کا ذکر اس باب کے بعد آئیگا۔ اور وہ فرشتہ جس کا نام مدبر ہے۔ اور وہ ایک فرشتہ ہے۔ جو کرسی کے نیچے قائم ہے۔ اور وہ فرشتہ جس کا نام مفصل ہے۔ کہ امام مبین کے نیچے قائم ہے۔ یہ وہ عالی فرشتے ہیں۔ جن کو آدم کے لئے سجدہ کرنے کا حکمت الٰہیہ کی وجہ سے حکم نہیں ہوا تھا۔ اگر ان کو بھی سجدہ کا حکم ہوتا۔ تو اولادِ آدم میں سے ہر ایک ان کو شناخت کر سکتا۔ کیا تو ان فرشتوں کی طرف نہیں دیکھتا جن کو سجدہ کا حکم ہوا تھا۔ کہ تمام بنی آدم پر وہ کس طرح ظاہر ہوتے ہیں۔ اُن امثال الٰہیہ میں بندیں ان کے لئے متصوّر ہوتے ہیں۔ جن میں حق سونے والے کے لئے ظاہر ہوتا ہے۔ پس یہ تمام صورتیں اللہ کے ملائکہ کی ہوتی ہیں۔ پھر اس ملک موکل کے حکم سے وہ اترتے ہیں۔ جس کو ضرب الامثال کا کام تفویض کیا گیا ہے۔ پس وہ نائم کے لئے ہر صورت میں متصور ہوتا ہے اسی لئے سونے والا خواب میں دیکھتا ہے۔ کہ جمادات سے کوئی چیز اس سے کلام کر رہی ہے۔ اگر روح صورتِ جمادیہ میں متصور نہ ہوتا۔ تو وہ کلام نہ کرتی۔ اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ رویا صادقہ اللہ کی وحی ہے۔ اس لئے کہ فرشتہ اس کو لیکر نازل ہوتا ہے۔ اور نیز فرمایا۔ کہ رویاء صادقہ نبوت کے چھیالیس ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا ہے۔ الحدیث۔ چونکہ ان ملائکہ میں جن کو سجدہ کا حکم دیا گیا تھا۔ ایک ابلیس لعین بھی تھا اور اس نے سجدہ نہ کیا۔ اس نے شیطانوں کو حکم دیا۔ یعنی وہ شیطان جو اس کی ذریت ہیں۔ کہ وہ نائم کے لئے ان صورتوں میں متصور ہوں۔ جن میں ملائکہ متصوّر ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ خوابیں جھوٹی بھی ہوتی ہیں۔ اس تمام کلام کا حاصل یہ ہے۔ کہ فرشتگانِ عالیہ کو سجدہ کا حکم نہیں دیا گیا۔ اسی لئے انکی معرفت کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ مگر بنی آدم میں سے وہ بندے جو الٰہی ہوتے ہیں۔ اور یہ خداوند کریم کی ان پر بخشش ہے۔ اور ان کو یہ بات اس وقت حاصل ہوتی ہے۔ جبکہ وہ احکام آدمیت سے خلاصی پا چکتے ہیں۔ اور انہی میں منسلک ہوجاتے ہیں۔ مراد احکام آدمیت سے بشری امور ہیں۔ کیا تو حق سبحانہ وتعالےٰ کے اس ارشاد کو ملاحظہ نہیں کرتا۔ کہ وہ ابلیس کو فرماتا ہے مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ۔ جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔ اس کو سجدہ کرنے سے تجھے کونسی چیز مانع رہی۔ کیا تو نے تکبّر کیا۔ یا تو عالین فرشتوں میں سے ہے۔ جن پر سجدہ کرنے کا حکم نہیں ہے۔ اسی بات کا امام محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں ذکر فرمایا ہے۔ لیکن کسی کے متعلق

Marfat.com

یہ ظاہر نہیں کیا۔ کہ وہ عالین میں سے ہے۔ پھر اس آیت مذکورہ سے دلیل لی ہے۔

جاننا چاہئے۔ کہ حق تعالٰے کا بہ حیثیت وقوع کے استفہام کے طور پر کسی سے سوال کرنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ وہ وقوع اور عدم وقوع کو جانتا ہے۔ سوائے اس کے نہیں۔ کہ وہ سوال یا بمعنی نفی ہوتا ہے۔ یا بمعنی اثبات یا بمعنی ایناس یعنی مخاطب کو مانوس کرنے کے لئے۔ یا بمعنی ایحاش یعنی مخاطب میں وحشت پیدا کرنے کے لئے۔ پس ابلیس سے مذکورہ قول میں خدا تعالٰے کا سوال بطریق تہدید و ایحاش تھا۔ اور اَستکبرت میں الف استفہام اثبات کے معنوں میں آیا ہے۔ یعنی تو نے اپنے اس قول سے کہ اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ تکبر کیا ہے۔ اور اَمْ کُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ میں لفظ ام نفی کے معنوں میں ہے۔ یعنی تو اُن عالین فرشتوں میں سے نہیں ہے۔ جن کو سجود کا حکم نہیں دیا گیا۔ اور وہ استفہام جو ایناس اور بسط کے معنوں میں آتا ہے۔ اس کی مثال خدا تعالٰے کا یہ قول ہے وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يَا مُوسٰى اس لئے اس کے جواب میں حضرت موسٰی نے کہا هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى جبکہ حضرت موسٰی نے معلوم کیا۔ کہ وہ یہی جواب لینا چاہتا ہے۔ تو یہ جواب دیا۔ ورنہ ان کا مختصر جواب یہ تھا کہ یہ میرا عصا ہے۔ یہ دربار الٰہی میں اہل اللہ کا ادب ہے۔ جس کو اللہ تعالٰے نے تیرے لئے انسان کامل میں ظاہر کیا۔ تاکہ تو اس کو پڑھے۔ اور اس کے بموجب عمل پیرا ہو کر سُعداء کے زمرہ میں داخل ہو جائے۔ پس تو ان آداب سے متادب ہو۔ بیان کی کشتی نے بیان کے دریا میں یہاں تک جولانی کی۔ کہ ہمیں کنارے پر لا چھینکا۔ پھر ہم ملک مسمی بالروح کے بیان میں بحر حقائق کی طرف رجوع کرتے ہیں

جان۔ کہ علے عدد وجود اس کے بہت سے نام ہیں۔ وہ قلم اعلے سے نام رکھا جاتا ہے۔ اور روح محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عقل اول بھی اس کے نام ہیں۔ اور روح الٰہی بھی اس کا نام ہے۔ اور یہ نام اصل کا فرع کے نام پر ہے۔ ورنہ اپنے میں اس کا ایک ہی نام ہے۔ اور وہ نام روح ہے۔ اس لئے ہم نے باب باندھنے میں عنوان میں اسی نام سے اس کو مخصوص کیا ہے۔ اگر ہم ان عجائب و غرائب کی شرح کرنے لگیں۔ جو اس فرشتہ میں جمع ہیں۔ تو کئی کتابیں اور جلدیں تیار ہوں۔ اور میں اور وہ دونوں بعض حضرات الٰہیہ میں جمع ہوئے۔ پھر اس نے مجھے پہچانا اور مجھ کو سلام کیا۔ اور میں نے اس کو سلام کا جواب دیا۔ حالانکہ میں قریب تھا۔ کہ اس کی ہیبت سے گداز ہو جاؤں۔ اور اس کے حسن خوبی و بہجت سے فنا ہو جاؤں۔ پھر جب بشاشت سے اس نے میرے ساتھ کلام کی۔ بعد اس کے کہ وہ مجھ سے حیا کرتا تھا۔ اور انس دلا کر شرح بتایا پر جوش و قوت [illegible] تو میں نے اس سے اس کے مرتبہ اس کے محتد یعنی اصل اور اس کے [illegible] اس کی جانب [illegible] اس کی اصل۔ اس کی فرع۔ اس کی ہیئت۔ اس کی نوع۔ اس کی صفت اور اس کے اسم اور اس کے [illegible] اور اس کی ہم بوستگی کی بابت سوال کیا۔ اس نے جواب دیا۔ کہ جس امر کی بابت تو نے سوال کیا ہے۔ اور جس سر کو تو نے دریافت کیا ہے۔ وہ ایک عزیز مقصد ہے۔ اس کا مقام بڑی عظمت والا ہے۔ لہٰذا بجز [illegible] اس کا ظاہر کرنا ممکن نہیں ہے۔ اور کنایہ و تلویح یعنی کسی لطف اشارہ سے اس کا سمجھنا بھی مشکل ہے۔ میں نے تجھ کو تلویح

Marfat.com

اور کنایہ سے ہی اُسے بیان کر۔ شاید کہ تیری عنایت سے میں اس کو سمجھ لوں۔ پھر اس نے کہا۔ کہ میں اس کا
ہوں۔ جس کا باپ اس کا بیٹا ہے۔ اور وہ شراب ہوں۔ جس کا انگور اس کا خم و سبو ہے۔ اور وہ فرع ہو
جس نے اپنی اصل کو پیدا کیا۔ اور وہ تیر ہوں۔ جس کی قوس اس کی پیکان ہے۔ میں نے اُن ماؤں سے جماع کیا
جنہوں نے مجھے جنا۔ اور میں نے ان سے منگنی کی۔ تاکہ میں ان سے نکاح کروں۔ پھر انہوں نے مجھ سے نکاح کیا
پس جب میں نے ظاہر اصول میں سیر کی۔ تو حصول اور مقصد کی صورت کو میں نے باندھا۔ اور اپنے نفس میں باگ
موڑی۔ اور اپنی حس میں گھومنے لگا۔ اور ہیولیٰ کی امانتوں کو میں نے اُٹھایا۔ اور اس حضرت کا اپنے آپ
حکم لگایا۔ جس کا پہلے وصف ہو چکا ہے۔ تو میں نے خود اپنے آپ کو تمام کا باپ اور بڑے اور چھوٹے شیر خوار
ماں پایا۔ یہ تو حضرت اور امانت ہے۔ اور محتد۔ مکان اور مرتبہ کی بابت جان۔ کہ میں جب عین مشہود تھا۔ تو غیب
میں میرے لئے ایک حکم موجود تھا۔ جب میں نے اس مضبوط حکم کو پہچاننا چاہا۔ اور امر محکوم کی جانب میں اس کے
مشاہدہ کی خواہش کی۔ تو میں نے اتنے سال اس اسم سے خدا تعالےٰ کی عبادت کی۔ اور میں نیند و بیداری کے
درمیان تھا۔ پھر حق سبحانہ و تعالےٰ نے مجھے جگایا۔ اور اپنے اسم کی قسم و سوگند دلا کر کہا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا
وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا۔ بیشک وہ شخص فلاح اور کامیابی کو پہنچ گیا۔ جس نے نفس کو پاک کر لیا۔ او
شخص زیان کار اور ناکام رہا۔ جس نے اس کو خاک آلود کیا۔ پھر جب قسمت حاضر ہوئی۔ اور میں نے اس
کا اندازہ کیا۔ جو مجھے اسم نے عطا کی۔ اسم سے میری مراد اس کا اسم ہے۔ یعنی روح کا۔ حقیقت محمدیہ نے
مجھ کو حضرتِ رسولیت کی زبان سے پاک کیا۔ پھر حقیقت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بزبان رسالت کہ
کہ اللہ نے آدمؑ کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اور آدمؑ میرے مظاہر میں سے
صرف ایک مظہر کی حیثیت رکھتا تھا۔ اور میرے ظاہر پر وہ خلیفہ قائم کیا گیا ہے۔ پھر میں نے معلوم کیا کہ حق
نے بندوں میں سے مجھے مراد اور مقصود بنایا ہے۔ پھر ناگہاں ایک مقام عظیم سے یہ جلیل القدر خطاب سنا
دیا۔ کہ تو وہ قطب ہے۔ جس پر افلاکِ جمال گھومتے ہیں۔ اور وہ آفتاب ہے۔ جس کی ضوء سے بدر کمال مدد لیتا
ہیں۔ تو وہ ہے۔ جس کے لئے ہم نے انموذج کو قائم کیا۔ اور زرفوتج محکم کیا۔ وہ چیز جس کا زرفوتج سے کنا
لیا گیا ہے۔ ہند و سلمیٰ ہے (نام عورتوں کے ہیں) یا اس سے اس بات کی طرف اشارہ لیا جاتا ہے۔ کہ وہ عزت
اسماء ہے۔ پس اے روشن اور پاکیزہ اوصاف والے یہ سب کچھ تو ہی ہے۔ نہ جمال تجھے دہشت میں ڈا
اور نہ جلال تجھے لرزائے۔ اور نہ پورے کمال کو تو دور سمجھ۔ تو نقطہ ہے۔ اور وہ دائرہ ہے۔ تو پہننے والا ہے۔
وہ لباس فاخرہ ہے۔ یہ جو مذکور ہوا۔ روح کا قول تھا۔ پھر میں نے کہا۔ اے سید کبیر اور روئے علام خبیر
تجھ سے تائید اور عصمت کا سوال کرتا ہوں۔ مجھے حکمت کے موتیوں اور رحمت کے دریا سے خبر دے۔ جن کا صدف
تو نے میرے غیر کو بنایا۔ اور جن کو تو نے میرے سوا میرے پانی سے جنایا۔ اور میرا طائر میرے غیر کے نام سے
کیوں نامزد ہوا۔ اور سر سے اس امر کو کیوں چھپایا گیا۔ پھر جب اپنی تیز کار دکیلئے اس نے جنگ کو معلوم نہ کیا۔ تو

Marfat.com

جان لے۔ کہ حق تعالے نے اس بات کا ارادہ کیا۔ کہ اس کے اسماء وصفات کی تجلی ہو۔ تاکہ خلقت اسکی ذات کو پہچانے۔ پھر ان کو مختلف مظاہر اور ذوی تحیز بواطن میں ظاہر کیا۔ اور وہ موجودات ذاتیہ ہے۔ جو مراتب میں منتجلی ہے۔ اور اگر میں اس امر کو آزاد کردوں۔ درانحالیکہ اس کو ایک طرح سے روکے بھی رکھوں (ولو اطلق الامر کفاحا کے یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں۔ کہ اگر میں اس امر کو بہت آزاد کردوں) اور اس بندہ کو رہا دوں۔ ایک طرح کا رہا کرنا۔ تو تو رتبوں سے بے خبر ہوجائے۔ اضافات اور نسبتوں کو گم کردے۔ اس لئے انسان جب اپنے غیر کو شاہد بناتا ہے۔ تو پوری بھلائی حاصل کرتا ہے۔ اور اس پر اتباع سہل ہوجاتا ہے۔ اور بقدر استطاعت اس اتباع میں فائدہ پاتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو کتاب مبین اور خطاب متین دیکر بھیجا۔ کہ وہ اس کی صفات علیا واسماء حسنی کی ترجمانی کریں۔

وہ جان لے۔ کہ اس کی ذات ادراک سے بالاتر ہے۔ کہ اس کا غیر اس کو شناخت نہیں کرسکتا۔ اور اس میں کوئی شرک کی بات نہیں۔ اور اسی لئے ہمارے دردمند سید علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم کو فرمایا۔ کہ تخلقوا باخلاق اللہ۔ کہ الہی اخلاق کو حاصل کرو۔ تاکہ وہ اسرار جو انسانی ہیکل میں ودیعت رکھے گئے ہیں۔ ظاہر ہوجائیں۔ اور اس سے عزت ربانی کا علو ظاہر ہو۔ اور مرتبۂ رحمانیت کا حق معلوم کیا جائے۔ اور حصر واختصاص اس کی معرفت کی کوئی راہ نہیں۔ جبکہ وہ خود اپنی طرف سے کہہ رہا ہے۔ وما قدروا اللہ حق قدرہ۔ ہے۔ در حکمت و بحر رحمت اور صدف کا تیرے سوا ہونا۔ اور میں نے اس بحر کے موتی نہیں دیکھے۔ مگر تیرے پانی سے۔ پھر وہ چھلکا ہے۔ مغزوں پر۔ تاکہ کوئی نااہل حکمت وفصل خطاب یعنی شرح بیان کی طرف ترقی نہ پائے۔ بیشک ام الکتاب میں یہی بات ہے۔ اور تیرے طائر کا تیرے غیر کے نام سے موسوم ہونا اس لئے ہے۔ کہ تو بھلائی کو پورے طور پر حاصل کرسکے۔ اور کتمان امر یعنی اس امر کا چھپانا اس لئے ہے۔ کہ اس بحر میں کسی کو غوطہ لگانے کی طاقت نہیں ہے۔ اس لئے کہ عقول ادراک سے قاصر ہیں۔ ان کو اپنی قید سے رہائی اور خلاصی نہیں ہے۔ اور یہ سب جو مذکور ہوا۔ عبادتوں کے چھلکے اور اشارتوں کی تعبیریں ہیں۔ ہم نے ان کو چہرہ کا نقاب بنایا ہے۔ تاکہ وہ اس حجاب سے نااہلوں سے پوشیدہ رہیں۔ پس اگر تم کو کتاب کی تجہ میں لیاقت ہے۔ تو اس کو سمجھ۔ پھر وہ وجوہ جو ظواہر میں ظاہر ہوئے۔ یہ وہی کنواریاں ہیں۔ جو بواطن میں پوشیدہ ہیں۔ اور ظواہر ان وجود پر پردے ہیں۔ اور اس ادنمے اور الٹے امر کا پوشیدہ رہنا ایسی چیز ہے۔ جس میں فکریں حیران ہیں۔ کہا راوی نے۔ کہ پھر میں برابر اس چیز کو پیتا رہا۔ ... جام نے مجھ کو پلایا۔ اور باوجود سیراب ہونے کے جیسا کہ تھا۔ ویسا ہی پیاسا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ آفتاب چمکا۔ اور روز روشن کی طرح اسم کی فجر روشن ہوئی۔ ناگاہ ایک قمری پیدا ہوئی۔ جس نے اپنے گھونسلے پر الاپنا شروع کیا۔ اس نے حال کو بیان کیا۔ پھر اس فرشتہ کے وصف میں جس کا ذکر ہے۔ یہ شعر پڑھے ؎

Marfat.com

خود لها فی حسنها طلعات — الکل معنی الوصف وهی الذات
هی روح اشباح الجمال وانها — نفی ولکن بعدها الاثبات
هی صورة الحسن التی لوحتها — وکنیت عنها انها الهندات
وهی المعانی الباطنات حقیقة — عن حسنکم لکن لها ظهرات
کل العوالم تحت مرکز قطبها — هی جمعهم وهمو لها اشتات
کنیت بحق انها لحقیقة — خلق الالہ وانها لکلمات
نفقدت قدیما ثم احدثها الذی — یمضی ویفعل ما اقتفته الصفات
لکنها لما تعین ذاتها — ظهرت باحکام لها لهجات
نغدت وقد لبستها ثیاب جمالها — تزهو بحسن دونه الحسنات
وتقول ان وجودها لامسبق — بالانعدام ولا لها لحقات
واتت تشاهد وصفها بکمالها — عیناً وحق الذات تحقیقات

ترجمہ۔ نوجوان نیک خلقت۔ نازک اندام عورتیں ہیں۔ کہ اپنے حسن میں چمکتی ہیں۔ یہ کل وصف کے معنی ہیں یعنی یہ سب اوصاف ہیں۔ اور وہ ذات ہے۔ وہ جمال کے جسموں کی روح ہے۔ وہ نفی ہے۔ لیکن اس کے بعد اثبات ہے۔ وہ اس حسن کی صورت ہے۔ جس کو میں نے ظاہر کیا۔ اور جس سے یہ کنایہ کیا ہے۔ کہ وہ ہندات ہیں وہ تمہارے حسن سے حقیقت میں باطنی معنی ہیں۔ لیکن ان کے ظہورات ہیں۔ تمام عوالم اس کے قطب کے مرکز کی تحت میں ہیں۔ وہ ان سب کا مجموعہ ہے۔ اور وہ اس کے متفرقات ہیں۔ حق سے میں نے کنایہ یہ ہے۔ کہ وہ حقیقت بیشک خلقِ خدا کلمات ہیں۔ میں نے قدیم کو مفقود پایا۔ پھر میں اس چیز کو جو گذر جاتی ہے۔ حادث کر دیتا ہوں۔ حادث معنی نو پیدا اور کرتا ہے۔ وہ اس چیز کو جس کا صفات تقاضا کرتی ہیں۔ لیکن جب اس کی ذات متعین ہو گئی۔ تو ایسے احکام کے ساتھ ظاہر ہوئی۔ جس کے لئے لہجے ہیں۔ پھر میں نے صبح کی۔ در انحالیکہ میں نے ان کو پہنا۔ یعنی اس کے جمال کے کپڑوں کو۔ کہ وہ حسن میں خوب معلوم ہوتے تھے۔ اور وہ کہ حسن اس سے کم تر ہیں۔ تیرا قول ہے۔ کہ اس کا وجود مسبوق بالعدم نہیں۔ اور نہ اس کے لئے لاحقات ہیں۔ حالانکہ اس ذات نے ظہور کیا ہے۔ تاکہ کمال کے ساتھ اپنے وصف کو عینی طور پر مشاہدہ کرے۔ اور ذات کا حق تحقیقات ہیں۔

Marfat.com

باونٔ باب

قلب کے بیان میں

القلب عرش الله ذو الامکان | هو بیتہ المعمور فی الانسان
فیہ ظهور الحق فیہ لنفسه | وعلیه حقا مستوی الرحمٰن
خلق الالٰہ القلب مرکز سرہ | ومحیط دور الکون والاعیان
فهو المعبر عنه فی تحقیقهم | بالمنظر الاعلی ومجلی الاٰن
والطور فیه مع الکتاب وبحرہ | والرق والسقف الرفیع الشان
وهو الذی ضرب الالٰہ بنورہ | مثلا بہ فی محکم القرآن
بالزیت والمصباح مع مشکاته | وزجاجة المتکوکب اللمعان
وهو المقلب والمقلب والذی | یعلو فیه نور رفعة وتدان
منه الظلام له ومنه نورہ | وبه ینیر علیه فی الاکوان
والیه جاء رسوله منه لکی | ینال منه مقامه الربان
ملکا بطاعته ورتبا بالعلی | ولقبحه تحقیقة الشیطان
رمز وکل الناس فیه حائر | مابین ذی ربح وذی خسران
ما مخزن الاسرار الا درة | هی بحرها مثلا فی التبیان
بیت له باب عظیم ختمه | لکنه للباب مصراعان
یقضیك مصراع الی اعلی العلا | والی الجحیم نسوف یدنی الثانی
والباب ان نضیت یوما ختمه | ونحته من غیر ما کسران
یهنیك بلغت المنی بکماله | ونزلت ثم بساحة الرحمٰن
لکن اذا کسرته تالی الحمی | وتقیم فیه مکانة السلطان
هذا مثال القلب فاعلم سرہ | ولسوف اظهر علی کتمان
والبیت سر القلب اما بابه | فاسم الالٰه ووصفه السبحانی

Marfat.com

والختم فهو الذات قدس ذاته ۔۔۔ والفض علم الحق بالایمان
والفتح فهو شهود عين يقينه ۔۔۔ فيها حويت بمقلة وعيان
وبلوغك الاسباب منه تحقق ۔۔۔ بجوارح وانت لها الثقلان
ثم التهني بالتعالی انه ۔۔۔ هو ساحة الرحمن فی الانسان
والكنز فاعلم علم ذالك دركه ۔۔۔ بعد الوجود لنكتة الديان
حتى اذا لم تحترم مقداره ۔۔۔ سقط العزيز وذاك ذل هوان
من لم يعظم مشعرا لتحقيق لم ۔۔۔ يخلص من التكوين بين كيان
فوصول سرك للحمى هو ذاته ۔۔۔ لكن بلا حسن ولا احسان
ولقد يرجى للذی هو هكذا ۔۔۔ من نفحة تاتی بريح البان
هذا ومصراعاه واحده الرضا ۔۔۔ وهو الذی يفضی الی رضوان
والاخر الغضب الشديد ووسعه ۔۔۔ وهو المجال الرحب للطغيان
فعلامة المرضی طاعة ربه ۔۔۔ وعلامة المغضوب فی العصيان
وعلامة المنهی يفعل ما يشاء ۔۔۔ وعلامة المكسور فی العرفان
هذا العروسة زفها لخاطری ۔۔۔ فی القلب فوق منصة الميدان
فانظر الی الحسناء فيك بعينها ۔۔۔ تجلی عليك لديك كل معان

ترجمہ۔ قلب اللہ یا اقتدار کا عرش ہے۔ اس کی ہویت انسان میں معمور ہے۔ یعنی تمام وجود انسان میں وہ سرایت کئے ہوئے ہے۔ اس میں حق کا ظہور ہے۔ جس میں اس کی منفعت بھی ہے۔ اور مضرت بھی۔ بالتحقیق وہ رحمن کی قیام گاہ ہے۔ اللہ نے قلب کو اپنے سر کا مرکز بنایا ہے۔ اور تمام کون و اعیان کے دائروں کا وہ محیط ہے۔ وہ صوفیۂ کرام کی تحقیق میں منظر اعلیٰ اور مجلیٰ الآن سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ طور۔ کتاب مسطور۔ بحر مسجور۔ رق منشور۔ سقف مرفوع۔ یہ سب چیزیں اسی میں ہیں۔ اور یہ وہی چیز ہے۔ جس کی اپنے محکم قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے مثل بیان کی ہے۔ جو سورۂ نور میں مذکور ہے۔ جس میں زیت۔ مصباح یعنی چراغ۔ طاق۔ قندیل کا جو مثل کوکب درخشاں ہے۔ ذکر آتا ہے۔ اور وہ پلٹانے والا ہے۔ اور وہ چیز بھی ہے۔ جسے پلٹایا جاتا ہے۔ بلند ہوتا ہے۔ پھر پست بھی ہوتا ہے۔ رفعت اور دنو و پستی کے دونوں طور اس میں ہیں۔ اسی سے اس کی ظلمت اور اسی سے اس کا نور ہے۔ اسی سے اسی پر اکوان میں ہر چیز روشن ہے۔ اس کا سوال اسی سے اسی کی طرف اور اسی کے لئے آیا۔ تاکہ اس سے ربانی منزلت حاصل کرے۔ وہ اپنی اطاعت سے فرشتہ ہے۔ اور بلندی میں رب ہے۔ اور اپنی برائی میں شیطان کی حقیقت ہے۔ وہ رمز ہے۔ تمام انسان اس میں حیران ہیں اور وہ نفع اور نقصان والے کے درمیان میں ہے۔ کوئی مخزن اسرار نہیں ہے۔ مگر ایک سوتی۔ کہ وہ صفت و بیان میں اس کا دریا ہے۔ گھرے

Marfat.com

کہ اس کے لئے ایک دروازہ ہے۔ جس پر ایک بڑی مہر لگی ہوئی ہے۔ لیکن اس دروازہ کے دو کواڑ ہیں۔ ایک کواڑ تجھ کو بلندی کی طرف لے جاتا ہے۔ دوسرا دوزخ کے قریب کر دیتا ہے۔ دروازہ کی یہ شان ہے۔ کہ اگر تو کسی دن اس کی مہر کو توڑے۔ تو بدوں توڑے تو اس کو کھول دیگا وہ تجھے امید و آرزو کی بولی میں اپنے کمال کی بشارت دیتا ہے۔ اور تو رحمٰن کے میدان میں اتر آتا ہے۔ لیکن جب تو اس کو توڑتا ہے۔ تو سبزہ زار میں داخل ہوتا ہے۔ اور سلطانی مرتبہ سے اس میں قیام کرتا ہے۔ یہ مذکورہ صفت قلب کی ہے۔ پھر تو اس کے سر اور راز کو بھی جان عنقریب باوجود کتمان کے میں اسے ظاہر کروں گا۔ گھر تو قلب کا ستر ہے۔ اور اس کا دروازہ اللہ کا اسم ہے۔ اور اس کا وصف سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ ہے۔ اور مہر سو وہ ذات ہے۔ کہ پاک و مقدس ہے۔ (لفظوں کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ مہر ذات ہے۔ خدا اس ذات کو مقدس کرے) اور اس کا توڑنا ایمان کے ساتھ حق کو جاننا ہے۔ اور کھولنے سے مراد اس کی یقین کی آنکھ سے دیکھنا ہے۔ اس چیز میں جو گوشہ چشم اور شہود و عیان میں لپٹی ہوئی ہے۔ اور اسباب کو تیرا پہنچنا یہ ہے۔ کہ تو جوارح میں بھی اسی کی حقیقت سے متحقق ہو۔ ایسے طور پر کہ ثقلین یعنی جن و انس ان کے تابع ہو جائیں۔ پھر بلندی کی مبارک یہ ہے۔ کہ وہ انسان میں رحمٰن کا میدان ہے۔ اور کنز کی بابت جان۔ کہ اس کا علم وجود کے بعد اس کی دریافت ہے۔ اس نکتہ کی وجہ سے جو دیان یعنی حاکم و جزا دہندہ میں ہے۔ حتے کہ جب تو اسکی قدر و منزلت نہیں کریگا۔ تو وہ عزیز نہیں رہیگا۔ اور یہ نہایت درجہ کی ذلت ہے۔ جس شخص نے حرم تحقیق کی تعظیم نہیں کی۔ وہ کیان یعنی صاحب کون و تکوین کی تکوین سے نہیں چھوٹا۔ پھر تیرے سر کا سبزہ زار میں پہنچنا سو وہ اسکی ذات ہے۔ لیکن بغیر حسن اور بغیر احسان کے ہے۔ اور اس شخص کے واسطے امید کی جاتی ہے۔ جس میں درخت بان کی سی خوشبو آتی ہے (اس کے معنی یوں بھی ہوسکتے ہیں۔ کہ البتہ اس شخص کے لئے امید کی جاتی ہے۔ جو اس خوشبو سے ویسا ہی بن گیا ہے۔ جو شہر ابان سے آتی ہے) یہ ہے وہ راز اور اس کے دونوں کواڑ سو ان میں سے ایک تو رضا ہے۔ جو رضوان تک پہنچاتا ہے۔ اور دوسرا غضب شدید اور اس کی وسعت ہے۔ اور وہ سرکشی کے لئے ایک کشادہ جولانگاہ ہے۔ پھر اس شخص کی علامت جس پر وہ راضی ہے۔ اپنے رب کی اطاعت ہے۔ اور مغضوب کی علامت سرکشی میں لگا رہنا ہے۔ اور اس شخص کی علامت جس کو مبارک دی جاتی ہے۔ یہ ہے۔ کہ وہ کرتا ہے۔ جو چاہتا ہے۔ اور لوٹے ہوئے کی علامت یہ ہے۔ کہ وہ عرفان میں ہے۔ یہ ایک دلہن ہے۔ جس لئے میری خاطر نے جلوہ قلب میں ڈالکر تیری طرف بھیجا ہے۔ یہ تجلی قلب لکڑیوں کی ڈولی میں ہے۔ پھر تو بعینہا اپنے آپ میں اس خوب صورت دلہن کو دیکھ۔ کہ ہر معنی تیرے پاس بھید کھلی ہیں۔

جاننا چاہیئے۔ خدا تجھے توفیق دے۔ کہ اگر تو کہنا چاہتا ہے۔ تو کہدے کہ وہ یعنی قلب نور ازلی ہے۔ اور بھید بڑی شان والا ہے۔ جو عین موجودات میں نازل کیا گیا ہے۔ تاکہ اس سے اللہ تعالےٰ انسان کی طرف دیکھے۔ اپنی کتاب میں اسے روح اللہ سے تعبیر فرمایا ہے۔ جو روح آدم میں پھونکا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ۔ اور یہ نور قلب کے نام سے چند معنوں کی وجہ سے موسوم

Marfat.com

ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہیں کہ وہ مخلوقات کا مغز ہے۔ اور کیا اعلیٰ اور کیا ادنیٰ تمام موجودات کا خلاصہ ہے اس نام سے اس لئے موسوم ہوا۔ کہ کسی شے کا قلب اس شے کے خلاصہ کو کہتے ہیں۔ اور ایک ان میں سے یہ معنی ہیں۔ کہ وہ لوٹ پوٹ کو جلد قبول کرتا ہے۔ اور یہ اس لئے ہے۔ کہ وہ ایک نقطہ ہے۔ جس پر اسماء و صفات کا محیط دائرہ ہے۔ جب وہ بشرط مواجہہ کسی اسم یا صفت کے مقابل ہوتا ہے۔ تو اُس وصفت کا حکم اس میں منقش ہوجاتا ہے۔ اور میرا قول بشرط مواجہہ ایک قسم کی قید لگاتا ہے۔ اس لئے کہ قلب ہمیشہ جمیع اسماء و صفات کے لئے ذات سے مقابل رہتا ہے۔ لیکن توجہ میں اس کا مقابل ہونا ایک دوسری شے ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ قلب اپنے نفس میں اس شے کا اثر لینے کے لئے متوجہ ہو۔ پھر وہ اثر اس میں منقش ہوجائے۔ اور اس پر اس اسم کا حکم ہو۔ اگرچہ جمیع اسماء اس پر حاکم ہیں۔ پر وہ اس وقت اس اسم کے بادشاہ کی تحت میں یا دوسرے اسماء حاکمہ کی تحت میں ان کے حکم میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ پھر یہ وقت اس اسم کا وقت ہوتا ہے۔ اور قلب میں اپنے مقتضاء کے موافق تصرف کرتا ہے۔

پھر اس کے بعد جاننا چاہیئے۔ کہ قلب کا رخ ہمیشہ نور فواد کی طرف رہتا ہے۔ جس کا نام ھمہ ہے۔ وہ قلب کا محل نظر ہے۔ اور اس کی طرف اس کی توجہ کی جہت ہے۔ پس جب کوئی اسم یا صفت ھمہ کے مقابل کی جہت سے اس کے مقابل ہوتی ہے۔ تو قلب اس کی طرف نظر کرتا ہے۔ پس اس کے حکم سے اُس میں منطبع ہوجاتی ہے۔ پھر زائل ہوجاتی ہے۔ پس دوسرا اسم آجاتا ہے۔ اور وہ اسم یا اس کی جنس سے ہوتا ہے یا غیر جنس سے۔ پس اس کے ساتھ وہی ہوتا ہے۔ کہ جو پہلے اسم کے ساتھ ہوا ہے۔ اور اسی طرح ہمیشہ رہتا ہے۔ اور جو چیز کہ قلب کے پیچھے سے آتی ہے۔ تو اس میں منطبع نہیں ہوتی۔ کیفیت مذکور کو اس دائرہ میں سمجھ۔

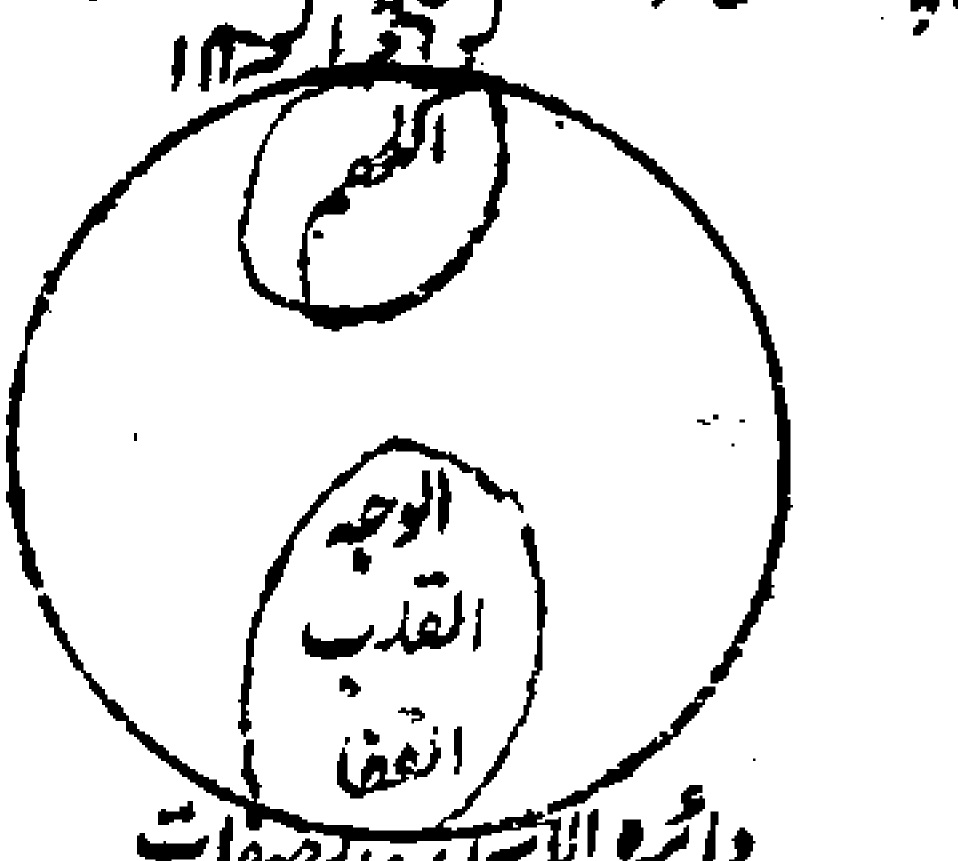

دائرۃ الاسماء والصفات

جاننا چاہیئے۔ کہ ھمہ کے لئے قلب میں کوئی جہت مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ کبھی تو فوق کی طرف ہوتا ہے۔ اور کبھی تحت کی طرف۔ اور کبھی داہنی طرف سے اور کبھی شمال کی طرف سے صاحب قلب کے قدم کے موافق ہوتا ہے۔ کیونکہ بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں۔ جن کا ھمہ ہمیشہ فوق کی طرف ہوتا ہے۔ مثل عارفین کے اور بعض کا ہمیشہ تحت کی طرف ہوتا ہے۔ جیسا کہ بعض اہل دنیا اور بعض کا ہمیشہ داہنی طرف ہوتا ہے جیسا کہ بعض عابد اور بعض کا ہمیشہ بائیں جانب ہوتا ہے۔ اور وہ نفس کی جگہ ہے۔ اس لئے کہ اس کا محل بائیں پسلی میں ہے۔ اکثر اہل باطل کا ھمہ ان کا نفس ہی ہوتا ہے۔ اور محققین کے لئے کوئی ھمہ نہیں ہے کیونکہ ان کے

Marfat.com

لوں میں کوئی ایسی جگہ نہیں۔ جو تفل کے نام سے موسوم ہو۔ بلکہ وہ بالکلیہ جمیع اسماء و صفات کے مقابل رہتے ہیں اور کسی دوسرے اسم کو چھوڑ کر ان کا وقت کسی ایک اسم کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ وہ اہل اللہ ہیں کہ حق کے ساتھ ذات کے ساتھ ہیں۔ نہ کہ اسماء و صفات کے ساتھ۔ فافہم۔

مترجم عرض کرتا ہے۔ کہ مصنف علیہ الرحمۃ نے نفس بہیمی کا مقام بائیں پسلی کو قرار دیا ہے۔ اور عقل، شرع اور محققین کے اقوال سے میرے نزدیک یہ امر محقق ہو چکا ہے کہ نفس بہیمی کا محل جگر ہے جو دائیں پہلو میں ہے۔ مصنف کے قول کی یہ تاویل ہو سکتی ہے۔ کہ قلب کے دو رخ ہیں۔ ایک نفس بہیمی کی طرف دوسرا نفس ملکی کی طرف۔ قلب جب نفس بہیمی کی خواہشات میں ڈوب جاتا ہے۔ تو اسوقت وہ نفس بہیمی کے حکم میں ہوتا ہے۔ اور چونکہ قلب بائیں پسلی میں ہے اسلئے مصنف علیہ الرحمۃ کا یہ قول کہ نفس بہیمی بائیں پسلی میں ہے اس جہت سے صحیح ثابت ہو گیا۔

اور بعض ان معانی میں سے جن کی وجہ سے قلب قلب کے نام سے موسوم ہے۔ یہ ہیں۔ کہ وہ اس اعتبار سے کہ اسماء و صفات اس کے لئے مثل قوالب کے ہیں تاکہ اس کا نور ان میں پڑے۔ اس تفریغ یعنی نور کے گرانے کی وجہ سے کبھی وہ قلب کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔ اور یہ ان کے اس قول سے ماخوذ ہے قلبت الفضۃ فی القالب قلبا یعنے میں نے قالب میں چاندی کو ڈالا یا اور پلٹا یا۔ اور یہ مصدر کو اسم مفعول کی جگہ رکھنا ہے یعنی مصدر بمعنی اسم مفعول کے ہے۔ اور ایک یہ معنی بھی ہیں۔ کہ وہ مقلوب المحدثات ہے یعنی اشیاء حادثہ کا عکس ہے اس جہت سے کہ اس کا نور تیم الحق ہے۔ اور زیادہ ان میں سے یہ معنی ہیں۔ کہ وہ اپنے اصلی الہی محل کی طرف جس سے اس کی ابتدا ہوئی۔ لوٹتا ہے۔ ملاحظہ ہو ارشاد باری۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ یہاں قلب کے معنی انقلاب الی الحق کے ہیں۔ اور وہ اس قریب کے کنارے سے کہ ظاہر [illegible] کنارے کی طرف کہ وہ حقائق اور باطنی امور ہیں۔ ہمت کے رخ کو پھیرنا ہے۔ اور ایک یہ معنی بھی ہیں۔ کہ وہ مخلوق تھا۔ پھر خدا نے اسے حق میں پلٹ دیا۔ یعنی وہ مشہد خلقی رکھتا تھا۔ پھر مشہد حقی کی طرف [illegible] ہو گیا۔ ورنہ خلق کی کیا مجال ہے۔ کہ وہ حق ہو جائے۔ اس لئے کہ حق حق ہے۔ اور خلق خلق۔ اور حقائق تبدیل نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ قلب حقائق محال ہے۔ لیکن جس کی اصل کوئی شے ہوتی ہے۔ وہ اپنے اصل [illegible] لوٹ جاتی ہے۔ قال اللہ تعالے وَاِلَیْهِ تُقْلَبُوْنَ اور اسی کی طرف تم پلٹائے جاؤ گے۔ اور ایک معنی [illegible] کہ وہ یعنی قلب امور کو جیسا چاہتا ہے۔ الٹتا پلٹتا رہتا ہے۔ اس لئے کہ قلب [illegible] ہے جس پر خدا نے اس کو پیدا کیا ہے۔ تو اس کے واسطے تمام امور اس کی مرضی سے [illegible] بنتے ہیں۔ اور جیسا چاہتا ہے۔ وہ ویسے ہی وہ تصرف کرتا ہے۔ [illegible] لیکن اور وہ اللہ تعالے کا قول ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ یعنی [illegible] کا نہایت خوب اور عمدہ قوام بنایا ہے۔ یعنی نہایت اعتدال [illegible] بے۔ مترجم لیکن چونکہ وہ بحکم عادت و امتد شہوات طبیعت [illegible] ہو گیا ہے۔ [illegible]

Marfat.com

جو اس پر غالب ہے۔ اس لئے کہ وہ مثل سفید کپڑے کے ہے۔ اول وہ چیز جو اس پر واقع ہوتی ہے۔ اس میں منطبع ہو جاتی ہے۔ اور اول وہ چیز جس کو طفل ادراک کرتا ہے۔ وہ اہل دنیا کے ظاہر حال ہیں۔ پھر ان کے متفرقات عادات و طبائع کی طرف ان کا تنزل و انحطاط اس میں منطبع ہو جاتا ہے۔ اور وہ ان جیسا ہو جاتا ہے اور وہ قول اللہ تعالٰے کا ہے ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ۔ پھر ہم نے پست ترین مقام میں اُسے گرا دیا۔ پھر اگر وہ اہل سعادت الہیہ سے ہوتا ہے۔ اور اس کے بعد حق تعالٰے سے ان امور کو سمجھتا ہے۔ جو مدارج قرب و مراتب علیا کا تقاضا کرتے ہیں۔ تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔ یعنی بشری اکتسابات کی چرکوں اور آلودگیوں سے صاف اور متطہر ہو جاتا ہے۔ اور بمنزلہ اس شخص کے ہو جاتا ہے۔ جو اپنے کپڑے سے اس میل کو دھو ڈالتا ہے۔ جو اس میں جم جاتی ہے۔ اس کے قلب کا تزکیہ بقدر امکان و تمکن طبائع کے ہوتا ہے پھر اگر وہ ان لوگوں میں سے ہوتا ہے۔ جن میں بشری اور عادی امور پورے طور پر متمکن نہیں ہوتے۔ تو ادنے التفات سے اس کا تزکیہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ بمنزلہ اس شخص کے ہے۔ جس کے کپڑے میں نقش کا رنگ قائم نہیں ہوتا۔ پانی سے اس کو دھوتے ہی وہ اپنے اصلی رنگ پر لوٹ آتا ہے۔ اور دوسرا وہ شخص جس میں عادی اور نفسانی خوب طور پر جم گئے ہیں۔ بمنزلہ اس شخص کے ہے جس کے کپڑے میں نقوش پورے طور پر غلبہ و استیلا پا چکے ہیں۔ پھر وہ اگر میں پکانے اور چند مرتبہ کے بغیر پاک اور صاف نہیں ہو سکتا۔ اور وہ آگے ورچونہ مجاہدہ شاقہ و مخالفات شدیدہ کی راہ اختیار کرتا ہے۔ پھر جتنے قدر قوت سلوک اور نفس کی دائمی مخالفت کے صفائی اور پاکیزگی اس کو حاصل ہوتی ہے۔ اور اس میں اس کا ضعف ضعف عزائم یعنی قصدوں اور عزیمتوں کے ضعف کے موافق ہوتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو خدا تعالٰے نے مستثنےٰ فرما کر یہ ارشاد فرمایا ہے اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یعنی اعمال صالحہ سے اُن اسرار الٰہیہ کو حاصل کرتے ہیں۔ جو ہم نے اُن میں ودیعت رکھے ہیں۔ اور جن پر کتب منزلہ سماوی میں ہم نے ان کو آگاہ کیا ہے۔ اور یہ ہمارے اور ہمارے رسولوں کے ساتھ ان کے ایمان کی حقیقت ہے۔ اور کتنا توحید پر ان کا وقوع ہے۔ پھر وہ ایمان لائے۔ اور نہایت اچھے اعتقاد اور دوام مراقبہ وغیرہ سے اُن اعمال قلبیہ کو عمل میں لائے۔ جو حضور مع اللہ کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اور اعمال جسمانی مثل فرائض، سلوک، عدم مخالفت کی بجا آوری کی یہی معنی ہیں اللہ تعالٰے کے اس قول کے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ یعنی انہوں نے اس چیز کو پایا جو ان کے لئے تھی۔ اور یہ امر اس کے لئے ویسی نہیں ہے۔ جس سے وہ خدا کا ممنون بنے۔ بلکہ یہ اُس چیز پر از کا مظفر اور کامیاب ہوتا ہے۔ جس کا اُن کے حقائق تقاضا کرتے ہیں۔ جن پر وہ اصل فطرت میں مخلوق و مجبول ہیں۔ پس جو کچھ انہوں نے پایا وہ ان کا ذاتی استحقاق تھا۔ اگرچہ فی الحقیقت وہ تمام جود الٰہی کے خزانوں سے ہے۔ کیونکہ تجلیات ذاتیہ اسی بخشائش میں داخل نہیں ہوتیں۔ بلکہ وہ امور استحقاقیہ الیہ ہیں اپنی مستحقوں کی طرف پہنچا۔ ان قول میں ہمارے شیخ شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰے عنہ نے

اشارہ فرمایا ہے۔

ماذلت ارتع فی میادین الرضا حتی بلغت مکانۃ لا توھب

میں ہمیشہ رضا کے میدانوں میں چرتا رہا حتے کہ ایسے مقام پر پہنچا جو بخشائش میں داخل نہیں ہے۔

اور ایک ان معنوں سے بھی قلب کو قلب کہا جاتا ہے کہ وہ حقائق وجود کے لئے مثل آئینہ کے ہے جو چہرہ کے لئے ہوتا ہے۔ پھر وہ اس کا عکس ہے یعنی عالم جس کا عکس دل میں پڑتا ہے۔ چونکہ وہ ہر دم تغیر کو قبول کرتا رہتا ہے۔ اس لئے دل بھی اس کی مانند دم بدم متغیر ہوتا رہتا ہے۔ اور اس انطباع کا نام قلب یعنی عکس اس لئے رکھا گیا ہے۔ کہ جب کوئی شے آئینہ کے مقابل ہوتی ہے۔ تو اس میں وہ الٹی ظاہر ہوتی ہے۔ نہ کہ وہ بعینہ جس طرح کہ ہے۔ پھر اگر مثلاً کوئی لکھی ہوئی چیز داہنی جانب سے بائیں جانب کی طرف ہے۔ تو وہ اس میں بائیں جانب سے دائیں جانب کو منطبع ہوگی۔ حتی کہ اگر آئینہ کسی صورت کے مقابل ہو۔ تو صورت کی داہنی جانب آئینہ کی بائیں جانب کے مقابل ہوگی۔ اس میں کبھی اختلاف نہیں ہوتا۔ اسی لئے قلب کا نام قلب رکھا گیا ہے۔ اور میرے نزدیک یہ بات ہے۔ کہ عالم میں قلب کا آئینہ ہے۔ قلب صورت و اصل ہے اور عالم فرع و آئینہ۔ اس تقدیر پر بھی اس کا نام قلب صحیح ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ صورت اور آئینہ میں سے ہر ایک ایک دوسرے کا عکس ہے۔ فافہم۔ ہمارے پاس اس بات کی دلیل کہ قلب اصل ہے اور عالم اس کی فرع ہے۔ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری سمائی نہ آسمان میں ہے اور نہ زمین میں مگر میرے مومن بندہ کا دل وہ اس قدر وسعت رکھتا ہے۔ کہ میں اس میں سما سکوں۔ اگر عالم اصل ہوتا۔ تو وہ قلب کی نسبت وسعت میں اولی ہوتا۔ پس ثابت ہوا۔ کہ قلب اصل ہے۔ اور عالم فرع۔

پھر اس کے بعد معلوم کرنا چاہئے۔ کہ یہ وسعت تین قسم کی ہے۔ اور یہ تینوں قسمیں قلب کے مناسب ہیں۔ پہلی قسم وسعت علمی ہے۔ اور وہ معرفت الٰہی ہے۔ پس وجود میں کوئی ایسی شے نہیں۔ جو آثار حق کا ادراک کرے اور حق کو شناخت کرے۔ جیسا کہ اس کی شناخت کا حق ہے۔ مگر ایک قلب ہے۔ جو یہ کام کر سکتا ہے۔ اس کے سوا جو چیز ہے۔ وہ صرف ایک ہی [illegible] قلب کے [illegible] کوئی چیز [illegible] الوجود اللہ کو شناخت کرے۔ پس یہ ایک [illegible] وہ مشاہدہ کی وسعت [illegible] ہے۔ جس سے قلب محاسن جمال الٰہی [illegible] ہے۔ اور اس کے اسماء و صفات [illegible] بعد اس کے کہ وہ اس کو مشاہدہ کرتا [illegible] قلب کے سوا [illegible] کوئی ایسی شے [illegible] ذوق حاصل کرے۔ اس لئے کہ جب وہ مثلاً موجودات سے [illegible] کا ادراک کرتا ہے۔ تو خدا کی [illegible] علم کے فلک میں وہ سیاحت کرتا ہے۔ اس کی لذت کو چکھتا [illegible] اللہ کے ہاں جو اس صفت کا مرتبہ ہے۔ اس کو جان لیتا ہے۔ پھر ایسا ہی صفات [illegible] جمیع [illegible] اوصاف و اسماء الٰہی میں اس لئے کہ وہ [illegible] وسعت رکھتا ہے۔ اور اس کو چکھتا ہے۔ جیسا کہ وہ مثلاً اپنے غیر کی معرفت و [illegible] کہ ان کے افعال [illegible]

Marfat.com

سیر کرکے چکھا کرتا ہے۔ یہ دوسری قسم کی وسعت ہے۔ جو عارفوں کے لئے ہے (قسم سوم) خلافت کی وسعت ہے۔ اور اس کے اسماء وصفات سے متحقق ہوتا ہے۔ حتےٰ کہ وہ اپنی ذات کو اس کی ذات دیکھتا ہے۔ اور حق کی ہویت عین بندہ کی ہویت اور اس کی انیت عین اس کی انیت ہو جاتی ہے۔ بندہ کا اسم حق کا اسم بندہ کی صفت حق کی صفت اور بندہ کی ذات اس کی ذات ہو جاتی ہے۔ پھر وہ وجود میں خلیفہ کرنے والے کے ملک میں خلیفہ کا سا تصرف کرتا ہے۔ اور یہ محققین کی وسعت ہے۔ اس مقام میں اس تحقق کی کیفیت کے متعلق چند نکتے ہیں۔ لیکن عارفوں میں سے کون ہے۔ جو اس کے ہر اسم کا محل ہو۔ اور جس کے لئے ہم یہ نکتے بیان کریں۔ پس اس پر اسی قدر تنبیہ کر دینی کافی ہے تاکہ یہ امر سر ربوبیت کے افشا تک نہ پہنچا دے اور اس وسعت کو کبھی وسعت استیفا بھی کہتے ہیں۔

جان۔ کہ خدا ہمیں اور تجھے توفیق بخشے۔ کہ پورے طور پر حق کا ادراک کبھی ممکن نہیں ہے۔ نہ قدیم کو نہ حدیث کو یعنی نہ قدیم پورے طور پر ادراک سے اس پر احاطہ کر سکتا ہے اور نہ حادث۔ قدیم تو اس طرح کہ اس کی ذات اس کی کسی صفت کی تحت میں داخل نہیں ہو سکتی۔ علم کو لو۔ کہ وہ اس پر احاطہ نہیں کر سکتا ورنہ وجود کل کا جز ہیں۔ اس سے لازم آتا ہے اور کل و جزو سے منزہ ہے۔ پس علم من کل الوجود اس کا احاطہ و استیفاء نہیں کر سکتا۔ بلکہ یہ کہا جاتا ہے۔ کہ حق سبحانہ وتعالےٰ اپنے نفس سے جاہل نہیں ہے۔ لیکن وہ اپنے آپ کو شناخت کرتا ہے۔ جیسا کہ اس کی شناخت کا حق ہے۔ اور یہ نہیں کہا جاتا۔ کہ اس کی ذات صفت علمیہ کے حیطۂ علمیہ میں داخل ہو گئی ہے۔ اور نہ صفت قدرت کی تحت میں۔ اس کی ذات اس سے بلند ہے۔ اور ایسا ہی مخلوق یعنی حادث بھی کسی طور سے اس پر احاطہ نہیں کر سکتا۔ بلکہ وہ بطریق اولی احاطہ نہیں کر سکتا۔ بلکہ وہ بطریق اولی احاطہ کرنے سے عاجز و قاصر ہے۔ لیکن یہ مذکورہ وسعت کمالی جس کی بابت ہم نے کہا ہے۔ کہ وہ وسعت استیفائی ہے۔ بجز اس کے نہیں۔ کہ وہ اس کمال کا استیفا ہے۔ جو مخلوق کو حق سے حاصل ہوتا ہے۔ نہ وہ کمال جس پر کہ خود حق ہے۔ اس لئے کہ اس کی کوئی نہایت نہیں۔ اور یہی اس کے قول کے معنی ہیں۔ کہ میرے بندہ مومن کا دل مجھے سما سکتا ہے۔ اور جب اللہ تعالےٰ نے جمیع عالم کو نور محمدی سے پیدا کیا ہے۔ تو وہ جگہ جہاں سے اسرافیل علیہ السلام کو خدا نے پیدا کیا ہے۔ قلب محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ چنانچہ اس بات کا ذکر عنقریب آئیگا۔ کہ تمام ملائکہ وغیرہ کا محل پیدائش وہی ہیں۔ چونکہ اسرافیل اس نور قلبی سے پیدا کئے گئے ہیں۔ اسی لئے عالم ملکوت میں ان کو یہ توسع اور قوت حاصل ہے۔ حتیٰ کہ وہ نفخہ اولی سے جمیع عالم کو مار کر پھر اس قوت الہیہ سے جو ذات اسرافیل میں خدا نے پیدا کی ہے۔ ایک ہی نفخہ سے ان کو زندہ کر ڈالینگے۔ اس لئے کہ اس کی اصل و محتد قلب [illegible] قلب نے اس قوت ذاتیہ الہیہ کی وجہ سے جو خدا نے اس میں رکھی ہے۔ ذات حق کو بھی اپنے اندر سما لیا ہے۔ پس اسرافیل جمیع ملائکہ سے [illegible] حق سے قریب تر ہیں [illegible]

ترپن باب

عقلِ اوّل میں اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل علیہ السلام کا محتد ہے

خدا ہم کو اور تجھے توفیق بخشے۔ اور یہ دعا تیرے نفس کے لئے ہے۔ کہ خدا تحقیق کی تجھے ہدایت دے۔ جان لے۔ کہ عقلِ اول وجود میں علمِ الٰہی کی شکل کا محل ہے۔ اس لئے کہ وہ قلمِ اعلےٰ ہے۔ پھر اس سے لوحِ محفوظ میں علم نازل ہوتا ہے۔ وہ لوح کا اجمال ہے۔ اور لوح اس کی تفصیل ہے۔ بلکہ وہ علمِ اجمالِ الٰہی کی تفصیل ہے۔ اور لوح اس کا محلِ تعیّن و تنزل ہے۔ پھر معلوم کرنا چاہئے کہ عقلِ اول میں وہ اسرارِ الٰہیہ ہیں۔ جن کی لوح میں گنجائش نہیں۔ جیسا کہ علمِ الٰہی میں وہ شے ہے۔ جس کا عقلِ اول محل نہیں ہو سکتا پس علمِ الٰہی تو ام الکتاب ہے۔ اور عقلِ اول امامِ مبین اور لوح کتابِ مبین پس لوح قلم کی تابع اور اس کے پیچھے ہے۔ اور قلم کہ وہ عقلِ اول ہے۔ لوح پر حاکم ہے۔ اُن قضایا رمجملہ کی تفصیل کرنے والی ہے۔ جو دوات علمِ الٰہی میں ہیں۔ جو نون سے معتبر ہے۔ اور عقلِ اول و عقلِ کلی میں اور عقلِ معاش میں فرق یہ ہے۔ کہ عقلِ اول علمِ الٰہی کا نور ہے۔ کہ اول تنزلاتِ خلقیہ تعینیہ میں اس کا ظہور ہوا۔ اگر تو چاہے۔ تو کہدے کہ وہ اجمالِ الٰہی کی تفصیلِ اول ہے۔ اسی لئے حضور نے فرمایا۔ کہ اوّلاً خدا نے عقل کو پیدا کیا۔ اور وہ جمیع حقائقِ خلقیہ سے حقائقِ الٰہیہ کے زیادہ قریب ہے۔ پھر جان کہ عقلِ کلی ترازوئے مستقیم ہے۔ وہ لوحِ نفس کے گنبد کی میزانِ عدل ہے۔ حاصل کلام یہ کہ عقلِ کلی قوتِ عاقلہ ہے۔ یعنی مدرکہ نوریہ ہے جس میں ان علوم کی صورتیں ظاہر ہوئیں۔ جو عقلِ اول میں مودوع یعنی امانت رکھے گئے ہیں۔ ایسا نہیں ہے۔ جیسا کہ اس شخص کا قول ہے۔ جس کو اس امر کی شناخت نہیں ہے۔ کہ عقلِ کلی وہ شے ہے جس میں ہر ذی عقل کی عقل کے افرادِ جنس شامل ہیں۔ اور اس قول کو یہ دلیل توڑتی ہے۔ کہ عقل میں کوئی تعدد نہیں۔ کیونکہ وہ ایک جوہرِ فرد ہے۔ اور اس کی مثال ارواحِ انسانیہ و ملکیہ و جنیہ کے عنصر کی سی ہے نہ ارواحِ بہیمیہ کے عنصر کی سی۔

پھر جان کہ عقلِ معاش وہ ایک نور ہے۔ جس کا قانونِ فکری سے وزن کیا جاتا ہے۔ اور وہ بجز آلۂ فکر کے ادراک نہیں کیا جاتا۔ پھر اس کا ادراک نزدِ عقلِ کلی کی وجہوں میں سے کسی ایک وجہ سے ہوتا ہے۔ عقلِ اول کی طرف اس کو کوئی راہ نہیں۔ اس لئے کہ عقلِ اول قیاس کی قید اور میزان پر مخصوص کرلینے سے منزہ ہے۔ بلکہ وہ وحیِ قدسی کے صدور کا محل ہے۔ جس کا صدور روحِ قدسی اور

عقل کلی کے مرکز کی طرف ہوتا ہے۔ وہ امر تفصیلی کی میزانِ عدل ہے۔ اس بات سے منزہ ہے۔ کہ دوسرے کو چھوڑ کر ایک قانون پر اسے حصر کیا جائے۔ بلکہ وہ ہر معیار سے چیزوں کا وزن کرتا ہے۔ اور عقل معاش کا صرف ایک ہی معیار ہے۔ وہ ایک ہی پلڑا رکھتا ہے۔ اور وہ پلڑا عادت ہے۔ اور اس کی ایک ہی طرف ہے اور وہ معلوم ہے۔ اور اس کا ایک ہی کانٹا ہے۔ اور وہ طبیعت ہے۔ بخلاف عقل کلی کے کہ اس کے دو پلڑے ہیں۔ ایک حکمت۔ دوسرا قدرت۔ اور اس کی دو طرفیں ہیں۔ ایک اقتضا آتِ الہیہ۔ دوسری طبیعت کی قابلیتیں اور اس کے دو کانٹے ہیں۔ ایک ارادۂ الہیہ۔ دوسرا مقتضیاتِ خلقیہ اور اس کے مختلف معیار ہیں جن میں سے ایک یہ ہے۔ کہ اس کا کوئی معیار نہیں۔ اسی لئے عقل کلی ہی قسطاسِ مستقیم یعنی راست اور سیدھی ترازو ہے۔ اس لئے نہ اس سے ظلم و جور وقوع میں نہیں آتا۔ اور نہ اس سے کوئی شے فوت ہوتی ہے بخلاف عقل معاش کے کہ کبھی وہ ظلم بھی کر بیٹھتی ہے۔ اور بہت سی چیزیں اس سے فوت ہو جاتی ہیں۔ اس لئے کہ وہ ایک ہی پلڑے اور ایک ہی طرف پر ہے۔ عقل معاش کا قیاس بطور تصحیح کے نہیں ہوتا بلکہ علے سبیل حرص ہوتا ہے۔ خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ[1] اٹکلیں کرنے والے ہلاک ہو گئے۔ پس عقل اول کی نسبت مثال میں آفتاب کی نسبت ہے۔ اور عقل کلی کی نسبت اس پانی کی نسبت ہے۔ جس پر آفتاب کی شعاع پڑتی ہے۔ اور عقل معاش کی نسبت پانی کی اس شعاع کی نسبت ہے۔ جو دیوار پر پڑتی ہے۔ پھر جو شخص مثلاً پانی پر نظر ڈالتا ہے۔ وہ ہیئت شمس کا صحیح اندازہ کرتا ہے۔ اور اس کے نور کو ظاہر طور پر حاصل کرتا ہے۔ ان دونوں میں فرق ظاہر نہیں ہوتا۔ مگر یہ کہ آفتاب کا دیکھنے والا اوپر کی طرف سر اٹھاتا ہے۔ اور پانی کو دیکھنے والا نیچے کی جانب سر جھکاتا ہے۔ ایسا ہی عقل کلی کہ عقل اول سے اس کے علم کو لینے والا نور قلب سے علم الٰہی کو اٹھاتا ہے۔ اور عقل کلی سے اس کے علم کا لینے والا محل کتاب کی طرف نور قلب سے سرنگوں ہوتا ہے۔ اور اس سے وہ علوم حاصل کرتا ہے۔ جو اکوان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور وہ ایک حد ہے۔ جو خدا تعالےٰ نے لوح محفوظ میں امانت رکھی ہے۔ بخلاف عقل اول کے کہ وہ بذات خود حق تعالےٰ سے علم کو حاصل کرتی ہے۔ پھر جان۔ کہ عقل کلی جب لوح سے کہ وہ کتاب ہے۔ اخذ کرتی ہے۔ تو سوائے اس کے نہیں۔ کہ وہ اپنا علم یا تو قانون حکمت سے حاصل کرتا ہے یا معیار قدرت سے قانون کے ساتھ ہو۔ یا غیر قانون سے۔ پس یہ استقرا و تلاش اس کا انعکاس یعنی نگونساری ہے۔ اس لئے کہ وہ لوازم خلقیہ کلیہ سے ہے۔ اس کے قریب نہیں ہے۔ کہ وہ خطا کرے۔ مگر اس چیز میں جسے اللہ نے اختیار فرمایا ہے۔ اسلئے کہ اگر اللہ تعالےٰ اُسے وجود کی طرف نازل کرے۔ تو فقط عقل اول کی طرف نازل کرتا ہے۔ ان علوم میں جن کو اس نے اختیار فرمایا ہے اسی طرح سنت الٰہی جاری ہے۔ مگر یہ کہ یہ بات لوح محفوظ میں نہیں پائی جاتی۔

[1] اور یہ وہ لوگ ہیں۔ جو امور الٰہیہ کا اپنی عقلوں سے موازنہ کرتے ہیں۔ اور اس میں کمی کرتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کی کوئی میزان نہیں ہے۔ سوائے اس کے نہیں کہ وہ خرص کرنے والے ہیں۔ اور خرص معنی فرض کے ہے۔

Marfat.com

جان۔ کہ عقل کلی سے کبھی اہل تنقادت سے استدراج کیا جاتا ہے۔ کہ صرف ان کی خواہشات کے
میدان میں اس کا کچھ علم ان پر کھولا جاتا ہے۔ پھر وہ ان کے پردوں سے مثل طبائع۔ افلاک۔ نور و ضیاء
وغیرہ سے اسرار قدرت پر ظفریاب ہوتے ہیں۔ اور ان چیزوں کی عبادت کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور یہ اللہ
کا ان کے ساتھ مکر ہے۔ اور اس میں نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالے ان پر ان چیزوں کے لباس میں جن کو وہ پوجتے
ہیں۔ تجلی کرتا ہے۔ اور یہ اس کو عقل کلی سے ادراک کرتے ہیں۔ اور ان کے مؤثر ہونے کے قائل ہو جاتے
ہیں۔ اس لئے کہ عقل کلی کون سے تجاوز نہیں کرتا۔ پھر وہ اس سے اللہ کو نہیں پہچانتے۔ اس لئے کہ عقل اللہ
کو نہیں پہچان سکتی۔ مگر نور ایمان کے ساتھ۔ ورنہ عقل کے لئے یہ ممکن نہیں۔ کہ وہ نظر و قیاس سے اُسے
شناخت کر سکے۔ اس امر میں عقل معاش و عقل کلی دونوں برابر ہیں۔ باوجود اس کے کہ ہمارے امام اس
طرف بھی گئے ہیں۔ کہ عقل اسباب معرفت میں سے ہے۔ ان کا یہ قول توسع اور مسامحت کے طور پر ہے
تا کہ حجت قائم ہو۔ اور وہ ہمارا مذہب ہے۔ مزید براں میں یہ کہتا ہوں۔ کہ یہ معرفت جو عقل سے مستفاد ہوتی
ہے۔ دلائل و آثار میں منحصر و مقید ہے۔ بخلاف اس کے معرفت ایمان کہ وہ ایک معرفت مطلقہ ہے۔ پس ایمان
کی معرفت اسماء و صفات سے تعلق رکھتی ہے۔ اور عقل کی معرفت آثار کے ساتھ۔ پھر یہ عقلی معرفت اگرچہ بذات
خود معرفت ہے۔ لیکن اہل اللہ مطلق معرفت میں شمار نہیں کرتے۔ پھر جان کہ عقل معاش کی عقل کلی کے ساتھ
نسبت شعاع کی طرف دیکھنے والے کی سی نسبت ہے۔ اور شعاع صرف ایک ہی جہت سے ہوتی ہے۔ اور وہ
اس سے آفتاب کی ہیئت کی طرف راہ نہیں پاتا۔ [illegible] اس کی صورت کو شناخت کرتا ہے۔ اور نہ اس نور کو جو
پانی میں متشکل ہوتا ہے۔ جانتا ہے۔ اور نہ اس کے طول کو اور نہ اس کے عرض کو۔ بلکہ فرضیہ تقدیر سے اندازہ کرتا ہے
کبھی اس کے طول کا قائل ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ گمان کرتا ہے۔ کہ وہ طول کی وجہ سے ہے۔ اور ایسا ہی کبھی اس
کے عرض کا قائل ہوتا ہے۔ اور یہ فعل اس کا بلا تحقیق امر ہوتا ہے۔ ایسا ہی عقل معاش کا حال ہے۔ کہ وہ بھی
ایک ہی جہت سے روشن ہوتی ہے۔ [illegible] وہ جہت نتائج فکریہ سے نظر و دلیل کی جہت ہے۔ اور [illegible]
اس کا جب اس کو اللہ کی معرفت میں لیتا ہے۔ تو نفع نہیں [illegible] اسی لئے جب [illegible] اللہ تعالے
عقل سے ادراک نہیں کیا جاتا۔ تو یہ کہ مراد اس سے عقل معاش [illegible] ہے۔ اور جب ہم [illegible] کہ وہ عقل سے [illegible]
کیا جاتا ہے۔ تو مراد اس سے عقل اول ہوتی ہے۔ اسی لئے حق تعالے نے فرمایا [illegible]
فِي غَمْرَةٍ سَاهُونَ (وہ ایسے دوڑانے والے [illegible] نسبت [illegible]
ہیں۔ وہ صرف اس [illegible] کہ انہوں نے جو بات اپنی عقل [illegible] انہوں نے جزم
اور رائے قطعی اور یقینی کہہ کر بات [illegible] ہے۔ [illegible] کہ انہوں نے
ایسی چیز کو [illegible] جانا جو ان کو [illegible] اور ان [illegible] کی بات اس
بات سے قائل ہوئے ہیں۔ کہ ان کے بدن نہیں ہونگے۔ اور [illegible] کے بعد ان [illegible] اور [illegible] بات

Marfat.com

کو انہوں نے یقینی سمجھ لیا۔ پھر مخبر صادق جو سعادت کی طرف لیجانے کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ ان کا عناد ان کے دلوں میں بیٹھ گیا تھا۔ کہ جب حق بات جو نصوص سے ثابت ہوتی ہے۔ ان پر ظاہر کی جاتی ہے۔ تو اس پر وہ ایمان نہیں لاتے۔ اسی لئے وہ ہلاک کئے گئے۔ اور قتل کئے گئے۔ اور ان کو ہلاک نہیں کیا۔ مگر ان کے نفسوں نے اور نہیں ان کو قتل کیا۔ مگر اسی چیز نے جس پر کہ وہ ہیں۔ فافہم

پھر جان۔ کہ عقل اول کا علم اور قلم اعلےٰ ایک ہی نور ہیں۔ کہ جب بندہ کی طرف اس کی نسبت کریگا۔ تو اس کا نام عقل اول ہوتا ہے۔ اور جب حق کی طرف اس کی نسبت کریں۔ تو اس کا نام قلم اعلےٰ ہوتا ہے۔ پھر عقل اول جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے۔ اولاً اس سے اللہ تعالےٰ نے جبرائیل کو پیدا کیا ہے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس جہت سے جبرائیل علیہ السلام کے باپ اور جمیع عالم کی اصل ہیں۔ پھر اگر تو جاننے والا ہے۔ تو اس کو جان لے۔ میں اس شخص پر قربان ہوں جو اس کو جانتا اور سمجھتا ہے۔ اسی لئے شب معراج میں سدرۃ المنتہیٰ پر جاکر جبرائیل علیہ السلام ٹھہر گئے۔ اور آپ تنہا چل پڑے۔ عقل اول کا نام روح امین اس جہت سے رکھا گیا ہے کہ وہ علم الٰہی کا خزانہ اور اس کا امین ہے۔ اور جبرائیل علیہ السلام کا یہ نام اصل کے نام پر فرع کا نام رکھنا ہے۔ اس لئے کہ وہ عقل اول کی فرع ہیں۔ فافہم

باب پنجاہ وچہارم

وہم کے بیان میں جو محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے عزرائیل علیہ السلام کا محتد ہے

وفیہ قال رحمہ اللہ

نور على الملكوت فوق الاطلس — بالوهم عبر عنه بين الانفس
هو آية الرحمن اعني صورة — فيها تجلى بالجمال الاكيس
هو نجمه هو علمه هو حكمه — هو ذاته هو كل شئ ارأس
هو نعته هو وصفه هو اسمه — هو منه تجلى كل حسن انفس
هو نقطة الخال الذي قد عبروا — بيمينه عنه لمن لم يخنس
وبيمينها القسم الذي هو قشره — ستر على الحوراء مثل السندس
فاحذره لا تنفر فما هي دهشة — لكنها مثل الظلام الحندس

Marfat.com

ترجمہ۔ وہ ملکوت پر اطلس سے بڑھ کر نور ہے۔ کہ جس کو نفسوں میں لفظ وہم سے تعبیر کرتے ہیں۔ وہ رحمٰن کی آئت ہے۔ آئت سے میری مراد صورت ہے۔ اس میں اس نے لطیف ترین جمال سے تجلی فرمائی ہے۔ وہ اس کا قہر ہے۔ اس کا علم ہے۔ اس کا حکم ہے۔ وہ اس کی ذات ہے۔ وہ ہر مقصود تر شے ہے۔ وہ اس کا فعل ہے۔ اس کا وصف ہے۔ اس کا اسم ہے۔ وہ اس کے ہر نفیس ترین حسن کا مظہر ہے۔ وہ اس خال کا نقطہ ہے۔ کہ اس کی قسم کے نقطہ سے اس شخص کو تعبیر کرتے ہیں۔ جو پیچھے نہیں ہٹتا۔ (یعنی جس پر وہم کا غلبہ ہو۔ وہ ہر خطرناک کام میں گھس پڑتا ہے اس لئے اُسے وہم کی قسم سے یاد کرتے ہیں جیسے جوانمرد کو حاتم کی قسم سے) اور اس کی یمین قسم ہے۔ کہ وہ اس کا چھلکا ہے۔ وہ سفید چشم عورت پر مثل سیاہ ریشم کے ایک ستر ہے۔ پس حیران ہو۔ اور حیران نہ بھی ہو۔ اس لئے کہ وہ دہشت نہیں ہے۔ لیکن وہ نہایت درجہ کی تاریکی ہے۔"

اللہ تعالےٰ نے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہم کو اپنے اسم کامل سے پیدا کیا ہے۔ اور آپ کے نور وہم سے عزرائیل کو پیدا کیا ہے۔ پھر چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہم کو اللہ تعالےٰ نے اپنے نور کامل سے پیدا کیا ہے۔ لہٰذا وجود میں اُسے لباس کامل میں ظاہر کیا ہے۔ پھر قوی تر شے جو انسان کے وجود میں پایا جاتا ہے۔ قوت وہمیہ کا شے ہے اس لئے کہ وہ عقل۔ فکر۔ مصورہ۔ مدرکہ پر غالب آتا ہے۔ اور اس کی ہر قوت قوت وہمیہ کی مقہور ہے۔ جمیع ملائکہ سے زبردست فرشتہ عزرائیل ہے۔ کیونکہ وہ وہم سے پیدا کیا گیا ہے یہیں سے ہے۔ کہ جب آدم علیہ السلام کی پیدائش کے لئے اللہ تعالےٰ نے فرشتوں کو زمین سے ایک مشت خاک لانے کا حکم دیا۔ تو عزرائیل کے سوا کسی کو اس پر جرأت نہ ہو سکی۔ جبرئیل علیہ السلام جب زمین کے پاس آئے۔ تو اس نے اللہ کی قسم دیکر ان سے کہا۔ کہ مجھے چھوڑ دو۔ پھر انہوں نے اُسے چھوڑ دیا اور چلے گئے۔ پھر میکائیل پھر اسرافیل اور جمیع ملائکہ مقربین آئے اور چھوڑ کر چلے گئے۔ کسی نے اس بات پر قدرت نہ پائی۔ کہ اس کی قسم کا لحاظ نہ کرتے ایک مشت خاک بموجب حکم الٰہی اس سے لے لے۔ پھر جب عزرائیل اس کی طرف نازل ہوئے۔ تو زمین نے ان کو بھی قسم دی۔ لیکن انہوں نے اس کی قسم میں اُسے فریب دیا۔ اور اُسے مضطر کیا۔ اور بموجب امر الٰہی اس سے مشت خاک کو اٹھا لیا۔ وہ مشت خاک زمین کی روح تھی۔ جس سے خدا نے جسد آدم کو پیدا کیا۔ اس لئے عزرائیل کو قبض ارواح پر متولی کر دیا گیا۔ کیونکہ اس میں وہ کامل قوتیں خدا نے ودیعت کر دی ہیں۔ جو منشاء قہر و غلبہ میں تجلی ہیں۔ اور نیز یہ کہ اس نے سب [illegible] قبض کا کام کیا۔ اس کے بعد معلوم کرنا چاہئے۔ کہ اس فرشتہ کو ان تمام لوگوں سے [illegible] کا علم دیا گیا ہے۔ جن کی قبض روح کا کام اس کے حوالہ کیا گیا ہے۔ اور اس امر [illegible] وہ ہر جنس کے لئے ایک صورت میں متخلق ہوتا ہے۔ اور بعض [illegible] اس کے پاس کسی غیر صورت میں [illegible] بلکہ اپنی مجرد اور بسیط حالت میں ظاہر ہوتا ہے۔ پھر اس کا مشاہدہ روح کے لئے [illegible] پر عاشق ہو جاتی ہے۔ اور جسد سے نکل آتی ہے۔ حالانکہ جسم اس کو روکتا ہے۔ اور اس عشق اول سے [illegible]

Marfat.com

جو روح اور جسد کے درمیان ہے۔ اس سے لپٹ جاتی ہے۔ پھر جاذبۂ عزرائیلی اور تعشق جسدی کے مابین نزاع پیدا ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ جذب عزرائیلی اس پر غالب آجاتا ہے۔ اور روح نکل آتی ہے۔ اور یہ ایک عجیب مرتبہ

جاننا چاہیئے۔ کہ روح اصل میں جب جسم میں داخل ہونے اور اس میں حلول کرنے کی وجہ سے اپنے مکان اور محل کو نہیں چھوڑتی۔ لیکن وہ اپنے محل میں رہتی ہے۔ درانحالیکہ جسد کی طرف بھی اس کی ایک نظر ہوتی ہے۔ روحوں کی عادت میں یہ داخل ہے۔ کہ وہ اپنے مقام نظر میں اترتی ہیں۔ پھر جس مقام میں اس کی نظر پڑتی ہے۔ وہاں آجاتی ہے۔ بغیر اس کے کہ وہ اپنے اصل مقام سے جدا ہو۔ اور یہ ایک امر ہے۔ جو عقل کو محال معلوم ہوتا ہے۔ کشف کے سوا اس کی حقیقت دریافت نہیں ہو سکتی۔ پھر چونکہ جسم کی طرف وہ بنظر اتحاد دیکھتی ہے۔ اور اس میں حلول کرتی ہے۔ جیسے کہ کوئی شئے کسی کی ہویت میں حلول کر جاتی ہے۔ اسلئے پہلے ہی مرتبہ میں اس حلول سے صورتِ جسمانی کو حاصل کر لیتی ہے۔ پھر برابر اس سے اخلاقِ مرضیہ یا اخلاقِ بہیمیہ کو حاصل کرتی رہتی ہے۔ پھر جو اخلاق مرضیہ الٰہیہ ہوتے ہیں۔ ان کی بدولت علیین میں اس کو صعود حاصل ہوتا ہے۔ اور اخلاق بہیمیہ حیوانیہ ارضیہ سجین میں اس کو گرا دیتے ہیں۔ اور اس کا صعود اس صورت انسانیہ کی صورت میں عالم ملکوت میں قرار پکڑتا ہے۔ اس لئے کہ جب روحیں اس صورت کا حکم اور اُن کا ثقل حاصل کر لیتی ہیں۔ پھر جب روح جسم کی صورت میں متصور ہوتی ہے۔ تو ثقل۔ حصر عجز وغیرہ سے صورت جسدی کا حکم بھی مع اس تصور کے ساتھ حاصل کر لیتی ہے۔ پھر روح اپنی خفت و سریان کی وجہ سے اس سے جدا ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ جدا ہونا ایسا نہیں ہوتا۔ کہ بالکل جسد سے علاقہ اس کا قطع ہو جائے۔ وہ جدا بھی ہوتی ہے۔ اور اس کا اس کے ساتھ اتصال بھی ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ اس کے جمیع صفات اصلیہ سے متصف ہوتی ہے۔ لیکن امور فعلیہ کے کرنے پر وہ قادر نہیں ہوتی۔ پس اس میں اس کے اوصاف بالقوۃ ہوتے ہیں نہ بالفعل۔ اسی لئے ہم نے کہا ہے۔ کہ انفصال کے طور پر مفارقت ہے۔ انفصال کے طور پر نہیں۔ پھر جب صاحب جسم اخلاق ملکیہ کو حاصل کرتا ہے۔ تو اس کی روح قوت پاتی ہے۔ اور اس سے ثقل کا حکم اٹھ جاتا ہے۔ جب ہمیشہ یہی حالت رہتی ہے۔ تو اس کا جسم فی نفسہٖ مثل روح کے ہو جاتا۔ پھر وہ پانی پر چلتا ہے۔ ہوا میں اڑتا ہے۔ چنانچہ اس کا ذکر پہلے ہو چکا۔ اور اس کے برعکس اگر صاحب جسم اخلاق بشریہ و مقتضیاتِ ارضیہ کو عمل میں لاتا ہے۔ تو رسوب یعنی جسم کی میل اور زمینی ثقل کا حکم روح پر قوت پاتا ہے۔ جس سے وہ اپنی قید میں پھنسا رہتا ہے۔ اور فردا روز قیامت کو سجین میں محشور ہوگا۔

پھر چونکہ روح نے جسم سے اور جسم نے روح سے تعشق پیدا کر لیا ہے۔ اس لئے جب تک کہ انسان اپنی صحت میں اعتدال پر رہتا ہے۔ اس کی روح اس کے جسم کی نگراں رہتی ہے۔ اور جب بیمار ہوتا۔ اور اس میں الم پیدا ہوتا ہے۔ تو اس سبب سے وہ اپنی نظر کو اپنے عالم روحی کی طرف اٹھانا شروع کرتی۔

Marfat.com

اس لئے کہ اس کی فرحت اور خوشی اسی عالم میں ہے۔ اگرچہ وہ جسم سے جدا ہونے کو بھی مکروہ جانتی ہے وہ ایک طرح سے عالم جسمی سے اپنی نظر کو لیکر عالم روحی کی طرف اس کو اٹھاتی ہے۔ جیسا کہ کوئی شخص تنگی سے فراخی کی طرف بھاگتا ہے۔ اگرچہ اس کو اس محل میں بھی جس کی قید سے وہ تنگ ہوتا ہے۔ کشائش حاصل ہو۔ وہ فرار سے چارہ نہیں پاتا۔ پھر ہمیشہ روح کا یہی حال رہتا ہے۔ حتے کہ اجل اس کو آ لیتی ہے۔ اور عمر معلوم کی مدت سے وہ فارغ ہو جاتی ہے۔ پھر حضرت عزرائیل اس صورت میں جو عند اللہ اس کے مناسب حال ہوتی ہے۔ اس کے پاس تشریف لاتے ہیں۔ اللہ کے ہاں اس صورت کے حسن کا حال اس حسن کے موافق ہوتا ہے۔ جو زندگی بھر میں اعتقادات۔ اعمال۔ اخلاق وغیرہ میں اپنے تصرفات سے اس نے حاصل کیا ہوتا ہے۔ اور بقدر برے حال ہونے کے اس صورت کا بھی برا حال ہوتا ہے۔ غرضیکہ فرشتہ کا ظہور اس کے مناسب حال ہوا کرتا ہے۔ مثلاً وہ کچہری کے کسی ظالم عامل کے پاس اس شخص کے خلق میں ظاہر ہوتا ہے۔ جو اس سے بدلہ لیتا ہے۔ یا بادشاہ کے رسولوں کی صفت پر آتا ہے۔ لیکن قبیح اور بری شکل میں جیسے کہ اہل صلاح وتقوی کے پاس وہ ایسی ہیئت میں آتا ہے۔ جو سب آدمیوں سے اس کو بہتر محبوب اور مرغوب معلوم ہوتی ہے۔ حتے کہ بعض کے پاس وہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ جب وہ اس صورت کو دیکھتے ہیں۔ تو ان کی روحیں نکل آتی ہیں۔ اور آنحضرتؐ کی صورت پر ظاہر ہونا اس کے لئے اور اس جیسے دوسرے مقربین فرشتوں کے لئے مباح ہے۔ اس لئے کہ وہ ان کے روحانی قویٰ سے پیدا کئے گئے ہیں۔ مثلاً وہ فرشتہ جو ان کے قلب سے پیدا کیا گیا ہے۔ اور وہ جو ان کی عقل سے پیدا کیا گیا ہے۔ اور وہ جو ان کے خیال سے پیدا کیا گیا ہے۔ اور اسی طرح اوروں کو قیاس کر لو۔ پس اس کو سمجھ۔ کہ یہ امر ان کے لئے ممکن ہے۔ کیونکہ وہ انہی سے پیدا کئے گئے ہیں۔ اس خلقی مناسبت کی وجہ سے وہ ان کی صورت میں متصور ہوتے ہیں۔ اور ان کی صورت میں ان کا متصور ہونا۔ مرد شخص کے اپنے جسم کی صورت میں متصور ہونے کی قبیل سے ہے۔ کہ عزرائیل علیہ السلام کی روح ہی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے جسد کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ بخلاف ابلیس علیہ اللعنت اور اس کے اتباع کے کہ وہ آپ کی بشریت سے پیدا کئے گئے ہیں۔ اس لئے کہ آنحضرت صلعم نبی نہیں بنے۔ مگر اس حال میں کہ ان میں بشریت بھی تھی۔ بدلیل حدیث کہ آپ کے پاس فرشتہ آیا۔ اور آپ کے قلب کو چیر کر اس سے خون نکالا۔ اور قلب مبارک کو پاک کیا۔ وہ خون ہی ان کی بشریت تھی۔ جو شیطان کا محل ہے۔ پس جب شیطان کا ... رہا۔ تو اس کی نسبت ان سے منقطع ہو گئی۔ (بشریت سے مراد مصنف کی نفس بہیمی ہے۔ ...) ... کہ ان میں سے کوئی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی صورت میں متمثل ہونے پر قدرت نہیں رکھتا۔ کیونکہ آپ کے ساتھ ان کی کوئی مناسبت نہیں رہی۔

پھر اس کے بعد معلوم کرنا چاہئے۔ کہ ملک عزرائیل اہل طاعت واہل معصیت کے لئے ایک ہی قسم کی صورت میں مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ وہ ہر ایک کے لئے اس کے حال ومقام اور اس کے مقتضاء طبیعت کے موافق

Marfat.com

اپنے طور کو بدلتا ہے۔ یہ سب اس قانون کے موافق ہوا کرتا ہے۔ جس کو وہ کتاب میں پاتا ہے۔ وہ کبھی درندہ وحشیوں کے پاس شیر۔ چیتے۔ بھیڑئیے وغیرہ کی صورت میں آتا ہے۔ جن سے کہ عادۃً درندے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ ایسا ہی طیور کے پاس وہ کبھی صیّاد کی صورت میں اور کبھی ذبح کرنے والے کی صورت میں آتا ہے۔ یا باز۔ چرغ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ ہر چیز جس کے پاس وہ آتا ہے۔ ضرور کسی مناسب صورت میں آتا ہے۔ لیکن جس شخص کے پاس وہ کسی مرکب صورت میں نہیں آتا بلکہ ایک بسیط غیر مرئیہ صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ تو اس کو بو ہی سونگھ کر وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ کبھی اس کی بو کریہ اور ناگوار ہوتی ہے۔ اور کبھی عمدہ اور اچھی۔ بقدر اس کے جس کو کہ وہ اپنے آپ پر واجب پاتا ہے۔ اور کبھی اس کی بو معلوم بھی نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ اس پر گذر جاتا ہے۔ اور اس کو پتہ بھی نہیں لگتا۔ اور یہ بسبب حال میت کی دہشت کے ہوتا ہے۔ پھر جب وہ اس کی طرف نظر کرتا ہے۔ تو روح اس کی مشتاق ہو جاتی ہے۔ اور اس کی نظر کلیتہً جسد سے اس کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ اور جسد سے اس کا علاقہ ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ اس کی روح نکل جاتی ہے۔ حالانکہ نہ خروج ہوتا ہے نہ دخول۔ بار خدایا۔ مگر یہ کہ روح کی اس نظر کو جو جسم میں حلول کرتی ہے۔ دخول شمار کیا جائے۔ کیونکہ حلول صحیح نہیں ہوتا۔ مگر دخول سے۔ اور ایسا ہی اس نظر کے اٹھ جانے کو خروج شمار کیا جائے۔ پھر معلوم کرنا چاہئے۔ کہ روح جسم سے نکلنے کے بعد کبھی صورت جسدیہ سے جدا نہیں ہوتی۔ لیکن ایک وقت اس پر ایسا آتا ہے۔ کہ اس پر وہ مثل اس نائم کے ساکن ہوتی ہے۔ جو سو رہا ہے۔ اور اپنی خواب میں وہ کچھ نہیں دیکھتا۔ اس شخص کے قول کا کوئی اعتبار نہیں۔ جو یہ کہتا ہے۔ کہ ہر سونے والے کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ وہ اپنی خواب میں کچھ دیکھے۔ پھر بعض آدمی ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جو اس خواب کو یاد رکھتے ہیں۔ اور بعض ایسے جو اسے بھول جاتے ہیں۔ اور اس قول میں نظر ہے۔ اس لئے کہ ہم نے کشف الٰہی سے معلوم کیا ہے۔ کہ سونے والا کبھی ایک دن یا دو دن یا اس سے زیادہ سویا رہتا ہے۔ لیکن اپنی خواب میں اُسے کچھ نظر نہیں آتا۔ وہ اس نیند میں اس شخص کی مانند ہوتا ہے۔ جس کو ایک پلک مارنے میں کچھ مدت تک حق لپیٹ لیتا ہے۔ اور وہ اس شخص کی مانند ہو جاتا ہے جو اپنی آنکھ بند کرتا ہے۔ اور پھر کھول دیتا ہے۔ اس تھوڑی سی مدت میں حق کئی دنوں تک اُسے لپیٹے رکھتا ہے۔ جس پر کسی دوسرے شخص کی اس دنیوی عالم میں زندگی بھی گذر جاتی ہے۔ چنانچہ اس کے برعکس یہ ہوتا ہے۔ کہ حق کبھی کسی شخص کے لئے ایک آن واحد کو اس قدر کشادہ کر دیتا ہے۔ کہ اس میں اس سے بہت سے عمل وقوع میں آتے ہیں۔ اور کئی عمریں اس میں گذر جاتی ہیں۔ وہ اس میں بیوی کرتا ہے۔ اور اس سے اس کی اولاد بھی ہوتی ہے۔ اور اس کے غیر کے لئے یہ بات نہیں ہوتی۔ بلکہ تمام دنیا کے نزدیک وہ دن کی ایک گھڑی سے بھی کمتر ہوتی ہے۔ یہ وہ امر ہے۔ جو خود ہم پر وارد ہوا۔ اور ہم نے اس کا ادراک اور اس شخص کے سوا جس کو ہم نے اسے نصیب ہے۔ کوئی اس بات کو باور نہیں کرتا۔ اور یہ کون اول ہے جس میں روحوں کی موت ہوتی ہے۔ کیا تو فرشتوں کی طرف نہیں دیکھتا۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

Marfat.com

اشارہ فرمایا ہے۔ پھر جب وہ اس سکون کی مدت سے فارغ ہوتا ہے۔ جس کا نام موتِ ارواح ہے۔ تو پھر روح برزخ میں پھر آتی ہے۔ عنقریب برزخ کا حال بھی مذکور ہو گا۔ قلم کے گھوڑے نے اس علم کے بیان میں ہم کو سیر کرائی۔ حتےٰ کہ ہم علم کی حد سے نکل گئے۔

اب ہم پھر اس راہ کو اختیار کرتے ہیں۔ جس میں ہم نورِ وہبی کے حال کی شرح کر رہے تھے۔ وہ نورِ وہبی جس کو خدا نے شمس کمال سے پیدا کیا ہے۔ اور وجود میں اُسے شعاع جلال کا لباس پہنا دیا ہے۔

جاننا چاہئے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے نفس کے لئے آئینہ بنایا ہے۔ اور اپنے قدس کا مظہر قرار دیا ہے۔ عالم میں اس سے بڑھ کر ادراک کرنے والی کوئی چیز نہیں۔ اور نہ ہیمنہ میں یعنی نگہداشت میں اس سے زیادہ کوئی اور چیز ہے۔ تمام موجودات میں اس کا تصرف ہے۔ اسی سے عالم اللہ کی بندگی کرتا ہے اسی کے نور سے اللہ نے آدم کی طرف نگاہ کی۔ اسی سے پانی پر چلا۔ وہ شخص جو چلا۔ اور اسی سے ہوا میں اڑا جو اڑا۔ وہ نورِ یقین ہے۔ اور استیلا و تمکین کی اصل ہے۔ جس کو یہ نور مسخر ہو گیا۔ اور وہ اس پر حاکم ہوا وہ اس سے کائنات علوی و سفلی میں تصرف کرتا ہے۔ اور جس پر سلطان وہم غالب ہوتا ہے۔ وہ اس سے وھمی امور میں بازی کرتا ہے۔ اور اس کے نور سے حیرت کی تاریکی میں آوارہ و سرگشتہ پھرتا ہے۔ جان لے۔ خدا تیرے ایمان کو نگاہ رکھے۔ اور تجھے اہل یقین و احسان میں داخل کرے۔ خدا نے جب وہم کو پیدا کیا۔ تو اس کو کہا۔ کہ میں تجھے حلفاً کہتا ہوں۔ کہ میں اہل تقلید کے لئے بجز تیرے کسی شے میں تجلی نہیں کرونگا۔ اور تیری پوشیدگیوں کے سوا عالم کے لئے میں ظاہر نہیں ہوں گا۔ جس قدر کہ تو ان کو میری طرف لے چڑھیگا۔ ان کو میرے قریب کر دیگا۔ اور جس قدر کہ ان کے انوار سے تو مجھ سے الٹا پھریگا۔ ان کی ہلاکتوں میں ان کو ہلاک کریگا۔ پھر وہم نے جواب میں کہا۔ اے میرے پروردگار میرے لئے اسماء صفات کی سیڑھی کھڑی کیجئے کہ وہ سیڑھی جناب ذات تک مجھے پہنچا دے۔ پھر حق تعالےٰ نے اس میں ایک منور نمونہ قائم کیا۔ اور اس کی دیوار میں ہیبت و تقدیر کا نقش بن گیا۔ اور اس میں عبودیت حق نے بہ تکلف حکم کیا۔ پھر رب کا نام لیکر اپنے نفس پر اس نے قسم اٹھائی۔ اور حلف لی۔ کہ وہ ہمیشہ ان بھاری کنجیوں سے ان قفلوں کو کھولیگا۔ حتےٰ کہ اس کا اونٹ جمال کی سوئی کے ناکے میں داخل ہو۔ اور صحراء کمال کی فضا میں پہنچے۔ پھر اس میں وہ حق تعالےٰ کی بندگی کرے۔ اور اس وقت حق تعالےٰ اس کو قرب کے لباس پہناتے۔ خدا نے اس [illegible]

اس کو فرمایا۔ کہ اے مؤدب فرشتے۔ تو نے اچھا کہا۔ یعنی اسلئے اس کو دو [illegible] پہنائے [illegible] تھا جس کے کنارہ پر سرخ گندھک سے یہ لکھا تھا اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ۔ دوسرا حلہ یعنی لباس کہ دور بھی تھا۔ قریب بھی تھا۔ یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ کہ دور اور ادنے درجہ کا تھا) سرکشی کی سیاہی سے بنا گیا تھا۔ اس کے کنارہ پر ضلالت و خذلان کے قلم سے یہ لکھا ہوا تھا۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ۔ پھر جب یہ نور نازل ہوا۔ اور عالم میں [illegible] کرنے لگا۔ تو خدا نے اس کے [illegible]

Marfat.com

سے گندم پیدا کی۔ جس کو آدم نے کھایا۔ اور اس سے جنت سے نکلا۔ وہم کے ان اوصاف و اشارات میں تامل کر۔ اور اُن اسرار کو معلوم کر۔ جو تیرے لئے ان عبارتوں میں رکھے گئے ہیں۔ اور ظاہری الفاظ کی سچائی سے نکل کر اس بڑے لباس کے موتی سے حصہ حاصل کر۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

باب پنجاہ و پنجم

ہمت کے بیان میں کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میکائیل کا محتد ہے

لنا فی ذری العلیا جواد مقدس ... بہ نرتقی نحو المعالی الرفیعة
یسمی براق العارفین الی العلی ... علیہ صعود الروح نحو الحقیقة
لہ من ضیاء الحق عینان کحلا ... بنا لسحر اولی ثم اخری بقدرة
جناحاہ احداھن للسعد طائر ... واخری الی بعد الشقاوة جرت
ولا عجب فی انہ کل ما یری ... من الصعب یلقاہ باحسن صنعة
وما دفقت عیناہ فیہ فانہ ... لہ موقع الحافر درکا بخطوة
الا انہ نور من اللہ منزل ... تستر للانسان فی اسم ھمة

ترجمہ۔ ہمارے لئے بلند چوٹیوں میں ایک مقدس گھوڑا ہے۔ جس سے ہم بلند جگہوں پر چڑھ جاتے ہیں۔ اس کا نام براق العارفین ہے۔ جو بلندی کی طرف جاتا ہے۔ اسی کے ذریعہ حقیقت کی طرف روح صعود کرتی ہے۔ حق کی روشنی سے اس کی دو سرگلین آنکھیں ہیں۔ ایک جادو سے مناسبت رکھتی ہے۔ دوسری قدرت سے۔ اس کے دو بازو ہیں۔ ایک سعادت کے طائر کے لئے ہے۔ اور دوسرا بعد شقاوت کے لئے جاری ہوا۔ اور یہ تعجب نہیں ہے۔ کہ وہ جس چیز کی سختی کو دیکھتا ہے۔ اس سے اچھی صنعت کے ساتھ ملتا ہے۔ اس میں اس کی دونوں آنکھیں بند نہیں ہوئیں۔ اس کو صرف ایک سم رکھنے کی جگہ چاہیئے۔ پھر وہ ایک ہی قدم سے اس سخت گھاٹی کو پھلانگ جاتا ہے۔ آگاہ رہ۔ کہ وہ اللہ کا نازل کیا ہوا نور ہے۔ جو اسم ہمت میں انسان کے لئے پوشیدہ ہے جاننا چاہیئے۔ کہ خدا ہم کو اور تجھ کو توفیق بخشے۔ کہ ہمت ایک نہایت عزیز شے ہے۔ جسے خدا نے انسان کے اندر رکھا ہے۔ اور یہ اس وجہ سے ہے۔ کہ خدا نے جب نوروں کو پیدا کیا۔ اور اپنے آگے ان کو ٹھہرایا۔ تو اُن سب کو اپنے نفس میں مشغول پایا۔ ایک ہمت کو دیکھا کہ وہ اللہ تعالیٰ میں مشغول تھی۔ پھر

Marfat.com

اس کو اپنی عزت و جلال کی قسم دیکر کہا۔ کہ میں تیری شان سب نوروں سے بلند کروں گا۔ اور تجھ سے میرے شریف نیکوکار بندے بہرہ یاب ہونگے۔ جو میرے تک پہنچنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ وہ مجھ میں دخل نہیں پائے گا۔ مگر تیرے اس دستور کے موافق جو تجھے میرے ساتھ ہے۔ تو مریدوں کی معراج عارفوں کا براق ہے۔ اور وصول کا میدان ہے۔ تجھی سے سابقین سبقت لے جاتے ہیں۔ اور تجھی سے لاحق ہونے والے لاحق ہوتے ہیں۔ تجھی میں محققین کا تنزہ اور مقربین کا برتر ہونا ہے۔ پھر حق نے اس پر اسم قریب سے تجلی فرمائی۔ اور اس کی طرف اپنے اسم سریع مجیب سے دیکھا۔ اس تجلی نے اس کو اس بات تک پہنچا دیا۔ کہ وہ ہر اس شخص کو قریب کر دے جو دلوں سے بہت دور ہے۔ اور اس نظر نے سرعت کے ساتھ مطلب حاصل کر لینے کا اُسے فائدہ دیا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ہمت جب کسی شے کا قصد کرتی ہے۔ اور مضبوط طور پر اس پر ڈٹ جاتی ہے۔ تو حسب اپنے وفاق کے اس کو پالیتی ہے۔ اور اس کی استقامت کی دو علامتیں ہیں۔ (پہلی علامت) حالیہ ہے۔ اور وہ امر مطلوب کے حصول کا حسب تعیین قطعی یقین کرتا ہے۔ (دوسری علامت) فعلیہ ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ صاحب ہمت کی تمام حرکات و سکنات امر مقصود کے لائق اور موافق ہوں۔ اگر ایسا نہ کریگا۔ تو وہ صاحب ہمت نہیں ہوگا۔ بلکہ جھوٹی امیدوں اور بیکار آرزوؤں کا صاحب ہوگا۔ اس کی مثال اس شخص کی سی ہوگی۔ جو مملکت کے حصول کا قصد رکھتا ہے۔ اور پاخانہ کی جگہ سے اُٹھ نہیں سکتا۔ ایسا شخص کبھی اپنے مطلوب کو نہیں پائیگا۔ اور محبوب سے کامیاب نہیں ہوگا۔ کیونکہ بغیر قلم اور بدوں سیاہی کے وہ کیسے لکھ سکتا ہے۔ اور جب تک کہ لکھنے کے طریق کو نہ پہچانے۔ کیونکر کتابت کر سکتا ہے۔ پس سیاہی بمنزلہ ایک چیز کی طرف ہمت کرنے کے ہے۔ اور قلم بمنزلہ اس کے حاصل ہونے کے یقین کے ہے۔ اور خط کے طریقہ کا پہچاننا بمنزلہ ان اعمال کے ہے جو امر مقصود کے حصول کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ پس جس شخص میں یہ وصف نہیں۔ وہ ہمت کو نہیں پہچانتا۔ کیونکہ اس کے پاس اس کا کچھ اثر نہیں۔ پس اس کے پاس اس کی کوئی خبر نہیں ہوگی۔ بخلاف اس کے وہ شخص جس کے افعال امر مطلوب کے موافق و ملائم ہوں گے۔ خصوصاً جبکہ اُسے اس امر میں جدّ و جہد کی بھی نوبت ہو۔ تو مقصد بہت جلدی اس کے پاس دوڑ کر آئیگا۔ ایک فقیر کی بابت بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ایک دن اُس نے اپنے مرشد سے سنا۔ کہ وہ فرما رہے تھے۔ کہ جس نے کسی شے کا قصد کیا اور کوشش کی۔ تو اس نے اس شے کو پالیا۔ یہ سنکر اس نے کہا نہیں۔ خدا کی قسم میں بادشاہ کی لڑکی سے نکاح کروں گا۔ اور اس میں پوری جدّ و جہد سے کام لوں گا۔ پھر بادشاہ کے پاس گیا۔ اور اس سے اس کی درخواست کی۔ بادشاہ زیرک سمجھدار اور دانا تھا۔ اس بات کو مکروہ جانا۔ کہ اس کی حقارت کرے۔ یا یہ کہے۔ کہ تو اس کا کفو نہیں ہے۔ فقیر کو کہا۔ کہ میری لڑکی کا حق مہر ایک موتی ہے۔ جس کا نام جرمان ہے۔ وہ کسریٰ نوشیرواں کے خزانوں کے سوا کسی اور جگہ سے نہیں مل سکتا۔ فقیر نے کہا۔ حضور والا اس موتی کا معدن کہاں ہے۔ بادشاہ نے کہا اس کا معدن بحر سیلان ہے۔ اگر تو اس حق مہر مطلوب کو لے آئیگا۔ تو ہم تجھے اس نکاح سے جس کی تو خواہش

Marfat.com

رکھتا ہے۔ ممتاز کرینگے۔ پھر وہ فقیر بحر سیلان کی طرف گیا۔ اپنے کاسہ سے پانی بھر کر نکالنا شروع کیا۔ اور خشکی پر اسے گراتا جاتا تھا۔ ایک مدت تک وہ اس کام پر لگا رہا۔ نہ کھاتا تھا۔ نہ پیتا تھا۔ شب و روز وہ اس مقصد پر اپنے آپ کو روکے ہوا تھا۔ اس کے صدق نے مچھلیوں کے دل میں اس بات کا اندیشہ ڈال دیا۔ کہ کہیں تمام دریا کو کھینچکر خشک نہ کردے۔ اُن مچھلیوں نے خدا کے آگے اس امر کی شکایت کی۔ پھر خدا نے اس فرشتہ کو حکم دیا۔ جو اس دریا پر موکل تھا۔ کہ وہ خود اس آدمی کے پاس جاکر اس سے اس کی حاجت دریافت کرے۔ اور اس کی مطلب برآری کرے۔ جب فرشتہ نے اس کا مقصد دریافت کیا۔ اور اس آدمی نے اپنا مقصد اس کو بتایا۔ تو اس موکل فرشتہ نے دریا کو حکم دیا کہ وہ اپنی اس موج کو خشکی پر ڈالے۔ جس میں اس جنس کے موتی ہیں۔ پھر جب دریا نے اُس موج کو خشکی پر پھینکا۔ تو ساحل جواہرات اور موتیوں سے بھر گیا۔ پھر وہ ان کو لیکر بادشاہ کے پاس گیا۔ اور بادشاہ نے اپنی لڑکی کا اس سے نکاح کر دیا۔ اے برادر دیکھ۔ کہ ہمت نے کیا کر دکھایا۔ یہ گمان نہ کر۔ کہ فقیر کا یہ معاملہ ایک عجیب و غریب امر ہے۔ خدا کی قسم ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اور اپنے نفسوں میں ان امور کو جاری پایا ہے۔ جو اس سے بڑھ کر تھے۔ اور جن کی کوئی حد اور گنتی نہیں۔ جو کچھ ہم کہتے ہیں خدا ہی اس کا ضامن ہے۔ میں نے تیرے لئے قسم نہیں اٹھائی۔ مگر اس اندیشہ سے کہ کہیں تو انکار کی سرکشی سے اپنے قلب کو ہدایت کی سیڑھی اور اسرار کی منازل سے ہٹا نہ لے۔ کیونکہ دلوں کا یہ حال ہے۔ کہ جب خناس یعنی شیطان ان میں جولانی کرتا ہے۔ اور وسواس کا کپڑا انہیں پہنا دیتا ہے۔ تو قریب ہے۔ کہ وہ نا امیدی کے جنگلوں میں جا پڑیں۔ اور وسوسہ کی ظلمت میں نور یقین کو کھو بیٹھیں۔

پھر اس کے بعد معلوم کرنا چاہیئے۔ خدا تجھے توفیق بخشے۔ کہ شیشۂ ہمت کے پر ہونے سے پہلے ہر مخالف سنگریزہ اس کو توڑتا ہے۔ اور ہر منافی ہیئت جو چیز اس شیشہ کے اندر ہوتی ہے۔ اُسے گرا دیتی ہے۔ لیکن جب پر ہو جاتا ہے۔ اور بلوغ کی حد کو پہنچ جاتا ہے۔ تو تند ہوائیں بھی اسے ہلا نہیں سکتیں۔ اور شدائد اور خطرے اس کو توڑ نہیں سکتے۔ پھر ہوشیار دانا اور صائب الرائے عارف جب اس کام کو شروع کرتا ہے۔ اور اس دریا میں گھس پڑتا ہے۔ تو راہ کی مشکلات کی طرف نہیں دیکھتا۔ اور اُن خطروں کی کوئی پرواہ نہیں کرتا جو اس راہ میں اسے پیش آتے ہیں۔ جس چیز کو وہ دیکھتا ہے۔ بزرگ ہوتی ہے۔ بلکہ ہر وہ چیز جو اس کو ملتی ہے دشمن شیطان کا وسوسہ ہوتا ہے۔ تاکہ اس سے وہ اس کو حضرت سلطان سے روک رکھے۔ پھر وہ اس کی طرف التفات نہ کرے۔ اور وہ اس چیز کی جو حاصل ہوتی ہے۔ یا فوت ہوتی ہے۔ کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ رستہ بہت آفتوں بھرا ہے۔ اور اس میں کئی رہزن اور دکھنے والی چیزیں بھری ہوئی ہیں۔ اس کے نشان مٹے ہوئے ہیں۔ اور اس کے ٹیلے پرانے ہیں۔ اور اس کی راتیں نہایت تاریک ہیں۔ اس کا طریق صراط مستقیم ہے۔ اور اس کا فریق وہ آدمی ہیں۔ جو دردناک عذاب میں لذت پاتے ہیں۔ اور اس خصلت کے قریب نہیں کئے جاتے۔ مگر وہ لوگ جو صابر اور بڑے خوش قسمت ہیں۔

Marfat.com

پھر جاننا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالےٰ تجھے توفیق عطا کرے۔ کہ ہمت کو اپنے محتدِ اول و مشہد افضل میں بجز جناب الٰہی کسی کے ساتھ تعلق نہیں ہے۔ اس لیئے کہ وہ اس کتاب مکنون کا نسخہ اور سرِ مامون و مخزون کی چابی ہے۔ اس نے سوا کسی شے کی طرف اس کی التفات نہیں۔ اور نہ اس کے بغیر کسی شے کا شوق رکھتی ہے۔ کہ شے رجوع نہیں کرتی۔ مگر اپنے اصل کی طرف۔ اور کھجور کی گٹھلی بونے سے کھجور کے درخت کے سوا اور کوئی چیز اُگ نہیں سکتی۔ اور ہر وہ شخص جو اکوان سے کسی قسم کا تعلق رکھتا ہے۔ تو اس کا یہ تعلق ہمت کے نام سے موسوم نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا نام ہم ہوتا ہے۔ اس کلام سے غرض یہ ہے۔ کہ ہمت بذات خود ایک عالی مقام شے ہے۔ وہ ادنے چیزوں کے ساتھ چسپاں نہیں ہوتی۔ خدا ذو الجلال والاکرام کے سوا اس کا کسی چیز کے ساتھ تعلق نہیں ہے۔ بخلاف اس کے ہمّ یعنی فکر کہ وہ دلی توجہ کا نام ہے۔ جس جگہ کی طرف کہ ہو خواہ وہ جگہ دور ہو یا نزدیک۔

جب تو نے اس بات کو سمجھ لیا جس کی طرف عبارت اشارہ کرتی ہے۔ اور اس چیز کو معلوم کر لیا۔ جسے اشارہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ تو اب یہ بھی جان لے۔ کہ ہمت کا مکان اگرچہ بلند اور اس کی شان گو عظیم ہے لیکن یہ اس شخص کے لیئے حجاب ہے جو اسی پر رہتا ہے۔ کیونکہ وہ ترقی نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ اس کو نہ چھوڑے۔ اور سبب وہ ہے۔ جو اس کے اسرار و عجائبات پر صبر کر بیٹھا۔ جو اس سے ہمہ حاصل ہوئی۔ اور تواضع اس شخص کے لیئے جو مقام ہمت پر پہنچنے سے پہلے ہمت کو ہار بیٹھا۔ مقام ہمت یہ ہے۔ کہ اظہار ہمت کی جا آوری سے نفس میں ہمت کا ملکہ پیدا ہو جائے۔ اور جب یہ ملکہ حاصل ہوتا ہے۔ تو عجائبات ہمت ظاہر ہوتے ہیں۔ جو انہی پر توقف کرتا ہے۔ وہ اصل مقصود سے رہ جاتا ہے۔ مترجم) میری مراد یہ ہے۔ کہ کوئی راہ نہیں مگر اسی کی طرف اور کوئی طریق نہیں۔ مگر اسی پر۔ لیکن اسی پر ٹھہرے نہ رہے۔ بلکہ چاہیئے۔ کہ اس سے آگے بڑھے۔ بعد اس کے کہ اس کے مجاز کو قطع کرے۔ کیونکہ حقیقت اس کے سوا ہے۔ اور طالب اس کی نظر میں ہے۔ اس لیئے کہ حصر اس کو لاحق ہے۔ ... اس میں وتوقع ہے۔ اور ... ... ظاہر اور پوشیدہ ہونے سے مقدس ہے۔ اور چونکہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ام الکتاب ... ... سوا ... شخص کی طرف ہے۔ تو پھر اگر تو عقلمند ہے۔ تو سمجھ لے

خوشتر آں باشد کہ سرِ دلبراں گفتہ آید در حدیث دیگراں

اللہ تعالےٰ نے ان کے وجود سے تمام عالم کو پیدا کیا۔ آپ کا ہر ... ... لئے اصل تھا۔ وہ اپنے جملہ وجود سے جملہ حقیقت ... کے ... تھے۔ آپ کے نور ہمت سے خدا نے ایک روح پیدا کیا۔ جس کی وسعت آپ کی وسعت ... سے لگی ہوئی ہے۔ ... وہ روح فرشتہ بن گئی۔ اور قابلیتوں کی مقداریں اس کا ملک ... ہر ... رزق تو اس کا رزق پہنچانے اور ... کا حق ... کرنے کا کام اس کو تفویض کیا گیا۔ اس لئے کہ ... ...

پھر جب وکیل موکل کا قائمقام بنا۔ اور ہر ذی حق کو اس کا حق عطا کرنے میں اس شخص کا بالانصاف جو وزن کرتا ہے یا ناپتا ہے۔ اس لئے سرکار عالیہ اور حضرت جلیل سے اس روح اور اس وکیل نے میکائیل کا خطاب پایا (لفظ میکائیل کیل سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ناپنے کے ہیں) وہ ازل سے ابد تک مقادیر کا حساب کرتا ہے۔ ان کے عدد کو پہچانتا ہے۔ اور ہر مستحق کو مدد پہنچاتا ہے۔ خدا تعالےٰ نے فلک پنجم نے اوپر بزرگی کے منبر پر اس کو بٹھایا۔ اور عدل کا ترازو اور قیاسات کا قانون اس کو عطا کیا۔ منبر سے کنایہ اس فیض ہے۔ جو قابلیتوں کے مقابل ہے۔ اور ترازو سے وہ چیز جس کی قابلیتیں مستحق ہیں۔ ان عبارات کی رموز میں تامل کر۔ اور اشارات کے ان خزانوں کو نکال۔ جو ان میں مدفون ہیں۔ اور حکمت اور وضوح سخن سے بہرہ یاب ہو۔ وَاللّٰهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ۔ مترجم عرض کرتا ہے۔ کہ یہی ہمت ایک ایسی شے ہے۔ کہ جس کو اس کا ملکہ اور کمال حاصل ہوتا ہے۔ وہ جس چیز پر ہمت جمع کرتا ہے۔ بدون توسط اسباب وہ چیز موجود ہو جاتی ہے۔ جسے صوفیہ کرام کُنْ فَيَكُوْن کے مقام سے تعبیر کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ ایک قسم کے تکلف سے اس میں ہمت کو جمع کرنا پڑتا ہے۔ اور ہمت درمیان میں واسطہ ہوتی ہے۔ اور حق تعالیٰ کی صفت کُنْ فَيَكُوْن یہ بات نہیں ہوتی۔ وہ بمجرد ارادہ کے کسی شے کو پیدا کر دیتا ہے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ کُنْ فَيَكُوْن کی صفت صرف خدا تعالےٰ ہی کو ثابت ہے۔ اور یہی اعتقاد سنت سے ثابت ہوتا ہے۔ مصنف انسان کامل رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے جو عارف کے لئے کُنْ فَيَكُوْن کا مقام ثابت ہو گیا ہے۔ تو اپنے مقام کو تعبیر کرنے کے لئے یہ اصطلاح انہوں نے قرآن کریم سے لے لی ہے۔ جیسا کہ مصنف انسان کامل اور علامہ محی الدین ابن عربیؒ نے قطب ارشاد کے لئے نبوت ولایت ثابت کی ہے۔ اور نبوت کے دو حصے کئے ہیں۔ جن کا اقتباس مرزائیوں کے اہل ہوا فرقہ کا مایہ ناز ہے۔ جو نہ نبوت کی حقیقت کو سمجھ سکتے ہیں۔ اور نہ ان بزرگوں کے اقوال کی حقیقت کو۔ حالانکہ بلحاظ اپنے منبع و سرچشمہ کے نبوت ایک ہی شے ہے۔ اور صوفی اپنے مقامات کو تعبیر کرنے کے لئے شریعت سے ایک اصطلاح لے لیتے ہیں۔ جس سے اکثر لوگوں پر حقیقت مشتبہ ہو جاتی ہے۔ فلا مناقشۃ فی الاصطلاح۔ مترجم

باب ۵۶ پنجاہ و ششم

فکر کے بیان میں اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے باقی ملائکہ کی اصل ہے

الفکر نور فی ظلام الانفس   یهدی الصواب به فواد الکیس

Marfat.com

لکنما زلفاته تنمو على قطر السحاب و عد رمل البيد

وله اصول ان يراعيها ا نقى تحفظه عن فرط الخطاء فے المقيس

تلك الاصول على تنوع جنسها قسمان يحفظهن من لم يخنس

عقل و قسم العقل مضطر و مكتسب بحسن تجارب فے الا نفس

والنقل قسم وهو ايمان الفتى بمغيب سيرانه لم تقبس

هذان اصل الفكر من اهل النهى من لم يقس بهما يقم فى الحندس

لكن ارباب العقول فاصلهم نظر يصح بحكم عقل ارأس

لا ياخذون باصل ايمان و لا هو عندهم بضياء صبح مشمس

فلاجل ذا غلطوا وفات عليهم عين الصواب و كل امر انفس

ترجمہ۔ فکر نفوس کی تاریکی میں ایک نور ہے۔ جس سے دانا اور زیرک آدمی کا دل راستی کی طرف ہدایت پاتا ہے لیکن اس کی لغزشیں بادل کے قطروں اور ریگِ بیابان کے ذرّات کے شمار سے بڑھی ہوئی ہیں۔ اور اس کے لئے اصول ہیں۔ جن کی رعایت جوان کو اس جگہ میں لغزش کرنے سے بچا لیتی ہے۔ جہاں سے فکر نور حاصل کرنی ہے۔ اصول باوجود اپنی جنس میں بہت قسموں پر ہونے کے اصل میں دو قسمیں رکھتے ہیں۔ جن کو وہ شخص محفوظ رکھتا ہے جو شیطنت میں نہیں پڑتا۔ ایک قسم عقل ہے۔ جو اضطرار و اضطراب میں رہتی ہے۔ اور اکتسابی تجارب ہیں۔ جنکی خوبی نفسوں میں آزمائی جا چکی ہے۔ اور نقل ایک قسم ہے۔ اور وہ جوان کا غیب پر ایمان ہے۔ جس کا نور دنیا کی کسی شے سے نہیں لیا گیا۔ یہ دو عقلمندوں کے فکر کی اصلیں ہیں۔ جو ان پر قیاس نہیں کرتا۔ وہ تاریکی میں قائم رہتا ہے۔ لیکن عقلیوں کی اصل وہ نظر ہے۔ جو رئیس ترین عقل کے حکم سے صحیح ہو جاتی ہے۔ یعنی وہ لوگ جو معقول میں امام ہیں۔ معقولی لوگ ان کا اتباع کرتے ہیں۔ یہ لوگ ایمان کی اصل کو نہیں لیتے۔ اور نہ ان کے پاس صبح کی وہ روشنی ہے۔ جس کو آفتاب عیاں کرتا ہے۔ اسی لئے وہ غلطی میں پڑتے ہیں۔ اور عین صواب اور ہر نفیس ترین امر ان سے فوت ہو جاتا ہے۔ جو ان کے لئے مضر پڑتا ہے۔

خدا تجھے صواب کی توفیق بخشے۔ اور تجھے حکمت اور وضوح سے کلام کرنا نصیب [illegible] میں انشراح پیدا کرے۔ جان۔ کہ پرندۂ فکر تیرغیب کی ایک کنجی ہے۔ جس کی ہوا [illegible] نہیں جاتا۔ اس لئے کہ غیب کی چابیاں دو قسم کی ہیں۔ ایک قسم حقی ہے۔ دوسری خلقی [illegible] کی حقیقت ہے۔ اور خلقی نوع ذات کے جوہر فرد کی ترکیب کی معرفت [illegible] انسان ہے۔ جس کے تمام رخ رحمٰن کے رخوں کے مقابل ہیں۔ ان رخوں میں سے [illegible] ہے۔ کہ غیب کی چابیوں میں سے ایک چابی ہے۔ لیکن وہ نور ہے۔ اور یہ ایسا روشن نور [illegible] سے اس کنجی کے کھلنے پر دلیل لی جائے۔ پس آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرنا [illegible]

Marfat.com

ان سے اِن کے بنانے والے کا سراغ لگا) یہ اشارات ہیں۔ جن کے معنی لطیف ہیں۔ اپنی پوشیدگیوں میں مخفی ہیں۔ جب فکر کی صورتوں میں انسان ترقی کرنے لگتا ہے۔ اور اس امر کے آسمان کی حد کو پہنچتا ہے۔ تو قوت روحانیہ کو عالم محسوسات میں لے آتا ہے۔ اور بدون قیاس کے پوشیدہ امور کو نکال لیتا ہے۔ آسمانوں پر چڑھتا ہے۔ اور ملائکہ سے باوجود ان کی بولیوں کے مختلف ہونے کے کلام کرتا ہے۔ اور یہ عروج دو قسموں پر ہے۔ ایک قسم رحمٰن کی راہ پر چل کر عروج حاصل کرنا ہے۔ جس نے اس صراط مستقیم پر عروج حاصل کیا۔ جتنے کہ خدا کے اس نقطہ پر پہنچا۔ جو اس کا ایک مرکز عظیم ہے۔ اور اس کے خط مستقیم کی سطح میں اس نے جولانی کی۔ اس نے اس مون محفوظ تجلی کو پایا۔ جو دُرِ مکنون فی کتاب مکنون کے لقب سے ملقب ہے۔ جس کو کوئی نہیں چھوتا۔ مگر وہی لوگ جو پاک و مطہر ہیں۔ یہ ایک نام ہے۔ جو مابین کاف اور نون کے ادغام کیا گیا ہے۔ اور مسمّٰی اس کا اِنَّمَا اَمْرُہٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنَ ہے۔ اور اس پر رہ کی معراج کا زینہ شریعت و حقیقت کا ستر ہے۔

(دوسری نوع) وہ سحرِ امر ہے۔ جو خیال و تصوّر میں ودیعت رکھا گیا ہے۔ اور حق میں باطل اور فریب کے حجابوں اور پردوں میں مستور ہے۔ وہ زیان کاری کی معراج ہے۔ اور شیطان کی راہ ہے۔ جو ضلالت و خذلان کے آخری مقام تک پہونچاتی ہے۔ مثل بیابان کے سراب کے ہے۔ جس کو پیاسا پانی گمان کرتا ہے۔ حتیٰ کہ جب اس کے قریب آتا ہے۔ تو اسے کوئی چیز نہیں پاتا۔ نور نار سے بدل جاتا ہے۔ اور فرار ہلاکت سے بدل جاتا ہے اگر خدا ایک مؤید لطیفہ پیدا کرکے اس کے ہاتھ کو پکڑ کر وہاں سے اُسے نکال لیتا ہے۔ تو وہ دوسرے معراج کی طرف پہنچ جاتا ہے۔ وہاں اللہ کو اس کے پاس پاتا ہے۔ حق کے ٹھکانے کو اس وقت معلوم کرتا ہے اور اس چیز کو شناخت کرتا ہے۔ جس سے سچائی کی جگہ طریقۂ باطل سے متمیز ہو جاتی ہے۔ جو اس راہ سے چلتا ہے۔ جو اس کے چلنے کی راہ ہے۔ اور امر الٰہی کو مضبوط کر لیتا ہے۔ خدا اس کے حساب کو پورا دیتا ہے۔ اور جس نے اس گھڑی میں سرگذاشت کی۔ اور اس پر قرار و آرام کو چھوڑ دیا۔ اس کی آگ کو طبائع کے کیڑوں پر پہونچا۔ تو اس نے خدا اس کو ہلاک کر دیا۔ پھر اس کا دھواں اس کی روح اعلیٰ کے دماغ تک چڑھا اور اس کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد وہ صواب کی طرف راہ نہیں پاتا۔ اور ام الکتاب کے معنی نہیں سمجھ سکتا۔ بلکہ جمال سے کہ وہ تمام جمالی یا رنگا رنگ کمالات جن کو وہ حاصل کرتا ہے۔ اُسے گمراہی کی زیان کاری کی طرف لے جائینگے۔ اس کمال کے ذریعہ وہ ایسی صورت پر ظاہر ہوتا ہے۔ جو اس کے نزدیک محال ہوتی ہے۔ اس کے لئے ممکن نہیں ہوگا۔ کہ کسی طور سے حق کی طرف رجوع کر سکے۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا۔

میں بھی اس بحر خار میں ڈوبا تھا۔ قریب تھا۔ کہ اس کی موج اس کی نہایت گہری گہرائی میں مجھے ہلاک کر دے۔ میں اس دن شہر بغداد ۵۹۲ھ میں ایک مجلس سماع میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور یہ سماع ہمارے بھائی شیخ عارف شہاب الدین احمد رداد کے گھر میں تھا۔ اور ہمارے شیخ دنیا کے استاد کامل محقق

Marfat.com

فاضل ابوالمعروف شرف الدین اسمٰعیل بن ابراہیم جبرتی بھی اس دن وہاں تشریف فرما تھے۔ میں نے باواز بلند پکارا۔ کہ اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ اس علم سے جو ہلاک کرنے والا ہے۔ اے میرے سید مجھ کو بچالو۔ پس شیخ نفس سماع میں میری ایسی حفاظت کرتے تھے۔ جیسے کوئی حقیقت امر پر اطلاع رکھتا ہے۔ پس اللہ تعالٰے نے مجھ کو اس کی برکت سے معراج تویم کی طرف کہ جو صراط مستقیم پر ہے۔ نقل کیا اور وہ اس خدا کی راہ ہے۔ جس کے لئے آسمان اور زمین کی سب چیزیں ہیں۔ اور اسی کی طرف تمام امور رجوع ہوتے ہیں۔ لیکن دونوں معراجوں کے درمیان میں ایک لطیفہ ہے۔ جو لطافت میں عظیم و شریف ہے۔ اگر ہم اس کو بیان کرنے لگیں۔ یا اس شخص کا بیان شروع۔ جو اس لطیفہ کے نہ پہچاننے کی وجہ سے لوٹ آیا ہے۔ یا ہم ان اولیاء کا حال بیان کریں۔ جو اس کے دریاؤں میں ہلاک ہو گئے۔ اور ان کے نور نے نار کو لغش اخفیا کیا ہے۔ تو بے شک ہم کو اس امر میں اس قدر بسط کی حاجت پڑے۔ کہ کتاب کا شمار بڑھ جائے۔ اور ایک لمبی مدت اس میں صرف ہو۔ حالانکہ ہمارے قصد اختصار ہے۔ نہ تطویل و اکثار۔

اب ہم اسی کلام کی طرف جو فکر کے میان میں کر رہے تھے۔ رجوع ہوتے ہیں۔

جاننا چاہئے۔ کہ اللہ تعالٰے نے فکر محمدی کو اپنے اسم ہادی رشید کے نور سے پیدا کیا۔ اور اس پر اپنے اسم مُبدی و مُعید سے تجلی فرمائی۔ پھر اس کی طرف اپنے اسم باعث شہید کی آنکھ سے دیکھا۔ جب فکر نے ان اسماء حسنے کے اسرار جمع کر لئے۔ اور ان صفات علیا کے لباس میں عالم میں ظاہر ہوئی تو اللہ تعالٰے نے فکر محمدی سے تمام آسمانوں اور زمینوں کے فرشتوں کی روحیں پیدا کیں۔ اور ان کو عالم کی حفاظت کا کام ان کو سونپ دیا۔ پس تمام عالم جب تک ان فرشتوں کی نگرانی میں ہیں۔ محفوظ رہیں گے۔ جب اجل معلوم آپہونچیگی۔ اور قضاء حتمی کے وقت آجائیں گے۔ تو ان فرشتوں کی روحوں کو خدا تعالٰے قبض کریگا۔ اور ان کو اس قبض سے عالم غیب کی طرف نقل کریگا۔ پھر اس وقت امر بعض کا بعض کے ساتھ مل جائیگا۔ اور آسمان جو کچھ ان میں ہے۔ زمین پر پھینک دیں گے۔ اور یہ امر آخرت کی طرف منتقل ہو جائیگا۔ جیسا کہ ظاہری الفاظ کی بات معانی کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ ان اشارات کو سمجھو۔ اور عبارات کے چیستان کو کھول۔ اسرار مخفیہ سے بہرہ یاب ہو۔ اور موہوم پردوں کو اٹھائے۔ پھر جب ان اسرار پر اطلاع پائے۔ اور ان انوار کی روشنی میں سیر کرے۔ تو عبادات کے پردہ میں ... اور اشارات کی مہر سے ان کو محفوظ رکھ۔ ان کو فاش نہ کر۔ کیونکہ افشاء خیانت ہے۔ اور ایسا کرنے سے تو امانت کے ثواب سے محروم رہیگا۔ اور مرتبہ عوام میں متنزل ہو جائیگا۔ بعد اس کے کہ وہ قریب تھا ... ملائکہ کرام کے رتبہ کو پہنچے۔ یہ تاکید اس لئے کی گئی ہے۔ کہ ان اسرار کا فاش کرنا۔ والے کمراہی کے سننے والے کے لئے کچھ زیادہ نہیں کرتا۔ اور سوائے سقید کرنے اور غلطی میں ڈالنے کے مغالطہ کو کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

Marfat.com

مترجم عرض کرتا ہے۔ کہ مصنف علیہ الرحمت کی جن عبارتوں سے یہ متبادر ہوتا ہے۔ کہ عقل اور فکر بھی مغیبات کا ادراک کرتی ہے۔ وہاں مراد عقل سے عقل کا باطن ہے۔ جس کا نام شاہ ولی اللہ صاحب بلوی نے ستر رکھا ہے۔ کہ جب عقل کو فیہ ہیئیت سے آزادی اور تجرد حاصل ہوتا ہے۔ اور وہ مغیبات کے مشاہدہ میں مصروف ہوتی ہے۔ تو اس وقت وہ ستر کے نام سے موسوم ہوتی ہے۔

باب پنجاہ و ہفتم

خیال کے بیان میں اور وہ جمیع عوالم کا ہیولی ہے

ان الخیال حیاۃ روح العالم ۔ ھو اصل تیك و اصلہ ابن الادم

ترجمہ۔ خیال روح عالم کی حیات ہے۔ وہ ان کی اصل ہے۔ اور اس کی اصل ابن آدم ہے۔

لیس الوجود سوی خیال عند من ۔ یدری الخیال بقدرۃ المتعاظم

ترجمہ۔ جو شخص خیال کی حقیقت کو قدرت عظیمہ سے جانتا ہے۔ اس کے نزدیک وجود سوائے خیال کے کچھ نہیں

فالحس تبل بدوہ کمخیل ۔ لك وھو ان یمضی کحلم النائم

ترجمہ۔ تیری قوت متخیلہ میں ظاہر ہونے سے پہلے امر محسوس کا وجود ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ اس طرح گذر جاتی ہے جیسے سونے والے کی خواب۔

فکذلك حال ظھورہ فی حسنا ۔ باق علی اصل لہ بتلازم

ترجمہ۔ یہی حال محسوس کا اس وقت ہوتا ہے۔ جبکہ وہ ہماری حس میں ظاہر ہوتی ہے۔ کہ وہ اپنی اسی اصل پر باقی رہتی ہے۔ جو اس کو لازم ہے۔

لا تفتر را بالحس فھو مخیل ۔ وکذلك المعنی وکل العالم

ترجمہ۔ حس پر مغرور نہ ہو۔ کہ وہ صرف خیال میں ثابت ہے۔ ایسا ہی معنی اور کل عالم کا حال ہے

وکذلك الملکوت والجبروت وال ۔ والاھوت والناسوت عند العالم

ترجمہ۔ ایسا ہی عارف کے نزدیک ملکوت۔ جبروت۔ لاہوت اور ناسوت کا حال ہے۔

لا تحقرن قدر الخیال فانہ ۔ عین الحقیقۃ للوجود الحاکم

ترجمہ۔ خیال کی تحقیر ہرگز نہ کر۔ اس لئے کہ وہ وجود حاکم کے لئے حقیقت کی آنکھ ہے۔

Marfat.com

لکنما اصل الخیال جمیعه قسمان ھذا عند اکتشف الصارم

ترجمہ۔ لیکن کشف قطعی میں جمیع خیال کی اصل دو قسمیں ہیں۔

قسم تصور للبقاء و آخر متصور للهلاك لیس بدائم

ترجمہ۔ ایک قسم بقاء کے لئے متصور ہوتی ہے۔ دوسری ہلاکت کے لئے جسے بقا نہیں ہے۔

فافهم اشاراتنا و فك رموزها لکن علی اصل الکتاب القائم

ترجمہ۔ ہماری اشارتوں کو سمجھ۔ ان کی رموز کو حل کر۔ لیکن کتاب محکم کی اصل سے باہر نہ ہونا

وحذار من فهم یمیل عن الهدیٰ عما اتاك به النبی الهاشم

ترجمہ۔ اس فہم سے بچ۔ جو ہدایت سے کہ نبی ہاشمیؐ تیرے پاس لاتے ہیں۔ پھر جاتا ہے۔

ماذاك قصدی انما قصدی الذی جاء الرسول به بغیر تکاتم

ترجمہ۔ میرا مقصود وہ یعنی کجروی نہیں ہے۔ میرا مقصود وہی شے ہے۔ جسے رسول کریمؐ لاتے ہیں۔ بغیر اس کے کہ کسی چیز کو پوشیدہ رکھا جائے۔

لم ابن اس رسالتی الا علی انی اکون لدینه کالخادم

ترجمہ۔ میں نے اپنی رسالت کی بنیاد اسی پر رکھی ہے۔ کہ میں ان کے دین کے لئے مثل خادم کے ہوں۔

فاذا بدا لك ما تعسر فهمه او کنت تفهم منه قول الغاشم

فاترکه والجاء للالٰه و قم علی سنن اتاك بحدیث القاسم

صلی اللہ علیه ما نارا یقین باسمه فی لیل شك قاتم

ترجمہ۔ میں نے اپنی رسالت کی بنیاد اسی پر رکھی ہے۔ کہ میں ان کے دین کے لئے مثل خادم کے ہوں۔ پھر جب تجھ پر ایسی چیز ظاہر ہو۔ جس کا سمجھنا تجھے دشوار ہو۔ یا اس میں تجھے جور معلوم ہوتا ہے۔ تو تو اس کو چھوڑ دے۔ اور اللہ کے آگے التجا کر۔ اور ان پر قائم رہ۔ جو حدیث قاسم یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث سے ثابت ہیں۔ کہ ان کے نام کی برکت سے شک کی شب تاریک میں یقین روشن ہو جاتا ہے۔

جاننا چاہئے۔ خدا تجھے توفیق دے۔ کہ خیال وجود کی اصل ہے۔ اور وہ ذات ہے۔ جس میں معبود کا کامل طور پر ظہور ہے۔ کیا حق کے متعلق تو اپنے اعتقاد کو نہیں دیکھتا۔ کہ وہ انہی اسماء و صفات سے حق کو ثابت ہیں۔ خیال کر۔ کہ اس اعتقاد کا محل کہاں ہے۔ جس میں تیرے لئے حق سبحانہ و تعالیٰ ظاہر ہوا ہے۔ بجز اس کے اور کوئی بات نہیں۔ کہ وہ خیال ہے۔ اسی لئے ہم نے کہا۔ کہ خیال وہ ذات ہے۔ جس میں حق سبحانہ و تعالےٰ کا کامل ظہور ہے۔ جب تو نے یہ معلوم کر لیا۔ تو تجھ پر ظاہر ہو گیا۔ کہ خیال جمیع عالم کی اصل ہے۔ اس لئے کہ حق تعالےٰ جمیع عالم کی اصل ہے۔ اور اشیاء کا کامل ظہور نہیں ہوتا۔ مگر اپنے محل میں کہ وہ اصل ہے۔ اور وہ محل خیال ہے۔ ثابت ہوا۔ کہ خیال تمام عوالم کی اصل ہے۔ کہا تو نبی صلعم

Marfat.com

کی طرف نہیں دیکھتا۔ کہ اس محسوس کو انہوں نے کیسے خواب بنا دیا۔ اور خواب کو خیال۔ چنانچہ فرمایا الناس نیام فاذا ماتوا انتبہوا۔ آدمی سوئے ہوئے ہیں۔ جب مرینگے۔ تو جاگیں گے۔ یعنی وہ حقائق ان پر ظاہر ہوں گے۔ جن پر کہ وہ دار دنیا میں تھے۔ پھر معلوم کرینگے کہ وہ سوئے ہوئے تھے۔ یہ پوری بیداری موت سے حاصل نہیں ہوگی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سے غفلت اہل برزخ۔ اہل محشر۔ اہل نار۔ اہل جنت سب پر ہجوم کئے ہوئے ہے۔ حتیٰ کہ حق اس ٹیلہ میں ان پر تجلی کریگا۔ جس کی طرف اہل جنت نکلیں گے۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ کو مشاہدہ کرینگے۔ اسی غفلت کا نام نیند ہے۔ پس تمام عالم کی اصل خیال ہے۔ اس لئے عالم میں جو شخص ہیں۔ خیال کے مقید ہیں۔ ہر امت خواہ وہ کونسے عالم میں ہو۔ خیال کی مقید ہے۔ مثلاً اہل دنیا اپنی معاش کے خیال میں مقید ہیں۔ یا اپنی معاد کے خیال میں۔ اور یہ دونوں امر حضور مع اللہ سے غفلت میں داخل ہیں۔ پس وہ سوئے ہوئے ہیں۔ اور جو اللہ کے ساتھ حاضر ہے۔ وہ بیدار ہے۔ اور بقدر حضوری نیند سے بیداری ہوتی ہے۔ اہل برزخ بھی سوئے ہوئے ہیں۔ لیکن ان کی نیند بعض اہل دنیا سے کمتر ہے۔ پھر وہ اس چیز میں مشغول ہیں۔ جو عقائد و خیالات وغیرہ سے بصورت عذاب یا نعمت متمثل ہو کر ان پر ہے۔ اور یہ نیند ہے۔ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے غافل ہیں۔ ایسا ہی اہل قیامت کہ اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کے پاس حساب دے رہے ہیں۔ لیکن وہ محاسبہ میں مشغول ہیں۔ نہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور یہ نیند ہے۔ اس لئے کہ حضور سے یہ غفلت ہے۔ لیکن ان لوگوں کی نیند اہل برزخ کی نسبت کم ہے ایسا ہی اہل جنت و نار کہ جنتی نعمتوں میں مشغول ہیں۔ اور دوزخی عذاب میں اور یہ اللہ سے غفلت ہے اور نیند ہے۔ بیداری نہیں ہے۔ لیکن اہل محشر کی نسبت انکی نیند کم ہے۔ ان کی نیند بمنزلہ اونگھ کے ہے۔ باوجود اس کے کہ ان مذکورہ عوالم کے لوگوں میں سے ہر ایک اگرچہ زیر غور و نظر ہیں من حیث الحق وہ حق کے ساتھ ہیں۔ اس لئے کہ وہ تمام وجود کے ساتھ ہیں۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے ھو معکم اینما کنتم مگر تاہم وہ اس کے ساتھ نیند کے ساتھ ہیں نہ کہ بیداری کے ساتھ۔ پس بیداری نہیں ہے۔ مگر فقط اہل اعراف کے لیے اور ان لوگوں کے لئے جو کثیب میں ہیں۔ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہیں۔ اور بقدر تجلی الٰہی ان کی بیداری ہوتی ہے۔ جس کو بحکم تقدیر دار دنیا میں اللہ سے وہ چیز حاصل ہوئی۔ جو اہل جنت کو کثیب میں حاصل ہوگی۔ اور پر روز محشر کو حق تعالیٰ تجلی کریگا۔ کہ وہ ہر کو شناخت کرلیگا۔ اور وہ بیدار ہوگا۔ اسی لئے اس مقام والے لوگوں کے سردار نے خبر دی۔ کہ سب آدمی سوئے ہوئے ہیں۔ اس لئے کہ وہ سید خود بیدار تھا۔ اور یہ جانتا تھا۔ جب تجھے یہ معلوم ہوگیا۔ ہر عالم کے لوگ زیر غفلت و نوم ہیں۔ تو ان تمام عوالم پر یہ حکم لگا کہ وہ خیال ہے۔ اس لئے نیند عالم خیال ہے ؎

الا ان الوجود بلا محال ۔ خیال فی خیال فی خیال

Marfat.com

ترجمہ۔ آگاہ رہ۔ کہ وجود بلا محال کے خیال در خیال ہے۔ یعنی دنیا خیال ہے۔ برزخ کا برزخ روز محشر کا روز محشر اہل جنت و نار کا اور اہل جنت ارباب اعراف وکثیب کا جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا۔ واللہ اعلم بالصواب

ولا یقظان الا اھل حق　　　مع الرحمن ھم فی کل حال

ترجمہ۔ اہل حق کے سوا کوئی بیدار نہیں ہے۔ وہ ہر حال میں رحمن کے ساتھ ہیں۔

وھم متفاوتون بلا خلاف　　　فیقظتھم علی قدر الکمال

ترجمہ۔ اور ان کا حال متفاوت ہے۔ اس میں کوئی خلاف نہیں۔ ان کی بیداری بقدر کمال کے ہے۔

ھم الناس المشار الی علاھم　　　لھم دون الوری کل التعالی

ترجمہ۔ وہ لوگ ہیں جن کے علو کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ کہ مخلوق کے سوا ان کو ہر قسم کا علو حاصل ہے۔

حظوا بالذات والاوصاف طراً　　　تعاظم شانھم فی ذی الجلال

ترجمہ۔ ذات اور جمیع اوصاف سے وہ بہرہ یاب ہوئے۔ ذوالجلال میں ان کی شان بزرگ ہے۔

فطوراً بالجلال علی التذاذ　　　وطوراً بالتلذذ بالجمال

ترجمہ۔ ایک طور سے وہ جلال سے لذت اٹھاتے ہیں۔ اور ایک دوسرے طور سے جمال سے متلذذ ہوتے ہیں۔

سرت لذات وصف اللہ فیھم　　　لھم فی الذات لذات عوال

ترجمہ۔ اللہ کا وصف ذات کے ساتھ ان میں سرایت کریگا۔ ان کے لئے ذات میں عالی درجہ کی لذتیں ہیں۔

رمز کے موتی چیستان کے دریا میں

ایک مسافر نے جس کو لفظ روح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ سفر کیا۔ یہاں تک کہ وہ ایک ایسے عالم میں پہنچا جس کو لفظ یوح (آفتاب کا ایک نام ہے) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ پھر جب وہ اس بلند مقام میں پہونچا۔ تو ابوالحمی کو (عسکمٹا یا دخمی گرمانے آفتاب اور بالکسر یعنی علف زار) اسے کہا گیا کہ اسے راستہ کو آسانے والے عاشق تو کون ہے۔ کہا میں عاشق بچھڑا ہوا ہوں۔ تمہارے شہروں سے نکالا گیا ہوں۔ اور تمہارے درمیان سے دور کیا گیا ہوں۔ پھر میں پہلی کی قید اور عمق۔ طول اور عرض کی قید میں گرفتار کیا گیا۔ اور آگ۔ پانی ہوا کو جیل میں مجھے قید کر دیا گیا۔ اب میں قید کو توڑ کر آیا ہوں۔ اس جیل سے خلاصی پا تا ہوا بھی میں رہا ہوں۔ یہاں عقائد فاسدہ و اعمال کاسدہ محبت دنیا وغیرہ کی قید میں ... بیان ہیں ... سے غرب ... غارت متفرق و پریشان ہے۔ پھر سوا تمہارے مظلوم قیدی کے لئے ... دکھار ... ہر وہ ایک۔ آدمی کے پاس آیا۔ جس پر بڑھاپا اتر چکا تھا۔ اور اس نے کہا۔ جان لے۔ کہ یہ عالم غیب ہے اس کے ... لیا ... نہیں۔ ... مرد ... والے ہیں۔ ... والے ہیں۔ ان کے ... اور ان پر داخل ہونے والے کے لئے لازم ہے۔ کہ ان کے لباس ... اپنے۔ اور ان

Marfat.com

کی تھی۔ عنبر خوشبو لگاتے۔ میں نے کہا کہ مجھے کہاں سے یہ کپڑے مل سکتے ہیں۔ اور یہ خوشبوئیں کہاں فروخت کی جاتی ہیں۔ اس نے کہا۔ کپڑے تو سمسمہ باقیہ کے بازار میں ملیں گے۔ اور خوشبوئیں خیال ماویہ کی زمین میں اُگتی ہیں۔ تو اس نے ہمارے نفس کا عکس کر دیا۔ کپڑوں کو خیال کے کارخانہ سے لے۔ اور خوشبو کو سمسمہ کی زمین سے۔ اس لئے کہ وہ بلاشبہ دونوں اس عالم مسمی بعالم غیب میں بہائی ہیں۔ پھر پہلے تو میں کمال کی زمین اور جمال کے معدن کی طرف گیا۔ جس کا نام بعض وجوہ سے عالم خیال ہے۔ پھر وہاں میں نے ایک ایسے شخص کا قصد کیا۔ جو عظیم الشان۔ رفیع المکان۔ عزیز السلطان تھا۔ روح خیال کے نام سے موسوم تھا اور روح عنان سے بھی کنایہ کیا جاتا تھا۔ پھر جب میں نے اس کو سلام کیا۔ اور اس کے سامنے متمثل ہوا اس نے سلام کا جواب دیا۔ دعا دی۔ کہ خدا تجھے ہنسائے۔ اور خوش رکھے۔ ثنا کی۔ اور میرے لئے جگہ کشادہ کر دی۔ پھر میں نے اُسے کہا۔ کہ اے میرے سردار۔ یہ کون سا عالم ہے۔ جسے سمسمہ کہا جاتا ہے۔ اور جو طینت آدم کا بقیہ ہے۔ اس نے جواب دیا۔ کہ وہ ایک لطیفہ ہے۔ جو کبھی فنا نہیں ہوتا۔ اور وہ منظہرے ہیں کہ زوال اور دلوں کا گزر نہیں ہوتا۔ خدا نے اسے اس طینت سے پیدا کیا ہے۔ اور آدم کی جملہ خمیر کردہ مٹی سے پیدا کر دیا ہے۔ اور تمام پر اس کو حاکم بنایا ہے۔ کیا اعلیٰ اور کیا ادنیٰ سب کے لئے ہے۔ کتاب میں ہم اس کی بابت ذکر کر چکے ہیں۔ اور یہاں اب ہم نے اسی کی بابت کھولا ہے۔ محال اس میں جائز ہے۔ اور ہر خیالی صورت حس میں مشاہدہ کی جاتی ہے۔ یعنی بمنزلہ محسوس کے دکھائی دیتی ہے۔ میں نے کہا۔ کیا میں اس شہر عجیب و عالم غریب کی طرف راہ پا سکتا ہوں۔ کہا۔ ہاں۔ جب تیرا وہم کامل اور پختہ ہو جائیگا۔ اور محال کے جائز رکھنے کا حوصلہ اور وسعت تم میں پیدا ہو جائے گی۔ اور خیالی معنوں کو حسی طور پر جاننا اور دیکھنا۔ پھر تجھے قدرت حاصل ہو جائیگی۔ اور نکتہ کو تو معلوم کر لیگا۔ اور نقطہ کے راز کو تو پڑھ لیگا۔ اس وقت تیرے لئے ان معنوں کے کپڑے بُنے جائینگے۔ جب تو ان کپڑوں کو پہن لیگا۔ تو سمسمہ کی طرف تیرے لئے دروازہ کھل جائیگا۔ میں نے کہا۔ اے میرے سردار۔ میں اس مشروط امر پر ہوں۔ یعنی مجھ میں یہ مذکورہ شروط پیدا ہو چکی ہیں۔ اور میں نے تمہارے لوگوں کی رسی کو مضبوط کر دیا ہوا ہے۔ اور میں کشف اور وجدان سے معلوم کر چکا ہوں۔ کہ ذوق و شہود میں عالم ارواح عالم حس کی نسبت بہت ظاہر اور بہت قوی ہے۔ پھر اس نے وہی زبان سے بات کرنے کے بعد اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ کہ ناگاہ میں زمین سمسمہ میں چلا گیا ؎

ارضٌ من المسك الذكي ترابها ... ومن الجواهر ربعها وقبابها

اشجارها متكلمات تنطق ... وكذالك اذ درها نعم وعتابها

ترجمہ۔ وہ ایک ایسی زمین تھی جس کی مٹی خالص کستوری تھی۔ اس کے گھر اور خیمے موتیوں کے تھے۔ اس کے درخت بولنے والے تھے۔ یہی حال اس کے نہروں۔ نعمتوں اور ان کی دہلیزوں کا تھا۔"

تطعمها من كل شيء لذيذ ... حقا ومن ماء الحيوة شرابها

Marfat.com

حاز الجمال فصار یشهد صورة　　　فیها وکم اروی العطاش شرابها

ترجمہ: "بتحقیق اس کے کھانے میں ہر شے کی لذت ہے۔ اور اس کے پینے کی چیز آب حیات ہے۔ اس نے جمال کو جمع کیا۔ پھر وہ اس حالت میں ہو گیا۔ کہ اس میں صورت مشاہدہ کی جاتی ہے۔ اور اس کے شراب نے کتنے ہی پیاسوں کو سیراب کر دیا ہے۔"

هی نسخة من جنة المأوی لمن　　　یحظی بقانی الارض طاب ما بها

ترجمہ: "وہ اس شخص کے لئے جنت ماوی کا ایک نسخہ ہے۔ جو زمین میں اس سے بہرہ یاب ہوتا ہے۔ خدا اسکی بلکہ تو پاکیزہ کرے۔"

هی سر قدرة قادر برزت لمن　　　یدری الامور ولم یفقه [illegible]

لیست بسحر انما هی سر [illegible]　　　[illegible]

ترجمہ: "وہ قادر کی قدرت کا بھید ہے جو اس شخص پر ظاہر ہوتا ہے۔ جو تمام امور جانتا ہے۔ اور ان کا حساب اس سے فوت نہیں ہوتا۔ وہ سحر نہیں ہے۔ سوائے اس کے نہیں کہ وہ اس کا [illegible] ہے بلکہ اس کی [illegible] اور اس کی [illegible] اور اس کی مٹی ہے۔"

هی اصلها والسحر فرع للقضاء　　　ویجیب داعی الساحرین [illegible]

ترجمہ: "وہ اس کی اصل ہے اور سحر قضا کی ایک فرع ہے۔ ساحروں کو دعوت دینے والا [illegible] دیتا ہے۔"

یستخرج الرجل الشجاع مراده　　　[illegible]

تبدو بشوة [illegible] فهالت　　　[illegible]

ترجمہ: بہادر آدمی اپنی مراد کو اس سے نکالتا ہے [illegible] آنکھوں سے [illegible] اشارہ ممکن کہ جو شخص [illegible] قوت [illegible] ظاہر کر دیتے ہیں۔

والناس فیهما بین ناج نائل　　　[illegible]

ترجمہ: آدمی اس میں دو قسم کے ہیں۔ ایک نجات پانے والا [illegible] دینے والا کہ اس [illegible] پھر اس کا نصاب پورا ہو جاتا ہے۔

وهالک باء الله عادة [illegible]　　　[illegible]

ترجمہ: "ہلاک [illegible] اور اس کا عجاب [illegible]"

هی [illegible]

ترجمہ: [illegible]

Marfat.com

يفني الجميع، تلك باقية على   لطف وبالمقدور طال ركابها

ترجمہ "سب فنا ہو جائینگے۔ اور وہ اپنی لطافت کی وجہ سے باقی رہیگی۔ اور اس کی رکاب قدرت دراز ہو جائیگی۔"

هي نخلة ظهر من الثمر الذي   هو ادم مالي سواه جنابها

ترجمہ۔ وہ ایک درخت ہے۔ جو اس پھل سے ظاہر ہوا۔ جس کا نام آدم ہے۔ اسکے سوا اس کا کوئی آستانہ نہیں ہے۔"

واذا دعي الانسان يوما ان دعت   نجيبها الانسان جاء جوابها

ترجمہ۔ اگر کسی دن اس کو پکارا جاتا ہے۔ تو انسان اس کا جواب دیتا ہے۔ اور اگر انسان کو پکارا جاتا ہے۔ تو بجائے انسان کے جواب اس کی طرف سے آتا ہے۔

ليست خيالا ولا حسا ولا   غير الما قد قلت هاك صوابها

ترجمہ۔ نہ وہ خیال ہے۔ نہ حس۔ نہ سوائے اس کے جو میں نے کہا۔ یہی اس کے متعلق صحیح و درست ہے۔"

مترجم عرض کرتا ہے۔ کہ اس تمام بیان کا حاصل یہ ہے۔ کہ جنتِ آدم جو بقول مصنف علیہ الرحمۃ روح زمین تھی۔ سمسمہ اس کا بقیہ ہے۔ اور اس کا نام دوسرے لفظوں میں خیال ہے۔ یہ تمام عالم حس۔ برزخ۔ محشر۔ جنت و نار۔ سحر و کرامت وغیرہ اس کے ظہورات و طلسمات ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ پھر جب میں ایسی عجیب زمین میں داخل ہوا۔ اور اس کی عجیب و غریب خوشبوئیں لگائیں۔ اور اس کے عجائب و غرائب تحفہ جات اور لطائف کو دیکھا۔ جن کا ذکر اس باب میں نہیں سما سکتا۔ اور نہ محسوس میں ان کو دیکھا جاتا ہے۔ اور نہ عالم خیال میں۔ تو میں نے عالم غیب کی طرف جو موجود ہے۔ چڑھنا چاہا۔ پھر میں اسی شیخ کے پاس آیا جو پہلے راہ بتانے والا تھا۔ پھر میں نے اس کو پایا۔ کہ مارے عبادت کے باریک ہو گیا تھا۔ حتے کہ وہ مثل خیال کے ہو گیا۔ کمزور ہو چکا تھا۔ حتے کہ میں نے اُسے خیال کیا۔ کہ وہ مفروضات محال میں سے ہے۔ لیکن وہ قوی القلب اور قوی الہمت تھا۔ غضب۔ سطوت اور عزم میں نہائت شدید تھا۔ اور جلدی اٹھتا بیٹھتا تھا۔ گویا کہ وہ بادل تھا۔ میں نے اُسے سلام دینے اور سلام کا جواب لینے کے بعد کہا۔ کہ میں رجال غیب پر داخل ہونا چاہتا ہوں۔ میں بالتحقیق ان کی شرطیں پوری کر کے آیا ہوں۔ اس نے کہا۔ کہ بس اب داخل ہونے کا وقت ہے۔ پھر زنجیر کھٹکھٹائی۔ اور دروازہ کھل گیا۔ اور بند ہو گیا۔ پھر میں ایک شہر میں داخل ہوا جس کی زمین نہائت عجیب تھی۔ بڑی لمبی چوڑی تھی۔ وہاں کے رہنے والے تمام عالم سے خدا کو زیادہ جاننے والے تھے وہاں کوئی غافل آدمی نہ تھا۔ اس کی زمین در کا یعنی سفید موتی کی طرح روشن تھی۔ اور اس آسمان مثل زبرجد کے سبز تھا۔ اس کے عجب عجب کرامتے تھے۔ سوائے خضر علیہ السلام کے اس میں کوئی فرشتہ نہ تھا۔ میں نے اپنے مجاور اس کے پاس اتار دئیے۔ اور اس کے آگے ہو کر خاک جھاڑی۔ پھر اسے سلام دیا۔ اس نے دوست غمخوار کی سی میری تعظیم کی۔ اور مصاحب کی طرح مجھے اپنے پاس بٹھایا۔ پھر میرے لئے جگہ کشادہ کر دی۔ اور کہا۔ کہ جو بات ہے۔ بیان کر۔ میں نے کہا۔ کہ اے میرے سردار میں تیرے اس امر کی بابت جو بلند ہے۔ اور تیرے

اس شان کی بابت جو کہتا ہے۔ تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ جس میں کلام میں اختلاط پیدا ہو گیا ہے۔ لوگ اس میں خبط میں پڑ گئے ہیں۔ اس کے جواب میں اس نے کہا۔ کہ میں حقیقت عالیہ ہوں۔ قریب ہونے والا شعبہ ہوں انسانِ وجود کا ستر ہوں۔ باطن معبود کا عین ہوں۔ جمیع حقائق مجھ میں مندرج ہیں۔ وہ دریائے عمیق ہوں۔ جس سے تمام شعبے منشعب ہوئے۔ میں شیخ لاہوتی ہوں۔ عالم ناسوتی کا محافظ ہوں۔ ہر معنی میں متصور ہوں ہر آسودگی کی منزل میں ظاہر ہوتا ہوں۔ ہر صورت میں متخلق ہوں۔ ہر سورت میں آیت ظاہر کرتا ہوں۔ میرا امر سودہ ایک عجیب طور کا باطن ہے۔ اور میرا حال سودہ بھی ایک انوکھی شے ہے۔ میری رہنے کی جگہ کوہ قاف ہے۔ اور میرا محل اعراف ہے۔ میں ہی وہاں کھڑا ہوا تھا۔ جہاں دو دریا ملتے ہیں۔ نہرا ئین میں بھی ڈوبنے والا میں ہی ہوں۔ چشمۂ عین سے میں ہی پینے والا ہوں۔ بحر لاہوت میں مچھلی کا رہنما ہوں۔ میں غذا کا ستر ہوں۔ جوان کا حامل ہوں۔ ظاہر کے معنے کا معلم ہوں۔ اول و آخر کا نقطہ ہوں۔ قطب۔ فرد۔ جامع میں ہی ہوں۔ چمکنے والا نور اور بدر ساطع ہوں۔ قول قاطع ہوں۔ مغزوں اور عقلوں کی حیرت ہوں۔ طالبوں کی مراد ہوں۔ میرے تک کوئی نہیں پہنچتا۔ اور مجھ پر کوئی داخل نہیں ہوتا۔ مگر ایک انسان کامل اور روح واصل اس کے سوا جو ہے۔ میری منزلت اس کے مقام سے بالاتر ہے۔ وہ میری خبر کو نہیں پہچانتا۔ اور میرے اثر کو نہیں دیکھتا۔ بلکہ اس کا اعتقاد بعض بندوں کی صورتوں میں اُسے متصور ہوتا ہے۔ جیسے وہ میرے نام سے موسوم کرتا ہے۔ اور اس کے رخسارہ پر میرا نشان نقش کر دیتا ہے۔ پھر جاہل مغرور اس کی طرف دیکھتا ہے۔ اور گمان کرتا ہے۔ کہ یہی خضر ہے۔ حالانکہ میں کہاں اور وہ کہاں۔ بلکہ اس کا جام کہاں اور میرا خم کہاں بار خدایا۔ مگر یہ کہ یہ کہدیا جائے۔ کہ وہ میرے دریا کا ایک نقطہ ہے۔ یا میرے دہر کی ایک گھڑی ہے۔ کیونکہ اس کی حقیقت میرے شعبوں کا ایک شعبہ ہے۔ اور اس کی راہ میرے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے۔ اس اعتبار سے میں ہی وہ دھوکا دینے والا ستارہ ہوں۔ میں نے اُسے کہا۔ کہ تیرے واصل کی علامت کیا ہے اور جو تیرے پاس تیرے میدان میں اُترتا ہے۔ اس کی شناخت کیا ہے۔ کہا۔ اس کی علامت علم قدرت میں پوشیدہ ہے۔ اور اس کی معرفت علم التحقیق میں حقائق میں پیچیدہ ہے۔ پھر میں نے رجالِ غیب کی جنسوں کی بابت سوال کیا۔ اس کے جواب میں اس نے کہا۔ کہ بعض ان میں سے بنی آدم ہیں۔ اور بعض ان میں سے ارواح عالم ہیں۔ اور وہ چھ قسمیں ہیں۔ کہ اپنے مقام میں مختلف ہیں۔ (پہلی قسم) یہ اعلےٰ قسم کاملوں کی جماعت ہے۔ یہ اُن ولیوں کے افراد ہیں۔ جو انبیاء کے پیچھے قدم بقدم چلتے ہیں ... ان سے اس غیب میں غائب ہو گئے ہیں۔ جس کا نام مستوی الرحمن ہے۔ پھر وہ نہ پہچانے جاتے ہیں۔ اور نہ وصف کئے جاتے ہیں۔ اور وہ آدمی ہیں۔ (دوسری قسم) وہ اہل معانی ہیں۔ اجسام کے برتنوں کی روحیں ہیں۔ ... ان کی صورتوں میں متصور ہوتا ہے۔ اور لوگ ظاہر و باطن میں ان کی خیر و برکت سے کمال حاصل کرنے والے ... ارواح ہیں۔ گویا کہ وہ ابدال ہیں۔ کیونکہ ان میں ایسی قوت موجود ہے۔ کہ وہ عالم شہادت ... سفر

Marfat.com

کر کے عالم تعینات میں متصور متجسم ہو جاتے ہیں۔ پھر غیب وجود کی فضاء میں چلے جاتے ہیں۔ پس ان کا غیب عین شہادت ہے۔ اور ان کے انفاس عبادت ہیں۔ یہ لوگ زمین کے اوتاد ہیں۔ کہ سنت و فرض کے ساتھ اللہ کے لئے قائم ہیں (تیسری قسم) وہ فرشتے ہیں۔ جو دلوں میں الہام اور خطرے ڈالتے ہیں۔ اور دواعی پیدا کرتے ہیں۔ اولیاء کے پاس آتے ہیں۔ اصفیاء سے کلام کرتے ہیں۔ جسمانی صورتوں میں عالم محسوس میں ظاہر نہیں ہوتے۔ اور عام لوگ ان کو نہیں پہچانتے (چوتھی قسم) وہ رجال ہیں۔ جو ہمیشہ اپنی جگہوں میں مناجات میں مصروف ہیں۔ اپنے عالم سے نکلتے ہیں۔ نہیں پائے جاتے مگر ان نشانوں میں اور ان علامتوں میں جو انکی غیبی ہیں۔ تمام آدمیوں کے لئے عالم محسوس میں متصور ہوتے ہیں۔ اور کبھی اہل صفا بھی اس لوا میں داخل ہوتے ہیں۔ پھر وہ ان کو غیبی باتوں کی خبر دیتے ہیں۔ اور پوشیدہ باتیں ان پر ظاہر کرتے ہیں (پانچویں قسم) وہ رجال ہیں۔ جو بیابانوں میں رہتے ہیں۔ وہ بھی عالم میں ایک مرتبہ رکھتے ہیں۔ اور وہ بنی آدم کی جنسوں سے ہیں۔ آدمیوں پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اور پھر غائب ہو جاتے ہیں۔ ان سے کلام کرتے ہیں۔ ان کا جواب دیتے ہیں۔ یہ اکثر پہاڑوں، بیابانوں، وادیوں اور نہروں کے کناروں پر رہتے ہیں۔ ہاں ان میں سے جو نادر ہے۔ وہ شہر میں عمدہ مکان اور اچھا مقام بنا لیتا ہے۔ لیکن شہر کی طرف اس کا کچھ شوق نہیں ہوتا۔ اور اس پر اس کا کچھ اعتماد نہیں ہوتا (چھٹی قسم) وہ مشابہ خواطر کے ہیں نہ دساوس کے وہ تفکر کے باپ اور تصور کی ماں سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان کے اقوال کی طرف کوئی نہیں دیکھتا۔ اور ان جیسوں کا کوئی شوق نہیں رکھتا اور وہ خطاء صواب کے درمیان ہیں۔ اور وہ اہل کشف و حجاب ہیں۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل وعندہ ام الکتاب۔

اٹھاونواں باب

حقیقت محمدیہ کے بیان میں وہ نور ہے جس سے خدا نے جنت دوزخ کو پیدا کیا

اذا ما حسن ذات نور اقتباس لاحمد ... مستورات وھی الشمس طالعۃ

ترجمہ۔ حسن ذات نور ہیں جو قلبوں میں چمکتے ہوئے ظاہر ہوئے۔ وہ پوشیدہ ہیں۔ حالانکہ وہ مثل آفتاب طالع ہیں۔

للحق فیھم ظاھر و عند عارفہ ... فلیس تخفی تجلیات ساطعۃ

ترجمہ۔ اس کے عارف کے نزدیک حق ان میں ظاہر ہے۔ اس لئے چمکنے والی تجلیات پوشیدہ نہیں رہتیں۔

Marfat.com

والقلب فیه قویً تدعی مصوّرةً   لکنها حوت الاسرار جامعة

ترجمہ۔ ”قلب میں ایسی قوتیں ہیں۔ جو مصوّرہ کو چاہتی ہیں۔ لیکن انہوں نے تمام اسرار کا احاطہ کر لیا ہوا ہے“۔

اضحت لجنات خلد نسخة فغدت   للقصر فی ساحة التخییل رافعة

ترجمہ۔ ”خلد کے باغوں کے لئے وہ ایک نسخہ ہو گیا۔ پھر خیال کے میدان میں ایک محل کو وہ بلند کرنے والا ہو گیا“۔

تستخرج الثمر الحالی وحامضه   من جنة هی فوق الغصن یانعة

ترجمہ۔ ”کھٹے اور میٹھے پھل باغ سے نکلتے ہیں۔ جو شاخوں کے اوپر پکے ہوئے ہیں“۔

لم یدر ما قد حوت من سر صانعها   سوی حکیم اتته الخلق طائعة

ترجمہ۔ ”کوئی نہیں جانتا کہ اسکے بنانے والے کی صنعت سے کیا اسرار اس میں بھرے گئے ہیں۔ سوائے حکیم کے جس کے پاس خلقت خوش ہو کر آتی ہے“۔

مخلوقة وهی مرآة لخالقها   قربه قد غدت فی الحکم شاسعة

ترجمہ۔ ”وہ پیدا کیا گیا ہے۔ حالانکہ وہ اپنے خالق کا آئینہ ہے۔ قریب تھا کہ حکم میں بعید ہو گیا ہے“۔

حقیرة جل عند الله رفعتها   سر وقد اصبحت فی الناس ذائعة

ترجمہ۔ ”حقیر ہے۔ لیکن اللہ کے ہاں اس کا مرتبہ بلند ہے۔ سر ہے۔ کہ وہ آدمیوں میں پھیل گیا“۔

لکنها عجزها من کونها خلقت   فی النفس میتة فی الارض خاشعة

ترجمہ۔ ”لیکن اس کی عاجزی اس وجہ سے ہے۔ کہ وہ مخلوق ہے۔ نفس میں مردہ ہے۔ نیچے زمین میں ہے“۔

لا تکسب المرء الا فرحة ولها   فی ظاهر الصحو احزان متتابعة

ترجمہ۔ ”مرد سوائے فرحت کے کچھ حاصل نہیں کرتا۔ حالانکہ ظاہر ہوشیاری میں اس کے لئے پے در پے غم ہیں“۔

لا یفترا کل ذی عقل بزینتها   ولا یدع فیها مسند و نعمة

ترجمہ۔ ”کوئی عقلمند اس کی زینت سے فریب نہ کھائے۔ اور نہ اس کا کوئی مریض اس کی حرص کرے“۔

لو انها خلقت حیا لکنت تری   هادی وصلته فی الناس قانعة

ترجمہ۔ ”اگر وہ زندہ پیدا کیا جاتا۔ تو بے شک تو اس کو ایسی حالت میں دیکھتا کہ وہ آدمیوں سے در اصل ملی ہوتا۔ اور قانع ہے“۔

وذی الحدیث قشر فوق نکتتنا   فالق القشور فلیست مثل ...

ترجمہ۔ ”اور یہ بات پوست ہے۔ جو ہمارے نکتہ کے اوپر ہے۔ پس تو چھلکوں کو پھینک دے۔ ... “

واللب فی النفس مثل الدر فی صدف   کالنجم ... بعلة

ترجمہ۔ ”مغز درحقیقت سیپ میں موتی کی مانند ہے۔ ... ہیں“

فانظر الی حکمة لاحت فی کلمی   فی زی مکتتم کالشمس لامعة

ترجمہ۔ ”پس تو اس حکمت کی طرف دیکھ۔ جس کو ہم کلام میں لائے ہیں۔ کہ ایک لباس میں پوشیدہ ہو کر مثل آفتاب کے چمک رہی ہے“۔

Marfat.com

جان لے۔ خدا تجھے اس کی معرفت کی توفیق دے۔ اور قربت والوں میں تجھے داخل کرے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے صورت محمدیہ کو اپنے اسم بدیع اور قادر کے نور سے پیدا کیا ہے۔ اور اس کی طرف اسم منان قاہر کی نظر سے دیکھا ہے۔ پھر اپنے اسم لطیف غافر سے تجلی کی۔ اس وقت اس تجلی کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ گویا کہ وہ دو حصے ہو گئے۔ جو نصف داہنی جانب کے مقابل تھا۔ اس سے خدا نے جنت پیدا کیا۔ اور اُسے منعمین کے دار سعادت بنایا۔ اور دوسرا نصف جو بائیں جانب تھا۔ اس سے دوزخ پیدا کیا۔ اور اس کو اہل ضلالت کے لئے دار الاشقیاء بنایا۔ جس حصے سے جنت کو پیدا کیا گیا۔ اس کی طرف اسم منان سے نظر کی گئی تھی۔ لہٰذا اس ستر کی وجہ سے جو اسم لطیف کی تجلی میں ہے۔ اللہ کے ہاں ہر صاحبِ کرامت کا محل شریف اور عمدہ ہے اور وہ حصہ جس سے خدا نے دوزخ کو پیدا کیا۔ اس کی طرف اسم قاہر سے دیکھا گیا۔ اور وہ اس ستر کی وجہ سے کہ اسم غافر کی تجلی اس پر ہوئی۔ اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ ان کا مآل آخر میں خیر کی طرف ہوگا۔ جیسا کہ آنحضرتؐ نے خبر دی ہے۔ کہ جبار دوزخ میں اپنا قدم رکھیگا۔ اور کہیگا۔ کہ بس بس پھر اس میں تیزک کا درخت اُگ پڑیگا۔ اور اس حدیث کا راز یہ ہے۔ کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے اہل دوزخ کے لئے خدا تعالیٰ نے عذاب پیدا کیا۔ اس عذاب کے تحمل کی قوت بھی ان میں پیدا کر دی سو رنہ وہ ہلاک ہو جاتے اور معدوم ہو جاتے۔ اور عذاب سے چھوٹ جاتے۔ خدا تعالیٰ کا قول اس امر کی تائید کرتا ہے۔ کہ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ۔ پس پوستوں کے بدلنے سے ان میں از سر نو قوت پیدا ہو جائیگی۔ جو ان میں پہلے نہ تھی۔ پھر وہ اپنے دلوں میں کہینگے۔ کہ شاید وہ ہم کو اس سے ایسا ایسا عذاب کریگا۔ بسبب ان کے آگاہ ہونے کے اس بات پر کہ اس قوت میں اس نے تحمل عذاب کی قابلیت رکھی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان میں اس عذاب کو پیدا کر دیگا۔ وہ اس میں اتر پڑینگے۔ اور اس سے عذاب دیئے جائینگے۔ ان کا کشف جو ان کے دلوں میں پڑا تھا۔ کہ خدا ہم کو ایسا ایسا عذاب دیگا۔ ان کے حق میں بمنزلہ عذاب کی بشارت کے ہوگا۔ جیسا کہ اہل جنت بھی نعمتوں کی بشارت دیئے جائینگے۔ قبل اس کے کہ وہ ان میں داخل ہوں۔

پھر جاننا چاہیئے۔ کہ اہل دوزخ سے جب عذاب زائل ہو جائیگا۔ اور اس کے سوا اور عذاب ان میں پیدا ہوگا۔ پہلی قوتیں ان سے زائل نہیں ہونگی۔ اس لئے کہ وہ منت و احسان کے ہاتھ نے ان کو بخشی ہوئی ہیں۔ اور حق تعالیٰ اپنی بخشائش کو واپس نہیں لیتا۔ اور عذاب قہر کے ہاتھ سے نازل ہوا ہے۔ اس لئے اس کی شان یہ ہے۔ کہ وہ بڑھتا چلا جاتے۔ اور ایک کی بجائے دوسرا قائم ہو۔ پھر وہ لوگ ہمیشہ اس حالت میں رہینگے۔ کہ ہر عذاب کے واسطے ان کی قوت پر قوت زیادہ ہوتی رہیگی۔ یہاں تک کہ وہ اس حالت پر پہنچ جائینگے۔ کہ ان قوتوں کا اثر ان میں قوت الٰہیہ کو ظاہر کر دے۔ پھر جب قوت الٰہیہ ان میں ظاہر ہوگی تو ان کو اس بات کی طرف مجبور کریگی۔ کہ جبار اپنا قدم دوزخ میں رکھے۔ اور صفات حق کا یہ خاصہ ہے۔ کہ

Marfat.com

جس میں وہ ظاہر ہوتی ہیں۔ وہ بعد ان کے ظہور کے شقی نہیں رہتا۔

اس کے بعد معلوم کرنا چاہیئے۔ کہ جبار ان پر اسی قوت الہیہ کی حیثیت سے ظاہر ہوگا جس کو ان پر ظاہر کیا ہے۔ بسبب اس مناسبت کے جو ہر چیز میں ہونا کا سبب ہے۔ پھر جو وہ جبر کا قدم آگ پر رکھیگا تو وہ ذلیل ہو جائیگی۔ اور بسبب حق تعالے کی قوت کے عاجزی کریگی۔ اور اس وقت وہ اسے کہیگی۔ بس بس۔ اور یہ کلام قہر عزت کے نیچے ذلت کا حال ہے جس کو لفظ قط قط سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پھر وہ [illegible] جان لے۔ کہ چونکہ آگ فی الوجود اصلی نہیں ہوگی۔ اس لئے آخر امر میں زائل ہو جائیگی۔ اس کا راز یہ ہے۔ کہ جس صفت سے وہ پیدا کی گئی ہے وہ مسبوق ہے۔ (یعنی صفت قہر کہ مسبوق بالرحمت ہے۔ اس سے پیدا کی گئی ہے) اور مسبوق سابق کی فرع ہے۔ اور یہ قول ہے۔ اللہ تعالے کا جو اس پر شاہد ہے۔ کہ سبقت رحمتی علی غضبی۔ پس سابق اصل ہے۔ اور مسبوق اس کی فرع۔ کیا تو اس بات کی طرف خیال نہیں کرتا۔ کہ چونکہ رحمت اصل تھی۔ اس لئے اس نے اول وجود سے آخر تک [illegible] کھینچا۔ اور غضب اول وجود سے آخر تک نہ کھینچا۔ اس لئے کہ عدم سے مخلوق کو اس کا پیدا کرنا رحمت کے لئے تھا۔ نہ کہ غضب کے لئے۔ [illegible] کہ عدم کی حالت میں ان سے کوئی گناہ و فوج میں نہیں آیا۔ کہ وہ مستوجب غضب ہوں۔ خدا کے اس قول کی طرف دیکھ۔ کہ وہ فرماتا ہے۔ ورحمتی وسعت کل شیئ۔ [illegible] شیئ۔ اس لئے کہ اس نے اشیاء کو رحمت کے لئے پیدا کیا ہے۔ [illegible] طرح [illegible] وجود تک نہیں کھینچا۔ اس کا سبب یہ ہے۔ کہ رحمت صفت ذاتی ہے۔ [illegible] کیا تم نہیں دیکھتے۔ کہ بسم اللہ کا آغاز الرحمن الرحیم سے ہے۔ [illegible] کی وجہ یہ ہے۔ کہ غضب ایک صفت ہے۔ جس کو عدل نے واجب کیا ہے۔ اور [illegible] کے درمیان حکم کرنے کے لئے (یعنی عدل) [illegible] کی کمالات ظاہر ہے۔ کیونکہ رحمت [illegible] اسم صفت ہے۔ اور اسم رحمن اسم ذات۔ کیا تو [illegible] کیا ہے۔ پہلا منظر ہے۔ کہ اس میں [illegible] ہم قاہر ہوا۔ [illegible] کا پہلا [illegible] یعنی قاہر۔ قہار۔ و قہور [illegible]

پھر اس کے بعد جاننا چاہیئے۔ کہ [illegible] وہ [illegible] سے مدد کی [illegible] سے نفسوں کے [illegible]

Marfat.com

سبز ہے۔ اور جنت میں سب رنگوں سے اچھا رنگ سبز ہے۔ پس معاملہ منعکس ہو گیا۔ کہ جو جحیم تھا وہ نعیم بن گیا
جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں جب حق تعالیٰ نے آگ کو کہا۔ کہ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ
تو وہ آگ ریاحین اور باغ ہو گئی۔ اور اس کا محل اب تک ویسے ہی باقی ہے۔ لیکن ناریت چلی گئی۔ اگر تو چاہے
تو کہہ دے۔ کہ آگ زائل نہیں ہوئی۔ لیکن عذاب کی تکلیف راحت کے ساتھ مبدل ہو گئی۔ ایسا ہی قیامت
کے دن جہنم کا حال ہوگا۔ چاہے تو یہ کہہ دے۔ کہ قدم رکھنے کے بعد بالکل آگ زائل ہو جائیگی۔ اور چاہے
تو کہہ دے۔ کہ وہ اپنے حال پر باقی ہے۔ لیکن تکلیف راحت سے بدل جائیگی۔ یہ دونوں احتمال صحیح
ہو سکتے ہیں۔ دنیا میں طبیعت نفسانیہ دوزخ کی آگ سے مناسبت رکھتی ہے۔ کہ جس نے مجاہدات اور ریاضات
سے اسے حق کی طرف کھینچا اور اسے پاک کر لیا۔ تو اس کے نفس کے متعلق اگر تو یہ کہہ دے۔ کہ طبیعت نفسانیہ
بالکل جاتی رہی ہے۔ تو یہ بھی سچ ہے۔ اور اگر تو یہ کہہ دے۔ کہ وہ انوار تزکیہ الٰہیہ کے نیچے چھپ گئی ہے۔
تو اس قول میں بھی صادق ہوگا۔ پھر معلوم کرنا چاہیے۔ کہ مجاہدات ریاضات اور اُن تکلیفوں کی نسبت جو
نفس میں اہل اللہ اس دنیا میں اٹھاتے ہیں بمنزلہ عذاب دوزخ کے ہے۔ اور اُن دہشتوں کے ہے۔
جو قیامت کے دن ہونگی۔ اور اقسام عذاب اور ان کی زیادتی اور کمی کی نسبت۔ مجاہدات۔ ریاضات۔ مخالفات
کے [illegible] پانے کی تفاوت کی نسبت ہے۔ اس شخص میں جس میں کہ طبیعت نفسانیہ متمکن ہو گئی ہے۔ کہ وہ زائل
نہیں ہوتی لیکن بڑی مشقت کے بعد۔ بخلاف اس کے جس شخص میں طبیعت نفسانیہ نے پورا تمکن حاصل
نہیں کیا [illegible] اس کا حال دوزخیوں کے اس شخص کی مانند ہوگا۔ جس کو تھوڑا سا عذاب دیا جائیگا۔ اور دوزخ سے
جلدی نکالا جائیگا۔ مجھے اس روح نے خبر دی ہے۔ جس نے یہ علوم مجھے سکھلائے ہیں۔ کہ یہ امور جو
[illegible] مجاہدات۔ ریاضات۔ مخالفات سے زائل ہو جائینگے۔ یہ موجب خدا تعالیٰ کے اس قول کے کہ
وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا اہل اللہ کا حصہ ہے۔ (معنی اس آیت کے یہ ہیں۔ کہ تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں
[illegible] جو دوزخ پر نہ ہو) پس وہ اس کے بعد دوزخ کی آگ پر نہیں گذریں گے۔ یہ خدا تعالیٰ کی ان پر
مہربانی ہے۔ کہ وہ اپنے بندہ کو دو دفعہ عذاب نہ دے۔ اور دو حضروں میں اس کو نہ ڈرائے۔ یہ مشقتیں جو
[illegible] اٹھانی پڑیں گی۔ اس عذاب کا عوض ہونگی۔ جو دوسروں کو آخرت میں ہوگا۔ اس کی تائید
[illegible] حدیث سے ہوتی ہے۔ کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ بخار ہر مومن کا آگ سے حصہ ہے۔ جب بخار
آگ کا قائم مقام ہو سکتا ہے۔ تو کیا مجاہدات۔ ریاضات۔ مخالفات جن سے تزکیہ نفس حاصل ہوتا ہے [illegible]
جن میں بخار سے بڑھ کر تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ دوزخ کی آگ کا قائم مقام نہیں ہو سکتے۔ اس لئے حضور
علیہ الصلوۃ والسلام نے مجاہدات کا نام جہاد اکبر رکھا ہے۔ اور تلوار کے جہاد کا نام جہاد اصغر۔ اور اس میں کوئی
شبہ نہیں۔ کہ بخار مقابلہ دشمن سے لٹھ مارنے اور نیزہ لگانے وغیرہ سے زیادہ آسان ہے۔ اور یہ تمام جہاد اصغر
ہے۔ اُن مجاہدات و مخالفات کی سختیوں کے مقابلہ میں جن کو اہل اللہ اٹھاتے ہیں۔

Marfat.com

اور جاننا چاہیئے۔ کہ جب خدا تعالیٰ نے آگ کو اپنے اسم قہار سے پیدا کیا ہے۔ تو اس کو جلال کا مظہر بنایا ہے۔ پس اس پر سات تجلیات کے ساتھ تجلی فرمائی۔ یہ تجلیات دوزخ کے دروازے ہیں۔ اور ان کے معنی ہیں۔

پہلی تجلی۔ اسم منتقم سے اس پر تجلی کی۔ جس سے ایک وادی پیدا ہوئی۔ جس کے [illegible] ہزار درکات تھے۔ کہ بعض ان کے بعض کے نیچے تھے۔ اس کا نام لظی رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس [illegible] دروازہ معصیت اور گناہ کی ظلمت سے کہ وہ جرم ہے۔ بنایا۔ اور وہ ان گنہگاروں کا مقام ہے [illegible] حقوق خلق کے متعلق نہیں ہیں۔ اور وہ ایک امر ہے۔ جو اللہ اور بندہ کے درمیان ہے۔ مثلاً کذب۔ ریا۔ لواطہ شراب نوشی۔ فرائض کا چھوڑنا اور اللہ کے محرمات کو حلال جاننا۔ یہ وہی جرم ہیں۔ جن کی نسبت خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ كَلَّا إِنَّهَا لَظَى [illegible] تَدْعُو مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّى۔ یعنی اللہ کی اطاعت سے جس نے پشت دی اور اس کے ذکر سے منہ [illegible] وَجَمَعَ فَأَوْعَى یعنی گناہ و معصیت کو جمع کیا۔ اس طبقہ کا عذاب دردناک ہے۔ اور باوجود شدت کے دوسرے طبقوں کے عذاب سے خفیف ہے۔

دوسری تجلی۔ اسم عادل سے تجلی فرمائی۔ جس سے ایک وادی کھل گئی جس کا نام [illegible] جس کے سات لاکھ بیس ہزار درکات ہیں۔ کہ بعض ان کے بعض کے نیچے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے [illegible] کا دروازہ فجور سے پیدا کیا ہے۔ اور وہ ظلم، تعصب، طلب باطل اور طغیانی و سرکشی ہے۔ یہ [illegible] ہے۔ جو ناحق بندگان خدا پر ظلم کرنے میں حد سے بڑھ گئے ہیں۔ ان کے مالوں کو چھینا اور ان [illegible] گالی گلوچ اور غیبت وغیرہ سے ان کی آبروریزی کی۔ اور یہ وادی پہلی وادی کے مرتبہ کے [illegible] کے طبقات پہلے طبقوں سے عذاب میں بڑھ کر ہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ [illegible] مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے ایمان میں جھوٹے ظالم سرکش، لوگوں پر زیادتی کرنے والے ہیں [illegible] کا مسکن ہے۔ جو ناحق لوگوں پر ظلم کرتے ہیں۔ یہ اہل حقوق کا محل ہے۔ اور اس طبقہ کا عذاب [illegible] زیادہ سخت ہے۔

تیسری تجلی یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے [illegible] پر اپنے اسم شدید سے تجلی [illegible] وادی جس کا نام سقر ہے۔ اس کے پردہ دلا دیا [illegible] ہزار [illegible] ہیں [illegible] [illegible] اس وادی کا دروازہ ذراے نفس اور [illegible] مال کی خواہش اور کینہ [illegible] سے پیدا کیا ہے۔ اور یہ اس نفس کا مسکن ہے جس میں ان مذکورہ خصلتوں میں سے کوئی خصلت [illegible] ہو اور پہلی وادی کی نسبت [illegible] ہے۔ اور اس کا عذاب اس سے کئی گنا بڑھ کر ہے۔

Marfat.com

چوتھی تجلی یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر اسم غضب سے تجلی کی۔ جس سے ایک وادی جس کا نام ہاویہ ہے۔ اور دوزخ کے سب سے نچلے درجہ میں ہے۔ اس کے اٹھارہ لاکھ اسی ہزار درجے ہیں۔ کہ بعض ان کے بعض کے نیچے ہیں۔ ان میں آدمی ہر دو درجوں کے درمیان دنیا کی ساعتوں کے شمار کے موافق کئی حقبوں تک کہ ہر حقبہ اسی ہزار برس کا ہوتا ہے۔ پڑا رہیگا اور اپنی مدت پوری کریگا۔ اور دوسرے درجہ تک نہیں پہنچیگا۔ خدا تعالیٰ نے اس وادی کا دروازہ نفاق، ریا، عناد، کذب وغیرہ سے پیدا کیا ہے۔ ان خصائل میں سے جس شخص میں کوئی خصلت ہوگی۔ وہ ان میں ٹھہریگا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔ اس لئے اس کا نام ہاویہ رکھا گیا ہے۔ یہ طبقہ پہلے طبقوں کی نسبت عذاب میں کئی گنا بڑھ کر ہے۔

پانچویں تجلی یہ ہے۔ کہ اس پر اپنے اسم مذل سے تجلی کی۔ جس سے سقر نام ایک وادی کھل گئی جس کے ستائیس لاکھ ساٹھ ہزار درکات ہیں۔ کہ بعض بعض کے نیچے ہیں۔ اس وادی کا دروازہ خدا نے تکبر سے پیدا کیا ہے۔ اس میں وہ فرعون اور جابر لوگ ہوں گے۔ جو ناحق کے علو اور فوق کے خواستگار ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ غیور ہے۔ جو اس کی صفت یا کسی اسم کا بغیر حق کے دعوے کرتا ہے۔ تو وہ اس دعوے کو اس کی انتہا تک پہنچا کر اس کی ضد سے اس پر عذاب کریگا۔ ان لوگوں نے چونکہ زمین میں تکبر کیا اور ناحق بلند وصف کا لباس پہنا۔ لہٰذا ان کو اپنے اسم مذل سے عذاب دیگا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ثُمَّ اَدْبَرَ یعنے عبادت الٰہی سے پشت دی۔ اور عجز و نیاز مندی سے منہ پھیرا۔ وَاسْتَكْبَرَ اور تکبر کیا اور جانا کہ وہ عبادت نہ کرنے سے بچ رہے گا۔ اور کہا۔ کہ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ۔ کہ یہ قرآن صرف ایک بشری کلام ہے جس پر ایمان لانا ضروری نہیں۔ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ۔ عنقریب ہم اسے دوزخ سقر میں داخل کرونگا۔

چھٹی تجلی یہ ہے۔ کہ اس پر اسم ذی البطش سے تجلی فرمائی۔ جس سے ایک وادی سعیر نام کھل گئی۔ اس کے ایک کروڑ چھ لاکھ اور بیس ہزار درکات ہیں۔ ان میں سے ہر دو دو درجوں کے درمیان کئی حقبوں کا فاصلہ ہے۔ جو اہل دنیا کے سانسوں کے شمار کے موافق ہیں۔ اسی طبقہ کا دروازہ خدا نے شیطنت سے پیدا کیا ہے۔ یہ ایک آگ ہے۔ جو نفس کے دھوئیں سے طبیعت کے شعلوں سے بھڑکتی ہے۔ جس سے فتنے غضب، شہوت، مکر، الحاد وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔ اس میں وہ شخص رہیگا۔ جس میں ان خصلتوں میں سے کوئی خصلت پائی جاتی ہے۔ اور اس میں اس کے ساتھ شیاطین بھی ہونگے۔ قال اللہ تعالیٰ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ یعنے ہم نے ستاروں کو شیطانوں کے رجم کرنے کے لئے بنایا ہے وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ۔ اور ان کے لئے سعیر کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ساتویں تجلی یہ ہے۔ کہ اس پر اپنے اسم ذو عقاب الیم سے تجلی فرمائی۔ جس سے جہنم کی وادی کھل گئی۔ جس کے دو کروڑ تینتالیس لاکھ درکات ہیں۔ اور ہر دو درجوں کے مابین اس قدر حقبوں

Marfat.com

کا فاصلہ ہے۔ جو قدرتِ الٰہی کے سوا کسی کے احاطۂ شعار میں نہیں آ سکتے۔ ترتیب حکمت پر یہ شمار ممکن نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ قدرت کبھی غیر متناہی کو متناہی کے رنگ میں اور تھوڑی سی محدود و متناہی چیز کو غیر متناہی کے رنگ میں دکھا دیتی ہے۔ اور ترتیب حکمت میں یہ بات نہیں ہے قیامت کے تمام احوال یا ان میں سے اکثر بطریق قدرت ہوں گے۔ اس لئے کہ دنیا دار الحکمت ہے اور آخرت دار القدرۃ ہے۔ کہ اہل دوزخ و اہل جنت کے حالات میں سے ایک حال کو اس حال والا ایسا معلوم کریگا۔ کہ وہ ازل سے ابد تک چلا جا رہا ہے۔ اور اس کا اول و آخر اس کو معلوم نہیں ہو گا۔ پس اس میں مثلاً ایک حال اس قدر ہوتا ہے۔ جو ازل سے ابد تک ہے۔ اور وہ ایک آن ہے۔ ایک وقت ہے۔ متعدد بھی نہیں۔ پھر اس سے منتقل ہو کر موافق اللہ تعالےٰ کی مرضی کے غیر کی طرف جاتا ہے۔ اور یہ ایک عجیب راز ہے۔ جس کو عقل قبول نہیں کرتی۔ بلکہ اس کی تاب نہیں لا سکتی۔ اس لئے کہ عقل کا مدار حکمت پر ہے اور کشف کا قدرت پر۔ پس سوائے اہل کشف کے اسے کوئی نہیں جان سکتا۔

جاننا چاہیئے۔ کہ حق تعالےٰ نے اس طبقہ کا دروازہ کفر اور شرک سے پیدا کیا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اُولٰٓئِکَ ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ۔ پس ان کا عذاب بہت بڑا ہوگا۔ اس [illegible] کا انتہا نہیں رکھتا۔ خدا تعالےٰ کے اس قول کے یہی معنی ہیں یَوْمَ نَقُوْلُ لِجَھَنَّمَ ھَلِ امْتَلَاْتِ جس دن ہم دوزخ کو کہیں گے۔ کہ کیا تو پر ہو گئی ہے۔ تو وہ اس کے جواب میں کہیگی۔ کہ ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ اس کی یہ زیادتی کی طلب عدم تناہی کی دلیل ہے۔

جاننا چاہیئے۔ کہ ہر طبقہ کے لوگ اس طبقہ سے [illegible] تک کہ وہ [illegible] طبقہ کے تمام درکات سے ہو آئیں گے۔ پھر بعض پر خدا تعالےٰ ان کو [illegible] اور بعض پر ان [illegible] ہو جائیگا۔ جب ایک آدمی تمام درکات کو طے کر چکیگا اس وقت جبار دوزخ میں اپنا قدم رکھیگا۔ اور یہ وہ بات جس کا پہلے بیان ہو چکا۔ اور یہاں ایک لطیفہ راز ہے۔ [illegible] ہر طبقہ کے حق میں جبار کے قدم رکھنے کا تقاضا کرتی ہے۔ باوجود اس کے کہ یہ تمام [illegible] ایک ہی [illegible] اور ایک ہی [illegible] قدرت اس تعدد کو ظاہر کریگی۔ اور ایک واحد زمانہ میں [illegible] جس میں عقلیں حیران رہ جاتی ہیں کشف الٰہی کے سوا اس کا ادراک ممکن نہیں۔ [illegible] ابواب جہنم کا خازن ہے شدت کا [illegible] ان تمام کی طرف جن سے خدا تعالےٰ جہنم پر تجلی کریگا۔ [illegible] قدرت کے [illegible] جمیع طبقات جہنم میں مالک کی سلطنت ہوگی۔ اور وہ ان سب [illegible] پھر عذاب کے تمام [illegible] حقیقت [illegible] کے ذوائق یعنی پرزے و شعبے ہیں۔ قال اللہ تعالےٰ علیھا [illegible]

Marfat.com

اور اسم مالک ملک سے مشتق ہے۔ جس کے معنی شدت کے ہیں۔

پھر اس کے بعد معلوم کرنا چاہیئے۔ کہ دوزخی کبھی ایک طبقہ سے دوسرے طبقہ میں جائینگے۔ پھر اعلے طبقہ کے ادنے طبقہ کی طرف جائینگے۔ اور یہ ان کے حق میں تخفیف ہو گی۔ اور کبھی ادنے اعلے کی طرف جائینگے۔ اور یہ ان کے عذاب میں زیادتی ہو گی۔ یہ کل امور اللہ تعالےٰ کے ارادہ کے موافق ہونگے۔ جس قدر کہ وہ عذاب میں زیادتی اور کمی چاہیگا۔ اسی کے موافق ہو گا۔

دوزخ میں بیشمار عجائبات ہیں۔ اگر ہم سب طبقہ والوں اور ان کے اقسام عذاب کا جو ہر درجہ میں ہو گا۔ ذکر کرنے لگیں۔ اور ملائکہ جو دوزخ پر موکل ہیں۔ ان کی قسموں کو بیان کرنے لگیں۔ اور اس مومن کا جو بغیر کسی ظاہری قصور کے دوزخیوں میں ڈال دیا جائیگا۔ ذکر کریں جیسا کہ حق تعالےٰ نے فرمایا وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً یا ہم اس قوم کا ذکر کریں۔ جو ان طبقات والوں کے بعد ہیں۔ کہ قدرت نے ان کو اس چیز کی طرف کیونکر نقل کیا۔ جو مومنین کو اپنی زندگی میں نصیب نہیں ہے۔ وہ یہ چیز ہے۔ مثلاً حقائق الٰہیہ کی تحقیق۔ اور میں ایک مرتبہ افلاطون سے ملا۔ جس کو اہل ظاہر کافر کہتے ہیں۔ میں نے ایسی حالت میں اس کو پایا۔ کہ عالم غیبی نور اور بہجت سے بھر گیا تھا۔ اور اس کا ایسا مرتبہ میں نے دیکھا۔ کہ بعض کے سوا کسی ولی کو بھی یہ مرتبہ نصیب نہیں ہوا۔ میں نے اس سے دریافت کیا۔ کہ تو کون ہے۔ اس نے جواب دیا۔ کہ میں قطب زمان اور اپنے وقت کا یکتا ہوں۔ ہم نے اس قسم کے تمہارے لئے بہت سے عجائب و غرائب دیکھے ہیں۔ جن کا ظاہر کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس باب میں ہم نے تیرے لئے رمز کے طور پر بہت سے اسرار رکھے ہیں۔ جن میں لسان رمز کے سوا کلام کرنے کی ہم کو گنجائش نہیں ہے۔ پس میرے کلام کے پوست کو پھینک دے۔ اور اگر تو عقلمند ہے تو مغز کو لے لے۔ ان اوراق میں ہم نے وہ علوم جمع کئے ہیں۔ کہ دوزخیوں کے حالات معلوم کرنے کے لئے کسی دوسری شے کی احتیاج باقی نہیں رہتی۔ جبکہ پورے طور پر ان کو سمجھ لیا جائے۔ مختلف اقسام عذاب اور ملائکہ کی ہم قسموں کا ذکر کرنے کی ہم کو حاجت نہیں۔ اس لئے کہ کتابیں ان سے بھری پڑی ہیں۔ پس زیادہ بسط و تفصیل سے ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

پھر اس کے بعد معلوم کرنا چاہیئے۔ کہ دوزخیوں کو دوزخ میں لذت ہو گی۔ جیسے کہ اس شخص کو لڑائی بھڑائی میں لذت آتی ہے۔ جو اس کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ ہم نے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے۔ کہ وہ لڑائی بھڑائی میں لذت پاتے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتے ہوتے ہیں۔ کہ وہ اس میں تکلیف پا رہے ہیں۔ لیکن وہ ربوبیت جو ان کے نفس میں پوشیدہ ہے۔ ان امور میں خوض کرنے پر ان کو آمادہ کرتی ہے۔ پھر ان کے لئے ایک اور بھی لذت ہے جو خارش والوں کی لذت کے مشابہ ہے۔ کہ اگرچہ کھجلا کھجلا کر اس کا بدن کٹ جاتا ہے۔ اور چھل جاتا ہے۔ مگر وہ اس کھجلانے میں لذت پاتا ہے۔ اور وہ عذاب و لذت کے مابین ہوتا ہے۔ اور ان کے لئے ایک اور بھی لذت ہے۔ جو اس جاہل کی لذت کے مشابہ ہے۔ جو اپنی رائے پر اگرچہ وہ خطا پر ہے نازاں ہوتا ہے۔ اس کی مثال

Marfat.com

یہ ہے۔ کہ ہم نے ہند کے ایک شہر میں جس کا نام کوشی ہے۔ دیکھا۔ اور یہ واقعہ سنہ ۷۹۰ ہجری کا ہے۔ کہ اس نے تین بڑے آدمیوں کے مارنے کا قصد کیا۔ پھر متفرق طور پر ان کو قتل کر ڈالا۔ جب ایک کو قتل کر چکتا۔ تو دوسرے کی طرف دوڑتا۔ اور اس کو قتل کرتا۔ اس طرح اس نے تینوں آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ جب وہ پکڑا گیا۔ اور اس کی گردن مارنے کے لیے اُسے لایا گیا۔ تو میں اس کے سامنے گیا۔ اور اس سے پوچھا۔ کہ تو نے یہ کیا کیا۔ کہا۔ اے فلاں چپ رہو۔ اللہ کی قسم میں نے بہت بڑا کام کیا۔ وہ اپنے جی میں اس کام کو بڑا خیال کرتا تھا۔ اور ایسی لذت اس کو حاصل تھی۔ جو میں نے اپنی زندگی کی قسم اس سے پہلے کسی کو ایسی لذت میں نہیں پایا۔ باوجود اس کے کہ وہ اس حالت میں تھا۔ کہ اُسے قید کیا گیا تھا۔ مارا پیٹا گیا تھا۔ اور اس کے مار ڈالنے اور سولی دینے کی تیاری تھی۔ وہ اپنے جی میں بڑی بھاری لذت اٹھا رہا تھا۔ دوزخیوں کے لئے ایک اور بھی لذت ہے۔ جو اس عقلمند کی لذت کے مشابہ ہے۔ جو ایک ایسے جاہل کے مقابلہ میں اپنی عقل سے لذت اٹھاتا ہے۔ کہ تقدیر اور زمانہ اس کے موافق ہوتا ہے۔ اور پھر وہ خطا کرتا ہے۔ وہ اگرچہ ان امور کو جو جاہل کو حاصل ہیں۔ اچھا جانتا ہے۔ لیکن اس کی حالت کو وہ اچھا نہیں جانتا۔ اور جاہل کے سے افعال نہیں کرتا۔ کہ جن سے اس کو یہ سعادت حاصل ہوئی ہے۔ بلکہ وہ اپنی بدبختی کے دریاؤں میں ہی غوطہ لگائے رہتا ہے۔ اپنے نفس کی ریاست کو لازم سمجھتا ہے۔ اور جیسا اس کی عقل اور فکر تقاضا کرتی ہے۔ وہ کرتا ہے۔ اپنے نفس کی حالت سے متلذذ اور جاہل کی حالت سے متنفر رہتا ہے۔

پھر ان کے لئے ایک مختلف لذت ہے جیسے کہ میرا ایک جماعت سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ جو دوزخ کے سخت ترین عذاب میں تھے۔ اس حالت میں میں نے ان کو دیکھا۔ کہ جنت ان پر پیش کی جاتی تھی۔ اور وہ اسے اچھا نہیں جانتے تھے۔ یہ تو ایک طائفہ کا حال تھا۔ اور ایک دوسرے طائفہ کا حال میں نے اس کے برعکس پایا۔ کہ وہ جنت کی ایک سانس بھر ہوا کے بھی ترستے تھے۔ اور اس سے ایک گھونٹ پانی کی خواہش کرتے تھے۔ اور تقدیر اس امر میں ان کی موافقت نہیں کرتی تھی۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ وہ جنتیوں کو کہیں گے۔ کہ ہم کو بھی جنت کا پانی پلاؤ۔ اور جو رزق تم کو دیا گیا ہے ہم کو بھی چکھاؤ۔ وہ اس کے جواب میں کہیں گے۔ کہ یہ دونوں چیزیں کافروں پر اللہ تعالیٰ نے حرام کر دی ہیں۔

پھر اس کے بعد معلوم کرنا چاہئے۔ کہ یہ سب امور جو ہم نے ذکر کئے [illegible] ہیں۔ بلکہ وہ انواع و اقسام کے ہیں۔ بعضے ان میں سے ایسے ہیں کہ [illegible] لذت پاتے ہیں۔ اور بعض ایسے کہ ان کا عذاب محض ہے۔ ان کو اس میں کچھ لذت نہیں ہے۔ بلکہ وہ ہمیشہ [illegible] کے تحت لعنت کرتے رہتے ہیں۔ پھر ان میں بعض ایسے ہیں کہ ان کی نور عقل دو زیادہ [illegible] عذاب [illegible] اور بعض ایسے جن کا نور [illegible] ان کو عذاب میں ڈالے گا۔ بعض کو ان کے [illegible]

Marfat.com

اور بعض کو ان کے اعمال نے اور بعض ایسے ہیں جن کو آدمیوں کی جھوٹی تعریف نے عذاب میں ڈالا ہوگا۔ اور بعض ایسے ہیں۔ جو اس وجہ سے عذاب میں گرفتار ہوں گے کہ ان کو اُن برائیوں پر ناز ہوتا ہے۔ جو ان میں ہیں یا اُن خوبیوں پر جن کو وہ اپنے نفس میں ملاحظہ کرتے ہیں یا اس بات پر وہ فخر کرتے ہیں کہ ہم میں کوئی برائی نہیں ہے۔ غرضیکہ اہل دوزخ کا حال نہایت عجیب ہے۔ اور وہ خدا تعالے کے اس قول کا راز ہے۔ هٰؤُلَاءِ إِلَى النَّارِ وَلَا أُبَالِي۔ وَهٰؤُلَاءِ إِلَى الْجَنَّةِ وَلَا أُبَالِي۔ پھر جاننا چاہئے کہ دوزخیوں میں سے ایسے بھی ہیں۔ جو اللہ کے نزدیک بہت سے جنتیوں کی نسبت اچھے ہیں۔ خدا تعالے نے ان کو دار الشقاوۃ میں داخل کیا ہے۔ تاکہ اس میں ان پر تجلی کرے۔ اور اشقیاء میں سے وہ شخص اس کی نظر کا محل ہو۔ یہ ایک عجیب غریب امر و راز ہے۔ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ وَيَحْكُمُ مَا يُرِيدُ۔

فصل

اس فصل میں صورت محمدیہ کی دوسری قسم کا حال مذکور ہوگا۔ یہ وہ قسم ہے۔ جس کی طرف خدا تعالے نے اسم رحمان سے دیکھا۔ اور اس سے جنتوں کی قسموں کو پیدا کیا۔ پھر اس میں اسم لطیف سے تجلی کی۔ اور اپنے نزدیک ہر صاحب کرامت و شرافت کا اس کو محل بنایا۔ جاننا چاہئے۔ کہ جنت کے آٹھ طبقے ہیں۔ ہر طبقہ میں بہت سے جنتیں ہیں۔ ہر جنت میں درجے ہیں۔ جن کا کوئی حصر و شمار نہیں ہے۔

طبقہ اولی۔ اس کا نام جنت السلام ہے اور اس کا نام **جنت المجازاۃ** بھی ہے۔ خدا نے اس جنت کو دروازہ اعمال صالحہ سے پیدا کیا ہے۔ اس میں خدا تعالے نے ایسے اعمال والے لوگوں پر اسم حسیب سے تجلی کی ہے۔ پھر وہ جزائے عمل ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول کہ کوئی شخص اپنے عمل سے جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ اس سے مراد صرف جنت المواھب ہے۔ لیکن جنت المجازاۃ اعمال سے ملیگی۔ اس جنت کے لوگوں کے متعلق خدا تعالے نے فرمایا ہے وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَىٰ۔ اور کوئی شخص اس جنت میں بغیر اعمال صالحہ کے داخل نہیں ہوگا۔ پس جس نے عمل نہیں کیا ہے۔ وہ اس میں داخل نہیں ہوگا۔ اور اس جنت کا نام یسریٰ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ اور اس میں داخل ہونے کا سبب تھوڑے سے اعمال مقبولہ ہوں گے۔ پس وہ اس شخص کے واسطے آسان ہے۔ جس کو اللہ تعالے نے آسان کر دیا ہے۔

دوسرا طبقہ پہلے طبقہ سے نیچے ہے۔ اور اس کے اوپر ہے۔ اس کا نام جنت الخلد اور جنت المکتسب ہے۔ اور جنت المکاسب اور جنت المجازات میں یہ فرق ہے کہ جنت المجازات بقدر اعمال کے ہے اور اعمال کے مقابل ہے۔ اور جنت المکاسب محض نفع ہے کیونکہ وہ اچھے عقائد اور اچھے گمانوں سے جو

کے ساتھ رکھتا تھا، نتائج ہیں۔ اس میں کوئی چیز بطور مجازات کے بدن کے کاموں سے نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اس جنت والوں پر اپنے اسم بدیع کے ساتھ تجلی کی ہے۔ پس ان اچھے عقائد والوں کو وہ امر ظاہر ہوگا جس کی ان کو امید نہ تھی۔ اور یہ امر خدا کی طرف ظاہر ہوا۔ پس اس جنت کا دروازہ خدا کے ساتھ عقائد اور گمان اور امید جو رکھتا تھا اس سے پیدا ہوا ہے۔ اور اس جنت میں وہی شخص داخل ہوگا۔ جس میں یہ خصائل مذکورہ ہیں۔ اور جس میں یہ باتیں نہیں ہیں۔ وہ نہیں داخل ہوگا۔ اور اس جنت کا نام جنت المکاسب ہے۔ کیونکہ جو چیز اس کے خلاف ہے۔ اور وہ نقصان اور ٹوٹا بھی ہے۔ وہ خدا کے ساتھ برے گمانوں کا نتیجہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ أَرْدَاكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۔ پس برے گمان والے خسارت کی آگ میں ہیں۔ اور جو لوگ خدا کے ساتھ اچھا گمان رکھتے ہیں۔ وہ جنت المکاسب میں ہیں۔

طبقۂ ثالثہ۔ اس کا نام جنت المواہب ہے۔ یہ طبقہ پہلے دونوں طبقوں سے اعلےٰ ہے۔ اس لئے کہ عطیاتِ الٰہی بے نہایت ہیں۔ پھر وہ اس کو جس کا کوئی عمل نہیں۔ اور نہ کوئی عقیدہ ہے۔ ان لوگوں سے زیادہ دیتا ہے۔ جن کے بہت سے اعمال اور اچھے عقائد ہیں۔ میں نے اس جہت میں ہر مذہب کی قوموں اور بنی آدم کے ہر جنس کے گروہ کو دیکھا ہے۔ حتے کہ جب اہل عقائد اور اہل اعمال کو خدا نے باب موہبت سے عطا کیا۔ اور اس جنت میں داخل ہوئے۔ تو خدا نے ان پر اسم وھاب سے تجلی فرمائی پس کوئی شخص اس میں داخل نہیں ہوگا۔ مگر محض اللہ کی بخشش سے۔ یہ وہ جنت ہے۔ جس کی نسبت آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ کہ اس میں کوئی شخص اپنے عمل سے داخل نہیں ہوگا۔ پھر صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ کیا آپ بھی۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں میں بھی داخل نہیں ہوں گا۔ مگر اس وقت جبکہ خدا اپنی رحمت سے مجھے ڈھانپ لیگا۔ یہ جنت سب جنتوں سے وسعت میں زیادہ ہے۔ اور یہ خدا تعالےٰ کے اس قول کا ستر ہے وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ اور یہ حق ہے۔ حتی کہ نوع انسانی سے بہ حیثیت امکان عقلی وہمی کوئی ایسا فرد باقی نہیں رہ سکتا۔ جس کا اس میں داخل ہونا حقائق تجویز نہ کریں۔ اگر اس کو ایام الٰہی میں سے کسی دن بھی اس جنت میں داخل ہونے کا نصیب ہے۔ تو حقائق من حیث الامکان الوہمی اس کا دخول تجویز کرتی [illegible] لیکن جو ہم نے مشاہدہ کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہم نے مختلف اقسام کے مذاہب [illegible] ہر مذہب [illegible] اس جنت میں پایا ہے۔ نہ کل ان کا۔ اور نہ اکثر ان کا۔ بلکہ ہر ملت کا ایک فرقہ۔ بخلاف [illegible] مجازات [illegible] اعمال صالحہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس میں بس وہی لوگ داخل ہوں گے۔ جن کے اعمال صالحہ ہیں اور اس سے زیادہ وسیع جنت المکاسب ہے۔ اس لئے کہ نفع جزا کے قریب ہوا کرتا ہے [illegible] اعمال سے چارہ نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اس پر [illegible] مناسب ہو۔ لیکن اہل جنت المکاسب کا [illegible] اعمال [illegible] تعالےٰ کے ساتھ اچھے گمان ہیں۔ لیکن یہ جنت المواہب تمام جنتوں سے وسعت میں [illegible]

وہ اپنے اوپر کے جنتوں سے بھی زیادہ وسیع ہے۔ اس کا نام قرآن کریم میں جنت الماوی رکھا گیا ہے۔ اس لئے کہ رحمت سب کی جائے پناہ ہے۔ قال اللہ تعالے اَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰی نُزُلًا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ بجائے نُزُلًا کے جَزَآءً نہیں کہا۔ تاکہ اس بات پر تنبیہ ہو جائے کہ وہ ان کو جنت المواہب میں داخل کریگا۔ نہ کہ جنت المجازات میں اور نہ جنت المکاسب میں۔ اور یہ خزائن حق سے ان کے لئے مہمانی ہے۔ اور جود اور بخشش انہی لوگوں کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ جو نیک عمل کرنے والے ہیں۔ پس اس کو سمجھ۔

الطبقۃ الرابعہ۔ اس کا نام جنت الاستحقاق اور جنت النعیم اور جنت الفطرت ہے۔ اور یہ طبقہ اپنے پہلے طبقوں سے اعلٰے ہے۔ اس لئے کہ وہ نہ مجازات کے طور پر ہے۔ اور نہ موہبت کے طور پر۔ بلکہ وہ مخصوص اقوام کے لئے ہے۔ جن کا ان کے وہ حقائق تقاضا کرتے ہیں۔ جن پر اللہ تعالٰے نے ان کو پیدا کیا کہ وہ اس جنت میں بطریق استحقاق اصلی داخل ہوں۔ وہ اس کے بندوں میں سے ایک جماعت ہے۔ کہ دنیا سے آئی ہے۔ درآنحالیکہ ان کی روحیں اپنی اصلی فطرت پر باقی ہیں۔ بعض ان میں سے ایسے ہیں۔ جنہوں نے اپنی تمام عمر دنیا میں گذاری۔ اور وہ اپنی اصل فطرت پر قائم رہے۔ ان میں سے اکثر دیوانے۔ مجنون اور اطفال ہیں۔ اور بعض وہ ہیں۔ جنہوں نے اعمال صالحہ۔ مجاہدہ۔ ریاضت اور خدا کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے سے اپنے نفس کو پاک کیا۔ پھر ان کی روح نشیب بشریت سے اپنی اصلی فطرت کی طرف لوٹ آئی۔ اور وہ فطرت قول اللہ تعالٰے کا ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ اور بشری چرک کے متعلق خدا تعالٰے کا یہ قول ہے ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جن کو خدا تعالٰے نے پاک کیا۔ اور بموجب اپنے اس قول کے کہ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ۔ ان بشری چرک میں مبتلا ہونے والوں سے ان کو مستثنےٰ رکھا۔ یعنی وہ اس جنت میں جس کا نام جنت استحقاق ہے۔ داخل ہوگئے۔ وہ ان کا حق ہے۔ نہ موہوب جس کا ان پر احسان ہو۔ اور نہ مکسوب کہ بطریق جزاء کے اعمال وغیرہ کی راہ سے ان کو حاصل ہو۔ یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنے نفس کو پاک کیا۔ حتیٰ کہ اپنی اصلی فطرت کی طرف لوٹ آئے۔ یہ لوگ ابرار کے نام سے موسوم ہیں۔ قال اللہ تعالے اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ۔ اس کا راز یہ ہے۔ کہ حق تعالٰے نے اس جنت میں اپنے اسم حق سے تجلی فرمائی۔ اس لئے بجز ان لوگوں کے جو اپنی اصل فطرت میں اس کا استحقاق رکھتے ہیں۔ دوسروں کے لئے اس جنت میں داخل ہونا حرام ہو گیا۔ اور فطرت اللہ تعالٰے کی وہ ہے۔ جس پر اس نے انسان کو پیدا کیا۔ پھر بعض ان میں سے وہ ہیں۔ جو دار دنیا سے نکل کر اس میں داخل ہو گئے۔ اور بعض وہ دوزخ میں معذب ہو کر حتےٰ کہ ان کی برائیاں زائل ہو جاتی ہیں۔ پھر وہ فطرت کی طرف لوٹ آتے ہیں پھر اس کے مستحق ہو کر اس میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اس جنت کی چھت عرش ہے۔ بخلاف اس کے وہ جنت جن کا پہلے ذکر ہو چکا۔ کہ ان میں سے ہر اعلٰے ادنےٰ کا سقف ہے۔ جنت سلام کا سقف جنت خلد اور جنت

Marfat.com

خلد کا سقف جنت ماویٰ اور جنت ماویٰ کا سقف یہ جنت ہے۔ جس کا نام جنت استحقاق و جنتِ فطرت و جنتِ نعیم ہے۔ اور اس کا سوائے عرش کے کوئی سقف نہیں۔

پانچواں طبقہ۔ اس کا نام جنت فردوس ہے۔ اور وہ جنت معارف ہے۔ اس کی زمین نہایت وسیع اور فراخ ہے۔ جوں جوں انسان اس کے اوپر جاتا ہے۔ وہ تنگ ہوتی جاتی ہے۔ حتےٰ کہ اس کا سب سے اوپر کا مکان سوئی کے ناکے سے بھی زیادہ تنگ ہے۔ نہ اس میں کوئی درخت ہے۔ نہ نہر نہ محل نہ ماڑی نہ حور یعنی جنت کی سفید چشم عورتیں اور نہ عین یعنی فراخ چشم عورتیں۔ لیکن جب اس جنت کے اہل اپنے ماتحت کی طرف نظر کرتے ہیں۔ اور ماتحت کے کسی جنت کی طرف دیکھتے ہیں۔ تو اس میں ان سب مذکورہ چیزوں حور و غلمان وغیرہ کو موجود پاتے ہیں۔ اور جنت معارف میں ان چیزوں میں سے کسی چیز کو نہیں پاتے۔ اور ایسا ہی اس کے اوپر بھی کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ جنت عرش کے دروازہ پر ہے۔ اور اس کی چھت دروازہ کی چھت ہے۔ اس جنت والے ہمیشہ مشاہدہ میں رہتے ہیں۔ اور وہ شہداء ہیں۔ یعنی جمال و حسن الٰہی کا مشاہدہ کرنے والے شمشیر فنا سے اپنے نفسوں سے اللہ کی محبت میں قتل کئے گئے ہیں۔ جس سے وہ اپنے محبوب کے مشاہدہ میں رہینگے۔ اس جنت کا نام وسیلہ ہے۔ اس لئے کہ معارف عارف کے لئے اپنے معروف کی طرف کہ ذات حق ہے۔ وسیلہ ہوتے ہیں۔ اس جنت کے رہنے والے پہلے جنتوں کے رہنے والوں کی نسبت تعداد میں نہایت قلیل ہیں۔ اس جنت سے جوں جوں اوپر جائیں۔ ایسا ہی حال ہے۔

چھٹا طبقہ۔ اس کا نام فضیلت ہے۔ اور اس کے رہنے والے صدیق ہیں۔ جن کی صفت میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ وہ نزدیک بادشاہ توانا کے ہیں۔ یہ جنت جنت الاسماء ہے۔ اور وہ عرش کے درجوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس طبقہ کے رہنے والوں میں سے ہر طائفہ عرش کے درجوں میں سے ایک درجہ پر رہتا ہے۔ اس کے رہنے والے جنت المعارف کے رہنے والوں کی نسبت تعداد میں کم ہیں۔ لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعلےٰ مرتبہ رکھتے ہیں۔ ان لوگوں کا نام اہل الانبیات الالٰہیہ ہے۔

ساتواں طبقہ۔ اس طبقہ کا نام درجۃ الرفیعہ ہے۔ اور یہ من حیث الاسم جنت الصفات اور من حیث الرسم جنت الذات ہے۔ اس کی زمین عرش کا باطن ہے۔ اور اس طبقہ کے رہنے والے اہل التحقق بالحقائق الالٰہیہ ہیں۔ یعنی حقائق الٰہیہ سے متحقق ہونے والے۔ اور یہ اس طبقہ سے جس کا اوپر ذکر ہو چکا تفصیل [illegible] اور اس طبقہ کے رہنے والے مقرب اور خلافت الٰہیہ کے مالک ہیں۔ یہ لوگ تحقیق الٰہی میں [illegible] تمکین میں ہیں۔ میں نے ابراہیم خلیل اللہ کو اس محل کی داہنی جانب میں کھڑے ہوئے اور اس تحقیق میں [illegible] ہوئے پایا ہے۔ کہ اولیاء اور رسولوں کا ایک گروہ ان کی بائیں جانب میں اس محل کے وسط کی طرف [illegible] کی بابت دیکھ رہا تھا۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے وسط میں عرش کی پیٹ کی طرف [illegible] کی بابت مقام محمود کی طلب میں کھڑے تھے۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ وعدہ کیا ہوا ہے۔

Marfat.com

آٹھواں طبقہ - اس کا نام مقام محمود ہے - اور یہ جنت الذّات ہے - اس کی زمین عرش کی چھت ہے کوئی اس طرف جا نہیں سکتا - اور سب جنت الصفات والے اس میں پہنچنا چاہتے ہیں - اور ہر ایک یہ گمان کرتا ہے - کہ میرے سوا دوسرے کے نامزد نہیں - اور ہر ایک اس کو اپنا حق خیال کرتا ہے - لیکن وہ صرف محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ہی ہے - جیسا کہ آپ ارشاد فرماتے ہیں - کہ مقام محمود جنت میں ایک اعلےٰ مکان ہے - اور وہ صرف ایک ہی شخص کے لئے ہوگا - میں امید کرتا ہوں - کہ میں ہی وہ آدمی ہوں گا - صلے اللہ علیہ وسلم - پھر خبر دی - کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو اس کا وعدہ دیا ہوا ہے - ہمیں چاہئے - کہ جو کچھ آپ نے فرمایا ہے - اس پر ایمان لائیں - اور اس کی تصدیق کریں - کیونکہ آپ کا ارشاد ہوائے نفسانی سے نہیں - بلکہ وہ وحی الٰہی ہے -

فصل جاننا چاہئے - کہ جب حق تعالےٰ نے صورت محمدیہ سے جنت و نار کو اور ان نعمتوں اور عذاب کو جو ان دونوں میں ہیں - پیدا کیا - تو اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کی صورت کو اس صورت محمدیہ کا نسخہ بنایا - پھر جب آدم علیہ السلام جنت نازل ہوئے - تو ان کی صورت کی زندگی بوجہ عالم ارواح سے جدا ہونے کے جاتی رہی - کہا - تو اس بات کی طرف خیال نہیں کرتا - کہ جب تک وہ جنت میں تھے - جس چیز کا اپنے جی میں تصور کرتے تھے - خدا تعالےٰ ان کی حس میں اس کو پیدا کر دیتا تھا - اور جو جنت میں داخل ہوگا اس کے لئے بھی یہی ہوگا - اور جب عالم دنیوی میں وہ نازل ہوئے - تو یہ بات ان کے لئے نہ رہی - اس لئے کہ ان کی حیات مصوّرہ یعنی وہ زندگی کہ جس چیز کا وہ تصور کرتے تھے - وہ موجود ہو جایا کرتی تھی - جنت میں بالذات تھی - اور اس دنیوی زندگی میں روح کے ساتھ - کہ وہ اہل دنیا کے لئے مردہ کا حکم رکھتی ہے مگر اس شخص کی روح جس کو حیاتِ ابدیّہ سے خدا تعالےٰ نے زندہ فرمایا - اور اُسے اس نظر سے دیکھا جس نظر سے اپنی ذات کو دیکھا اور اپنے اسماء و صفات سے اُسے متحقق کیا - پس ایسے شخص کو دنیا میں وہ قدرت حاصل ہوتی ہے - جو اہل جنت کو دار الآخرت میں ہوگی - وہ جس چیز کا اپنے جی میں تصور کرتا ہے - خدا تعالےٰ اس کی حس میں اس کو پیدا کر دیتا ہے - اس باب میں جس چیز کی طرف ہم نے تیرے لئے اشارہ کیا ہے - اس کو سمجھ - جس نے اس باب میں ہماری رمز کو پہچان لیا - اس پر وہ چیز ظاہر ہو گئی - جسے وجود اس سے چھپائے ہوئے تھا - واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل -

مترجم عرض کرتا ہے - کہ جو کچھ مصنف علیہ الرحمت نے بیان فرمایا ہے - اگر کتاب و سنت یا دیگر ارباب کشف کے کشوفات سے اس کے خلاف کسی کو کوئی بات ظاہر ہو - تو وہ اس اصل اور قاعدہ کو یاد رکھے - کہ کشوف و تجلیات متجلی لہ کی حالت و استعداد کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں - اور وہ بجائے خود صحیح ہوتے ہیں - اس لئے کہ وہ اس عارف کے ذاتی کمال کی تفصیل ہوتی ہے - واللہ اعلم بالصواب

Marfat.com

اُنسٹھواں باب

نفس کے بیان میں وہ ابلیس اور دوسرے شیاطین کا محتد ہے

النفس سرالرب وھی الذات ‏ ‏ ‏ فلھا بھا فی ذاتھا لذات

ترجمہ۔ نفس سرالہی ہے۔ اور وہ ذات ہے۔ اور اس کو اس سے بذات خود لذتیں ہیں۔

مخلوقۃ من نور وصف ربوبۃ ‏ ‏ ‏ فلھا لذا لکم ربوبیات

ترجمہ۔ وہ نور وصف ربوبت سے پیدا کیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے اس کے واسطے ربوبیات ہیں۔

ظھرت بکل تعاظم وتکبر ‏ ‏ ‏ اذ من اخلاق لھا وصفات

ترجمہ۔ وہ پوری بڑائی اور تکبر سے ظاہر ہوا ہے۔ کیونکہ وہ اس کے اخلاق وصفات ہیں

لم ترض بالتحجیر کون مکانھا ‏ ‏ ‏ من فوقہ ولھا ھناک ثبات

ترجمہ۔ وہ روک دینے سے راضی نہیں رہتا۔ اس لئے کہ اس کا مکان اس کے اوپر ہے۔ اور وہاں اس کے لئے ثبات وقیام ہے۔

وجمیع انوار نزلن نسین ما ‏ ‏ ‏ قد کن فیہ وغیرھا النزلات

نعقن الا النفس لم تحقل ولا ‏ ‏ ‏ نسیت ریاستھا وذا اثبات

ترجمہ۔ تمام انوار جو نازل ہوئے۔ وہ اس چیز کو بھول گئے۔ جس میں وہ تھے۔ اور اس کے سوا وہ سب نازل ہونے والے ہیں۔ یعنی سر ربوبیت نفس کے سوا دوسرے انوار یعنی لطائف وقوی میں بھی تھا۔ لیکن وہ اس کو بھول گئے اور عقل بھی پلٹ گئے لیکن ایک نفس نے نہ سوچا۔ اور اپنی ریاست کو نہ بھلایا اور اسی کا نام ثبات اور ثابت قدم رہنا جاننا چاہئے۔ خداتعالےٰ تجھے اپنی روح سے تائید دے۔ اور کسی وقت اس سے تجھے غافل نہ رکھے کہ جب خداتعالےٰ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے کمال سے پیدا کیا۔ اور اسے اپنے جلال وجمال کا بنایا تو اس حقیقت کو جو اس کے اسماء وصفات کے متعلق کی حقیقت ہے یعنی محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیدا کر دیا۔ پھر نفس محمدی کو اپنے نفس سے پیدا کیا۔ اور نفس کسی شے کی ذات سے مراد ہے۔ ہم ان ابواب میں جو پہلے گزر چکے۔ بیان کر آئے ہیں کہ بعض حقائق محمدیہ حق تعالیٰ سے پیدا کئے گئے ہیں جیسا کہ عقل وہم وغیرہ ابواب میں گذر چکا۔ اور جو بات باقی رہ گئی ہے۔ اس کا بیان ابھی آتا ہے۔

پھر جاننا چاہئے۔ کہ جب خداتعالےٰ نے نفس محمدی کو اس وصف پر جو بیان ہوا۔ پیدا کیا۔ تو نفس

Marfat.com

آدمؑ کو نفسِ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نسخہ بنایا۔ اسی لطیفہ کی وجہ سے جب وہ جنت میں دانہ کھانے سے روکا گیا تو نفسِ آدمؑ نے اس کو کھا لیا۔ اس لئے کہ وہ ذاتِ ربوبیت سے پیدا کیا گیا تھا۔ اور ربوبیت کی یہ شان نہیں ہے کہ کوئی شے منع کرنے سے باز رہے۔ پھر اس پر یہ حکم دنیا و عقبےٰ میں اسی طرح جاری رہا۔ تو کسی چیز سے اس کو نہیں روکتا۔ مگر وہ اس لطیفہ کی وجہ سے اسی ممنوع شے کو تجھ سے طلب کرتا ہے۔ خواہ وہ ممنوع عنہ شے اس کی سعادت کا سبب ہو۔ خواہ شقاوت کا۔ اس لئے کہ وہ سعادت کے لئے کسی چیز کو طلب کرتا ہے۔ اور نہ شقاوت کے لئے۔ بلکہ وہ محض ربوبیتِ اصلیہ کے مقتضاء کے موافق کرتا ہے۔ کیا تو اس دانہ کی طرف نہیں دیکھتا۔ جس کو اس نے جنت میں کھایا۔ کہ اس نے کیسا اسے لاپروائی پر آمادہ کیا۔ حتےٰ کہ باوجود اس بات کے جاننے کے کہ اس کا کھانا امرِ الٰہی کی مخالفت اور شقاوت کا باعث ہے۔ اس نے اس کو کھا ہی لیا۔ اور وہ امرِ الٰہی جس کی اس نے مخالفت کی یہ تھا۔ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِينَ ۝ ورنہ بجز ظلمتِ طبیعت کے اور کچھ نہ تھا۔ وہ درخت جو رحمت سے پیدا کیا گیا تھا۔ مثال کے طور پر حق تعالےٰ نے اسے ظلمتِ طبیعت کا نمونہ رکھا۔ اس کے کھانے سے اس کا منع کرنا اس وجہ سے تھا۔ کہ جب وہ نافرمانی کریگا۔ تو طبیعتوں کی تاریکی کے گھر میں اترنے کا مستحق ہو جائیگا۔ اور یہ امر اس کی شقاوت کا باعث ہوگا۔ اس لئے کہ وہ ایک درخت ہے۔ جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے۔ پھر جو شخص اس کے نزدیک بھٹکتا ہے۔ لعنت کیا جاتا ہے یعنی راندہ جاتا ہے۔ پھر جب نفس اس کے نزدیک پھٹکا۔ اور اس کو کھا لیا۔ تو قربِ الٰہی وحی سے بعدِ جسمانی کی طرف نیچے اتار دیا گیا۔ پس ہبوط و نزول کے یہی معنی ہیں۔ اور وہ عالمِ علوی سے کہ قید و حصر سے منزہ ہے۔ عالمِ سفلی طبیعی کی طرف جو قید کی تحت میں ہے۔ اس کے رخ کا پھر جانا ہے۔

فصل جاننا چاہیئے کہ نفس جب اس دانہ کے کھانے سے منع کر دیا گیا۔ اور اس کی شان یہ تھی کہ وہ روکا نہ جاتا۔ تو یہ امر دو باتوں کے درمیان اس پر مشتبہ ہو گیا۔ ایک وہ بات جسے وہ سعادتِ ربوبیت سے اپنی ذات کے لئے جانتا تھا۔ دوسرے اخبارِ الٰہی کہ اس دانہ کا کھانا شقاوت کا موجب ہے پس اس نے اپنے ذاتی علم پر اعتماد کیا۔ اور بوجہ اس کے کھانے کی محبت کے اخبارِ الٰہی پر نہ رہا۔ یہ وہ مقام ہے جس پر تمام عالم کو دھوکا لگ جاتا ہے۔ جو شخص شقی ہوا۔ وہ اسی دھوکا میں پڑ کر شقی ہوا۔ جس سے نفس نے پہلے مرتبہ شقاوت حاصل کی۔ امتیں اپنے اسی علم پر اعتماد کرتی رہیں۔ جو از راہِ عقل یا اس جیسی خبر کے ذریعہ ان کو حاصل تھا۔ اور اخبارِ الٰہیہ صریحہ واضحہ کو باوجود ان دلائل قاطعہ کے جو ان رسولوں کی صداقت کے متعلق تھیں۔ جو ان کی طرف بھیجے گئے۔ چھوڑتی رہیں۔ اور سب کی سب ہلاک ہوگئیں۔ اور اس کا راز یہ ہے کہ اول مرتبہ اس سے نفس ہلاک ہوا۔ جو سب انسانوں کی اصل ہے۔ اس لئے کہ وہ بموجب قول اللہ تعالےٰ کے خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ایک ہی نفس سے پیدا کئے گئے ہیں۔ اسی وجہ سے فرع نے اصل کا تبع کیا۔ اور سوائے بعض آدمیوں کے سب ہلاک ہو گئے۔ یہی راز ہے۔ خدا تعالےٰ کے اس قول میں لَقَدْ خَلَقْنَا

Marfat.com

الانسان فی احسن تقویم۔ ثم رددناہ اسفل سافلین۔ الا الذین امنوا وعملوا الصالحات الآیۃ
معنی الا الذین امنوا وعملوا الصالحات کے یہ ہیں۔ کہ وہ اخبارِ الٰہی پر ایمان لائے۔ اور جن امور کو وہ بمقتضا
نفس جانتے تھے۔ ان کو چھوڑ دیا۔ اور اچھے کام کئے۔ اور وہ ترک معاصی اور طاعات کی بجا آوری تھی۔ جس کے
وہ مامور تھے۔ اور معاصی ظلمتِ طبیعت کے مقتضیات کا نام ہے۔ اور طاعات روحانی انوار کے مقتضیات ہیں

معلوم کرنا چاہیئے۔ کہ نفس صرف دانۂ گندم کی لالچ کے پوشیدہ مکر میں آکر دھوکا میں پڑ گیا تھا۔ ورنہ
درحقیقت علم مخبر پر علم شخص کی تقدیم جائز تھی۔ جبکہ ان میں سے ایک دوسرے کا منافی ہو۔ اور جس امر کی خدا
تعالےٰ نے خبر دی تھی۔ وہ خبر نفس کے علم کے منافی نہ تھی۔ اس لیئے کہ نفس اپنی اصلی قابلیت سے اس راز کو
جانتا ہے۔ جس کا طبیعت کی ظلمت جس کی دانہ کے ساتھ ضرب المثل بیان کی گئی ہے۔ تقاضا کرتی ہے۔ اور
جانتا ہے۔ کہ طبیعتوں کے مقتضاء کو پورا کرنا روح کی زمین کو تاریک کر ڈالتا ہے۔ اور اسے شقی بنا دیتا ہے
اور یہ بھی جانتا ہے۔ کہ ان چیزوں کا عمل میں لانا شایانِ ربوبیت سے نہیں ہے۔ جو شقاوت پیدا کرتی ہیں۔ اور
اس کا یہ علم تقدیس ذاتی اور تنزیہہ الٰہی کی وجہ سے ہے۔ پس جس چیز کی حق تعالےٰ نے خبر دی۔ وہ عین وہی
چیز تھی۔ جس کو نفس بذاتِ خود جانتا تھا۔ لیکن کھانے کی لالچ کا پوشیدہ مکر جس کو قضاء حتمی نے قائم کیا تھا
اس نے حقیقت الامر کو اس پر مشتبہ کر ڈالا حتیٰ کہ اس نے گمان کیا۔ کہ دانہ سے باز رہنا اس ربوبیت کو فوت
کر دینے والا ہے۔ جس کا ستر نفس کی ذات میں رکھا گیا ہے۔ یہ وہی بات ہے۔ جس کی نسبت ابلیس نے کہا
مراد اس سے وہ حقیقت تلبیس ہے۔ جو نفس میں مخلوق تھی۔ کہا تھا۔ کہ تم کو تمہارے رب نے اس درخت سے
منع نہیں کیا۔ مگر اس وجہ سے کہ تم دونوں فرشتے بن جاؤ گے۔ کیونکہ فرشتہ پر ممانعت نہیں ہے۔ پھر اگر تم اس
درخت کے پاس جانے سے باز رہو گے۔ تو ممانعت کی تحت میں آجاؤ گے۔ یا اگر تم اس دانہ کو کھا لو گے۔ تو ہمیشہ
اس میں رہو گے۔ اس لئے کہ جب تم نے کھانے کی ممانعت کو قبول نہ کیا۔ تو جنت سے نکالے نہیں جاؤ گے
کیونکہ اس صورت میں تم نے وہی کام کیا۔ جس کا ربوبیت تقاضا کرتی تھی۔ پھر قسم کھا کر کہا۔ میں تمہارا
خیر خواہ ہوں۔ اور قسم حجت قاطعہ اور براہین ساطعہ سے اس امر کا واضح کرنا ہوتا ہے۔ جس کا دعوےٰ کیا گیا
ہے۔ جیسا کہ قسم سے اس نے واضح کر دکھایا۔

پھر اس کے بعد جاننا چاہیئے۔ کہ امم ماضیہ سے بھی جو ہلاک ہوا۔ نفسانیت سے ہی
ہلاک ہوا اس لئے کہ رسول مخلوق کے پاس امور معقول ایک ایسی واسطے لائے کہ ... اور ان کی دلیلیں
مثلاً دلیل مصنوع سے صانع کا اثبات اور دلیل صنعت سے اقتدار قدرت کا اثبات اور پیدائش پر زندہ
کرنے کی دلیل سے قیامت کا ثابت کرنا۔ جیسا کہ فرمایا۔ کہ مار کر تم کو وہ شخص دوبارہ زندہ کرے گا۔ جس نے
پہلی دفعہ تم کو زندہ کیا۔ اور اس قسم کے بہت سے دلائل ہیں۔ پھر انہوں نے وہ معجزات ظاہر کئے۔ اور وہ نشان
دکھائے۔ جو شبہوں کو قطع کرنے والے اور جڑ سے اکھیڑنے والے تھے۔ اور امور خارق عادات بھی سے

Marfat.com

جن پر قدرتِ الٰہیہ کے سوا مخلوق کبھی قادر نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے کسی قسم کو نہ چھوڑا۔ مثلاً مردہ کا زندہ کرنا۔ اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کرنا۔ دریا کا پھاڑنا اور اس قسم کے اور معجزات۔ پھر جو شخص رسولوں کی اطاعت سے باز رہا۔ اس کو سوائے نفس کے پوشیدہ مکروں کے کسی چیز نے باز نہیں رکھا۔ پھر بعض نے ان میں سے یہ کہا۔ کہ مجھ کو یہ ڈر ہے۔ کہ میرے اسلام لانے پر عرب مجھ کو عار دلائینگے۔ کہ یہ بڑا ذلیل آدمی ہے۔ اور بعض نے کہا۔ کہ اس پیغمبر کو جلا دو۔ اور اپنے معبودوں کی مدد کرو۔ اور بعض نے یہ کہا۔ کہ کیا تو یہ چاہتا ہے۔ کہ ہم اس چیز کو چھوڑ دیں۔ جس کی ہمارے باپ دادا پرستش کرتے تھے۔ حالانکہ پیغمبروں کے اقوال اس چیز کے موافق تھے جو ان کے پاس تھی۔ پس ان لوگوں کا یہ منع کرنا محض نفسانی حیلہ کی وجہ سے تھا۔ ورنہ اخبار الٰہیہ اس چیز کے جو ان کے پاس تھی۔ موافق تھیں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے فَاِنَّھُمْ لَا یُکَذِّبُوْنَکَ وَلٰکِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ یَجْحَدُوْنَ ؁ پس وہ تجھ کو نہیں جھٹلاتے۔ لیکن ظالم لوگ ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ یہ تمام کھانے کا مخفی حیلہ ہے۔ جس سے نفس پر حقیقت الامر مشتبہ ہو جاتی ہے۔ بلکہ اس چیز کا سر ہے۔ جس کا امر الٰہی اور شان ذاتی تقاضا کرتی ہے۔

فصل

جاننا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے چونکہ نفس محمدیہ کو اپنی ذات سے پیدا کیا ہے۔ اور ذات حق جامع ضدین ہے۔ اس لئے دو صفتیں اس سے منسوب ہوئیں۔ ملائکہ عالین تو بہ حیثیت صفات جمال و نور ہدایت کے جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا۔ اور ابلیس اور اس کے اتباع بحیثیت صفات جلال ظلمت و ضلال کے نفس محمدی سے پیدا ہوئے۔ ابلیس کا نام عزازیل تھا۔ کہ قبل پیدائش عالم اس نے اتنے ہزار سال خدا تعالیٰ کی عبادت کی۔ حق تعالیٰ نے اسے کہا تھا۔ کہ اے عزازیل میرے سوا کسی کی پرستش نہ کرنا۔ پھر جب آدم کو پیدا کیا۔ اور ملائکہ کو حکم دیا کہ اسے سجدہ کریں۔ تو ابلیس پر امر مشتبہ ہو گیا۔ اس نے سمجھا کہ اگر آدم کو سجدہ نہ کرونگا۔ تو غیر خدا کا عابد ہوں گا۔ یہ نہ جانا۔ کہ جس نے امر الٰہی کے بموجب سجدہ کیا۔ خواہ وہ سجدہ غیر کے لئے ہو۔ وہ سجدہ خدا ہی کے لئے ہوتا ہے۔ اس خیال پر وہ سجدہ سے رکا رہا۔ اسی تلبیس کے نکتہ کی وجہ سے جو اس میں واقع ہوئی اس کا نام ابلیس پڑ گیا۔ اس نکتہ کو سمجھ۔ ورنہ اس کا نام اس سے پہلے ابلیس تھا۔ اور اس کی کنیت ابو مرہ تھی۔ پھر جب اس کو حق تعالیٰ نے کہا۔ کہ تجھے کونسی چیز اس شخص کو سجدہ کرنے سے مانع رہی۔ جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔ کیا تو متکبر ہے۔ یا عالین میں سے ہے۔ اور عالین وہ فرشتے ہیں۔ جو نور الٰہی سے پیدا کئے گئے ہیں مثلاً نون فرشتہ اور اس کی مانند اور سوا اور باقی فرشتے عناصر سے پیدا کئے گئے ہیں۔ اور انہی کو حکم ہوا تھا۔ کہ آدم کو سجدہ کریں۔ خدا تعالیٰ کے قول کے جواب میں ابلیس بولا۔ کہ میں اس سے بہتر ہوں مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا۔ اور اس کو مٹی سے۔ ابلیس کا یہ جواب اس بات کی دلیل ہے۔ کہ وہ دربار الٰہی کے آداب سے سب سے زیادہ واقف تھا۔ اور سوال اور اس کے مناسب جواب کو خوب جانتا تھا۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ نے اس سے مانع کا سبب نہیں پوچھا۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو سوال کی صورت یہ ہوتی۔ کہ تو اس کو سجدہ کرنے سے کیوں رکا رہا۔

Marfat.com

جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔ لیکن خدا تعالےٰ کو مانع کی ماہیت مطلوب تھی۔ نہ کہ مانع کا سبب۔ پس ابلیس نے بھی اس امر کے بھید پر کلام کیا۔ کہ اس سے بہتر ہوں۔ اس لئے کہ حقیقت ناریہ کہ وہ ظلمتِ طبیعت ہے۔ جس سے تو نے مجھ کو پیدا کیا۔ حقیقتِ خاکیہ سے جس سے تو نے آدمؑ کو پیدا کیا بہتر ہے۔ اسی سبب نے اس بات پر مجھے آمادہ کیا۔ کہ میں اُسے سجدہ نہ کروں۔ کیونکہ حقیقتِ ناریہ علو کو چاہتی ہے۔ اور حقیقتِ طینیہ پستی کو۔ کیا تجھے معلوم نہیں۔ کہ اگر موم بتی کو الٹا بھی کر دیا جائے۔ تو پھر بھی شعلہ کا میلان اوپر کی جانب رہتا ہے۔ بخلاف اس کے مٹی کہ اگر اُس سے تو ایک مٹھی بھر خاک اوپر کو پھینکے۔ تو وہ فوراً نیچے کو گر پڑے گی۔ اس لئے کہ مقتضاء حقائق کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے ابلیس نے کہا تھا۔ کہ میں اس سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اُسے مٹی سے۔ اور اس جواب پر زیادتی نہیں کی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا۔ کہ خدا اس راز سے واقف ہے۔ اور نیز یہ بھی اسے معلوم تھا۔ کہ یہ مقام قبض ہے۔ نہ مقام بسط۔ اگر بسط کا مقام ہوتا۔ تو اس کے ساتھ یہ بھی کہہ دیتا۔ کہ میرا تیرے اسی امر پر اعتماد ہے۔ جس میں تو نے مجھے حکم دیا تھا۔ کہ میرے سوا کسی کو سجدہ نہ کرنا۔ لیکن جب اس نے دیکھا۔ کہ یہ محل عتاب ہے۔ تو ادب اختیار کیا۔ اور اس عتاب سے اس نے یہ بھی معلوم کر لیا۔ کہ در اصل امر اس پر مشتبہ ہو گیا ہے۔ اس لئے کہ حق تعالےٰ نے اس کو ابلیس کے نام سے پکارا تھا۔ اور وہ التباس سے مشتق ہے۔ جس کے معنی اشتباہ کے ہیں۔ اور اس سے پہلے وہ اس نام سے پکارا نہیں گیا۔ پس ثابت ہؤا۔ کہ وہ اس امر سے فارغ ہو چکا ہے۔ نہ اس پر وہ رویا نہ پیٹا اور نہ نادم ہؤا۔ اور نہ توبہ کی۔ اور نہ مغفرت کا طالب بنا۔ اس لئے کہ وہ جانتا تھا۔ کہ اللہ وہی کرتا ہے۔ جو اس کا ارادہ ہوتا ہے۔ اور وہ اسی چیز کا ارادہ کرتا ہے۔ جو حقائق کا مقتضاء ہوتا ہے۔ کہ اس میں تبدیلی واقع نہیں ہو سکتی۔ پھر حق تعالےٰ نے اُسے اپنی بارگاہِ قرب سے بُعدِ طبیعی کی پستی کی طرف پھینکدیا۔ اور کہا۔ کہ دور ہو جا۔ کہ تو راندۂ درگاہِ الٰہی ہے یعنی حضرت علیا سے مرکز سفلی کی طرف چلا جا۔ اس لئے کہ رجم کے معنی کسی چیز کو اوپر سے نیچے کی طرف پھینکنے کے ہیں۔ اور کہا۔ کہ تجھ پر میری لعنت قیامت کے دن تک ہے۔ اور لعنت کے معنی وحشت میں ڈالنے اور دور کر دینے کے ہیں۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے ؎ ذعرت بہ القطا ونفیت عنہ + مقام الذئب کالرجل اللعین۔ میں نے اس سے مرغ سنگخوار کو ڈرایا۔ اور مثل ڈراؤنے آدمی کے اُسے وہاں سے نکال کر بھیڑئیے کے مقام پر ہٹا دیا۔

اوپر کے شعر میں مراد رجل لعین سے رجل موحش ہے۔ یعنی آدمی کی ایک ڈراؤنی تصویر جو کھیت میں کھڑی کی جاتی ہے۔ کہ وحوش اور طیور اُسے دیکھ کر بھاگ جائیں۔ اور کھیت اور پھل سلامت رہیں۔ اور خدا تعالےٰ کا ابلیس کو یہ کہنا کہ اِنَّ عَلَیْکَ لَعْنَتِیْ کہ تجھ پر میری لعنت ہے۔ تو یہ قول حصر کا فائدہ دیتا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ تیرے سوا دوسرے پر لعنت نہیں ہے۔ کیونکہ حروف جارہ و ناصبہ جب مقدم کئے جاتے ہیں۔ تو حصر کا فائدہ دیتے ہیں۔ جیسا کہ نحویوں کا یہ قول کہ علی زید الدرھم کہ زید کے ذمہ درہم ہے۔ یعنی زید پر ہے نہ

Marfat.com

کے سوا دوسرے پر نہیں۔ اور قولہ تعالےٰ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔ اس میں حروف ناصبہ پہلے آئے ہیں اور اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ تیرے سوا نہ ہم کسی کی عبادت کرتے ہیں۔ اور نہ کسی سے مدد طلب کرتے ہیں۔ پس خدا تعالےٰ نے ابلیس کے سوا کسی کو لعنت نہیں کی۔ اور ظالموں اور فاسقوں وغیرہ پر جو لعنت وارد کی گئی ہے تو یہ اس کے اتباع کے طور پر ہے۔ بطریق اصالت لعنت ابلیس پر ہے۔ اور بطریق تفریع اس کے غیر پر اور خدا تعالےٰ کا یہ قول کہ اِلیٰ یَوْمِ الدِّیْنِ یہ لعنت قیامت تک ہوگی۔ تو یہ تحدید اس بات کا فائدہ دیتی ہے۔ کہ جب قیامت کا دن گذر جائیگا۔ تو لعنت بھی اس پر نہیں رہیگی۔ اس لئے کہ قیامت کے دن ظلمتِ طبیعت کا حکم اس سے اٹھ جائیگا اور یَوْمِ الدِّیْنِ کی تفسیر چالیسویں باب میں گذر چکی ہے۔ پس دربار الٰہی سے ابلیس صرف قیامت کے دن تک ہٹایا گیا ہے۔ کیونکہ اس کی اصل اس امر کی مقتضی ہے۔ اور وہ طبیعت کے موانع ہیں۔ جو حقائق الٰہیہ سے متحقق ہونے سے روح کو مانع ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے بعد یہ حکم نہیں کیونکہ اس وقت طبائع کو بھی تمام کمالات حاصل ہوں گے۔ پس لعنت نہیں ہوگی۔ بلکہ قرب محض ہوگا۔ اس وقت ابلیس اس قرب الٰہی کی طرف رجوع کریگا۔ جو خدا کے ہاں اس کو حاصل تھا۔ اور یہ بات جہنم کے زائل ہونے کے بعد ہوگی۔ کیونکہ جس چیز کو اللہ تعالےٰ نے پیدا کیا ہے۔ وہ ضرور اپنے اصل کی طرف لوٹیگی۔ پس اس مضمون کو سمجھ۔ کیا کہا ہے۔ کہ جب ابلیس پر لعنت کی گئی ہے۔ تو وہ خوشی کے مارے اس قدر پھولا اور سرگشتہ ہوا کہ اس نے اپنے وجود سے عالم کو بھر دیا۔ اسے کہا گیا۔ کہ کیا تو بارگاہِ الٰہی سے ہٹائے جانے پر ایسا کر رہا ہے۔ تو اس نے جواب دیا۔ کہ یہ ایک خلعت ہے۔ جو تنہا مجھ کو پہنایا گیا ہے۔ نہ اس کو کوئی ملک مقرب پہنیگا۔ اور نہ نبی مرسل۔ پھر اس نے حق کو پکارا۔ جیسا کہ اس کے متعلق خدا تعالےٰ نے خبر دی ہے قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْ اِلیٰ یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ۔ اے میرے پروردگار قیامت تک مجھے مہلت دے۔ اس بات کو ممکن جان کر اس نے سوال کیا تھا۔ اس لئے کہ ظلمت طبیعتہ جو اس کے وجود کی اصل تھی۔ باقی رہیگی حتیٰ کہ خدا تعالےٰ اس کے اہل اٹھا دیگا۔ پھر وہ ظلمتِ طبیعت سے خلاصی پاکر انوار ربوبیت کی طرف رجوع کرینگے۔ پھر خدا تعالےٰ نے اسے جواب دیا۔ اور اس جواب کو لفظ اِنَّ کے ساتھ مؤکد فرمایا۔ اور کہا۔ فَاِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ اِلیٰ یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ۔ کہ بیشک وقت معین تک تجھے مہلت دی جاتی ہے۔ اور مراد اس وقت معین سے وہ وقت ہے۔ جس میں امر وجود حضرت ملک معبود کی طرف رجوع کریگا۔ شیطان بولا۔ فَبِعِزَّتِکَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ۔ کہ مجھے تیری عزت کی قسم میں ان سب کو گمراہ کروں گا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا۔ کہ سب حکم طبیعت کی تحت میں ہیں۔ اور یہ کہ مقتضیات ظلمانی نورانی مقامات کی طرف صعود کرنے سے مانع ہوتے ہیں اِلَّا عِبَادَکَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ۔ لیکن تیرے وہ بندے جو ظلمتِ طبیعت سے خلاصی پا چکے ہیں۔ ان پر میرا کوئی بس نہیں ہوگا۔ یعنی وہ لوگ جو آدمی کے وجود میں ناموس الٰہی کے قائم کرنے سے ظلمتِ طبیعت سے چھوٹ گئے ہیں مخلص بصیغہ اسم مفعول کی صورت میں تو

Marfat.com

حقیقتِ الٰہیّہ کی طرف منسوب ہے۔ یعنی اپنی طرف۔ کھینچکر خدا تعالےٰ نے ان کو ظلمتِ طبیعت سے خلاص کر دیا اور مخلص بصیغہ اسم فاعل کی صورت میں امر حقیقتِ عبدیّہ کی طرف منسوب ہے۔ یعنی پاکیزہ اعمال سے وہ خلاصی پاگئے۔ مثلاً مجاہدات۔ ریاضات۔ مخالفاتِ نفس وغیرہ پھر جب اس نے یہ کلام کی۔ تو حق تعالےٰ نے اس کو جواب میں کہا۔ کہ یہ حق ہے۔ اور میں بھی حق کہتا ہوں۔ کہ میں جہنم کو تجھ سے اور ان لوگوں سے جو تیرے پیچھے لگیں گے۔ پر کروں گا۔ چونکہ ابلیس ملعون کا یہ کلام بمقتضاء حقائق تھا۔ لہٰذا خدا تعالےٰ نے بھی اس کو حکمتِ الٰہی سے جیسا کہ اس نے کہا تھا۔ ویسا ہی جواب دیا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ظلمتِ طبیعیّہ جس کی وجہ سے ابلیس ان پر مسلط ہوا۔ اور ان کے بہکانے کی قسم کھائی۔ یہی چیز ان کو دوزخ کی طرف کھینچکر لے جائیگی۔ بلکہ یہی بعینہ دوزخ ہے۔ اس لئے کہ طبیعت مظلمہ ایک آگ ہے۔ جس کو اللہ تعالےٰ مفسدوں کے دلوں پر مسلّط کرتا ہے۔ پس کوئی ابلیس کا اتباع نہیں کریگا۔ مگر وہی جو ظلمت طبیعت میں داخل ہوگا۔ اور جو اس میں داخل ہوگا۔ وہ دوزخ میں بھی داخل ہوگا۔ پس اس حکمت الٰہیہ میں غور کر کہ کیسے اللہ تعالےٰ نے اس کو باریک اشارہ اور دقیق عبارت میں ظاہر کیا۔ تا کہ وہ شخص اس کو سمجھے۔ جو کلام کو سن کر اس میں جو اچھی بات ہے۔ اس کا اتباع کرتا ہے۔ پس اگر تو سمجھدار ہے۔ تو اس کو سمجھ لے اور میں اس شخص پر قربان ہوں۔ جو میری رمز کو سمجھتا اور جانتا ہے۔

فصل جب ہم نے حقیقتِ ابلیسیّہ کے متعلق گفتگو شروع کردی۔ تو ضروری ٹھہرا۔ کہ ہم اس کے مظاہر اور گوناگوں رنگوں میں اس کا ظاہر ہونا اور اس کے وہ آلات جن سے وہ خلقت کے گمراہ کرنے پر مدد لیتا ہے۔ ان کے متعلق بھی ہم گفتگو کریں۔ اور اس کے شیاطین اور اس کی ذریات کو بیان کریں۔ اور اس بات کو بیان کریں۔ کہ اس کے وہ سوار اور اس کے وہ پیادے کون سے ہیں۔ جن کا ذکر خدا تعالےٰ نے اپنی کتاب گرامی میں فرمایا ہے۔ جہاں کہ اس نے یہ کہا ہے وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ الآیۃ کہ اپنے سواروں اور پیادوں کو ان پر کھینچ لا۔ اور ان کے اموال اور اولاد میں شریک ہوجا۔ اور ان کو وعدہ دے اور شیطان کا وعدہ دھوکے اور فریب کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

جاننا چاہئے۔ کہ ابلیس کے دنیا میں نمائندے مظہر ہیں۔ جو اللہ تعالےٰ کے اسماءِ حسنٰی کے عدد کے موافق ہیں۔ اور ان مظاہر میں کئی رنگ ہیں۔ جن کا شمار ممکن نہیں۔ اور پورے طور پر اس کے تمام مظاہر کی تشریح بھی بڑی لمبی چوڑی ہے۔ ہم صرف سات مظاہر کے بیان پر جو جمیع مظاہر ... کرتے ہیں۔ جیسا کہ سات ذاتی اسماء جمیع اسماءِ حسنٰی کی اصل ہیں۔ اور یہ ایک عجیب بات ہے۔ اور یہ اس نفس سے کہ جو اللہ تعالےٰ کی ذات سے موجود ہے۔ اس کے ابتداء کی ... کا ... ہے۔ پس اس اشارہ کو سمجھ اور اس عبارت سے غافل نہ رہ۔ اور اس کے وہ سات مظاہر یہ ہیں:۔

پہلا مظہر دنیا ہے۔ اور وہ چیزیں ہیں۔ جو اس پر بنائی گئی ہیں۔ مثل کواکب۔ دور دور کے شہر:

ممالک اور عناصر وغیرہ۔

پھر اس کے بعد معلوم کرنا چاہیئے۔ کہ ابلیس کا مظہر کسی ایک کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ لیکن غالباً وہ ہر گروہ میں جیسا کہ ہم اشارہ کرینگے۔ ظاہر ہوتا ہے۔ پھر جب وہ کسی گروہ پر کسی مظہر میں ظاہر ہوتا ہے۔ تو اسی مظہر پر بس نہیں کرتا۔ بلکہ ہمیشہ وہ تمام مظاہر میں متنوع ہوتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ اس پر توبہ و رجوع کے تمام دروازے بند کر دیتا ہے۔ لیکن ہر گروہ میں ہم اس کے انہی مظاہر کا ذکر کرینگے۔ جن میں وہ غلبتاً ظاہر ہوتا ہے۔ اور باقی کو چھوڑ دینگے۔ کیونکہ ان کے ساتھ وہ وہی کرتا ہے۔ جو باقی مظاہر میں ان کے غیر کے ساتھ کرتا ہے۔ پھر اہل شرک پر اس کا ظہور دنیا میں اور ان چیزوں میں ہوتا ہے۔ جو اس پر بنائی گئی ہیں۔ مثل عناصر۔ افلاک۔ استقصات۔ اقالیم وغیرہ۔ وہ ان مظاہر میں کفار اور مشرکوں کے لئے ظاہر ہوتا ہے۔ پھر پہلے وہ ان کو دنیا کی زینت اور اس کی آراستگیوں سے گمراہ کرتا ہے۔ حتیٰ کہ ان کی عقلیں گنوا دیتا ہے۔ اور ان کے دلوں کو اندھا کر دیتا ہے۔ پھر ان پر اسرار کواکب ظاہر کرتا ہے۔ اور اصول عناصر وغیرہ ان کو بتاتا ہے۔ اور ان کو یہ کہتا ہے۔ کہ عالم میں یہ چیزیں مؤثر ہیں۔ پھر جو وہ احکام کواکب کو صحیح پاتے ہیں۔ اور آفتاب کی حرارت سے اجسام عالم کی تربیت کو مشاہدہ کرتے ہیں سلور مینہ کا برسنا طلوع ہونے والے اور غروب ہونے والے ستاروں کے حساب کے موافق ان کو نظر آتا ہے۔ تو وہ افلاک کی پرستش کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور کواکب کی ربوبیت کے متعلق کوئی کھٹکا ان کے دلوں میں باقی نہیں رہتا پھر جب یہ اصول ان میں مضبوط ہو جاتے ہیں۔ تو ان کو مثل بہائم کے چھوڑ دیتا ہے۔ کہ کھانے پینے کے سوا کسی چیز کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اور قیامت وغیرہ پر ایمان نہیں لاتے۔ پھر بعض ان کے بعض کو قتل کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کو لوٹتے ہیں۔ طبائع کی ظلمت کے دریاؤں میں وہ غرق ہو جاتے ہیں۔ جن سے کبھی ان کو مخلصی نہیں ہوتی۔ ایسا ہی وہ اہل عناصر کے ساتھ پیش آتا ہے۔ ان کو کہتا ہے۔ کہ کیا تم نہیں دیکھتے۔ کہ جسم جوہر سے اور جوہر حرارت۔ برودت۔ رطوبت و یبوست سے مرکب ہے۔ یہ تمام چیزیں ہی جن پر وجود مترتب ہے۔ معبود ہونے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ اور یہی چیزیں عالم میں مؤثر ہیں۔ پھر ان کے ساتھ وہی کرتا ہے۔ جو پہلے لوگوں کے ساتھ کیا۔ ایسا ہی آگ کے پجاریوں کو کہتا ہے۔ کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ وجود دو قسموں نور و ظلمت پر منقسم ہے۔ پس ظلمت ایک معبود ہے۔ جس کا نام آہرمن ہے۔ اور نور بھی ایک معبود ہے۔ جس کا نام یزدان ہے۔ اور آگ نور کی اصل ہے (آگ میں نور و ظلمت دونوں چیزیں ہیں منسجم) پھر وہ اس کی پرستش کرنے لگ جاتے ہیں۔ پھر ان کے ساتھ وہی کرتا ہے۔ جو پہلے لوگوں کے ساتھ کیا۔ غرضیکہ وہ تمام مشرکین کے ساتھ ایسا ہی کرتا ہے۔

دوسرا مظہر۔ طبیعت۔ شہوتیں اور لذتیں ہیں۔ جن میں وہ عوام مسلمین کے لئے ظاہر ہوتا ہے پھر اوّلاً وہ امور شہوانی کی محبت اور لذاتِ حیوانی کی رغبت سے جن کا طبیعت ظلمانی تقاضا کرتی ہے

Marfat.com

ان کو گمراہ کرتا ہے۔ حتیٰ کہ ان کو اندھا کر دیتا ہے۔ پھر اس وقت وہ ان کے لئے دنیا میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور ان کو خبر دیتا ہے۔ کہ یہ امور مطلوبہ حاصل نہیں ہوتے مگر دنیا کے ساتھ۔ پھر وہ دنیا کی محبت میں منہمک ہو جاتے ہیں۔ اور ہمیشہ اس کی طلب میں لگے رہتے ہیں۔ پھر جب وہ ان کے ساتھ یہ کام کرتا ہے۔ تو ان کو چھوڑ دیتا ہے اس لئے کہ جب وہ اس کے چیلے بن جاتے ہیں۔ تو پھر اس کے بعد وہ ان کے ساتھ کسی اور تدبیر و علاج کا محتاج نہیں رہتا۔ وہ کسی چیز میں اس کی نافرمانی نہیں کرتے۔ جو حکم ان کو دیتا ہے۔ اس کو بجا لاتے ہیں۔ اسلئے کہ حُبّ دنیا اور جہالت باہم ایک دوسرے کے ساتھی ہیں۔ اگر وہ ان کو کفر کا بھی حکم دیتا ہے۔ تو وہ کافر بھی ہو جاتے ہیں۔ اس وقت وہ امور غیبیہ میں جن کے متعلق خدا نے خبر دی ہے۔ ان کو شک اور وسواس بھی ڈالتا ہے۔ اور وہ الحاد میں جا پڑتے ہیں۔ اور گمراہی کا کام پورا ہو جاتا ہے۔

تیسرا مظہر یہ ہے۔ کہ وہ صالحین کے لئے اعمال میں ظاہر ہوتا ہے۔ ان کے اعمال و کردار کو ان کی نظر میں مزین کرتا ہے۔ جس سے ان کے دلوں میں عُجب پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر جب ان کو اپنے نفوس اور اپنے اعمال اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ تو وہ اپنی حالت پر مغرور ہو جاتے ہیں۔ اور کسی عالم کی نصیحت قبول نہیں کرتے۔ پھر جب وہ اس کے نزدیک اس مرتبہ پر پہنچ جاتے ہیں۔ تو ان سے کہتا ہے۔ کہ تمہارے واسطے یہ اعمال کافی ہیں اگر تمہارے سوا کوئی دوسرا شخص ان اعمال کا جو تم کر رہے ہو۔ دسواں حصہ بھی بجا لائے۔ تو وہ ضرور نجات پا جائے۔ پھر وہ اعمال میں کمی کرتے ہیں۔ اور آرام میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ اپنے آپ کو بڑا جانتے ہیں۔ اور دوسرے لوگوں کو حقیر سمجھتے ہیں۔ پھر جب ان سے یہ کام مع اس درشتی کے جو زشت خوئی اور دوسرے کے ساتھ بدگمانی کرنے کی قبیل سے ان میں ہوتی ہے۔ کرا لیتا ہے۔ تو وہ غیبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور بسا اوقات یکے بعد دیگرے گناہوں کا خیال ان کے دل میں پڑتا ہے۔ اور وہ ان کو کہتا ہے۔ کہ جو تمہاری مرضی چاہتی ہے کرو۔ اور جان رکھو۔ کہ اللہ تعالےٰ غفور رحیم ہے۔ اللہ کی قسم وہ کسی کو عذاب نہیں دیتا۔ وہ اس بڈھے سے شرم کرتا ہے۔ جس کے بال سفید ہوں۔ وہ کریم ہے۔ اور کریم ہرگز اپنے حق کا مطالبہ نہیں کرتا۔ اس قسم کے بہت سے وساوس ان کے دلوں میں ڈالتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اس صلاحیت سے جس پر کہ وہ ہوتے ہیں۔ ہٹ کر فسق کی طرف چلے جاتے ہیں۔ پھر اس وقت ان پر بلا نازل ہوتی ہے۔ خدا اس مصیبت سے بچا رکھے۔

چوتھا مظہر نیتیں ہیں۔ اور اعمال میں ایک دوسرے پر فضیلت طلبی ہے۔ جن میں وہ شہداء پر ظاہر ہوتا ہے۔ ان کی نیتوں کو بگاڑ دیتا ہے تا کہ ان کے اعمال فاسد ہو جائیں۔ پھر جب کوئی عمل کرنے والا اللہ کے لئے عمل کرتا ہے۔ تو شیطان اس کے دل میں پوشیدہ ہو کر یہ کہتا ہے۔ کہ اپنے اعمال کو خوب سنوار کر بجا لا۔ کیونکہ جب لوگ تجھے دیکھیں گے۔ تو ممکن ہے۔ کہ وہ تیرا اقتدا کریں۔ یہ اس وقت ہوتا ہے۔ جبکہ عامل اپنے اعمال لوگوں کو دکھانے اور سنانے کے لئے نہیں کرتا۔ تاکہ اس کی نسبت یہ کہا جائے۔ کہ فلاں شخص ایسا ہے ایسا ہے پس وہ بھلائی کی راہ سے اس پر داخل ہوتا ہے۔ پھر جب اس کے پاس آتا ہے۔ اور وہ کسی عمل میں مثلاً تلاوت

Marfat.com

قرآن میں مصروف ہوتا ہے۔ تو اُسے کہتا ہے۔ کہ کیا تو بیت اللہ شریف کا حج نہیں کرتا۔ اور رستہ میں جو چاہتا ہے پڑھتا چلا جا۔ کہ حج اور قرأت دونوں کے اجر تجھ کو حاصل ہوں۔ یہاں تک کہ اس کو رستہ پر لے آتا ہے۔ پھر اسے کہتا ہے۔ کہ تو بھی دوسرے لوگوں کی طرح ہو جا۔ اب تو مسافر ہے۔ تلاوت قرآن تجھ پر واجب نہیں۔ وہ تلاوت کو چھوڑ دیتا ہے۔ اس کی شامت سے فرائض مفروضہ مکتوبہ بھی اس سے فوت ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی وہ حج کو بھی نہیں پہنچتا۔ اور کبھی جمیع عباداتِ حج سے اُسے پھیر کر روزی کی تلاش میں اسے مصروف کر دیتا ہے اور کبھی بخل۔ بد خلقی۔ تنگ دلی اس کو مناسکِ حج سے روک رکھتی ہے۔ اور اس قسم کی مثالیں بہت ہیں جس کا عمل خراب کرنے پر وہ قدرت نہیں پاتا۔ اس پر اس عمل کی راہ سے آتا ہے۔ جو اس کے پہلے عمل سے افضل ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ پہلے عمل سے اس کو نکال دیتا ہے۔ اور دوسرے عمل میں بھی اس کو رہنے نہیں دیتا۔

پانچواں مظہر علم ہے۔ جس میں وہ علماء پر ظاہر ہوتا ہے۔ ابلیس پر یہ بات سہل تر ہے۔ کہ علم سے ان کو گمراہ کرے۔ کہا گیا ہے۔ کہ ابلیس کا یہ حلفیہ قول ہے۔ کہ ہزار عالم کا گمراہ کرنا ایک قوی الایمان امی سے مجھ پر زیادہ سہل ہے۔ اس لئے کہ وہ اس کے بہکانے میں حیران رہ جاتا ہے۔ بخلاف اس کے عالم کہ جو بات اسے کہتا ہے وہ اس علم سے مدلل ہوتی ہے۔ جس کو عالم حق خیال کرتا ہے۔ پھر وہ اس کا اتباع کر لیتا ہے۔ اور اس میں مضبوط ہو جاتا ہے۔ مثلاً محل شہوت میں وہ علم کی راہ سے اُسے یہ کہتا ہے۔ کہ تو مذہب داؤد پر اس عورت سے نکاح کر لے۔ حالانکہ وہ حنفی ہوتا ہے۔ یا یہ کہ حنفی مذہب پر بغیر ولی کے اس عورت سے نکاح کر لے۔ حالانکہ وہ شافعی ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ جب وہ یہ کام کر چکتا ہے۔ اور عورت اس سے حق مہر۔ نفقہ اور کپڑے طلب کرتی ہے۔ تو پھر اسے کہتا ہے۔ کہ تو حلف اٹھا کر اُسے کہہ دے۔ کہ میں تجھے فلاں فلاں چیز دوں گا۔ اور تیرے ساتھ ایسا سلوک کروں گا اگرچہ تو اس وعدہ کو پورا نہ بھی کرے۔ پھر بھی تجھے کوئی گناہ نہیں۔ کیونکہ مرد کے لئے جائز ہے۔ کہ وہ عورت کو راضی کرنے کے لئے حلف اٹھا دے۔ اگرچہ وہ جھوٹی ہی کیوں نہ ہو۔ پھر جب مدت زیادہ گذر جاتی ہے۔ اور وہ جھگڑا حاکم کے پاس لے جاتی ہے۔ تو پھر اسے کہتا ہے۔ کہ تو منکر ہو جا۔ کہ میرا اس کے ساتھ نکاح ہی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ عقد تیرے مذہب میں فاسد ہے۔ وہ تیری بیوی نہیں ہے۔ کہ تجھ سے نفقہ وغیرہ لے سکے۔ پھر وہ قسم اٹھا لیتا ہے اور اس کام کو کر چکتا ہے۔ اور اس قسم کی بہت سی مثالیں ہیں۔ جو شمار میں نہیں آ سکتیں۔ اور نہ ان کی کوئی حد ہے۔ بلکہ اس سے سوائے بعض اشخاص کے کوئی سلامت نہیں رہتا ہے۔

چھٹا مظہر۔ اس میں وہ صادق الاعتقاد مریدوں پر عادات اور آرام طلبیوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور ان کو بہ حیثیت عادت و آرام طلبی طبیعت کی تاریکی میں مبتلا کرتا ہے۔ یہاں تک کہ طلب میں ہمتوں کی قوت اور عبادات میں ان کی شدت رغبت کو ان سے سلب کر لیتا ہے۔ پھر جب وہ اس کو کھو بیٹھتے ہیں۔ تو اپنی نفسانیت کی طرف لوٹ آتے ہیں۔ تو پھر ان سے وہ کام کرواتا ہے۔ جو ان لوگوں سے کرواتا ہے۔ جو مرید نہیں ہیں۔ مریدوں کے حق میں طلبِ راحت اور سکون الی العادات سے بڑھ کر گمراہ کرنے والی کوئی چیز نہیں ہے جس کا ابلیس کو زیادہ خیال ہو!

ساتواں مظہر معارف الہیّہ ہیں۔ جن میں وہ صدیقین۔ اولیاء وعارفین پر سوائے ان لوگوں کے جن کو خدا محفوظ رکھتا ہے ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن مقربین پر اس کا کچھ دخل نہیں ہوتا۔ پھر پہلے وہ ان پر حقیقت الہیہ میں ظاہر ہوتا ہے۔ ان سے کہتا ہے۔ کہ کیا اللہ تمام وجود کی حقیقت نہیں ہے۔ پھر اس تمام وجود میں سے تم بھی ہو۔ اور حق تمہاری حقیقت ہے وہ کہتے ہیں۔ کہ ہاں ٹھیک ہے۔ اس کے بعد وہ ان کو کہتا ہے۔ کہ پھر تم ان اعمال سے جن کو مقلد کرتے ہیں۔ کیوں اپنے نفسوں کا اتباع کرتے ہو۔ وہ اس بات پر لگ کر اعمال صالحہ کو چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ پھر جب وہ اعمال کو ترک کر دیتے ہیں۔ تو ان کو کہتا ہے۔ کہ جو تمہارا جی چاہتا ہے۔ کرو۔ اس لئے کہ حق تعالےٰ تمہاری حقیقت ہے۔ پس تم وہی ہو۔ اور وہ جو کچھ کرتا ہے۔ اس سے کوئی باز پرس نہیں کر سکتا۔ پھر وہ زنا کرتے ہیں۔ چوری کرتے ہیں۔ شراب پیتے ہیں۔ حتی کہ اس کا مآل یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنی گردنوں سے اسلام وایمان کی رسی اتار دیتے ہیں۔ اور زندیق اور ملحد بن جاتے ہیں پھر بعض ان میں سے اتحاد کے قائل ہوتے ہیں۔ اور بعض اس میں افراد کا دعوی کرتے ہیں۔ اور جب قصاص کے لئے طلب کئے جاتے ہیں۔ اور ان کی بدفعلیوں کے متعلق ان سے باز پرس کی جاتی ہے۔ تو شیطان ان کو کہتا ہے۔ کہ انکار کردو۔ اور اپنے نفسوں سے قدرت اٹھا دو۔ یعنی ان اعمال میں اپنے آپ کو بیچ میں نہ لو۔ اس لئے کہ تم نے جو کچھ بھی کیا۔ اس میں فاعل درحقیقت اللہ ہی تھا۔ اور تم لوگوں کے اعتقاد کے موافق تم ہی ہو۔ اور قسم حلف لینے والے کی نیت پر ہوتی ہے۔ پھر وہ حلفاً کہہ دیتے ہیں۔ کہ ہم نے کچھ نہیں کیا۔ اور کبھی حق کے لباس میں ان میں سے کسی سے یہ راز گوئی کرتا ہے۔ کہ بیشک میں اللہ ہوں۔ تمام حرام چیزیں تیرے لئے میں نے مباح کر دی ہیں پھر جو تو چاہتا ہے۔ کر۔ یا یہ کہ محرمات میں سے فلاں فلاں کام کرنے کی تجھے اجازت ہے۔ تجھ پر کوئی گناہ نہیں ہے اور یہ تمام باتیں غلط نہیں ہوتیں۔ مگر اس وقت جبکہ ابلیس ان پر ظاہر ہو۔ ورنہ حق تعالےٰ اور اس کے بندوں کے درمیان ایسی خصوصیات واسرار ہیں جو اس سے بڑھ کر ہیں۔ اور حقائق وجدانیات کیلئے اہل اللہ کے ہاں علامتیں ہیں۔ جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ بجز اس کے نہیں۔ کہ یہ باتیں ان لوگوں پر مشتبہ ہو جاتی ہیں۔ جن کو اصول کا علم نہ ہونے کی وجہ سے ان علامات کی معرفت نہیں ہوتی۔ ورنہ اس قسم کی چیزیں اس شخص پر مخفی نہیں رہتیں۔ جس کو اصول کی معرفت ہو۔ دیکھو۔ میرے سید شیخ عبدالقادر رضؓ کا ذکر کرتے ہیں۔ کہ وہ ایک جنگل میں تھے۔ انکو کہا گیا کہ اے عبدالقادر! میں اللہ ہوں۔ تیرے لئے میں نے حرام چیزوں کو مباح کر دیا۔ پس جو تو چاہتا ہے۔ کر۔ آپ نے اس کہنے والے کو کہا۔ تو نے جھوٹ بولا۔ بیشک تو شیطان ہے۔ جب ان سے پوچھا گیا۔ کہ آپ نے کس طرح معلوم کیا تھا۔ کہ وہ شیطان ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے اس قول سے کہ خدا کا حکم نہیں دیتا۔ جب اس لعین نے مجھے اس بات کا حکم دیا۔ تو میں نے جانا۔ کہ وہ شیطان ہے۔ جو مجھے گمراہ کرنا چاہتا ہے۔ ... خود اس قسم کی باتیں خدا کے ان بندوں پر جاری ہوتی ہیں۔ جن کو حق کی معیت حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ اہل بدر وغیرہ کو یہ بات پیش آئی۔ اور یہ وہ مقام ہے جس کا میں انکار نہیں کر سکتا۔ میرے ابتدائی حال میں اس سے کچھ مجھ پر وقت آچکا ہے۔ اور اس حال میں میرا وجود مٹا ہوا تھا۔ پھر حق تعالےٰ نے سیدی وشیخی استاد الدین وشرف الدین سید الاولیاء المحققین الی المعروف الشیخ اسمعیل بن ابراہیم الجبرتی کی برکت سے مجھے اس مقام سے نکالا۔ بیشک اس نے میرے حال پر

عنایت کی میں اس حالت میں عنایت ربانی سے نفحات رحمانیہ سے مؤید تھا۔ یہاں تک کہ حق تعالےٰ نے اپنی نظر عنایت سے اپنے بندہ کو دیکھا۔ اور اپنا مقرب بنا لیا پس اچھا ہے۔ سید فاضل امر اچھا ہے۔ شیخ کامل میرے جاہ سعدہ قصیدوں میں سے اسکے متعلق یہ قصیدہ

وافی المحب فزارہ محبوبہ بشراہ یا بشراہ ذا مطلوبہ

ترجمہ۔ محب نے حج ادا کیا پھر اسی اثنا میں اسکے محبوب نے اسکی ملاقات کی اس اس کو بشارت ہو خوشخبری ہو کہ یہ ہے اس کا مطلوب"

قدم الحبیب بعید ھجر یا لہا من فرحۃ داوی السقیم طبیبہ

ترجمہ۔ دوست مدت کے بعد ملا۔ اس بات کی خوشی پر تعجب آتا ہے۔ کہ اس کے طبیب نے بیمار کی دوا کی"

یا قدہ العسال ھل ھذا القنا ینآد ام یا ردف انت کثیبہ

ترجمہ۔ شہد بہانے والے اس کے قد پر تعجب ہے کہ کیا یہ شاخ ہے جو جھوم رہی ہے یا وہ تیرے شاخ وادتنہ کی ایک شاخ ہے"

وبخالہ المسکی تھت عن التقی لکن ھدلی السلافۃ طیبہ

ترجمہ۔ اور تو اس کے مشکین تل سے پرہیزگاری کی بے در پے نقل لیتا ہے۔ لیکن مجھے اس کی خوشبو نے شراب کی راہ بتائی ہے

ابرو دثغر ذا الاقاح ولؤلؤ نظمت علی مرجان فیہ حبوبہ

ترجمہ۔ اسکے اگلے دانت ایک شوخ خطوا رجاتا ہے۔ اور موتی ہیں۔ کہ مرجان یعنی سوڑھوں پر پیوستہ ہوئے ہیں۔ جن میں اسکے دانے ہیں"

ای شعر لیلک ھل یضیٔ صباحہ ای خد یومک ھل یجی غروبہ

ترجمہ۔ تعجب ہے تیری رات کے بالوں پر یعنی تیرے سیاہ بالوں پر کہ کیا ان کی صبح روشنی دیگی۔ یعنی کیا وہ کبھی سفید ہوں گے۔ اور تعجب ہے۔ تیرے یوم شباب کے رخساروں پر کہ کیا اس کا غروب بھی ہوگا۔

أأسنۃ ام اسھم تلک المقی ونصیب قلبی ام فذاک نصیبہ

ترجمہ۔ کیا وہ گوشۂ چشم بھالے ہیں۔ یا تیر ہیں۔ اور وہ میرے دل کا نصیب ہے۔ یا اس کا نصیب ہے"

اتسی حاجبہ الی کم قسوۃ ! ھب اننی ھدف الست تصیبہ

ترجمہ۔ اس کے ابرو کی کمان کس قدر سخت ہے۔ کیوں نہیں۔ تو ضرور کسی نشانہ پر تیر لگائیگا وہ نشانہ مجھ کو فرض کر

یا ایھا الواشون لا کان الوشا یا ایھا الرقبا امیت رقیبہ

ترجمہ۔ اے سخن چینو سخن چینی کی کوئی بات نہیں رہی۔ اے رقیبو اس کا رقیب مارا گیا۔

للہ فقد کما عدمت لقا کما لولا کما ضم الحبیب حبیبہ

ترجمہ۔ خدا کرے تم دونوں یعنی عیب چین اور رقیب مفقود ہو جاؤ۔ تمہاری شکل معدوم ہو جائے۔ اگر تم نہ ہو۔ تو دوست اپنے دوست سے چمٹ جائے۔

افلستما تریاہ یرسل نشرہ سحرا فیحی المستھام ھبوبہ

ترجمہ۔ کیا پھر تم اس کو نہیں دیکھتے ہو۔ کہ وہ اپنی خوشبو صبح کو بھیجتا ہے۔ پھر اس کا چلنا عاشق کو زندہ کر دیتا ہے"

ما من یضم حبیبہ عند اللقاء خوف الرقیب فلا یبین رقیبہ

Marfat.com

ترجمہ:- میں وہ ہوں۔ جو ملاقات کے وقت اپنے دوست سے چمٹ جاتا ہے۔ اس اندیشہ سے کہ رقیب نہ آجائے۔ اور اس کا رقیب ظاہر نہیں ہوتا۔

لم انس مبحابا لمهنا ما نسته — حتی اجتری خوض الدجی مرکوبه

ترجمہ:- میں نے رقیب کو صبح سے مانوس نہیں کیا۔ پارہ شب سے مانوس کیا ہے حتی کہ شب تاریک میں میری سواری چل پڑتی ہے

رکب الاسنة والذوابل شرع — ما صده عن حی می خطوبه

ترجمہ:- وہ رقیب بھالوں اور با ریک نیزوں کو لیکر سوار ہوتا ہے۔ بڑے بڑے کام اس کو می (نام عورت) کے محلہ سے نہیں روکتے

کادت نجائب عزمه تکبو بها — فاشتد منها بالعنان نجیبه

ترجمہ:- اس کے عزم کے عمدہ گھوڑے قریب ہے۔ کہ ان نیزوں سے اوندھے گر پڑیں۔ پھر عزائم کی باگ سے اس کا گھوڑا سخت ہو جاتا ہے

وطرقت سعدی والسهام کاذبها — نیسان صدق برقه مسکوبه

ترجمہ:- اور میں نے اپنے سعد گھوڑے کو اور تیر کو چلایا۔ اور وہ اس طرح چلا۔ گویا کہ وہ سچائی کا ہے۔ اس کی روانی اسکی برق ہے یعنی وہ بجلی کی طرح جاتا ہے۔

حتی اناخت مطیتی فی منزل — لم یدع الا بالاهیل غریبه

ترجمہ:- حتے کہ میں نے اپنی سواری کو ایک ایسی منزل میں بٹھایا جس نے اپنے مسافر کو اپنے ایک رہنے والے کے ساتھ چھوڑا۔

دار بها سعاد مغنی مغرب — عنقاؤه فوق السماک تریبه

ترجمہ:- وہ ایک ایسا گھر تھا۔ کہ سعادت مندوں کے لئے وہ ایک بے نیاز کرنے والی منزل تھی۔ جس کے عنقاء مغرب بلندی کے اوپر رہنے کی تہمت لگائی جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ عنقاء مغرب یعنی حق کو میں نے بڑی بلند پروازی کے بعد گھر میں پایا جس کی نسبت تہمت لگائی جاتی ہے۔ کہ وہ اوپر ہے۔ جس گھر میں میں نے اس کو پایا۔ وہ خود ہی اس کا رہنے والا تھا جس کے تعلق اس گھر نے مجھ کو چھوڑا۔

دار بها حل المکارم والعلا — فالجود جود فنائها وخصیبه

ترجمہ:- وہ ایسا گھر تھا۔ کہ تمام بزرگیاں اور بلندیاں اس میں اتر پڑیں۔ پس اسکے صحن میں خوش عیشی جود اور بخشش بڑی تھی

دار بها اسماعیل اسمی من سما — اسماء اسماراته ونسیبه

ترجمہ:- اس گھر میں میرا مرشد اسمعیل تھا۔ کہ میرا نام ا سماء کی بلندی سے ایک نام تھا۔ جو اس گھر کی کشادگی اور [illegible] یعنی ہم نسب تھا۔ یعنی اس گھر میں ایسی وسعت ہے۔ کہ اگر حق کی طرف ان معنوں کو لگاؤ تو بھی میرا مرشد ایک ہی اصل واحد کی فرعیں ہیں۔ اور اگر عالم خلق میں دیکھو تو بھی درست [illegible] باپ کا نام ابراہیم ہے۔ اور میرے مرشد کے باپ کا نام بھی ابراہیم ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

منك الصفات وکامل الذات الذی — ناح الشمال بعطره وجنوبه

ترجمہ:- وہ صفات کا [illegible] ذات [illegible] کامل [illegible] سے شمال اور جنوب [illegible]

Marfat.com

ملك ملوك الله تحت لوائه ... مابينهما موهوبه و سليبه

ترجمہ۔ وہ ایسا بادشاہ ہے۔ کہ اللہ کے تمام بادشاہ اس کے جھنڈے تلے ہیں۔ وہ سب اس امر کے درمیان ہیں وہ کسی کو بخشتا ہے۔ اور کسی سے چھین لیتا ہے۔

اسد دم الاساد غمد حسامه ... نسر وفي مخ النسور خليبه

ترجمہ۔ ایک شیر تھا۔ کہ شیروں کا خون اس کی تلوار کا میان ہے۔ اور ایک نسر تھا۔ کہ نسروں کے مغز میں اس کا پنجہ تھا

بحر لآلی التاج من امواجه ... فوق الرؤس علی الملوك وهيبه

ترجمہ۔ ایک دریا ہے۔ کہ تاج کے موتی اس کی لہروں سے ہیں۔ کہ بادشاہوں کے سروں پر اس کی بخشائش ہیں۔

قطب الحقيقة محور الشرع الضيا ... فلك الولاء محيطه و عجيبه

ترجمہ۔ حقیقت کا قطب اور شریعت روشن کا محور ہے۔ وہ ایک ایسا فلک ہے۔ کہ محبت اور دوستی اس کا محیط ہے۔ اور وہ اس کی ایک عجیب چیز ہے۔

واخو التمكن من صفات طالما ... حز الرقاب دوينهن رقيبه

ترجمہ۔ وہ صفات سے تمکن کو لازم پکڑنے والا ہے۔ بسا اوقات جب گردنیں کٹتی ہیں۔ تو ان کے قریب اس کے رقیب کی گردن بھی ہوتی ہے۔

لله درك من مليك ناهب ... بل واهب بدمي ولحمي ذيبه

ترجمہ۔ خدا کے لئے غارت کرنے والے بلکہ میرے خون اور گوشت کو بھیڑئے کو دینے والے بادشاہ تیری خیر ہو۔

ويعز بالملك العقيم من ابتغى ... ويذل من هوشاء فهو حسيبه

ترجمہ۔ اور ملک ویران سے جسے چاہتا ہے۔ عزت دیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے۔ ذلت دیتا ہے۔ پھر وہی اس کا حساب کرنے والا ہے۔

یا ابن ابراهيم يا بحر الندى ... ياذا الجبروت الجبور طبيبه

ترجمہ۔ اے ابراہیم کے بیٹے۔ اے سخاوت کے دریا۔ اے صاحب جبروت کہ جس کا طبیب ٹوٹی ہڈیوں کو درست کرنیوالا ہے

ألعبدك الجيلي منك عناية ... صباغة صبغ المحب حبيبه

ترجمہ۔ اے وہ شخص کہ تیرا بندہ جیلی تیری عنایت سے ایسا رنگا ہوا ہے۔ جیسے دوست اپنے محبوب کے رنگتا ہے

انت الكريم بغير شك وهوذا ... عبد الكريم ومنك يرجي طيبه

ترجمہ۔ تو بے شک کریم ہے۔ اور وہ یہ عبد الکریم ہے۔ کہ تجھ سے بڑے خوش کی امید رکھتا ہے۔

والسامعون وناشد وه جميعهم ... اضياف جودك اذ يعم سكوبه

ترجمہ۔ سننے اور پڑھنے والے سب تیری جود اور بخشش کے مہمان ہیں۔ جبکہ اس کا جاری ہونا عام ہوتا ہے۔

ما انت يا غصن الندما بالمنحنى ... الا الخزامى قد تنفس طيبه

Marfat.com

ترجمہ۔ اے پاکیزگی کی شاخ کہ تو جھکنے والی نہیں ہے۔ مگر خزامی کہ ایک نہایت خوشبودار گھاس ہے۔ کہ اس کی خوشبو ابھی پھیل جاتی ہے۔"

قسماً بمکۃ والمشاعر والذی　　من اجلہ ھجر المنام کئیبہ

ترجمہ۔ قسم ہے مکہ کی اور اس کی مشاعر کی اور اس شخص کی جس کی وجہ سے اس کا غمناک نیند کو ترک کر دیتا ہے

صاحب قلبی قط شیئاً غیرکم　　کلا ولیس سواکم مطلوبہ

ترجمہ۔ کہ میرے قلب کی محبت سوائے تمہارے بالکل کسی چیز کے ساتھ نہیں ہے۔ اور نہ ہی تمہارے سوا کوئی اس کا مطلوب ہے۔"

ابلیس اور اس کے رنگا رنگ مظاہر کے متعلق اتنا ہی بیان کافی ہے۔ ورنہ اگر ہم ان سات مظاہر میں سے صرف ایک مظہر میں بھی ہم اس کے تنوع کو پورے طور پر بیان کرنے لگیں۔ تو کئی جلدیں تیار ہوں مثلاً جیسا کہ وہ اعلیٰ طبقات پر کہ عارفین کے طبقات ہیں۔ ظاہر ہوتا ہے۔ انہی کا بیان ختم نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ ادنےٰ طبقات کے مظاہر کا بیان ہو۔ اس میں یہ قدرت ہے۔ کہ وہ ادنےٰ طبقات پر ان تمام مظاہر میں ظاہر ہو سکتا ہے۔ جن میں وہ اعلیٰ طبقات پر ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس کا عکس صحیح نہیں۔ پھر وہ بعض عارفوں کے پاس آتا ہے۔ اور کبھی ان پر بہ حیثیت اسم الٰہی ظاہر ہوتا ہے۔ اور کبھی بہ حیثیت وصف۔ اور کبھی بہ حیثیتِ ذات اور کبھی بہ حیثیت عرش۔ اور کبھی بہ حیثیت کرسی۔ اور کبھی بہ حیثیت لوح۔ اور کبھی من حیث القلم۔ اور کبھی من حیث العماء اور کبھی بہ حیثیت الوہیت ظاہر ہوتا ہے۔ اور ان برادنے والے وصف میں ظاہر ہوتا ہے۔ سوائے بعض اولیاء کے اسے کوئی نہیں پہچان سکتا۔ جب ولی اس کو پہچان لیتا ہے۔ تو جس چیز سے وہ اُسے گمراہ کرنا چاہتا ہے۔ وہ ضلالت عارف کے حق میں ہدایت بن جاتی ہے۔ جس سے وہ بارگاہ الٰہی کا مقرب ہوتا ہے۔ ایسا ہی وہ ہمیشہ ولی کے ساتھ کرتا رہتا ہے۔ حتےٰ کہ وہ وقت آجاتا ہے۔ جو ایک مضبوط اور محکم امر ہے جس میں ولی حقائق الٰہیہ سے متحقق ہوتا ہے۔ اور بحکم تمکین اس میں ایک حال سے دوسرے حال میں بدلتا رہتا ہے۔ اس وقت ابلیس کا حکم منقطع ہو جاتا ہے۔ اور یہ بات اس کے حق میں قیامت تک باقی رہتی ہے۔ کیونکہ یَوْمِ الدِّیْنَ قیامت کے دن کو کہتے ہیں۔ اور عارف جب تیسرے مرتبہ میں اللہ میں فانی ہوتا ہے اور مٹ جاتا ہے۔ اور پس جاتا ہے۔ تو اس کی قیامتِ صغریٰ اس پر قائم ہو جاتی ہے۔ یہ آخری امر یوم الدین ہے۔ پس ہم اس امر کے واضح کرنے میں اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اس راز کا فاش کرنا مناسب نہیں۔

پھر جاننا چاہئے۔ کہ شیاطین ابلیس علیہ اللعنت کی اولاد ہیں۔ کہ جب وہ نفس طبیعیہ پر قدرت پالیتا ہے۔ تو وہ دل کی نار شہوانیہ کا عادات حیوانیہ سے نکاح کر دیتا ہے۔ پھر اس سے شیاطین پیدا ہوتے ہیں۔ جیسا کہ آگ سے چنگاریاں پیدا ہوتی ہیں۔ اور زمین سے نباتات پھر وہ اس کی اولاد ہے۔ اور اس کے

Marfat.com

اتباع ہیں۔ کہ وہ مثل احادیثِ نفس قلب میں وسوسے ڈالتے ہیں۔ اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ اور انہی کا نام وسواس خناس ہے۔ اور یہ بنی آدم میں اس کی مشارکت ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں وارد ہوا ہے وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ۔ پھر ان میں سے بعض پر طبیعتِ ناریہ غالب ہوتی ہے۔ وہ ارواحِ عنصریہ سے مل جاتے ہیں۔ اور بعض پر طبیعتِ نباتیہ حیوانیہ غالب ہوتی ہے۔ وہ بنی آدم کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اور وہ شیطان محض ہے۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے۔ شَيَاطِيْنَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ اور یہ جو بنی آدم کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ اس کے سوار ہیں۔ اس لئے کہ وہ ان شیاطین سے جو ارواحِ عنصریہ سے ملحق ہوتے ہیں قوی تر ہوتے ہیں۔ دنیا میں یہ اس کے فتنوں کے اصول ہیں۔ اور وہ اس کے فروع ہیں۔ اور پیادے ہیں۔ قال اللہ تعالٰی وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ۔ پھر جاننا چاہئے۔ کہ اس کے آلات میں سے سب سے زیادہ قوی غفلت ہے یہ اس کے لئے بمنزلہ تلوار کے ہے۔ جس سے وہ قطع کرتا ہے۔ پھر شہوت ہے۔ اور یہ بمنزلہ تیر کے ہے۔ جس کو وہ مقتل میں پہنچاتا ہے۔ پھر ریاست ہے۔ کہ وہ بمنزلہ قلعوں کے ہے۔ جس سے وہ زائل ہونے سے محفوظ رہتا ہے۔ پھر جہالت ہے۔ اور وہ بمنزلہ سواری کے ہے۔ جس پر وہ سوار ہو کر جہاں چاہتا ہے۔ چلا جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد اشعار۔ قصے۔ کہانیاں۔ شرابیں کھیل کود کی باتیں وغیرہ ہیں۔ جو باقی آلاتِ جنگ کی مانند ہیں۔ لیکن عورتیں سو وہ اس کی نائب اور اس کی رسّیاں ہیں۔ جن سے جو چاہتا ہے کرواتا ہے۔ اس کے لشکر میں عورتوں سے بڑھ کر کوئی مؤثر چیز نہیں ہے۔ یہ اس کے وہ آلات ہیں۔ جن سے وہ مقابلہ کرتا ہے۔ اور اس کے بہت سے آلات اور موسم ہیں۔ ان تمام مواسم میں سے ایک رات ہے۔ اور تہمتوں کی جگہیں ہیں۔ اور نزع کا وقت ہے۔ اور اس قسم کے اور اوقات۔ اس قدر بیان اس شخص کے لئے درست اور کافی ہے۔ جو قلب رکھتا ہے۔ اور حضورِ قلب سے کان لگا کر سنتا ہے۔

فصل

پھر اس کے بعد جاننا چاہئے۔ کہ اصطلاح میں نفس پانچ قسم پر ہے۔ (۱) نفس حیوانیہ (۲) نفس امارہ (۳) نفس ملہمہ (۴) نفس لوامہ (۵) نفس مطمئنہ۔ اور یہ تمام روح کے نام ہیں۔ اس لئے کہ سوائے روح کے نفس کی اور کوئی حقیقت نہیں۔ اور حق کے سوا روح کی کوئی حقیقت نہیں۔ پس اس کو سمجھ۔ پس باعتبار تدبیرِ بدن روح پر نفس حیوانیہ کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور فلسفیوں کے نزدیک نفس حیوانی وہ خون ہے۔ جو عروق میں جاری ہے۔ اور ہمارا یہ مذہب نہیں ہے۔ اور روح کا نام اس اعتبار سے نفس امارہ ہے۔ کہ وہ ملاذ حیوانیہ میں منہمک ہو کر طبیعتِ شہوانیہ کے مقتضیات میں پھنس جاتا ہے۔ اور اوامر و نواہی کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ اور نفس ملہمہ روح کا اس اعتبار سے نام ہے۔ کہ اللہ تعالٰی بھلائی کا اُسے الہام کرتا ہے۔ نفس جو بھلائی کرتا ہے وہ الہام الٰہی کی قبیل سے ہوتا ہے۔ اور جو برائی کرتا ہے۔ وہ بمقتضائے طبیعت ہوتی ہے۔ اور یہ اقتضاء طبیعت بمنزلہ اس کے حکم کرنے کے ہوتا ہے۔ گویا کہ وہ بذاتِ خود ان مقتضیات طبیعت کا حکم دینے والا ہے۔ اس لئے اس کا نام امّارہ پڑ گیا ہے۔ اور الہام الٰہی کی وجہ سے اس کا نام

Marfat.com

ملہمہ رکھا گیا ہے۔ اور نفس لوامہ روح کا نام اس اعتبار سے ہے۔ کہ وہ رجوع الی الحق اور مقتضیاتِ طبعی سے نفس کو اکھیڑنے میں لگا ہوا ہے۔ گویا کہ وہ مہالک طبعی میں خوض کرنے پر نفس کو ملامت کرتا ہے اس لئے اس کا نام لوامہ ہوا۔ اور نفس مطمئنہ روح کا نام اس اعتبار سے ہے۔ کہ وہ حق پر اطمینان و آرام پا جاتا ہے۔ اور یہ اس وقت ہوتا ہے۔ جبکہ افعال و خواطر مذمومہ بالکل اس سے قطع ہو جاتے ہیں۔ جب تک یہ بات نہیں ہوتی۔ اس کا نام نفس مطمئنہ نہیں ہوتا۔ بلکہ لوامہ ہوتا ہے۔ جب بالکل بُرے خیالات کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔ تو اس وقت اس کا نام مطمئنہ ہوتا ہے۔ پھر جب جسد پر روحی آثار مثلاً تمام زمین کا طے کرنا اور غیب کا علم وغیرہ ظاہر ہوتے ہیں۔ تو اس وقت صرف اس کا نام روح رہ جاتا ہے۔ اور جب خواطر محمودہ بھی اس سے منقطع ہو جاتے ہیں۔ جب کہ بُرے خواطر اس سے منقطع ہو گئے تھے۔ اور اوصاف الٰہیہ سے وہ متصف ہوتا ہے۔ اور حقائق ذاتیہ سے وہ متحقق ہوتا ہے۔ تو عارف کا نام اس کے معروف کا نام جس کو اس نے شناخت کیا ہے۔ اور اس کی صفات اس کی صفات اور اس کی ذات اس کی ذات ہو جاتی ہے۔ وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ۔

ساٹھواں باب

انسان کامل کے بیان میں

جاننا چاہئے۔ کہ یہ باب تمام ابواب سے عمدہ ہے۔ بلکہ تمام کتاب اول سے آخر تک اس باب کی شرح ہے۔ پس اس بات کو سمجھ۔ جان کہ جمیع افراد انسانی میں سے ہر ایک اپنے کمال کے ساتھ دوسرے کا نسخہ ہے۔ جو بات ایک میں ہے۔ وہ دوسرے میں پائی جاتی ہے۔ ہاں عارضی اسباب اس سے مستثنے ہیں۔ مثلاً جس کے ہاتھ پاؤں کٹ جائیں۔ یا کسی عارضہ کی وجہ سے اپنی ماں کے پیٹ سے ہی اندھا پیدا ہو۔ اور جب کوئی عارضہ [illegible] پھر افراد انسانی مثل دو متقابل آئینوں کے ہیں۔ کہ ان میں سے ہر ایک میں وہی بات پائی جاتی ہے۔ جو دوسرے میں پائی جاتی ہے۔ لیکن بعض میں وہ اشیاء بالقوہ ہوتی ہیں۔ اور بعض میں بالفعل۔ اور وہ نفوس کاملہ انبیاء و اولیاء ہیں۔ پھر وہ کمال میں متفاوت ہوتے ہیں۔ بعض ان میں سے کامل اور اکمل ہوتے ہیں۔ لیکن اس وجود و تعینات میں جس کمال میں محمد صلعم متعین ہوئے ہیں۔ کوئی شخص متعین نہیں ہوا۔ آپ کے اخلاق۔ احوال۔ افعال اور بعض اقوال اس امر کے شاہد ہیں۔ کہ وہ اس کمال میں منفرد ہیں۔ وہ انسان کامل ہیں۔ اور باقی انبیاء

Marfat.com

واولیاء کمّل صلوٰۃ اللہ علیہم آپ کے ساتھ ایسے ملحق ہیں۔ جیسے کامل اکمل سے ملحق ہوتا ہے۔ اور آپ کے ساتھ وہ نسبت رکھتے ہیں۔ جو ناقص کو افضل سے ہوتی ہے۔ لیکن مطلق انسان کامل جو میری تالیفات میں آیا ہے۔ ان کے مقام اعلیٰ وارفع کے پاس ادب سے میری مراد اس سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور آنحضرت صلعم کے لئے میرے اس نام کے رکھنے میں ایک یہ راز ہے۔ کہ مطلق انسان کامل کے مقام پر میں نے جو اشارات وتنبیہات کی ہیں۔ ان اشارات کی اضافت سوائے محمد صلعم کے کسی کی طرف مناسب نہیں۔ اور نہ ہی ان عبارات کا کسی کی طرف منسوب کرنا جائز ہے۔ لیکن اسم محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی ان کا مصداق ٹھہر سکتا ہے۔ اس لئے کہ وہ بالاتفاق انسان کامل ہے۔ اور کاملین میں سے کسی میں ان کا سا خلق و اخلاق نہیں پایا جاتا اور اسی کے متعلق میں نے یہ قصیدہ مسمّٰی بالدرّۃ الوحیدہ فی اللجۃ السعیدہ کہا ہے ؎

قلب اطاع الوجد فیہ جنانہ   وعصی العواذل سرّہ و لسانہ

ترجمہ۔ وہ ایسا قلب ہے۔ کہ اس میں وجد نے اس کے دل کی اطاعت کی ہے۔ اور اس کے سِتر اور اس کی زبان نے ملامت گروں کی نافرمانی کی ہے۔ یعنی آپ سے کوئی ایسی بات ظاہر نہیں ہوئی۔ جس سے ملامت گروں کو موقع ملے۔

عقد العقیق من العیون لانہ   فقد العقیق ومن ہم اعیانہ

ترجمہ۔ خون اونے سے آنکھوں سے عقیق کا ایک ہار بن گیا۔ کیونکہ وہ عقیق کو اور ان لوگوں کو جنہوں نے اس عقیق کے وجود کا قصد کیا۔ یعنی صحابہ کرام کو گم کر بیٹھا ہے۔

الف السہا وما سہا فکانّما   نظم السہٰی فی ہدیہ انسانہٗ

ترجمہ۔ وہ بیداری سے مالوف ہو گیا ہے۔ اور سہو نہ کیا۔ گویا کہ اس کی تپلی نے اسکی پلکوں میں سہی (سُہا نام ستارہ) کو پرو دیا۔

یبکی علی بعد الدیار بمدمع   سل عنہ سلعا کم ددت غدرانہ

ترجمہ۔ بسبب دورائی شہر کے آنسوؤں سے روتا ہے۔ اسکی بابت پہاڑ کو پوچھ کہ کتنے گڑھے اور جوہڑ جاری ہو گئے۔

فحنینہ رعد ونار زفیرہ   برق ومزن المنحنی اجفانہ

ترجمہ۔ آواز سے اس کا رونا رعد ہے۔ اور اسکی ڈھائیں مارنے کی آگ بجلی ہے۔ اور اس کی پلکیں جھکا ہوا بادل ہے۔

فکان بحرا بالدمع یقذف درہ   حتی نفدن وقد بدا مرجانہ

ترجمہ۔ پھر گویا آنسوؤں کا دریا اپنے موتی پھینکتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ختم ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے مرجان ظاہر ہو جاتے ہیں۔ یعنی آنکھوں سے خون پھوٹ آتا ہے۔

ولئن اتی فوق الایک طائر   داعی الحمام بانہ خفقانہ

ترجمہ۔ اگر جنگل پر کوئی پرندہ چہچہاتا ہے۔ تو وہ ایسا معلوم کرتا ہے۔ کہ کوئی موت کی طرف بلانے والا ہے۔ اس سے اس کا دل دھڑکنے لگتا ہے۔

ویزیدہ شجوا حسنین مطیۃ   افلت بہا نحو الحمی رکبانہ

ترجمہ۔ اس سواری کی آواز جس پر اس کے سوار سبزہ زار کی طرف جا رہے ہوں۔ اسکے غم و اندوہ کو زیادہ کرتی ہے۔

یا سائق العیس المعمم فی السُریٰ قف للذی تحدو وکم اشجانه

ترجمہ۔ اے رات میں عمامہ باندھے ہوئے شتران سفید سرخ مو کے ہانکنے والے اس شخص کے پاس ٹھہر۔ جس کے غموں کا تو گیت گا کر اونٹوں کو ہانکے لے جا رہا ہے۔"

بلغ حدیثا قد اوتد مدامعی اذ عنعنته مسلسلاً فیضانه

ترجمہ۔ وہ حدیث اس کو پہنچا۔ جس کو میرے آنسوؤں نے اپنے مسلسل بہنے سے بطریق عنعنہ روایت کیا ہے۔ (معنعن وہ حدیث ہے جو لفظ عن سے مروی ہو)

اسند لهم ضعفی وما قد صح من متواتر الخبر الذی جریانه

ترجمہ۔ ان کی طرف میرے ضعف اور اس چیز کی نسبت کر۔ جو خبر متواتر سے کہ آنسوؤں کا لگاتار جاری رہنا ہے صحیح ہو چکی ہے۔"

یرویه عن عبراته عن مقلتی عن اضلعی عما روت نیرانه

ترجمہ۔ اس چیز کی نسبت کر۔ جس کو قلب اپنے گرم آنسوؤں سے میری آنکھ سے روایت کرتا ہے۔ اور نیز اس چیز کی جس کو میرے دل کی آگ میرے پہلوؤں سے روائت کرتی ہے۔

عن مهجتی عن شجوها عن خاطری عن عشقتی عما حواه جنانه

ترجمہ۔ میری جان اور اس کے غم سے اور میرے دل کی باتوں اور میرے عشق سے جن کو قلب کا باطن اپنے اندر لیئے ہوئے ہے۔ روائت کر۔

عن ذالک العهد القدیم عن الهوی عمن هم روحی وهم سکانه

ترجمہ۔ عشق کے اس قدیم عہد سے اور اس بات سے کہ وہ میری روح ہیں۔ اور قلب کے اندر رہنے والے ہیں۔ روایت کر۔

واسال سلمت احبتی بتلطف المسکین عند هم وهم سلطانه

ترجمہ۔ میرے حبیبوں کے پاس جا کر میرا سلام عرض کر۔ اور یہ بات کہ وہ قلب کے بادشاہ ہیں۔ اور یہ کہ وہ مسکین پر نوازش کریں

واستنجد العرب الکرام تعطفا لمضیع فی هجرهم ازمانه

ترجمہ۔ اور ازراہ مہربانی عرب کرام سے اس شخص کے لئے مدد مانگ جو انکے ہجر میں اپنے زمانے ضائع [illegible]

لا یوحشنک عزهم وعلوهم تلک الدیار لو فدها [illegible]

ترجمہ۔ انکی عزت بزرگی اور علو تجھ کو وحشت میں نہ ڈالے۔ یہ شہر اپنے وفد کے لئے اس کے وطن ہیں [illegible]

کلا ولا تنس الحدیث بحبهم قصص الصبابة [illegible] نزل قرانه

ترجمہ۔ حدیث کو ہرگز نہ بھول کہ انکی محبت عشق بازی کے قصے ہیں جن کو تو [illegible]

ما آیسوا المقطوع من ایصالهم بل انسوه بانهم خلانه

ترجمہ۔ بچھڑے ہوئے حق کے ساتھ ان کے ملانے سے مایوس نہیں ہوئے۔ بلکہ اس بات نے ان کو مانوس کر دیا ہے کہ وہ اس کے دوست ہیں۔

قد کنت اعہد منہم حفظ الودا　　　　فلیت شعری ہل ہم اخوانہ

ترجمہ۔ دوستی کے نگاہ رکھنے کا میں نے ان سے عہد لیا ہوا تھا۔ کاش کہ میں جانتا۔ کہ وہ اس کے بھائی ہیں (آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا تھا۔ کہ تم میرے صاحب ہو۔ اور میرے بھائی وہ ہیں۔ جو تمہارے بعد ہونگے)

ولقد انزہ عن خیانۃ عہدنا　　　　شان الحبیب وان یکن ہو شانہ

ترجمہ۔ میں حبیب کی شان کو عہد میں خیانت کرنے سے منزہ جانتا ہوں۔ اگرچہ خیانت کرنا بھی حبیب کی شان میں ہے

حیا الالہ احبتی وسقاہمو　　　　غیثا یجود بوبلہ سکبانہ

ترجمہ۔ میرے حبیب اللہ کی بارش ہیں جن کی سیرابی ایک ایسا بادل ہے۔ جو بزرگ قطروں سے برسنے کی فیاضی کرتا ہے

یحیا بہ الربع الخصیب ولم یزل　　　　حیا تمیس بورقہ اغصانہ

ترجمہ۔ سرسبز زمین اسی سے زندہ ہوئی ہے۔ اور ہمیشہ زندہ رہیگی۔ اس کی شاخیں پتوں سمیت جھومتی رہینگی۔

عجبا لذاک الحی کیف یلمہ　　　　قحط السنین واحمد نیسانہ

ترجمہ۔ اس بادل کیلئے تعجب ہے۔ برسوں کا قحط کیسے اس کا قصد کر سکتا ہے۔ جبکہ احمدؐ اس کا نیسان یعنی بارش کا مہینہ ہے

او کیف یظمأ وفدہ ولدیہمو　　　　بحر یموج بدرہ طفحانہ

ترجمہ۔ اس کا وفد کیسے پیاسا رہیگا۔ حالانکہ انکے نزدیک دریا ہے۔ جو موتیوں کی موجیں اٹھاتا ہے۔

شمس علی قطب الکمال مضیئۃ　　　　بدر علی فلک العلی سیرانہ

ترجمہ۔ آفتاب ہے۔ کہ کمال کے قطب پر روشن ہے۔ ماہتاب ہے۔ کہ علو کے آسمان پر سیر کر رہا ہے۔

اوج التعاظم مرکز العز الذی　　　　لرحی العلا من حولہ دورانہ

ترجمہ۔ وہ اوجِ عظمت مرکزِ عزت ہے۔ جس کے گرد علو کی چکی گردش کرتی ہے۔

ملک وفوق الحضرۃ العلیا　　　　علی العرش المکین مثبت مکانہ

ترجمہ۔ بادشاہ ہے۔ کہ حضرتِ عالیہ اور عرش مکین کے اوپر اپنا مرتبہ ثابت کرنے والا ہے۔

لیس الوجود باسرہ ان حققوا　　　　الا حبابا طفحتہ دنانہ

ترجمہ۔ اگر تحقیق کی نگاہ سے دیکھو۔ تو وجود تمام بجز حباب کے کوئی چیز نہیں۔ جس کو اس کے خم اوپر لے آتے ہیں۔

الکل فیہ ومنہ کان وعندہ　　　　تفنی الدہور ولم تزل ازمانہ

ترجمہ۔ کل اُسی میں ہے اور اسی سے ہے۔ زمانے وہاں فانی ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ اس کے زمانے ہمیشہ رہتے ہیں۔

فالخلق تحت سما علاہ کحزول　　　　والامر یرمہ ہناک لسانہ

ترجمہ۔ پس خلق اس کے علو کے آسمان کی تحت میں مثل ایک انی کے انڈے کے ہے اور امر کو وہاں اسکی زبان مضبوط کرتی ہے

Marfat.com

والكون اجمعه لديه كخاتم — في اصبع منه اجل اكوانه

ترجمہ۔ تمام موجودات اس کے نزدیک ایسی ہے جیسے انگلی میں انگوٹھی اس کے بزرگ کون اسی سے پیدا ہوئے۔

والملك والملكوت في تياره — كالقطر بل من فوق ذاك مكانه

ترجمہ۔ ملک اور ملکوت اس کی موج میں مثل قطرہ کے ہیں۔ بلکہ اس کا مرتبہ اس سے بھی بلند رہے گا۔

وتطيعه الاملاك من فوق السماء — واللوح ينفذ ما قضاه بنانه

ترجمہ۔ آسمان کے اوپر فرشتے اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ اس کی انگلیوں کی قضا کو لوح جاری کرتی ہے۔

تلكم دعا بالنخلة الصما فجا — مت مثل ما جاءت له غزلانه

ترجمہ۔ تمہارے لئے ان کی بزرگی کا ایک یہ نشان ہے کہ اس نے ٹھوس زمین کے درخت کو بلایا پھر وہ اس طرح آیا جیسے ہرن دوڑا کر آتے ہیں۔

ناهيك شق البدر منه باصبع — والبدر اعلى ان يزل قرانه

ترجمہ۔ تیرے لئے یہی کافی ہے کہ اس نے اپنی انگلی سے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔ حالانکہ بدر اس بات سے اعلیٰ ہے کہ اس کا قران زوال میں آئے۔

شهد بمكنه الكيان وخير بينة — يكون الشاهدين كيانه

ترجمہ۔ اس کے مرتبہ کی خود صاحب کون نے یعنی خدا تعالیٰ نے شہادت دی اور سب گواہوں میں وہ گواہ ہے جو تمام موجودات کا مالک اور پیدا کرنے والا ہے۔

هو نقطة التحقيق وهو محيطه — هو مركز التربيع وهو مكانه

ترجمہ۔ وہ تحقیق کا نقطہ اور اس کا محیط ہے۔ وہ تربیع کا مرکز اور اس کا مکان ہے۔

هو در بحر الوهية وخضمها — هو [illegible]

ترجمہ۔ وہ بحر الوہیت کا موتی ہے۔ اس کا وسط [illegible] موجودات [illegible] مستغنی ہیں گے

[illegible]

ترجمہ۔ وہ اس کی ذات ہے اور [illegible] یعنی مرکب چشم

[illegible] — [illegible]

ترجمہ۔ وہ اس کا [illegible] وہ اس کا [illegible] ہے [illegible] روح [illegible] (الارب)

عقد الله بحمدك وثنائه — [illegible] ان اوانه

Marfat.com

ترجمہ۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کی ثناء کا جھنڈا گاڑ دے۔ پس زمانہ زمانہ ہے۔ اور رونق اس کے وقت ہیں۔

وله الوساطة وهو عين وسيلة ... هي للفتى يجلى بها رحمانه

ترجمہ۔ وساطت اسی کے لئے ہے۔ اور وہ عین وسیلہ ہے۔ جوان کے لئے اس وسیلہ سے اس کا رحمٰن ظاہر ہوتا ہے۔

وله المقام وذالك المحمود ما ... لم يدر من شأن تعالى شانه

ترجمہ۔ اس کے لئے مقام ہے۔ اور وہ مقام محمود ہے۔ کہ اس کی شان کوئی نہیں جان سکتا۔ وہ بڑی شان والا ہے۔

ميكال طست موجة من بحره ... وكذاك روح امينه وامانه

ترجمہ۔ میکائیل اس کے دریا کی موج کا ایک طشت ہے۔ اور ایسا ہی وہ روح ہے۔ جو اس کا امین اور اس کی روانی ہے یعنی جبرئیل علیہ السلام۔

وبقية الاملاك من مائية ... كالثلج بعقدة الصبا وحرانه

ترجمہ۔ باقی فرشتے مائیت سے مثل برف کے ہیں جس کو صبا جما دیتی ہے۔ اور اس کے پیاسے ہیں۔

والعرش والكرسي ثم المنتهى ... مجلاه ثم محله ومكانه

ترجمہ۔ عرش۔ کرسی پھر سدرۃ المنتہٰے اس کے جلوہ گاہ ہیں۔ پھر اس کا محل اور اس کا مکان ہیں۔

وطوى السموات العلا لعروجه ... طي السجل كمد لج ركبانه

ترجمہ۔ اپنے معراج میں بلند آسمانوں کو اس طرح لپیٹا جیسے کہ کاغذ کو لپیٹتے ہیں۔ یا جیسے کہ رات کو چلنے والا اپنی سواریوں کو باندھتا ہے۔

انبا عن الماضي وعن مستقبل ... كشف القناع وكم اضا برهانه

ترجمہ۔ ماضی اور مستقبل سے خبر دی۔ پردوں کو اٹھا دیا۔ کتنی ہی دلیلیں اس کی روشن ہو چکیں۔

واتت بداه بمال قيصره ... ففرقها وكسرى ساقط ايوانه

ترجمہ۔ اس کے دونوں ہاتھ قیصر کے مال کو لائے۔ پھر اس مال کو بانٹ دیا۔ اور کسریٰ کے محل کو گرا دیا۔

ولكم له خلق يضيئ بنوره ... يهدى بذكراه الهدى جيرانه

ترجمہ۔ اور تمہارے لئے اس کا ایسا خلق ہے۔ کہ جس کے نور سے روشنی حاصل ہوتی ہے۔ اس کے ذکر سے ہمسائے ہدایت پاتے ہیں۔

ولكم له الطهر في التزكي وانتقى ... حتى ارتقى مالا يرام عيانه

ترجمہ۔ تمہارے لئے نہایت پاک اور مطہر ہونے میں اس کی ایک دلیل یہ ہے۔ کہ وہ پاک ہوا۔ حتیٰ کہ پاکی کے اس مقام پر اس نے ترقی کی۔ کہ آنکھ اس کے وجود کو بسبب لطافت کے دیکھ نہیں سکتی۔

انبا عن الاسرار اعلانا وهم ... يفش السريرة للورى اعلانه

ترجمہ۔ اسرار کے بارے بطور اعلان کے خبر دی۔ حالانکہ اس کے اعلان نے خلق میں راز کو فاش نہیں کیا۔

Marfat.com

نظم الدراری فی عقود حدیثه　　متنثرات فوقها عقیانه

ترجمہ۔ اپنی حدیث کی لڑیوں میں پراگندہ موتی پرودئے۔ کہ جن کے اوپر اس کی زر خالص ہے۔

حتی یبلغ فی الامانه حقها　　من غیر هتك رامه خوانه

ترجمہ۔ حتیٰ کہ بغیر ہتک کے جس کا کہ اس کا خائن قصد کرتا ہے۔ حق امانت کو ادا کر دیا۔

الله حسبی ما لاحمد منتهی　　وبمدحه قد جاءنا فرقانه

ترجمہ۔ اللہ مجھ کو کافی ہے۔ احمدؐ کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اس کی مدح میں ہمارے پاس اس کا فرقان آچکا ہے۔

حاشاه ان تدرك لاحمد غایة　　اذ كل غایات النها بدانه

ترجمہ۔ پاکی ہے خدا کو حمدؐ کی غایت کا کسی نے ادراک نہیں کیا۔ اس لئے کہ کل انتہا درجے اس کی ابتدا ہیں۔

صلی علیه الله مهما زمزمت　　کلم علی معنی یریم بیانه

ترجمہ۔ اللہ نے ان پر درود بھیجا۔ جبکہ کلموں نے ایسے معانی پر کہ اس کے بیان کو ختم کریں۔ زمزمہ کیا۔

والآل والاصحاب والانساب　　والاقطاب قوم فی العلا اخوانه

ترجمہ۔ اور انکی آل، اصحاب اور انساب پر اور اقطاب پر کہ وہ ایک قوم ہے۔ جو علو میں اس کے بھائی ہیں۔

مترجم عرض کرتا ہے۔ کہ ابتدائے حال میں جبکہ بطریق سلوک اس عاجز کو بھی تصوف کا خبط تھا۔ اور سیدی ومرشدی میاں محمد اسمعیل صاحب دوکوی الملقب بفرشتہ قدس اللہ سرہ العزیز کے فیض صحبت سے مجھ پر سہ عالم کا انکشاف ہوا۔ حجابات ظلمانی مرتفع ہوئے۔ تو مجھ پر یہ بات ظاہر ہوئی۔ کہ عالم ناسوت ظل عالم ملکوت ہے۔ اور عالم ملکوت ظل جبروت اور جبروت ظل لاہوت ہے۔ لاہوت بمنزلہ سر کے ہے۔ جبروت سینہ اور ملکوت پیٹ اور ناسوت ٹانگیں ہیں۔ اور دو وصف الٰہی یعنی جلال و جمال جن کا ہر شے میں ظہور ہے۔ دو ہاتھ ہیں۔ اور یہ انسان کامل کی صورت ہے۔ اور حدیث خلق اللہ آدم علی صورتہ کا راز ہے۔ عالم ملکوت و جبروت و لاہوت روحانی ہیں۔ جو تصویر کے ذریعہ ظاہر نہیں کئے جاسکتے۔ مگر تاہم سمجھانے کے لئے ہم اس مسئلہ کو تصویر کے ذریعہ [illegible] ہیں۔ اور وہ یہ ہے:-

عالم ناسوت آسمان اور زمین ہیں۔ اور جو شے عالم ناسوت میں ہے [illegible]

Marfat.com

مگر مثالی نورانی صورتوں میں اور جو کچھ عالم ملکوت میں ہے۔ وہ عالم جبروت میں ہے۔ مگر ارواح مجردہ کی صورت میں۔ اور ایسا ہی عالم جبروت عالم لاہوت کا ظل ہے۔ میں نے یہ صورت حضرت پیرومرشد کی خدمت میں عرض کی۔ تو آپ نے تصدیق فرمائی۔ عالم لاہوت سترحق ہے۔ جو جمیع عوالم پر محیط ہے۔ اور یہ یاد رہے۔ کہ ظل حقیقت کا عین نہیں ہوتا۔ اور نہ من کل الوجوہ اس کا غیر ہوتا ہے۔ فافہم۔ مترجم

جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالے تجھ کو نگاہ رکھے۔ کہ انسان کامل وہ قطب ہے۔ جس پر اول سے آخر تک وجود کے فلک گردش کرتے ہیں۔ اور وہ جب سے وجود کی ابتدا ہوئی۔ اس وقت سے لیکر ابدالآباد تک ایک ہی شے ہے۔ پھر اس کے لئے رنگارنگ لباس ہیں۔ اور کنیسوں اور گرجوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور باعتبار لباس کے اس کا ایک نام رکھا جاتا ہے۔ کہ دوسرے لباس کے اعتبار سے اس کا وہ نام نہیں رکھا جاتا۔ اس کا اصلی نام محمد ہے۔ اور اس کی کنیت ابوالقاسم اور اس کا وصف عبداللہ اور اس کا لقب شمس الدین ہے پھر باعتبار دوسرے لباسوں کے اس کے نام ہیں۔ پھر ہر زمانہ میں اس کا ایک نام ہے۔ جو اس زمانہ کے لباس کے لائق ہوتا ہے۔ میں اس محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے شیخ شرف الدین اسمٰعیل الجبرتی کی صورت میں جمع ہوا۔ اور میں نہیں جانتا تھا۔ کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ میں یہی جانتا تھا۔ کہ وہ میرے شیخ ہیں اور یہ منجملہ ان مشاہد کے ہے۔ جن کو میں نے زبید میں سنہ ۷۹۶ ہجری میں مشاہدہ کیا ہے۔ اور اس امر کا بھید یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر صورت میں متصور ہوسکتے ہیں۔ پس ادیب جب آپ کو اس صورت پر دیکھتا ہے۔ جو زندگی میں آپ کی صورت تھی۔ تو اس کا نام صورت محمدیہ رکھتا ہے۔ اور جب کسی اور صورت میں دیکھتا ہے۔ اور پہچانتا ہے۔ کہ وہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ تو اس کا نام وہی رکھتا ہے۔ جو اس صورت کا نام ہے۔ اور وہ اسم وہ نام بجز حقیقت محمدیہ کے اور کسی شے پر واقع نہیں ہوتا۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ جب آپ شبلی رضی اللہ تعالے عنہ کی صورت میں ظاہر ہوئے۔ تو شبلیؒ نے اپنے تلمیذ سے کہا کہ میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں۔ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ تلمیذ صاحب کشف تھا۔ اس نے نور کشف سے پہچان لیا اور کہا۔ کہ میں بھی گواہی دیتا ہوں۔ کہ تو اللہ کا رسول ہے۔ اور یہ ایک ایسی بات ہے جس کا انکار نہیں کیا جاتا۔ اور وہ ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ سونے والا دیکھے کہ فلاں شخص فلاں شخص کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ اور کشف کا ادنے مرتبہ یہ ہے۔ کہ بیداری میں بھی وہی دیکھے۔ جو خواب میں دیکھا ہے لیکن نیند اور کشف میں فرق ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ جس صورت میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو نیند میں دیکھتا ہے۔ بیداری میں اس کا نام حقیقت محمدیہ پر واقع نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ عالم مثال کے واقعات کی تعبیر ہوتی ہے۔ پس بیداری میں حقیقت محمدیہ سے اس صورت کی حقیقت کی طرف تعبیر کی جاتی ہے برخلاف اس کے کشف کہ جب حقیقت محمدیہ سے تجھ پر انکشاف ہوتا ہے۔ کہ وہ آدمیوں کی صورتوں میں سے فلاں صورت میں متجلی ہے۔ تو تجھ پر لازم ہوتا ہے۔ کہ تو اس صورت کا نام حقیقت محمدیہ پر واقع کرے۔

Marfat.com

اور اس صورت والے کا ایسا ادب کرے۔ جیسا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا ادب کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ تجھے کشف سے یہ بات معلوم ہوئی۔ کہ اس صورت میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم متصور ہیں۔ اس شہود کے بعد تیرے لئے یہ جائز نہیں۔ کہ تو اس صورت کے آدمی سے وہی معاملہ کرے۔ جو پہلے کرتا تھا۔ اس بات سے بچنا۔ کہ مبادا میرے قول میں مذہب تناسخ کا تجھے وہم گذرے۔ میں خدا کی اور پھر رسول کی اس بات سے پناہ لیتا ہوں۔ کہ میری یہ مراد ہو۔ بلکہ میری غرض یہ ہے۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ قدرت حاصل ہے۔ کہ وہ ہر صورت میں متصور ہوں۔ حتی کہ وہ ان صورتوں میں متجلی ہوتے ہیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ دستور جاری ہے۔ کہ وہ ہمیشہ ہر زمانہ میں اس زمانہ کے اکمل کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ تاکہ ان کی شان بلند ہو۔ اور زمانہ کا اس کی طرف میلان درست اور قائم ہو۔ وہ ظاہر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفے ہوتے ہیں۔ اور باطن میں آنحضرت صلعم ان کی حقیقت ہیں۔

جاننا چاہیئے۔ کہ انسان کامل بذاتِ خود جمیع حقائق وجودیہ کے مقابل ہے۔ وہ اپنی لطافت میں حقائق علویہ کے مقابل ہے۔ اور کثافت میں حقائق سفلیہ کے مقابل ہے۔ حقائق خلقیہ سے اول جو چیز اس کے مقابل ہے۔ وہ عرش ہے۔ جو اس کے قلب کے بالمقابل ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ قلب المومن عرش اللہ۔ اور کرسی اس کی انیت کے۔ سدرۃ المنتہٰے اس کے مقام کے۔ قلم اعلےٰ اس کی عقل کے مقابل ہے۔ لوح محفوظ اس کے نفس کے۔ عناصر اس کی طبع کے مقابل ہیں۔ ہیولیٰ اس کی قابلیت کے اور غبار یعنی ذرات۔ اس کی حیز ہیکل کے مقابل ہیں۔ فلکِ اطلس اس کی رائے کے اور ستاروں والا آسمان اس کی مدرکہ کے مقابل ہے۔ اور ساتواں آسمان اس کی ہمت کے اور چھٹا آسمان اس کے وہم کے اور پانچواں آسمان اس کے ہم کے اور چوتھا آسمان اس کے فہم کے مقابل ہے۔ اور تیسرا آسمان اس کے خیال کے اور دوسرا آسمان اس کے فکر کے اور پہلا آسمان اس کے حافظہ کے مقابل ہے۔ پھر زحل قوی لامسہ کے اور مشتری قوی دافعہ کے اور مریخ قوی محرکہ کے مقابل ہے۔ اور شمس قوت باصرہ کے اور زہرہ قوت ذائقہ کے اور عطارد قوت شامہ کے اور قمر قوت سامعہ کے مقابل ہے۔ پھر کرۂ نار اس کی حرارت کے اور کرۂ آبی اس کی برودت کے اور کرۂ ہوائی اس کی رطوبت کے اور کرۂ ارض اس کی یبوست کے مقابل ہے۔ پھر ملائکہ اس کے خواطر کے اور جن اور شیاطین اس کے وساوس کے مقابل اس کی حیوانیت کے۔ شیر اس کی قوتِ قاہرہ غضبیہ اور قوت گرفت کے اور لومڑی اس کی قوتِ ماکرہ کے مقابل ہے۔ بھیڑیا اس کی قوت خادعہ یعنی دھوکا دینے والی قوت کے اور بندر قوت حاسدہ کے اور موش قوت حریصہ کے مقابل ہے۔ اس طرح باقی قوتوں کو قیاس کر۔ پھر وہ اپنی روحانیت سے پرندہ کے مقابل اور مادۂ صفراویہ سے آگ کے مقابل ہے۔ اور مادۂ بلغمیہ سے پانی کے اور مادۂ دمویہ سے ہوا کے اور مادۂ سوداویہ سے مٹی کے مقابل ہے۔ پھر ساتواں دریا اس کی تھوک اور اس کی ناک اور اس کے پسینہ

Marfat.com

اور اس کے کانوں کی میل اور اس کے آنسوؤں اور اس کے پیشاب اور ساتویں اس مادہ کے مقابل ہے۔ جو تمام وجود میں محیط ہے۔ خون رگوں اور جلد کے مابین جاری ہے۔ اور ان میں سے بعض وہ چیزیں ہیں۔ جو ان چھ چیزوں سے متفرع ہوتی ہیں۔ اور ہر ایک کے لئے ذائقہ ہے۔ کہ وہ میٹھا ہے۔ کھٹا ہے۔ کڑوا ہے۔ مختلف ذائقوں سے ملا ہوا اور نمکین اور بدبودار اور خوشبودار ہے۔ پھر جوہر اس کی ہویت کے کہ وہ اس کی ذات ہے۔ اور عرض اس کے وصف کے مقابل ہے۔ پھر جمادات اس کے انیاب یعنی دانتوں کے مقابل ہے۔ اس لئے کہ دانت جب اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ تو وہ جمادات کے مشابہ رہ جاتا ہے۔ کہ نہ بڑھتا ہے۔ اور نہ کم ہوتا ہے۔ اور جب تو اُسے توڑ ڈالے۔ تو کسی چیز سے جڑ نہیں سکتا۔ پھر نبات اس کے بالوں اور ناخنوں کے مقابل ہے۔ اور حیوان اس کی قوت شہویہ کے مقابل ہے۔ اور اس جیسے دوسرے آدمی اس کی بشریت اور اس کی صورت کے مقابل ہیں۔ پھر آدمیوں کی جنسوں میں بھی تقابل ہے۔ بادشاہ اس کی روح کے وزیر اس کی نظر فکری کے اور قاضی اس کے مسموع و منقول اور اس کی رائے پسندیدہ کے مقابل ہے۔ اور شرطی یعنی کوتوال اس کے نطق کے اور اور اعوان اس کے عروق اور اس کی تمام قوتوں کے مقابل ہیں۔ اور مومنین اس کے یقین کے اور مشرکین اس کے شک اور شبہ کے مقابل ہے۔ پس حقائق وجود میں سے ہر حقیقت اس کے وجود کے پرزوں میں سے ایک پرزہ کے مقابل ہے۔ اور ہم گذشتہ ابواب میں انسان کامل کی ہر قوت سے ملک مقرب کا مخلوق ہونا بیان کر آئے ہیں۔ اور اسماء وصفات کے مقابلہ کے متعلق گفتگو باقی رہ گئی۔

جاننا چاہیئے۔ کہ انسان نسخۃ الحق ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے۔ خلق اللہ ادم علی صورۃ الرحمٰن آدم کو خدا تعالےٰ نے رحمٰن کی صورت پر پیدا کیا ہے۔ اور دوسری حدیث میں یہ ہے۔ کہ خدا نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔ اور اس کی صورت یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ حیّ۔ علیم۔ قادر۔ مرید۔ سمیع۔ بصیر۔ متکلم ہے۔ اور ایسا ہی انسانی حی اور علیم الخ ہے۔ پھر ہویت ہویت کے مقابل ہے۔ اور انیت انیت کے۔ اور ذات ذات کے اور کل کل کے اور شمول شمول کے اور خصوص خصوص کے اور اس کے لئے ایک اور مقابلہ بھی ہے۔ کہ حق اس کے حقائق ذاتیہ کے مقابل ہے۔ اور ہم نے اس کتاب میں کئی جگہ اس امر پر تنبیہ کی ہے۔ اور یہاں اسی قدر اس پر تنبیہ کر دینی کافی ہے۔

پھر جاننا چاہیئے۔ کہ انسان کامل وہ ہے۔ جو بمقتضائے حکم ذاتی بطور ملک و اصالت اسماء ذاتیہ و صفات الٰہیہ کا مستحق ہو۔ اس لئے کہ ان عبادات کے ساتھ اپنی حقیقت سے وہی معبر ہو سکتا ہے اور ان اشارات سے اس کے لطیفہ کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے۔ اس کا وجود میں سوائے انسان کامل کے کوئی مستند نہیں ہے۔ حق کے لئے اس کی مثال آئینے کی سی مثال ہے۔ کہ سوائے اس کے کوئی شخص اپنی صورت نہیں دیکھ سکتا۔ ورنہ اس کے لئے ممکن نہیں ہے۔ کہ سوائے اسم اللہ کے آئینہ کے

Marfat.com

کہ وہ اس کا آئینہ ہے۔ اپنے نفس کی صورت دیکھ سکے۔ اور انسان کامل بھی حق کا آئینہ ہے۔ اس لئے حق تعالے نے اپنے آپ پر لازم کر لیا ہے۔ کہ سوائے انسان کامل اپنے اسماء و صفات کو اور کسی چیز میں نہ دیکھے۔ یہی معنی ہیں۔ خدا تعالےٰ کے اس قول کے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ کہ ہم نے اپنی امانت آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کی۔ سب نے اٹھانے سے انکار کر دیا۔ اور اس سے ڈر گئے۔ اور انسان نے اس کو اٹھا لیا۔ کیونکہ وہ ظالم جاہل ہے۔ یعنی اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے۔ کہ اس درجہ سے اس کو متنزل کر دیا ہے۔ اپنی قدر سے جاہل ہے۔ اس لئے کہ وہ یہ نہیں جانتا۔ کہ وہ امانت الہیٰہ کا محل ہے۔

معلوم کرنا چاہئیے۔ کہ انسان کامل تمام اسماء و صفات دو قسموں پر منقسم ہیں۔ ایک قسم اسکی سیدھی جانب سے ہے۔ مثل حیات، علم۔ قدرت۔ ارادت۔ سمع۔ بصر وغیرہ کے اور ایک قسم اس کی الٹی جانب سے ہے۔ مثل ازلیت۔ ابدیت۔ اولیت۔ آخریت وغیرہ کے اور ان تمام کے سوا اس کو ایک لذت سریانیہ ہے۔ جس کا نام لذت الوہیت ہے۔ جس کو وہ بطور احاطت اپنے تمام وجود میں محسوس کرتا ہے یہاں تک کہ بعض فقراء نے اس لذت میں پڑے رہنے کی درخواست کی۔ تجھے اس شخص کا کلام مغرور کرے جو ان لوگوں کو ناچیز جانتا ہے۔ اس لئے کہ اُسے اس مقام کی معرفت حاصل نہیں۔ اور اس تمام میں انسان کامل کو اس کے متعلق مثل اسماء و صفات سے فراغت ہو جاتی ہے۔ ان کی طرف اس کی نظر نہیں رہتی بلکہ اسماء، صفات اور ذات سے وہ تجرد کر کے سوائے اس کی ہویت کے وجود میں کسی چیز کو نہیں دیکھتا۔ پھر حکم بین وکشف صدور وجود کو اعلےٰ ہو یا ادنےٰ اسی سے مشاہدہ کرتا ہے۔ اور وجود کی متعدد چیزوں کو بذات خود ایسا دیکھتا ہے جیسے کہ کوئی شخص اپنے دلی خواطر اور حقائق کو دیکھتا ہے۔ اور انسان کامل کو قدرت ہے۔ کہ ادنےٰ و اعلےٰ خواطر کو اپنے دل سے ہٹا رکھے۔ پھر اشیاء میں اس کا تصرف نہ کسی چیز کے ساتھ موصوف ہونے کی وجہ سے ہے۔ اور نہ کسی آلے سے اور نہ اسم سے اور نہ رسم سے بلکہ وہ ایسا تصرف ہوتا ہے جیسے کوئی ہم میں سے اپنی کلام اور خورد و نوش میں تصرف کرتا ہے۔ اور انسان کامل کے تین برزخ ہیں اور اس کے آگے ایک مقام ہے۔ جس کا نام ختام ہے۔ برزخ اول بدایت ہے۔ اور وہ اسما و صفات سے متحقق ہوتا ہے۔ دوسرا برزخ توسط ہے۔ اور وہ حقائق رحمانیہ کے ساتھ دقائق انسانیہ کو [illegible] مشہد کامل ہو جاتا ہے۔ تو تمام پوشیدہ چیزوں کو جان لیتا ہے۔ اور غیبی چیزوں میں [illegible] اطلاع پا لیتا ہے (مترجم عرض کرتا ہے۔ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ [illegible] خدا کے سوا کسی کے ہاتھ میں نہیں۔ کہ جب چاہیں چابی لگا کر غیب معلوم کر لیں [illegible] حوادث ہیں جو حظیرۃ القدس میں منعقد ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

تیسرا برزخ ان امور کے اختراع کرنے میں مختلف اقسام [illegible]

میں داخل ہیں۔ ہمیشہ سلطانِ قدرت میں انسان سے امور خارقِ عادات صادر ہوتے رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ خرقِ عادات فلاکت حکمت اس کی عادت بن جاتی ہے۔ اس وقت اس کو ظاہر اکوان میں قدرت کے ظاہر کرنے کا اذن دیا جاتا ہے۔ پھر جب اس برزخ میں اُسے رسوخ حاصل ہو جاتا ہے۔ تو اس وقت مقامِ ختام میں وہ اترتا ہے۔ جو جلال و اکرام سے موصوف ہے۔ اور اس کے سوائے کبریاء کے اور کچھ نہیں۔ اور وہ نہایت ہے۔ جس کی غائت کا کوئی پتہ نہیں۔ اس مقام میں آدمی مختلف درجات کے ہیں۔ بعض کامل ہیں۔ بعض اکمل بعض فاضل بعض افضل۔ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ۔

اکسٹھواں باب[61]

علاماتِ قیامت کے بیان میں

جاننا چاہئے۔ کہ دنیوی عالم جس میں اب ہم ہیں۔ اس کی ایک انتہا ہے۔ جو اس کا مآل ہے۔ اس لئے کہ وہ حادث ہے۔ اور حادث کے لئے یہ ضروری بات ہے۔ کہ وہ ختم ہو جائے۔ اس حکم کا ظاہر ہونا ضروری اور لابدی امر ہے۔ پس اس کا ختم ہونا اور اس کا فنا ہونا قہرِ حقیقت الٰہیہ کی تحت میں ہے۔ جو اس عالم دنیوی کے افراد کے لباس میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور وہ اس کی موت ہے۔ اور حقیقت الٰہیہ کا ظاہر ہونا جو ہم پر اُن احکام میں ظاہر ہوگی۔ جن کا ذکر حق سبحانہ و تعالےٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔ وہ اس وجود کی قیامت کبریٰ ہے۔ پھر ہر فرد عالم کے لئے ایک خاص ساعت ہے۔ اور یہ تمام ساعت عامہ میں جمع ہوں گے۔ اس لئے کہ ہر فرد کو اس بات سے چارہ نہیں۔ کہ وہ ساعت عامہ کے حکم میں داخل نہ ہو۔ اگرچہ وہ ساعت بھی اس پر متحقق ہوتی ہے جو اس کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور یہ حکم تمام افراد عالم کو عام ہے۔ اور یہ عموم قیامتِ کبریٰ ہے۔ جس کا خدا نے وعدہ فرمایا ہے۔ جب تو نے یہ بات سمجھ لی۔ اور اسے تحقیق کر لیا۔ اور معلوم کر لیا۔ کہ جمیع افراد عالم کے لئے کیا اللہ اور کیا ادنےٰ ایک وقت معین ہے۔ کہ تمام اشیاء عالم کو وہ اس وقت تک مہلت دیتا ہے۔ تو اب جاننا چاہئے کہ عموم حکم تمام عالم کی اجل ہے۔ اور وہاں سوائے اس کے اور کچھ نہیں۔ پس میں نہیں جانتا۔ کہ اس نکتہ کو تو موافق تصریح کتاب کے سمجھا ہے۔ یا تیری سمجھ میری مراد کے خلاف ہے۔ لیکن عام لوگ جیسا کہ ظاہر مفہوم سمجھے ہوئے ہیں۔ میں ایک اور عبادت میں تجھے اس پر آگاہ کروں گا۔

جاننا چاہیئے۔ کہ حق تعالےٰ کے بہت سے عالم ہیں۔ ہر عالم جس کی طرف اللہ تعالےٰ نے بوساطت اللہ

Marfat.com

دیکھتا ہے۔ شہادت وجودیہ کے نام سے موسوم ہے۔ اور جس عالم کی طرف بدوں توسط انسان نظر کرتا ہے۔ وہ غیب کے نام سے موسوم ہے۔ پھر اس غیب کی دو قسمیں بنائی ہیں۔ ایک وہ غیب جس کو علم انسان میں مفصل کر دیا ہے۔ اور ایک وہ جسے قابلیتِ انسان میں مجمل رکھا ہے۔ غیب مفصل غیب وجودی کے نام سے موسوم ہے۔ اور وہ مثل عالم ملکوت کے ہے۔ اور غیب مجمل غیب عدمیہ کے نام سے موسوم ہے۔ اور یہ وہ عوالم ہیں۔ جن کو اللہ تعالٰے ہی جانتا ہے۔ اور تو ان کو نہیں جانتا۔ پس وہ ہمارے نزدیک بمنزلہ عدم کے ہے یہی مراد ہے غیب عدمی سے۔

پھر جاننا چاہیئے۔ کہ یہ دنیوی عالم جس کی طرف خدا تعالٰے بواسطہ انسان دیکھتا ہے۔ جب تک نظر حق کے لئے اس میں انسان کا واسطہ باقی رہتا ہے۔ شہادت وجودیہ کے نام سے موسوم ہے۔ پھر جب انسان اس دنیا سے اٹھ جاتا ہے۔ تو خدا تعالٰے بہ توسط انسان اس عالم کی طرف دیکھتا ہے۔ جس کی طرف انسان منتقل ہؤا ہے۔ پھر وہ عالم شہادتِ وجودیہ ہو جاتا ہے۔ اور عالم دنیوی غیب، رتبہ میں داخل ہو جاتا ہے اور عالم دنیوی کا وجود اس وقت عالم الہٰی میں ایسا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ آج جنت اور دوزخ کا علم الہٰی میں وجود ہے۔ اور یہی دنیوی عالم کی عین فنا ہے۔ اور عین قیامتِ کبریٰ ہے۔ کہ وہ ساعت عامہ ہے۔ اور ہم اس کے ذکر کے درپے نہیں ہیں۔ بلکہ ہماری غرض اس ساعت کی شرح کرنے سے ہے۔ جو ہر فرد عالم سے مخصوص ہے۔ اور اس امر میں ہم انسان کے متعلق گفتگو کرتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ جمیع افرادِ وجود کا ایک کامل ترین فرد ہے۔ چاہیئے۔ کہ باقیوں کو ہم اسی پر قیاس کریں۔ اور ہم خدا تعالٰے کی کتاب سے ساعت عامہ کی سمجھ تیری سمجھ کے حوالہ کرتے ہیں۔ کہ مبادا تیرے ایمان کو شک کا شیطان سلب نہ کر لے۔ قیامت کبریٰ کے عجائبات ہم تیرے لئے بیان کر چکے ہیں۔ اب ہم قیامت صغریٰ کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں۔ جو قیامت کبریٰ سے پہلے ہے۔ یہ گمان نہ کرنا۔ کہ وہ دو ساعتیں ہیں۔ بلکہ وہ ایک ہی ساعت ہے۔ اس کی مثال کلی کی سی مثال ہے۔ جو اپنی جزئیات میں سے ہر واحد پر صادق آتی ہے۔ مثلاً جب تو مطلق حیوان کا لفظ بولتا ہے تو گھوڑے۔ چارپائے انسان وغیرہ اس کی تمام نوعوں پر وہ صادق آتا ہے۔ اس لئے کہ وہ کلی نام ہے۔ اور کلی نام اپنی جزئیات پر بدوں تعدد صادق آتی ہے۔ ایسا ہی قیامت کبریٰ بدوں تعدد قیامت صغریٰ پر صادق آتی ہے۔ اولاً ہم قیامت کی علامات وانشراط کا ذکر کرینگے۔ پھر ہم قیامت کا ذکر

جاننا چاہیئے۔ جیسا کہ قیامت کبریٰ کی علامات سے ایک یہ ہے۔ کہ لونڈی اپنی مالکن اپنی آقا کو جنیگی اور یہ کہ ننگے اور بھوکے پیروالوں کو اور بکریاں چرانے والوں کو تو دیکھیگا۔ کہ وہ اونچی اونچی عمارتیں بنائینگے ایسا ہی انسان کی ساعت خاصہ کے قائم ہونے کی علامت اس کی ذات میں حق تعالٰے کی ربوبیت کا ظہور ہے۔ پس ذات انسان تو لونڈی ہے۔ اور ولادت ربوبیت کے پوشیدہ امر کا باطن سے ظاہر میں ظہور ہے۔ اس لئے کہ بچہ کا مقام پیٹ ہے۔ اور ولادت عالم محسوس کی طرف نکلنے کا نام ہے۔ ایسا ہی

Marfat.com

حق سبحانہ تعالےٰ بھی انسان میں بغیر حلول کے موجود ہے۔ اور یہ وجود باطن ہے۔ اور جب اپنے احکام سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور بندہ اس حقیقت سے متحقق ہوتا ہے۔ جس کا بیان اس حدیث میں ہے کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا واجلہ التی یمشی بھا حق تعالےٰ اس انسان کے وجود میں ظاہر ہوتا ہے۔ پھر انسان عالم اکوان میں تصرف کرنے پر قدرت پاتا ہے۔ اس کی ذات بمنزلہ لونڈی کے ہے۔ اور حق کی ربوبیت کے آثار بمنزلہ اس لونڈی کی مالکہ کے ہیں۔ اور اس کا ظہور بمنزلہ ولادت کے ہے۔ پھر عارف کا اسماء سے تجرد بمنزلہ جوتی سے برہنہ پا ہونے کے ہے۔ اس لئے کہ اسماء عارفین کی سواریاں ہیں۔ اور صفات سے تجرد بمنزلہ برہنہ آدمیوں کے حال کے ہے۔ اور ہمیشہ انوار ازلیہ کو اس کا ملاحظہ کرنا بکریوں کو چرانے والوں کی مانند ہے۔ اور مجذوب کا معارف الہیہ کی ترقی میں لگا رہنا بمنزلہ لمبی لمبی عمارتیں بنانے کے ہے۔ پھر جیسا کہ ظاہر حدیث سے قیامت کبریٰ عامہ نے الوجود کی علامات معلوم ہوتی ہیں۔ ایسا ہی اس کا باطن جس کے متعلق ہم نے گفتگو کی ہے۔ قیامت صغریٰ کی علامات ہیں۔ جو ہر فرد انسانی سے مخصوص ہے۔ اور قیامت کبریٰ کی علامات سے ایک زمین میں یاجوج و ماجوج کا ظہور ہے حتیٰ کہ وہ زمین کے مالک ہونگے۔ پھلوں کو کھا جائینگے۔ دریاؤں کو پی جائینگے۔ پھر حق تعالےٰ ان پر ایک رات میں کرم بھیجیگا۔ جس سے وہ سب مرجائینگے۔ اس وقت کھیتی کثرت سے ہوگی۔ اور جڑ اور شاخیں پھوٹ آئینگی پھل پاکیزہ اور خوشبودار ہوں گے۔ اور بادشاہ جبار کی حمد کی جائیگی۔ ایسا ہی قیامت صغریٰ کے قائم ہونے ہونے کی علامات سے ہے کہ دل میں نفسانی خطروں اور شیطانی وسوسوں کے برانگیختہ ہونے سے نفس جوش میں آتا ہے۔ قبل اس کے کہ وہ اپنے آپ پر قابو پائے۔ پھر وہ اس کے قلب کی زمین کے مالک ہوتے ہیں۔ اور اس کے سبز پھلوں کو کھاتے ہیں۔ اور اس کے سر کے دریاؤں کو پی جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کے معارف و احوال کا کوئی نشان میں ظاہر نہیں ہوتا۔ پھر وہ نشہ سے ہوشیاری کی حقیقت کی طرف رجوع کرتا ہے پھر عنایت ربانی نفحات رحمانی کے تحفے لیکر آپہونچتی ہے۔ اور یہ کہتی ہے کہ ہوشیار ہو۔ کہ آخر کار اللہ ہی کا گروہ غالب آتا ہے۔ خبردار ہو۔ کہ اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہونے والا ہے۔ پھر اس کی ہدایت کی آنکھ میں سرمہ ڈالا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے۔ برگزیدہ کرتا ہے۔ اس وقت خواطر نفسانی فانی ہوجاتے ہیں۔ اور یہ شیطانی وسوسے دور ہوجاتے ہیں۔ اور ان کی بجائے اللہ کے فرشتے علوم لدنیہ کے ساتھ قائم ہوجاتے ہیں۔ اور کمالات قلبی میں روح کے پاکیزہ خطرات پھونکنے والے فرشتے آجاتے ہیں۔ اور وہ بمنزلہ زراعت کے کثرت کے ساتھ ہونے اور جڑ اور شاخ کے سرسبز ہونے کی مانند ہے پھر مقام قرب میں اس کا تحقق اور مشاہدہ رب میں اس کا تلذذ بمنزلہ پاکیزہ پھلوں اور بادشاہ جبار کی حمد کے ہے۔ پس جیسا کہ ظاہر حدیث قیامت کبریٰ کی علامتیں ہیں۔ ایسا ہی باطن حدیث میں جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا۔ قیامت صغریٰ کی علامتیں ہیں۔ جو ہر فرد انسانی سے مخصوص ہے۔ اور قیامت کبریٰ کی علامات

Marfat.com

سے ایک دابۃ الارض کا نکلنا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ۔ یعنی جب امر الٰہی ہوگا کہ یہ عالم اس کی طرف رجوع کرے۔ اور عالم دنیوی کا امر منقطع ہو کر آخرت کی طرف منتقل ہو۔ تو اس وقت ہم ان کے لئے زمین سے ایک جانور پیدا کرینگے۔ کہ ان سے کلام کریگا۔ یعنی اس امر کی حقیقت سے ان کو خبر دیگا۔ جس کا ہم نے ان سے بعث نشور جنت دوزخ وغیرہ سے وعدہ کیا ہے۔ اِنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا یعنی ان امور پر جن کی ہم نے اپنے کلام میں ان کو خبر دی ہے لَا يُوْقِنُوْنَ یقین نہیں رکھتے ہیں۔ اسی لئے ہم نے ان کے لئے یہ جانور نکالا۔ تاکہ وہ جان لیں کہ ہم ہر شے پر قادر ہیں۔ پھر وہ ان باتوں پر جو اس کے بعد وقوع میں آئیگی یقین کرلیں۔ اور جن امور کی یہ جانور ان کو خبر دیگا۔ ان کو صحیح مان لیں۔ پھر جو شخص حق کی طرف آنا چاہتا ہے۔ آئے۔ اور جس امر کی خدا تعالےٰ نے خبر دی ہے۔ اس کا یقین کریں۔ ایسا ہی انسان میں قیامت صغریٰ کے قائم ہونے کی علامتیں ہیں۔ کہ جب وہ امور عادیہ کے ترک کرنے اور سفلی خواہشوں کے پورا نہ کرنے سے طبیعت بشریہ کی زمین سے نکل جاتا ہے اور حضرت قدس میں روح الامین کا بروز ہوتا ہے۔ تو اس وقت کشف کبیر اس کو حاصل ہوتا ہے۔ اور روح القدس اس کو ایک تل اور پوست خستۂ خرما یعنی ذرہ ذرہ باتوں کی بھی خبر دیتا ہے۔ اور یہ تمام خبریں اس کے آگے بیان کرتا ہے۔ اور اس پر پوشیدہ بھید ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اور اسرار کے پوشیدہ رکھنے کی اس کو تعلیم دیتا ہے۔ تاکہ وہ تصدیق کے مقام سے قرب کے مقام کی طرف رفیق اعلےٰ میں پہنچ جائے۔ اور وہ اچھا رفیق ہے اور یہ اپنے بندہ پر اللہ تعالےٰ کا احسان۔ فضل اور مہربانی ہے۔ تاکہ ذاتی حجابات کے لشکروں سے اس کے ایمان کے جیوش شکست نہ کھا جائیں۔ پھر وہ راہ راست کی حقیقت کو چھوڑ کر خطا کی طرف نہ لوٹ جائے۔ کیونکہ ربوبیت کے پوشیدہ امور اور مرتبہ الٰہیہ کے مقتضیات عزیز القدر اور بلند رتبہ شے ہیں۔ انکے غلبۂ عزت کی وجہ سے دل اس بات کے قریب نہ تھے۔ کہ ان کے حصول کا یقین کرسکیں۔ مگر بعد کشف کے یہ بات دلوں کو نصیب ہوتی ہے۔ اس لئے مخلوق کا یہ حوصلہ نہیں۔ کہ ان چیزوں کو قبول کرسکے۔ پس وہ ان کا بدوں کشف الٰہی یقین نہیں کرتی۔ پھر جیسا کہ اس امر کی تصدیق آدمیوں کو دابۃ الارض کے نکلنے کے بغیر حاصل نہیں ہوگی۔ ایسا ہی عارف ان مقتضیات الٰہیہ کے قبول کرنے سے متحقق نہیں ہوتا۔ مگر اس وقت جبکہ طبائع کی زمین سے اس کی روح نکل آتی ہے۔ اور راہ کے قطع کرنے والی اور منع کرنے والی چیزوں سے اس کو مخلصی ہو جاتی ہے۔ پس اس کو سمجھ۔

اور قیامت کبریٰ کی علامات سے ایک دجال کا نکلنا ہے۔ کہ جنت اس کی بائیں جانب اور دوزخ اس کی داہنی جانب ہوگا۔ اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر باللہ لکھا ہوگا۔ وہ لوگوں کو پیاسا رکھیگا۔ اور وہ بھوکے رہینگے۔ حتیٰ کہ وہ کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں پائینگے۔ مگر اس ملعون کے پاس۔ جو اس پر ایمان لائیگا۔ اس کو وہ کھانا کھلائیگا۔ اور پانی پلائیگا۔ اور جو اس سے کفر کریگا اور ...

وہ کبھی خلاصی نہیں پائیگا۔ وہ اپنے مومن کو اپنی جنت میں داخل کریگا۔ اور جو اس کی جنت میں داخل ہوگا اللہ تعالٰے اس جنت کو اس کے لئے دوزخ بنا دیگا۔ اور جو اس پر ایمان نہیں لائیگا۔ اس کو وہ اپنے دوزخ میں ڈالیگا۔ اور جو اس کے دوزخ میں داخل ہوگا۔ خدا اسے جنت بنا دیگا۔ اور بعض آدمی ایسے ہونگے جو گاجر کی سوکھی گھاس کھائینگے۔ حتی کہ یہ تکلیف اللہ تعالٰے اس سے اٹھا دیگا۔ وہ لعین مکہ اور مدینہ کے سوا تمام اطراف زمین میں پھریگا۔ مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہوگا۔ اور وہ بیت المقدس کی طرف متوجہ ہوگا۔ جب رملہ لدّ تک پہنچیگا۔ اور وہ ایک گاؤں ہے۔ جو بیت المقدس کے قریب ہے۔ اور بیت المقدس اور اس گاؤں کے درمیان ایک رات دن کا فاصلہ ہے۔ تو اس وقت عیسے علیہ السلام وہاں ایک منارہ پر نازل ہونگے۔ اور ان کے ہاتھ میں ایک حربہ ہوگا۔ پھر جب یہ لعین ان کو دیکھیگا۔ تو ایسا گداز ہوگا۔ جیسے نمک پانی میں گداز ہوتا ہے۔ حضرت عیسے علیہ السلام حربے سے اسے ماریں گے۔ اور اس کو قتل کر ڈالیں گے۔ انسان میں قیامت صغرٰی کے قائم ہونے کی بھی یہی علامتیں ہیں۔ کہ دجال اس کی حقیقت سے نکلتا ہے۔ اور وہ نفس دجالہ ہے۔ کہ باطل کو اس پر حق میں مشتبہ کر دیتا ہے۔ اور حق کے مقام میں اس کے لئے ظاہر ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ دجل فلاں علی فلاں۔ یعنی امر کو اس پر مشتبہ کر دیا۔ اور اس کو مغالطہ میں ڈال دیا۔ یہ نفس دجالہ بعض وجوہات سے شیطان الانس کے نام سے موسوم ہے۔ اور وہ شیاطین اور وسواس کا محل اور سرکش جنوں اور خناس کی جگہ ہے۔ اور نیز بعض دوسری وجوہات سے نفس امارہ کے نام سے موسوم ہے۔ جو بدیوں کا حکم دیتا ہے۔ اور صوفیہ کی اصطلاح میں مطلق نفس اسی کا نام ہے۔ جب وہ نفس کا ذکر کرتے ہیں۔ تو اس سے بندہ کے اوصاف معلومہ مراد لیتے ہیں۔ پھر وہ بمنزلہ دجال کے ہے۔ اور اس کی شہوانی خواہشیں بمنزلہ جنت کے ہیں۔ جو اس کی بائیں جانب ہے۔ اس لئے کہ وہ اہل شقاوت کی راہ ہے۔ اور طبعی خواہشوں اور عادات کے ترک کرنے اور تعلقات کے قطع کرنے اور قاطع خواہشات ریاضتوں سے اس کی مخالفت بمنزلہ دوزخ کے ہے۔ جو دجال کی دہنی جانب ہے۔ کہ داہنی جانب اہل سعادت کی راہ ہے۔ اور راہ ور نفسانیہ جو حجابات ظلمانیہ کو کثیف کرتے ہیں۔ بمنزلہ اس نوشتہ کے ہیں۔ جو دجال کی پیشانی پر لکھا ہوگا۔ کہ هٰذَا هُوَ الْكَافِرُ بِاللّٰهِ۔ اور عارف کا اس کی قید میں ہونا یہاں تک کہ راہ راست اس سے معدوم ہو جائے پھر وہ اس کے غلبہ کے وقت خطاب حق کے معنوں کو نہ سمجھے۔ وہ مشابہ اس بھوک اور پیاس کے ہے جو لوگوں کو دجال کے زمانہ میں ہوگی۔ اور بالخاصہ ذوات پر اس کا قہر کرنا حتے کہ عارف اس کی موافقت کئے بغیر کوئی چارہ نہیں پا سکیگا۔ بمنزلہ اس بات کے ہے۔ لوگ کھانے پینے کی چیزیں سوائے دجال کے اور کسی کے پاس نہیں پائینگے۔ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قول میں انہی معنوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کہ لوگوں پر ایک زمانہ آئیگا۔ جس میں دین پر قائم رہنے والا ایسا ہوگا۔ جیسے آگ کی انگاریوں پر قائم رہنے والا۔ اور جو شخص کہ اس مدت میں نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ مجاہدہ کو چھوڑ کر نفسانی خواہشات

Marfat.com

کی طرف مائل ہوگا۔ اور امور طبیعیہ پر ٹھہر گیا۔ اور لذات شہوانی کو عمل میں لائیگا۔ اور افعال عادیہ میں لگ جائیگا۔ وہ بمنزلہ اس شخص کے ہے۔ جس نے دجال کی خوبی۔ پھر ان مباح امور کی طرف مائل ہو جانا۔ جو عارف کے نزدیک مثل حرام شراب کے ہیں بمثابہ اس شخص کے ہے۔ جس کو دجال نے اس کھانے میں سے کھانا کھلایا۔ اور جو شخص نفس غفلتوں اور ان آرزوؤں میں منہمک ہو گیا۔ جو مثل شراب کے ہیں۔ وہ بمنزلہ اس شخص کے ہے۔ جس کو اس ملعون نے اپنے پاس سے پانی پلایا۔ اور عارفین میں سے جو شخص مقام معرفت پر پہنچنے سے پہلے ان اشیاء کی طرف مائل ہو گیا۔ وہ بمنزلہ اس شخص کے ہے۔ جو کبھی نجات نہیں پائیگا۔ پھر دنیاوی زینتوں پر دھوکا کھانا جن کا باقی رہنا محال ہے۔ اور جس کی لذتیں خیالی ہیں۔ وہ بمنزلہ اس شخص کے ہے۔ جو دجال کی جنت میں داخل ہوگا۔ جس کو خدا تعالٰے دوزخ بنا دیگا۔ اور اس میں اس کا ٹھہرنا ہلاکت ہوگا۔ جس کو توفیق یاور ہوگی۔ اور حق اسے راہ حق پر ثابت رکھیگا۔ وہ انوار شریعت سے تحقیق کی رات میں مخالفات۔ مجاہدات۔ ریاضات کی پشتوں پر سوار ہو کر راہ حق میں روانہ ہوگا۔ اور دنیا کی گھاس سے ظہور رحمٰن کی گاجریں کھا کر گذارہ کریگا۔[1] وہ بمنزلہ اس شخص کے ہے۔ جو دجال کی آگ میں داخل ہو۔ جس کو خدا لا یزال نعمتیں بنا دیگا۔ اور ایسا ملک بنا دیگا۔ جس میں تبدیلی نہیں ہوگی۔ لیکن وہ ہمیشہ اطراف زمین میں پھریگا۔ مکہ منورہ اور جنت الاسلام مدینہ میں نہیں جائیگا۔ یہاں تک کہ امر مقدر پورا ہو جائے۔ ایسا ہی دجال نفس کا حال ہے۔ کہ جمیع مقامات میں سوائے دو مقاموں کے وہ بندہ کو اشتباہ میں ڈالتا ہے۔ وہ دو مقام یہ ہیں۔ ایک مقام اصطلام ذاتی یعنی ذات کو بوسہ دینا ہے۔ اور وہ جاذبہ الٰہیہ ذاتیت بندہ کا اپنے وجود سے غائب ہو جانا ہے۔ اور اپنی حس سے کھویا جانا اور اپنے نفس سے فانی ہو جانا ہے۔ اور یہ ہے مقام مکہ اور دوسرا مقام مقام محمدی ہے۔ جو قوم کی اصطلاح میں صحو ثانی کے نام سے موسوم ہے۔ ان دو مقاموں میں نفس کو کوئی مجال نہیں۔ کہ دخل پا سکے۔ اس لئے کہ وہ دونوں غیب الازل میں حوادث نفس سے محفوظ ہیں۔ پس وہ دونوں بمنزلہ ان دو شہروں کے ہیں۔ جن میں دجال داخل نہیں ہوگا۔ اور کشوف الٰہیہ میں جو بندہ کو اشتباہ پڑ جاتا ہے۔ اور راہ صواب سے مغالطہ لگ جاتا ہے۔ سو یہ امر اس ملعون لعین کے بیت المقدس کی طرف متوجہ ہونے کی مانند ہے۔ پھر اس کا اس حد کے قریب جس کا نام آتا ہے۔ ٹھہرنا یہ ہے کہ نفسوں کا دجال جب ہر لباس میں کمال پر ظاہر ہوتا ہے۔ تو کبھی مقام القدس کے مقابلہ میں ظاہر ہوتا ہے۔ پھر جس شخص کو اس بات کا وہم ہو وہ گمان کرتا ہے۔ کہ وادی اقدس میں پہنچ گیا۔ حالانکہ اس مقام سے ... حجاب اس کی حد کے قریب پہنچ جاتا ہے اس لئے کہ وہ ملتقی کی اصل ہے۔ پھر عیسٰے روح نازل ہوتا ہے۔ اور اس کے ہاتھ میں فتوحات کا حربہ ہوتا ہے۔ پھر وہ وہاں اس کو قتل کر دیتا ہے۔ اس لئے کہ عیسٰے روح اللہ مالک ہے۔ اور جب حق آ جاتا ہے۔ تو باطل ناچیز اور نابود ہو جاتا ہے۔ اور وساوس اور شبہات کا حکم منقطع

[1] لفظ جزر کے معنی گاجر کے ہیں۔ اور اس فقرہ کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آتا۔ مترجم

ہوجاتا ہے۔پس جیسا کہ ظاہر میں یہ سب امورِ قیامت کبریٰ کی شروط و علامات سے ہیں۔ایسا ہی باطن میں قیامت صغریٰ کی بھی علامات ہیں۔جو صرف انسان کے ساتھ مخصوص ہے۔

اور شروطِ ساعت سے ایک مہدی علیہ السلام کا خروج ہے۔اور یہ کہ وہ لوگوں میں چالیس سال عدل کرینگے۔ان کے ایام سرسبز اور ان کی راتیں شگفتہ ہونگی۔کھیتی اُن میں سرسبز ہوگی۔تھنوں میں دودھ کثرت سے ہوگا۔لوگ امن وامان سے عبادتِ رحمٰن میں مصروف ہونگے۔ایسا ہی انسان میں قیامت صغریٰ کے قائم ہونے کی شرطوں میں سے ایک خروجِ مہدیؑ ہے۔اور اس سے مراد وہ شخص ہے۔جو صاحب مقام محمدیؐ ہے۔اور ہر کمال کی بلندی میں کامل اعتدال رکھتا ہے۔اور اس کی دولت چالیس برس تک بغیر انکار کے رہیگی۔اور وہ مراتب وجود کے عدد ہیں۔جن کو ہم نے اپنی کتاب مسمّٰی بالکہف والرقیم میں بیان کیا ہے۔جس کو اس امر کی معرفت مطلوب ہو۔وہ اس کا مطالعہ کرے۔اور اس کے ایام کا سرسبز اور راتوں کا شگفتہ ہونا بمنزلہ عارف کے سکرِ مُرقی اور صحو مبقی بدلتے رہنے کے ہے۔(سکر مُرقی۔ترقی دینے والا نشہ اور صحو مبقی بقا بخش ہوشیاری) اور زراعت کا کثرت سے ہونا اور تھنوں میں دودھ کا زیادہ ہونا بمنزلہ تواترِ انعامات اور پے در پے کرامات کے ہے۔اور امان بمنزلہ عارف کے مقام خلّت میں داخل ہونے کے ہے۔اور حلۂ خلت میں اس کا نازل ہونا ہے۔چنانچہ حق سبحانہٗ وتعالےٰ نے مقام ابراہیم کی بابت فرمایا ہے۔وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا۔کہ جو شخص اس میں داخل ہوا۔وہ امان میں آگیا۔یعنی دردناک عذاب سے امن میں ہوگیا۔جب مقام صوری اور ظاہری آگ میں جلنے سے امان کا موجب ہے۔پس مقام معنوی اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ مکرِ رحمٰن سے محفوظ رکھ سکے۔یہ وہ مقام ہے۔کہ جب شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اس مقام میں نازل ہوئے۔تو انہوں نے فرمایا۔کہ حق تعالےٰ نے ان سے ستر عہد اس امر کے متعلق کئے ہیں۔کہ وہ ان سے مکر نہیں کریگا۔پھر اس کے بعد سوائے عبادتِ رحمٰن اور ثناء ملک دیّان کے اور کچھ نہیں ہے۔ان اشارات میں غور کر۔کہ ان عبادات سے میں نے ان کو کیسی مناسبت دی پھر جیسا کہ یہ شروط قیامت کبریٰ سے ہیں۔ایسے ہی قیامت صغریٰ کی شروط سے بھی ہیں۔

اور شروطِ قیامت کبریٰ میں سے ایک مغرب سے آفتاب کا طلوع ہے۔اور یہ کہ اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہوجائیگا۔اور کسی شخص کو اس کا ایمان اس وقت نفع نہیں دیگا۔جو اس سے پہلے ایمان نہ لاچکا ہوگا۔کیونکہ اس دن وصل کا فرش طے کرلیا جائیگا۔پھر اس وقت نہ توبہ قبول ہوگی۔اور نہ گناہ بخشا جائیگا۔ایسا ہی انسان میں قیامت صغریٰ کے قیام کی بھی یہ شرط ہے۔کہ اس کے مغرب وجود سے آفتابِ شہود کا طلوع ہوگا۔اور اس سے مراد باطن کشفی ہے۔اور وہ سرِ پوشیدہ پر اس کی اطلاع کا متحقق ہونا ہے۔اس وقت وہ جان لیگا کہ وہ کیا چیز ہے۔اور کون ہے۔اور اس کے اوصاف سے وہ متحقق ہوگا۔اور اس کے اعراف کی جنت سے منتفع ہوگا۔رموز کو حل کریگا۔اور خزانے اس سے نکالیگا۔اور معموں اور چیستانوں کو پہچانیگا۔اور خدا کے ساتھ مراد پانے والوں کے ساتھ مراد پائیگا۔اس وقت اس سے وصل اور فصل کا فرش طے ہوجائیگا۔اور

Marfat.com

ایمان اس وقت نافع نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ اس کا حکم عالم شہود وکشف سے پہلے ہے۔ کیونکہ ایمان اسی چیز کے متعلق ہوتا ہے۔ جو غائب ہے۔ اور جب حجاب اٹھ گیا۔ تو ایمان کا حکم بھی موقوف ہو گیا۔ پھر نہ توبہ قبول ہو گی۔ اور نہ گناہ بخشا جائیگا۔ اس لئے کہ گناہ اور مغفرت دوئی کے مقام میں ہوتے ہیں۔ اور احدیت یعنی احدیت میں گناہ اور مغفرت سے منزہ ہے۔ یہ قیامت صغریٰ کی شروط قیامت کبریٰ کی شروط کے مقابل ہیں۔ امام محی الدین ابن عربی نے ان عبادات سے تعبیر کی ہے۔ اور رباب اشارات سے باطنی علامات جو چیز ظاہری علامات کے مقابل تھی۔ اس کو مقابلتہً بیان کیا ہے۔ پس انہوں نے مغرب سے طلوع آفتاب کو مرکز و منصب اول کی طرف روح کے رجوع کرنے کے مقابل قرار دیا ہے۔ اور وہ موت سے اور بحکم وفات آخرت کی طرف امر کے منتقل ہو جانے سے مراد ہے۔ اور باب توبہ کے بند ہونے کے مقابل انہوں نے یہ بات قرار دی ہے۔ کہ قریب المرگ کی توبہ قبول نہیں کی جاتی۔ اور نہ اس کا گناہ بخشا جاتا ہے۔ اور یہ بات بھی اس امر کی تائید کرتی ہے۔ جو کہا جاتا ہے۔ کہ دونوں بابوں[1] کے درمیان نوّے برس کا فاصلہ ہوگا۔ اس لئے کہ وہ قیاس و نظام کے اعتبار سے عمروں کے مقابل ہے۔ اور جو کچھ اس امام نے ذکر کیا ہے۔ وہ مقبول ہے۔ اور معقول وجہ پر محمول ہے۔ لیکن چونکہ ہم اس قیامت صغریٰ کے بیان کے درپے ہیں۔ جو انسان سے مخصوص ہے۔ جبکہ وہ اس دار دنیا میں موجود ہے۔ لہٰذا ہم اس کو چھوڑ کر دوسری طرف نہیں جائینگے۔ اس اندیشہ سے کہ راز فاش نہ ہوں۔ باوجود اس کے کہ جمیع اسرار کو ہم نے مرموز کر دیا ہے۔ اور کوئی بات ایسی نہیں چھوڑی۔ جس پر ہم نے اس کتاب میں تنبیہ نہیں کی۔ واللّٰہ یقول الحق وھو یھدی للصّواب

فصل

اس میں ہم کچھ تھوڑا سا موت کا ذکر کرینگے۔ اس کا بیان اس کتاب کے باب چوراسیویں میں بھی گذر چکا ہے۔ آپ ملاحظہ فرمائیے۔

جاننا چاہئے کہ موت حرارت غریزی کے بجھنے کا نام ہے۔ جو اس دار دنیوی میں زندگی کا سبب ہے۔ اور یہ زندگی ابدان میں روحوں کی اس نظر سے عبادت ہے۔ جو روحوں کو اپنے نفس کے ساتھ ہے۔ اور اس کو روکنے والی چیز یہی حرارت غریزیہ ہے۔ جب تک کہ اپنے اعتدال طبعی پر قائم رہے۔ اور اعتدال ... کہ وہ چوتھے درجہ میں برابر ہو۔ اس لئے کہ پہلے درجہ میں اس کا انصاف حرارت غریزیہ ... ہے۔ اور دوسرے درجہ میں کسی دوسرے رکن میں امتزاج کو قبول نہیں کرتی۔ کیونکہ وہ یہاں اپنی حد میں نہایت پر پہنچ کر دوسرے درجہ میں لگی ہوئی ہے۔ اور دوسرا درجہ وہ حرارت ناریہ ہے۔ جو امتزاج کو قبول کرنے والا ہے۔ اگر باقی ارکان سے اس کا امتزاج نہ ہوتا۔ تو آگ کا وجود نہ ہوتا۔ اس لئے کہ آگ۔ پانی۔ ہوا۔ مٹی میں سے ہر ایک ارکان عناصر

---

[1] یعنی کھلنے اور بند ہونے کے درمیان ۱۲

حرارت۔ برودت۔ یبوست۔ رطوبت سے مرکب ہے۔ لیکن جس میں رکن حرارت کا غلبہ ہوا۔ یہاں تک کہ باقیوں کا حکم اس میں مغلوب ہو گیا۔ اس کا نام طبیعت ناری رکھا گیا۔ اور جس میں رکن برودت غالب آیا۔ حتے کہ باقیوں کا حکم اسی میں مضمحل ہو گیا۔ اس کا نام طبیعت مائیہ رکھا گیا۔ اور جس میں رکن رطوبت کا حکم غالب ہوا۔ اور باقیوں کا حکم مغلوب ہو گیا۔ اس کا نام طبیعت ہوائی رکھا گیا۔ اور جس میں یبوست کا حکم غالب ہوا اور باقیوں کا حکم اس میں خالی ہو گیا۔ اس کا نام طبیعتِ ترابیہ رکھا گیا۔ اس درجہ میں اس کا نام ناری۔ ہوائی مائی۔ ترابی نہیں رکھا جاتا ہے۔ مگر جبکہ تیسرے درجہ پر پہونچ جائے۔ اور ارکان سے امتزاج پائے۔ پھر جس چیز میں حرارت۔ یبوست اس سے تیسرے درجہ میں برابر ہو۔ اور باقی دو رکن اس درجہ سے ضعف کی وجہ سے اس میں چھپ جائیں۔ اس شے کا نام آگ ہے۔ اور جس چیز میں برودت اور یبوست تیسرے درجہ میں برابر ہو یہاں تک کہ دوسرے رکن اس درجہ سے کمتر ہونے کی وجہ سے اس میں چھپ جائیں۔ اس کا نام مٹی ہے ایسا ہی جس میں اس درجہ میں حرارت اور رطوبت برابر ہو۔ اور دوسرے دو رکن اس درجہ سے ضعف کی وجہ سے چھپ جائیں۔ اس کا نام ہوا۔ اور جس میں برودت اور رطوبت اس درجہ میں مساوی ہو۔ اور باقی دو رکن اس درجہ پر نہ پہنچنے کی وجہ سے اس میں چھپ جائیں۔ اس کا نام پانی ہے۔ کیا تو فلک عناصر کی طرف نہیں دیکھتا۔ کہ وہ کیسے فلک طبائع کے اوپر ہے۔ اور فلک طبائع کیسے فلکِ استقصات[1] کے اوپر ہے۔ اور وہ افلاکِ نار و ہوا و ماء و تراب ہیں۔ پھر جب حرارت طبیعیہ ایک درجہ اور متنزل ہوتی ہے۔ اور چوتھے درجہ میں اعتدال پر آتی ہے۔ تو ہیاکل صوریہ میں سے کسی ہیکل میں باقی ارکان سے امتزاج جسمانی حیوانی پا کر پائی جاتی ہے۔ اور وہ ہیکل حیوانی ہوتی ہے۔ اور جب تک یہ حرارت غریزیہ اس درجہ میں موجود رہتی ہے۔ وہ ہیکل بھی موجود رہتی ہے۔ اس چوتھے درجہ میں اس کا نام غریزیہ ہوتا ہے۔ جیسے کہ تیسرے درجہ میں اس کا نام حرارت ناریہ تھا۔ اور دوسرے درجہ میں حرارت طبیعیہ اور پہلے میں حرارت عنصریہ کے نام سے موسوم تھی۔ ایسا ہی باقی ارکان کا حال بھی نام رکھنے میں بمنزلہ اسی رکن کے حال کے ہے۔ پس موت ہیکل حیوانی سے اس حرارت غریزیہ کے اپنی ضد یعنی برودت غریزیہ سے زائل ہو جانے کا نام ہے۔ اور یہ جسم کا حصہ ہے۔

لیکن نصیب روح یہ ہے۔ کہ اس کی ہیکل کی حیات جبھی تک ہے۔ کہ روح کی نظر اس ہیکل کی طرف ہے۔ جب روح ہیکل سے نظر اٹھا کر اپنی ذات کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ اور کلیتہ اپنے عالم میں مصروف ہو جاتی ہے۔ لیکن اس ہیکل کی ہیئت پر جو اس کے لئے تھی وہ عالم ارواح میں اپنی اس شکل میں متجسد ہوتی ہے اس تجسد کی وجہ سے اس پر وجود کا حکم لگایا جاتا ہے۔ اس لئے کہ اس محل میں اس کے احکام اس کے تجسد پر ظاہر ہوتے ہیں۔ یہاں بہت سے ارباب کشف نورانی چوک گئے۔ اور اس بات پر انہوں نے حکم لگایا۔ کہ

---

[1] باب ۵۹ میں شیطان کے مظاہر میں بھی لفظ استقصات کا آیا ہے۔ وہاں اس کا ترجمہ غلط لکھا گیا ہے۔ فلکِ استقصات یعنی کرۂ استقصات کہ مراد اس سے کرۂ ناری۔ ہوائی وغیرہ ہیں۔ مترجم

Marfat.com

اجسام کے لئے حشر نہیں ہے۔ لیکن ہم نے اللہ کی طرف سے اس بات پر اطلاع پائی ہے۔ کہ ارواح کے ساتھ اجسام کا بھی حشر ہے۔ اس لئے کہ ارواح کی موت نفس جسد ہیکلی سے ان کے جدا ہونے کا نام ہے۔ اس لئے کہ یہ وہ بات ہے۔ جس پر انعدام کا حکم لگایا جاتا ہے۔ پھر وہ ایسے ہو جاتے ہیں۔ گویا کہ وہ ایک مدت معلومہ تک وجود میں ایک بسیط شے ہیں۔ اور اس کی مثال سونے والے کی سی مثال ہے۔ جو اپنی خواب میں کچھ نہیں دیکھتا۔ وہ اس ساعت میں مثل معدوم کے ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ وہ نہ تو عالم شہادت میں ہوتا ہے۔ کہ بیدار ہو۔ اور نہ عالم غیب میں ہوتا ہے۔ کہ وہ کسی چیز کو دیکھتا ہو۔ جو اس کے وجود پر دلالت کرے۔ پس وہ موجود معدوم ہوتا ہے۔ اور آفتاب کے ساتھ بھی اس کی مثل بیان کی جاتی ہے۔ پس جب آفتاب گھر کے کسی روزن سے چمکتا ہے۔ تو وہ گھر آفتاب کی روشنی سے روشن ہو جاتا ہے۔ نہ اس گھر میں وہ نازل ہوتا ہے۔ اور نہ اس میں حلول کرتا ہے۔ ایسا ہی روشنی بمنزلہ روح کی نظر کے ہے۔ جو اجسام حیوانات میں سے کسی جسم مخصوص میں ہوتی ہے۔ پھر ایسا ہی جب روشندان سبز شیشے کا ہو۔ تو اس وقت گھر میں آفتاب کی روشنی سبز دکھائی دیتی ہے۔ اور اگر سرخ ہو۔ تو سرخ نظر آتی ہے۔ غرضیکہ جس رنگ کا شیشہ ہوگا۔ روشنی اسی رنگ میں ہوگی۔ روح کا بھی ایسا ہی حال ہے۔ کہ جب ہیکل انسانی یا کسی اور ہیکل کی طرف روح کی نظر ہوتی ہے۔ تو اس وقت وہ اس کی صورت پر ہوتی ہے۔ کہ اس سے متغیر نہیں ہوتی۔ پھر گھر سے آفتاب کا زائل ہو جانا جسم سے روح کی نظر کے اٹھ جانے کی مانند ہے۔ اور موت شعاع آفتاب میں اس روشنی کے مخفی ہو جانے کا نام ہے۔ پس وہ شخص ہمیشہ مردہ رہتا ہے۔ اور عالم میں اس کی نسبت شعاع آفتاب میں روشنی کے مخفی ہو جانے کی نسبت ہے۔

پھر برزخ ایک وجود غیر تام اور غیر مستقل کا نام ہے۔ اگر وہ تام اور مستقل ہوتا۔ تو مثل دار دنیوی و آخرت کے دار الاقامت ہوتا۔ اور اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے ہم اس شعاع کو اور اس کی سبزی کو بوجہ شیشے کی سبزی کے تصور کرتے ہیں۔ پھر وہ ... ہی ہے۔ ویسی ہی ہمارے تصور میں قائم ہو جاتی ہے۔ لیکن عالم خیال ... اور عالم خیال اس دنیا کے لئے ایک غیر تام اور ایک غیر مستقل شے ہے۔ باوجود اس کے کہ عالم خیال فی نفسہ عالم تام ہے۔ لیکن بنظر ذات خود و نہ بہ نظر عالم حس و معانی کے وہ ایک غیر تام ... ہے۔ بخلاف اس کے اہل اللہ کا خیال کہ وہ ... کامل مستقل اور تام ہوتا ہے۔ اور وہ ان کے ارباب دنیا کی آخرت کی مانند ہے۔ برہمنوں اور دیگر کفار مشرکین وغیرہ کا خیال ... سے اپنے نفس کی صفائی کرتے ہیں بمنزلہ اہل دنیا کی نوم کے ہے۔ اور ... خیال کا کوئی اعتبار نہیں اگرچہ فی نفسہ خیال کی اصل ... جب امور ... و مطلوبات ... سے ان کا خزانہ خیال ... تو وہ ... صفائی کے ... سے نکل جاتا ہے۔ چونکہ ... اور اہل ... ان امور ... جاہدات کی بدولت ... پایا ہے۔ لیکن امر عقلیہ اور احکام

طبیعیہ ان کے خزانہ خیال میں چونکہ ٹھہرے ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے وہ معانی الہیہ کی طرف ترقی کرنے سے رُکے رہتے ہیں۔ بخلاف اس کے اہل اللہ کا خیال کہ وہ حوادث علل سے غیب ازل میں بتائید الٰہی مامون محفوظ ہوتا ہے۔ پس عالم برزخ کے لئے کوئی وجود تام نہیں ہے۔ اس لئے اس کا نام برزخ رکھا گیا ہے ایسا ہی اہل دنیا کا خیال عالم وجودی اور عالم عدمی کے مابین برزخ ہے۔

پھر قیامت کی نسبت ایسی ہے۔ جیسا کہ آفتاب کی اس روشندان میں اس کے لوٹنے کی نسبت ہے جس سے وہ روشن تھا۔ اس سے زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ارواح جب تک ہیاکل میں غیر متجسد رہتے ہیں۔ بساطت سے لحق ہوتے ہیں۔ اور یہی موت کی حقیقت ہے۔ پھر جب متجسد ہوتے ہیں۔ تو یہ تجسد ان کے لئے وجود ہوتا ہے۔ لیکن جب تک وہ اس تجسد میں لوازم جسدیہ سے مقید ہوتے ہیں۔ وہ عالم برزخ میں ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ ان تمام چیزوں سے قاصر ہوتے ہیں۔ جن کا روح اطلاق روحانی میں تقاضا کرتی ہے پھر جب اللہ تعالٰے قیامت میں ان کی بعثت کا ارادہ کریگا۔ تو مقتضیات جسد سے ان کو آزاد کر دیگا۔ اور وہ محشر کی زمین میں ہو جائینگے۔ پھر اطلاق یعنی قید برزخ سے آزاد کرنا اس حالت کے موافق ہوگا۔ جس پر وہ دنیا میں تھا۔ پھر اگر وہ دنیا میں بھلائی پر تھا۔ تو اس کا اطلاق بھی خیر پر ہوگا۔ اور اگر شر پر تھا۔ تو اس کا اطلاق بھی شر پر ہوگا۔ اس لئے کہ اپنے اطلاق میں اس سے اُسی بات کا مطالبہ ہوتا ہے۔ جس پر کہ وہ دنیوی عالم میں تھے۔ چنانچہ خدا تعالٰے نے فرمایا ہے۔ کہ اَن لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی۔ انسان کو اپنی ہی کمائی کام آتی ہے۔

معلوم کرنا چاہئے۔ کہ نور حق سے ارواح متعدد ہونے کی نسبت ان مختلف شعاعوں کی نسبت ہے جو آفتاب کی شعاع سے روشن ہوتی ہیں۔ اور محققین واحدیت عالم کی جس نسبت کا دعوے کرتے ہیں وہ آفتاب کی واحدیت کی نسبت ہے۔ اگرچہ وہ ان شیشوں میں باختلاف زجاجات مختلف طور پر ظاہر ہو اور وہ اپنے محل میں اور اپنی ذات میں واحد ہے۔ نہ متعدد ہے۔ نہ متنوع۔ تنوع و تعدد صرف مظاہر میں ہے اس امر پر اسی قدر تنبیہ کافی ہے۔ ہم باب سابق میں قبض ارواح اور عزرائیل کے آنے کی کیفیت بیان کر آئے ہیں۔

جاننا چاہئے۔ کہ برزخ میں لوگوں کے حالات مختلف ہیں۔ بعض سے حکمت کے ساتھ معاملہ کیا جاتا ہے۔ اور بعض سے قدرت کے ساتھ۔ جس سے حکمت کے ساتھ معاملہ کیا جاتا ہے۔ وہ برزخ میں اپنی اس حقیقت عمل کی طرف پلٹ جاتا ہے۔ جو دنیا میں کرتا رہا ہے۔ مثلاً اگر وہ دنیا میں مطیع تھا۔ تو حق تعالٰے برزخ میں اس کے لئے معانی طاعت کی صورتیں بنا دیتا ہے۔ پھر وہ ایک طاعت کی صورت سے جس کو اللہ تعالٰے نے اس کے لئے قائم کیا ہے۔ نماز ہو یا روزہ یا صدقہ وغیرہ دوسری اطاعت کی صورت کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ ہمیشہ وہ ایک اچھے عمل سے دوسرے عمل کی طرف انتقال کرتا رہتا ہے۔ خواہ وہ عمل اس کی مانند ہو

Marfat.com

یا اس سے بہتر جیسا کہ وہ دنیا میں کرتا رہا ہے۔ یہاں تک کہ امور کی حقیقتیں اس پر ظاہر ہوں۔ اور اس کی قیامت قائم ہو۔

پھر اس صورت کی اچھائی۔ رونق اور روشنی اس کی اطاعت اور دل کے اس میں جمع ہونے اور اس عمل میں اس کی اچھی نیت کے موافق ہوتی ہے۔ اور صورت کا قبیح ہونا اس عمل کے قبیح ہونے کے موافق ہوتا ہے۔ مثلاً اگر وہ زانی۔ چور اور شارب الخمر ہے۔ تو حق تعالےٰ اس کے لئے ان افعال کے معانی کی صورتیں تمام کرتا ہے۔ جن میں وہ منتقل ہوتا ہے۔ زانی کے لئے وہ ایک آگ کا خرچ بنا دیتا ہے جس میں وہ اپنے ذکر کو داخل کرتا ہے۔ اس کی آگ کی حرارت اور اس کی بدبو بقدر اس معصیت میں اس کی قوتِ انہماک کے ہوتی ہے۔ ایسا ہی وہ شارب کے لئے آگ کا وہ ایک پیالہ بنا دیتا ہے جس میں آگ کا شراب ہوتا ہے۔ پھر اس کو وہ پیتا ہے۔ اور اس سے وہ اس چیز کی طرف انتقال کرتا ہے۔ جو مثل اس چیز کے ہوتی ہے۔ جس کی طرف وہ دنیا میں منتقل ہوتا تھا۔ اور جو اطاعت اور معصیت دونوں کے مابین رہا ہے۔ وہ انہی دونوں میں منتقل ہوگا۔ یعنی ان معانی کی صورتوں میں جن کو خدا تعالےٰ پیدا کر دیگا۔ یا نور سے جیسا کہ اطاعات کی صورتیں ہونگی۔ یا آگ سے جیسا کہ معاصی کی صورتیں ہونگی۔ پس وہ ہمیشہ اس میں منتقل ہوتے رہینگے۔ پے در پے منتقل ہونے سے چیزوں کی حقیقتیں بھی رفتہ رفتہ ان پر ظاہر ہونگی۔ یہاں تک کہ ان پر دو حکموں میں سے ایک حکم تمام ہو جائیگا۔ اور قیامت ان پر تمام ہو جائے گی۔ اور جس کے ساتھ قدرت سے معاملہ کیا جائیگا وہ قدرت سے اعمال کی صورتوں کے معانی میں پڑیگا۔ نہ کہ اعمال کے معانی میں۔ پھر اگر وہ عاصی ہوگا۔ اور حق تعالےٰ نے اُسے بخش دیا ہوگا۔ پس وہ منتقل ہوگا۔ مگر اس [illegible] میں جو مشابہ بالطاعات ہے۔ حق تعالےٰ اس کے لئے ایک [illegible] کر دیگا۔ پھر وہ برابر ایک صورت حسنہ سے احسن صورت کی طرف انتقال کرتا رہتا ہے۔ [illegible] کہ [illegible] کے ظاہر ہونے سے اس کی قیامت تمام ہوگی۔ پھر اگر وہ مثلاً مطیع ہو۔ اور [illegible] اللہ تعالےٰ نے اس کا عمل حبط کر دیا ہو۔ پس حق تعالےٰ اس کے لئے شقاوت کی وہ صورت قائم کر دیگا۔ جو ازل میں اس کے [illegible] گئی ہے۔ پھر وہ اسے اس پر ظاہر کر دیگا۔ اور وہ رنگا رنگ صورتوں میں اس پر [illegible] ہمیشہ اس میں بدلتا رہیگا۔ یہاں تک کہ اس کے دوزخ کے طبقہ کے موافق اس کی قیامت قائم ہوگی۔ اور وہ جہنم میں عذاب دیا جائیگا۔

پھر اس کے بعد جاننا چاہئے۔ کہ برزخ کے لئے اللہ تعالےٰ نے ایک قوم پیدا کی ہے۔ جو اس میں رہتی ہے اور اس کو آباد کرتی ہے۔ نہ وہ اہل دنیا سے ہے۔ اور نہ اہل قیامت سے لیکن وہ اصل کے ایک ہونے کی وجہ سے جس سے وہ پیدا ہوئے ہیں سا اہل آخرت سے ملتی ہیں۔ پھر جو شخص اپنی موت کے بعد ان سے [illegible]

Marfat.com

رکھتا ہے۔ وہ ان سے مانوس ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال اس شخص کی سی ہے۔ جو کسی ایسی قوم سے پیوند رکھتا ہے۔ جس کو وہ پہچانتا ہے۔ اور وہ اس کو پہچانتے ہیں۔ پھر وہ ان سے مانوس ہو جاتا ہے۔ ان کے ساتھ اپنا غم غلط کرتا ہے۔ اور جو ان کے ساتھ نہیں بیٹھا۔ پس وہ ان کو غصہ سے دیکھتا ہے۔ نہ وہ اس سے مالوف ہوتے ہیں۔ اور نہ وہ ان سے مالوف ہوتا ہے۔ پھر خدا تعالےٰ ان میں سے ایسے شخص کو اٹھاتا ہے۔ جو اس کے لئے عذاب کا سبب ہوتا ہے۔ اور وہ ایسی قبیح ترین صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ جسے وہ دنیا میں مکروہ خیال کرتا تھا۔ پھر اس صورت میں وہ اس کے پاس آتا ہے۔ وہ اس کے عمل کی صورت ہوتی ہے۔ جس سے اس کو وحشت اور نفرت پیدا ہوتی ہے۔ جو اس کے غیر کے ساتھ نہیں ہوتی۔ اور بعض ان میں سے ایسے ہیں۔ جن کے پاس وہ نہایت اچھی صورت میں آتا ہے۔ اور اس کے عمل کی صورت ہوتی ہے۔ جس سے وہ الفت۔ مہربانی اور شفقت کے ساتھ ملتا ہے اور وہ صورت اس سے مانوس ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کی قیامت ہو۔

پھر جاننا چاہیئے۔ کہ قیامت و برزخ اور دار دنیا ایک ہی وجود ہیں۔ اس کی مثال ایک مفروض دائرہ کی مثال ہے۔ جس کا نصف دنیا اور نصف آخرت ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان برزخ تقدیری ہے۔ یہ سب فرضی طور پر ہے۔ اس لئے کہ تیری ہویت جس کے ساتھ تو موجود ہے۔ وہ عین اس ہویت کی ہے۔ جس کے ساتھ تو برزخ میں ہوگا۔ اور وہ عین اس چیز کی ہے۔ جس کے ساتھ تو قیامت میں ہوگا۔ پس تو دنیا۔ برزخ اور آخرت میں اس انیت کے ساتھ ہوگا۔ لیکن ان دونوں کے درمیان تفاوت ہے۔ یہ کہ امور برزخ ضروری امور ہیں۔ اس لئے کہ وہ دنیا پر مبنی ہیں۔ اور امور قیامت بھی ضروری امور ہیں۔ اس لئے کہ وہ برزخ پر مبنی ہیں۔ اور امور دنیا اختیاری امور ہیں۔

پھر اس کے بعد جاننا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالےٰ جب ارادہ کریگا کہ قیامت قائم ہو۔ تو اسرافیل علیہ السلام کو صور میں نفخۂ ثانیہ کے پھونکنے کا حکم دیگا۔ اس لئے کہ پہلا نفخہ نفخۂ اماتت ہوگا۔ اور صور سے مراد عالم صور روحی ہے۔ جس میں پہلی پھونک بہ حیثیت اس کے اسم مفنی اور ممیت کے پھونکی جائیگی۔ صورتیں معدوم ہو جائینگی۔ ان کی ہیکلوں کی گرہیں کھل جائینگی۔ جیسا کہ وہ صورتیں جو خواب میں دیکھی جاتی ہیں۔ جاگتے وقت معدوم ہو جاتی ہیں۔ پس وہ اپنے اس محل کی طرف جس سے وہ پیدا ہوتی ہیں۔ رجوع کرینگی۔ پھر دوسری دفعہ صور پھونکا جائیگا۔ پھر وہ جیسا کہ پہلے عالم ارواح میں تھا۔ ویسا ہی ہو جائیگا۔ اور اجسام کے قالبوں میں داخل ہوگا۔ جیسا کہ آفتاب کی روشنی شیشے میں لوٹ آتی ہے۔ چنانچہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے۔ اور یہ کل باعتبار ان کے اپنے وجود کے ہے۔ اس لئے کہ عالم اخروی عالم ارواح ہے۔ اور تمام عالم ارواح مطلق روح سے مراد ہے۔ جو انسان میں موجود ہے۔ پس انسان اپنے وجود سے باہر نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ آخرت عالم ارواح سے مراد ہے۔ اور عالم ارواح کو اس کی مطلق روح جمع کرتی ہے۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا کہ تمام عالم مثل ان آئینوں کے ہے۔ جو ایک دوسرے کے مقابل رکھے جائیں۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے میں

Marfat.com

بحکم احدیت پایا جاتا ہے۔ نہ بحکم مماثلت و مشابہت کے۔ پس تمام عالم جوہر فرد ہے۔ کہ فی الحقیقت بذات خود غیر منقسم ہے۔ اور شمار اور انقسام کی قبیل سے جو تجھے نظر آتا ہے۔ وہ خیال ہے۔ اور بمنزلہ اس بات کے ہے کہ جوہر فرد میں ہم انقسام کو فرض کر لیں۔ اور اللہ تعالےٰ کے اس قول کے یہی معنی ہیں وکلھم اٰتیہ یوم القیامۃ فردًا۔ قیامت کے دن وہ تمام اکیلے ہی آئینگے۔

پھر جب تو نے یہ نکتہ سمجھ لیا۔ تو تو نے وجود میں حق تعالےٰ کی احدیت کا راز سمجھ لیا۔ اور جس چیز کا خدا تعالےٰ نے جنت دوزخ اور آخرت کے خطرناک امور کا وعدہ فرمایا ہے۔ ان سب کا تو یقینی۔ کشفی۔ عیانی طور پر شاہد بن گیا۔ اور تیرا ایمان مثل زید بن حارثہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ایمان کی مانند ہو گیا۔ جیسا کہ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہا تھا۔ کہ میں نے صبح ایسی حالت میں کی۔ کہ میں پکا مومن بن گیا۔ پھر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ تیرے ایمان کی حقیقت کیا ہے۔ کہا۔ کہ میں دیکھتا ہوں کہ قیامت قائم ہو گئی۔ اور میرے رب کا عرش کھلے طور پر نظر آ رہا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے۔ لیکن قیامت صغریٰ جو جوہر فرد انسانی سے مخصوص ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ جب اس کی عقل اول کی میزان اس کے عدل اکمل کے قبہ میں قائم ہو گی۔ اور مقتضیات حقائق آکر بمقتضاء ہر حقیقت اس کا حساب لینگے۔ یا اس کے واسطے احدیت کی صراط قائم کی جائیگی۔ اور جہنم طبیعت کی پشت پر وہ پڑیگا۔ جو پوشیدہ ہونے کی وجہ سے بال سے زیادہ باریک ہے۔ اور اپنے بُعد کی وجہ سے تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ پھر یا تو معارف میں سیر کرنے والی اپنی سواری کی قوت سے ایسا سرعت کے ساتھ جائیگا۔ جیسا کہ اچک لے جانے والی بجلی جاتی ہے اور یا بہ سبب پستی کی طرف مائل ہونے کے بوجھل پہاڑ کی مانند ہو گا۔ پھر جب صراط سے گذر جائیگا اور ترازو کا ناموس قائم ہو گا۔ تو جنت ذات میں داخل ہو گا۔ اور اپنی انیت سے ہٹ کر اور اپنی ہویت سے پس کر صفات کے میدانوں میں چریگا۔ پھر اپنے نفس کا کوئی اثر نہیں دیکھیگا۔ اور اس کی کوئی خبر نہیں پائیگا۔ خود اس کے وجود کی مملکت سے جبار کی یہ ندا اٹھیگی۔ کہ آج کے دن کس کے لئے ملک ہے۔ پھر جب اپنے سوا کسی کو نہیں پائیگا۔ تو کہیگا۔ کہ اللہ واحد قہار کے لئے ہے۔ اس کے بعد نہ اس کو غفلت ہو گی اور نہ حضور اور نہ اس کے بعد موت کی توقع ہو گی۔ اور نہ بعثت و نشور کی۔ اس کی قیامت ساق پر قائم ہو گئی۔ اور اس [illegible] معدوم ہو گئی۔ پس یہ قیامت صغریٰ ہے۔ اور اسی پر قیامت کبریٰ کے احوال کو قیاس کر [illegible] حساب میزان اور صراط کی معرفت کو اس چیز سے حاصل کر جس پر بطور تصریح [illegible] اشارہ [illegible] ہم نے تیری رہنمائی کی ہے۔ عاقل کے لئے اسی قدر تلویح و اشارہ کافی ہے۔ اور جنت دوزخ کا اپنے ابواب میں بھی ہم ذکر کر آئے ہیں یعنی باب اٹھاونواں میں۔ بطریق اشارہ ہم ان دونوں کی طرف اس مقام پر بھی ایما کرتے ہیں۔ پھر اگر تو بلند فہم اور قوی العزم ہو گا۔ تو تو ہمارے اشارہ کو سمجھ لیگا۔ ورنہ اپنے غیر کی طرح اس کے ظاہر کے ساتھ ہی واقف رہ۔ اور اس سے بیگانہ ہو۔

Marfat.com

جان لے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے دارِ آخرت کو مع ان تمام چیزوں کے جو اس میں ہیں۔ دارِ دنیا کا نسخہ بنایا ہے۔ اور دارِ دنیا کو حق کا نسخہ بنایا ہے۔ پس دنیا اصل ہے۔ اور آخرت اس کی فرع ہے۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا۔ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ اور فرمایا اللہ تعالےٰ نے فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ پس معلوم ہوا۔ کہ اصل وہ عمل ہے۔ جو دنیا میں پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ چیز جسے تو آخرت میں دیکھیگا۔ اس کی فرع ہے۔ اور آخرت سب کی وہی ہے۔ جو قیامت کے دن اس میں ہوگی۔ اور وہ وہی بات ہے۔ جو اس کے نسخہ عمل میں ہے۔ اور نتیجہ مقدمہ کی فرع ہوتا ہے۔ اور مقدمہ دنیوی عمل ہے۔ اسی لئے دنیا ایجاد میں آخرت پر مقدم ہوئی۔ اور اس کا نام اولیٰ رکھا گیا۔ اس لئے کہ وہ اصل ہے۔ اور آخرت کو پیچھے چھوڑا گیا۔ اور اس کا نام اخریٰ رکھا گیا۔ اس لئے کہ وہ فرع ہے۔ اگر آخرت دنیا کی فرع نہ ہوتی تو اس کا پیچھے رکھنا حکمت میں نقص ٹھہرتا۔ اس لئے کہ مقدم کی تاخیر اور مؤخر کی تقدیم حکمت میں ایک عیب وطعن کی بات ہے۔

پھر اس کے بعد معلوم کرنا چاہئیے۔ کہ محسوس آخرت محسوس دنیا سے قوی تر ہے۔ اور اس کی لذت دنیا کی لذت سے اور اس کی سختی و ناگواری دنیا کی سختی اور ناگواری سے بڑھ کر ہے۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ روح آخرت میں اس امر کے قبول کرنے کے لئے فارغ ہوگی۔ جو مرغوب یا مکروہ سے اس پر وارد ہوگا۔ بخلاف اس کے عالم دنیوی کہ جسم اپنی کثافت کی وجہ سے روح کو اس بات سے مانع رہتا ہے۔ کہ وہ ملائم وغیر ملائم کے ادراک کے لئے پورے طور پر فارغ ہوسکے۔ پس وہ اس سے تھوڑا سا حصہ حاصل کرتی ہے۔ جیسا کہ کسی نے لذیذ طعام کھایا ہو۔ اور وہ فارغ البال نہ ہو۔ بلکہ کسی اہم امر میں مشغول ہو۔ پس وہ اس طعام سے وہ لذت نہیں پائیگا۔ جو اس کا غیر پاتا ہے۔ اور اس کا سبب یہ ہے۔ کہ دوسرے امر کا اہتمام اس کو بفراغت اس وارد کے قبول کرنے سے مانع رہتا ہے۔ اسی لئے اخروی عالم دنیوی عالم سے اعلےٰ و اشرف ہے۔ اگرچہ دنیا آخرت کے لئے اصل ہے۔ اس سے تعجب مت کر۔ کہ اکثر اولاد اپنے والد سے اشرف ہوتی ہے۔ اور دنیا اگرچہ آخرت کی اصل ہے۔ لیکن آخرت اللہ تعالےٰ کے نزدیک اس سے افضل و اشرف ہے۔ اور یہ حقیقتِ آخرت کا ذاتی اقتضاء ہے۔ مثال کے طور پر لفظ کو لو۔ کہ جو معنی اس سے سمجھے جاتے ہیں۔ وہ لفظ سے کیسے بے نہایت اعلےٰ اشرف اور بلند قدر ہوتے ہیں۔ حالانکہ وہ لفظ کا نتیجہ ہیں۔ اور اس کی فرع ہیں۔ اگر لفظ نہ ہوتا۔ تو معنوں کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ ایسا ہی دارِ آخرت اگرچہ دنیا کا نتیجہ ہے۔ لیکن وہ اس سے افضل، اشرف اور وسیع ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ وہ ارواح سے مخلوق ہے۔ اور ارواح نورانی لطیفے ہیں۔ اور دنیا اجسام سے مخلوق ہے۔ اور اجسام تاریک اور کثیف چیزیں ہیں۔ اور اس میں شک نہیں۔ کہ لطائف کثائف سے فضل میں بڑھ کر ہیں۔

پھر جاننا چاہئیے۔ کہ آخرت دارالعزۃ والقدرت ہے۔ اس میں جو شخص موانع سے سلامت رہا۔ وہ جو چاہے کرسکتا ہے۔ جیسے کہ اہل جنت کہ جو چاہینگے کرسکیں گے۔ اور دنیا ذلت اور عجز کا گھر ہے۔ اسکے ملوک

Marfat.com

سلاطین ایک چیونٹی کی ضرر بھی دفع کرنے پر قادر نہیں ہیں۔ اور پھر وہ اپنی زوال پذیر نعمتوں پر حساب بھی کئے جاتے ہیں۔ اور اہل آخرت کے لئے ہر نعمت کے پیچھے اس سے افضل نعمت ہوگی۔ اس لئے کہ بخشش الٰہی آخرت میں بے حساب ہوگی۔ اور دنیا میں اس کی بخشش حساب کے ساتھ ہے۔ جب تو نے اسے سمجھ لیا اور اسے تحقیق کر لیا۔ تو تو مراد کو پہنچ گیا۔

معلوم کرنا چاہئے۔ کہ آخرت بتمامہ یعنی جنت۔ نار۔ اعراف۔ کثیب یہ سب ایک ہی گھر ہے۔ نہ منقسم ہے۔ نہ متعدد ہے۔ جس پر حقائق اخروی حاکم ہوں گے۔ وہ دوزخ میں ہوگا۔ اس لئے کہ اہل جہنم محکوم و مقہور ذلت ہیں۔ اور جس پر اُس دارِ اُخروی کے حقائق حاکم نہیں ہوں گے۔ وہ جنتی ہوگا۔ اور جس نے اس عالم دنیوی میں حق تعالٰے کی اطاعت کی۔ اور اس کا محکوم بنا۔ اُسے حق تعالٰے دار الآخرت کے حقائق پر حاکم کریگا۔ کہ اس میں جو چاہیگا۔ کریگا۔ اور جس نے حق کی فرمانبرداری اس دنیا میں نہ کی۔ وہ وہاں دار اخروی کے حقائق کا محکوم ہوگا۔ جس میں اس کو مخالفت کرنے کی وسعت اور قدرت نہیں ہوگی۔ جیسا کہ اہل جہنم پیادوں یعنی سخت عذاب کرنے والے فرشتوں کے قابو میں ہونگے۔ نہ کہ اہل جنت۔ کیا تجھے معلوم نہیں۔ کہ اہلِ جنت میں سے ہر ایک جو چاہیگا۔ کریگا۔ اس پر کسی چیز کی حکومت نہیں ہوگی۔ جو شخص اس عالم کے علم سے متحقق ہوتا ہے۔ اور اس سے تصرف پر قدرت پاتا ہے۔ وہ اعراف میں ہوتا ہے۔ اور اعراف قربِ الٰہی کا محل ہے۔ جس کی بابت قرآن شریف میں مذکور ہے۔ کہ وہ بادشاہ توانا کے پاس ہوں گے۔ اور اس منظر کا نام اعراف معرفت کی وجہ سے رکھا گیا ہے۔ اور وہ اس علم سے متحقق ہونا ہے۔ جس کا میں نے تیرے لئے ذکر کیا ہے۔ اہل الاعراف اللہ کے عارف ہیں۔ اس لئے کہ جس نے اللہ کو پہچان لیا۔ وہ علم آخرت سے متحقق ہو گیا۔ اور جس نے اس کو نہیں پہچانا۔ وہ اس کے علم سے متحقق نہیں ہوا۔ کیا تو حق تعالٰے کے اس قول کی طرف نظر نہیں کرتا۔ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ یعنی معرفت الٰہی کے مقام پر رجال ہیں۔ لفظ رجال کو بوجہ ان کی جلالتِ شان کے نکرہ لایا گیا ہے۔ اور نیز اس لئے کہ غیر ان کو شناخت نہیں کر سکتے۔ ہر ایک اپنے قیافہ سے شناخت کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ جس نے خدا کو شناخت کر لیا۔ اس پر کوئی چیز مخفی نہیں رہتی اور کثیب اعراف کے سوا ایک اور مقام ہے۔ کہ جنات نعیم کے اوپر ہے۔ جوں جوں اہل جنت کے لئے معرفت الٰہی میں زیادتی ہوتی ہے۔ کثیب میں ان کے درجے بلند ہوتے ہیں۔ اہل الکثیب اور اہل الاعراف [illegible] یہ ہے۔ کہ اہل کثیب دار دنیا سے قبل اس کے کہ حق اس میں ان پر تجلی ہو۔ رخصت ہو گئے [illegible] کی طرف چلے گئے۔ تو ان کا مقام وہاں جنت میں ہے۔ اور حق تعالٰے کی یہ ان پر [illegible] ہوگی۔ کہ ان کو کثیب کی طرف لے جا کر وہاں ان پر تجلی کریگا۔ اور ہر ایک پر تجلی بقدر اس کے ایمان بخدا اور بقدر الٰہی کی شناخت کے ہوگی۔ جسے اس نے دنیا میں حاصل کیا ہوگا۔ اور اہل الاعراف وہ قوم ہے۔ جو دنیا سے رخصت نہیں ہوئی مگر اس حال میں کہ حق تعالٰے نے دنیا میں ان پر تجلی فرمائی۔ اور اس میں انہوں نے اس کو شناخت کیا پھر

Marfat.com

جب وہ آخرت کی طرف منتقل ہوئے۔ تو ان کا مقام نہیں ہوگا۔ مگر اللہ تعالےٰ کے پاس اس لئے کہ جو شخص کسی شہر میں داخل ہوتا ہے۔ اور وہاں اس کا صاحب ہے۔ جس کو وہ شناخت کرتا ہے۔ تو وہ اسی کے پاس نازل ہوتا ہے بلکہ اس صاحب پر واجب ہوتا ہے۔ کہ اپنے سوا کسی اور جگہ اُسے نازل نہ ہونے دے۔ جب مخلوق میں یہ دستور ہے۔ تو خالق بطریق اولی اس امر کا لحاظ رکھیگا۔ کیا تو اس بات کی طرف نہیں دیکھتا۔ کہ حق تعالےٰ نے مصرح طور پر فرمایا ہے۔ اور یہاں بہت سے عجائب و غرائب ہیں۔ کہ وجود بتمامہ اس بات کی گنجائش نہیں رکھتا۔ کہ ہم علے سبیل صریح ان کا ذکر کریں۔ بلکہ وہ دقیق اور غامض ہونے کی وجہ سے نہیں سمجھے جاتے۔ مگر اشارت اور تلویح سے۔ بار خدایا۔ مگر جب کتاب کو دیکھنے والا اُس مرتبہ پر پہنچ گیا ہو۔ اور ان امور عجیبہ کو اس نے معائنہ کیا ہو۔ تب وہ ادنےٰ رمز سے سمجھ جائیگا۔ اور نہایت درجہ کے مخفی چیستان کو بوجھ لیگا۔ اس کتاب کے بنانے سے ہمارا مقصود جاہل کو واقف کرنا ہے۔ اور جو شخص عالم ہے۔ اس کو ان عجائبات کے ذکر سے کچھ فائدہ نہیں بجز اس کے کہ اس کو یہ بات معلوم ہو جائے۔ کہ ہم بھی اس کا علم رکھتے ہیں۔ اور ہم کو اس امر کا بیان کرنا مقصود نہیں ہے۔ پس اب ہم باگ کو روک لیتے ہیں۔ اور اللہ سے مدد چاہتے ہیں۔ اور ہمارا اسی پر اعتماد ہے۔

باسٹواں باب

ساتوں آسمانوں اور جو کچھ انکے اوپر ہے۔ اور ساتوں زمینوں اور جو کچھ انکے نیچے ہے اور ساتوں دریاؤں اور جو کچھ ان میں عجائب و غرائب ہیں۔ ان سب چیزوں کا ذکر ہے

جاننا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالےٰ تجھے اپنی روح سے قوت دے۔ کہ قبل پیدائش عالم حق تعالےٰ اپنی ذات میں موجود تھا۔ اور موجودات اس میں فانی تھی۔ اور اسے وجود کی کسی چیز میں ظہور نہ تھا۔ یہی کنز مخفی ہے جس کو نبی کریمؐ نے عماء سے تعبیر فرمایا ہے۔ کہ نہ اس کے اوپر ہوا ہے۔ اور نہ نیچے۔ اس لئے کہ حقیقت الحقائق کا بوجود خود نسبتوں میں سے کسی نسبت سے اختصاص نہیں ہے۔ نہ اعلےٰ کے ساتھ نہ ادنےٰ کے ساتھ۔ اور وہ سفید یاقوت ہے۔ جس کی بابت حدیث میں وارد ہوا ہے۔ کہ حق تعالےٰ نے قبل پیدائش عالم سفید یاقوت پیدا کیا تھا۔ پھر جب امن عالم کو ایجاد کرنا چاہا۔ تو حقیقت الحقائق کی طرف دیکھا۔ خواہ تو یہ کہدے۔ کہ یاقوت سفید کی طرف دیکھا۔ جو وجود کی اصل ہے۔ یہ دیکھنا بہ نظر کمال تھا۔ پھر وہ پگھل گیا۔ اور پانی بن گیا۔ اسی واسطے

Marfat.com

وجود میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے۔ جو خدا کے ظہور کے کمال کو اٹھا سکے۔ مگر صرف وہی۔ اس لئے کہ حقیقت الحقائق جو وجود کی اصل ہے۔ اس کی متحمل نہیں ہو سکی۔ مگر بطون میں پھر جب وہ اس پر ظاہر ہوا۔ تو وہ اس کی وجہ سے پگھل گیا۔ پھر اس کی طرف بہ نظرِ عظمت دیکھا۔ پھر وہ اس کی وجہ سے ایسا موجزن ہوا۔ جیسے دریا ہواؤں سے موجزن ہوتا ہے۔ پھر اس کے کثائف جوش مار کر باہر نکل آئے۔ جیسے کہ جھاگ دریا سے باہر آجاتی ہے خدا تعالےٰ نے ان کثائف سے زمین کے سات طبقے بنائے۔ ہر طبقہ کے باشندے اس کی زمین کی جنس سے پیدا کئے۔ پھر اس پانی کے لطائف اوپر کو چڑھے۔ جیسے کہ دریاؤں سے بخار اوپر کو چڑھتا ہے۔ ان لطائف سے اللہ تعالےٰ نے سات آسمانوں کو ایک دوسرے سے جدا پیدا کر دیا۔ ہر آسمان کے فرشتے اس آسمان کی جنس سے پیدا کئے۔ پھر اس پانی کے خدا تعالےٰ نے سات دریا بنا دئے۔ جو عالم کو احاطہ کئے ہوئے ہیں۔

پس یہ جمیع وجود کی اصل ہے۔ اس کے بعد معلوم کرنا چاہئے۔ کہ جیسے کہ حق تعالےٰ قدم میں اس عماء میں موجود تھا جس کا نام حقیقۃ الحقائق۔ کنزِ مخفی۔ یاقوتِ بیضاء ہے۔ ایسا ہی وہ اب بھی ان چیزوں میں جو اس یاقوتِ بیضاء سے پیدا ہوئی ہیں۔ بغیر حلول و امتزاج کے موجود ہے سوہ اجزاء و ذراتِ عالم میں بلا تعدد اور بلا انفصال و انفصال تجلی کئے ہوئے ہے۔ اور وہ ان سب میں متجلی ہے۔ اللہ سبحانہٗ ویسا ہی ہے۔ جیسا کہ وہ پہلے عماء اور یاقوتِ بیضاء میں موجود تھا۔ یہ تمام وجود ہی یاقوت اور وہی عماء ہے۔ اگر حق سبحانہٗ و تعالےٰ تمام وجود میں متجلی نہ ہوتا۔ تو بیشک جیسا کہ وہ تھا۔ اس میں تغیر ہو جاتا۔ اور خدا تعالےٰ کی ذات تغیر سے منزہ ہے۔ کہاں تغیر پیدا نہیں ہوا۔ مگر اس مجلی میں جس کا نام یاقوتِ بیضاء ہے۔ نہ متجلی میں کہ وہ اس سے پاک [illegible] ہے۔ اور وہ اپنی مخلوق میں ظہور کرنے کے بعد بھی اپنی اسی کنہ نیت پر باقی ہے۔ جو اس کے نفسی عماء میں تھی۔ پس [illegible] تامل کر ہم نے پہلے ابواب میں عماء اور حقیقت الحقائق کا بیان کھلے طور پر کر دیا ہے۔ اور یہ [illegible] ان اشیاء کے ذکر کے لئے ہے۔ جو حقیقت الحقائق میں موجود ہیں۔ سو اوّلاً ہم سات آسمانوں کا ذکر شروع کرتے ہیں۔

جاننا چاہئے۔ کہ یہ آسمان جو ہم کو نظر آرہا ہے۔ آسمان دنیا نہیں ہے۔ اور نہ اس کا رنگ اس کا رنگ ہے ورنہ اس کا وصف اس کا وصف۔ یہ چیز جسے ہم دیکھ رہے ہیں۔ بلکہ یہ ایک بخار زمین کی یبوست اور پانی کی رطوبت سے آفتاب کی حرارت کی وجہ سے ہوا کی طرف عالم طبیعت چڑھ گیا ہے۔ پس وہ جو زمین اور آسمان کے درمیان خالی ہے۔ اس بخار سے بھرا ہوا ہے۔ اسی واسطے کبھی وہ کبود نظر آتا ہے [illegible] [illegible] ہوا۔ اور کبھی غبار آلود۔ یہ تمام رنگ اسی بخار کی وجہ سے ہیں۔ جو زمین سے چڑھتے ہیں۔ اور بقدر ان بخارات [illegible] روشنی کے بدلنے کے یہ اختلاف رنگ پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ جب آسمان دنیا کے ساتھ اس کے متصل ہونے [illegible] لئے اس کا نام آسمان رکھا گیا ہے۔ در اصل جو آسمان دنیا ہے۔ نہایت بعید ہے [illegible] [illegible] دودھ سے زیادہ سفید ہے۔ اور حدیث میں وارد ہوا ہے۔ کہ آسمان دنیا اور زمین کے درمیان پانچ [illegible] راہ ہے۔ اور یہ متفق علیہ امر ہے کہ نظر پانچسو برس کی مسافت قطع نہیں کر سکتی [illegible]

آرہی ہے۔ وہ عین سماء دنیا نہیں ہے۔ اگر کواکب کی شعاعیں زمین پر نہ گرتیں۔ تو وہ بھی مشہود اور مرئی نہ ہوتے۔ اور آسمانوں میں کتنے ہی ایسے روشن ستارے ہیں۔ جن کی شعاعیں زمین پر نہیں پڑتیں۔ ان کے بعد اور ان کی لطافت کی وجہ سے ہم ان کو دیکھ نہیں سکتے۔ لیکن اربابِ کشف اس کو دیکھتے ہیں۔ اور اہل زمین کے آگے بیان کرتے ہیں۔ اور ان کو سمجھا دیتے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ اللہ تعالےٰ نے سب رزقوں اور طرح طرح کی غذاؤں کو چار دن میں پیدا کیا۔ اور ان کو آسمان اور زمین کے درمیان چار کروں کے قلب میں پوشیدہ رکھا۔ کرۂ اول کرۂ حرارت ہے۔ کرۂ ثانی کرۂ یبوست ہے۔ کرۂ ثالث۔ کرۂ برودت کرۂ رابع کرۂ رطوبت ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے اس قول کے یہی معنی ہیں کہ چار دن ہیں ان میں۔ روزیوں کو مقدر کیا۔ سَوَاءً لِّلسَّائِلِيْنَ یعنی علےٰ قدر سوال ذاتی بطور تسویہ اقوات کو مقدر کیا۔ اس لئے کہ حقائق بذات خود اس چیز کو طلب کرتے ہیں۔ جو ان کا مقتضاء ہوتا ہے۔ جب یہی معنی ہیں۔ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اُن فرشتوں کو جو رزق پہنچانے کے لئے مقرر ہیں۔ ساتوں آسمانوں میں رکھا ہے۔ پھر ہر آسمان میں ایک فرشتہ ہے۔ جو رزق پہنچانے والے فرشتوں پر حاکم ہے۔ اس کا نام ملک حوادث ہے۔ اور اس فرشتہ میں اس کوکب کی روحانیت رکھی گئی ہے جو اس آسمان سے مخصوص ہے۔ رزق پہنچانے والے فرشتوں میں سے کوئی فرشتہ اس فرشتہ کے حکم کے بغیر نازل نہیں ہوتا۔ جو اس آسمان کے کوکب کی روحانیت پر مخلوق ہے۔ آسمانِ دنیا کا کوکب قمر اور دوسرے آسمان کا عطارد اور تیسرے کا زہرہ اور چوتھے کا آفتاب اور پانچویں کا مریخ اور چھٹے کا مشتری اور ساتویں کا زحل ہے۔ آسمانِ دنیا چاندی سے زیادہ سفید ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اس کو روح کی حقیقت سے پیدا کیا ہے تاکہ زمین کے ساتھ اس کی وہ نسبت ہو۔ جو روح کو جسد کے ساتھ ہے۔ اور ایسا ہی کرہ چاند کو اس میں رکھا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ نے چاند کو اپنے اسم حیّ کا مظہر بنایا ہے۔ اور اسے سماء بروج میں جس میں وجود کی حیات ہے۔ اور جس پر موہوم و مشہود کا مدار ہے۔ گردش کرنے والا بنایا ہے۔ پھر کوکب قمری کے فلک کو تدبیر زمین کا متولی بنایا ہے۔ جیسے کہ روح تدبیرِ جسد کی متولی ہے۔ اگر خدا آسمانِ دنیا کو حقیقتِ روح سے پیدا نہ کرتا۔ تو حکمت زمین سے وجودِ حیوان کا تقاضا نہ کرتی۔ بلکہ جمادات کا محل ٹھہرتی۔ پھر آدمؑ کو خدا نے اس آسمان میں رکھا۔ اس لئے کہ آدمؑ عالم دنیوی کی روح ہے۔ کیونکہ اسی سے حق تعالےٰ نے موجودات پر نظر کی۔ اور اس پر رحم کیا۔ اور اسے آدمؑ کی زندگی سے زندہ کیا۔ پھر جب تک یہ نوع انسانی دنیا میں موجود ہے۔ دنیا قائم رہیگی۔ اور جب دنیا سے بالکل اٹھ جائیگی۔ دنیا بھی ہلاک ہوجائیگی۔ اور بعض بعض کے ساتھ مل جائیگی۔ جیسے کہ روح حیوانی جب جسد سے جدا ہوجاتی ہے۔ تو جسد خراب ہوجاتا ہے۔ اور اس کا بعض بعض سے مل جاتا ہے۔ حق تعالےٰ نے آسمانِ دنیا کو تمام کواکب سے مزین کیا۔ جیسے کہ روح کو ان تمام چیزوں سے جنہیں ہیکل انسانی اٹھائے ہوئے ہے مزین و آراستہ کیا ہے۔ یعنی لطائف ظاہرہ سے کہ حواس خمسہ ہیں۔ اور لطائف باطنہ سے کہ وہ سات قوتیں

Marfat.com

ہیں عقل۔ ہمت۔ فہم۔ وہم۔ قلب۔ فکر۔ خیال پھر جیسا کہ آسمانِ دنیا کے کواکب شیطانوں کے رجم کا ذریعہ ہیں ایسے ہی یہ قوتیں جب صحیح و سالم ہوتی ہیں۔ تو انسان سے شیاطین خواطر کو ہٹا دیتی ہیں۔ اور ان قوتوں سے اس کا باطن محفوظ رہتا ہے۔ جیسے کہ سماءِ دنیا روشن ستاروں سے محفوظ رہتا ہے۔ اور اس آسمان کے فرشتے ارواحِ بسیط ہیں۔ جو ہمیشہ اس میں اللہ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ جب ملک موکل ان کو کسی امر کے لئے دنیا میں نازل ہونے کا حکم دیتا ہے۔ تو جس امر کے لئے وہ نازل ہوتے ہیں۔ اس کی ہیئت پر متشکل ہو جاتے ہیں اور اس شے کی روحانیت ہو جاتے ہیں۔ جس کے لئے وہ موکل ہوتے ہیں۔ پھر وہ اس کو اس مقام کی طرف لئے جاتے ہیں۔ جس کا خدا نے ان کو حکم دیا ہے۔ اگر رزق ہوتا ہے۔ تو اُسے مرزوق کی طرف پہنچا دیتے ہیں۔ اور اگر کوئی امر قضائی ہوتا ہے۔ تو اسے اس شخص کے پاس لے جاتے ہیں۔ جس کے لئے وہ مقدر ہوتا ہے۔ خواہ وہ خیر کا ہو یا شر کا۔ پھر وہ اس آسمان میں اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔ اور کبھی اس کے بعد کسی امر کے لئے نازل نہیں ہوتے۔ اللہ تعالےٰ نے ملک مسمی اسمٰعیل کو اس آسمان کے تمام فرشتوں پر حاکم بنایا ہے۔ اور وہ قمر کی روحانیت ہے پھر جب خدا تعالےٰ کسی امر کا اسے حکم دیتا ہے۔ اور فرشتہ اس امر کو پورا کرتا ہے۔ تو اسے کرسی پر بٹھاتا ہے جس کا نام منصۃ الصور ہے۔ پس وہ مامور بہ کی صورت بنا کر اس پر بیٹھتا ہے۔ اور اس کے بعد کبھی اپنی بساطت کی طرف نہیں لوٹتا۔ بلکہ اسی تشکل و تصور جرمی جزئی پر باقی رہتا ہے۔ اور اس وجود میں اللہ کی عبادت کرتا ہے۔ اس لئے کہ ارواح جب کسی صورت پر متشکل ہوتے ہیں۔ تو وہ صورت اس کے نفس سے جدا نہیں ہو سکتی کہ وہ اس سے جدا ہو کر اپنی بساطت اصلیہ کی طرف رجوع کرے۔ یہ امر محال ہے۔ لیکن ان میں یہ قوت ہے کہ صورت اصلیہ سے مفارقت کرنے کے بغیر ہر صورت میں متصور ہوں۔ اور وہ صورت اصلی اللہ کی حکمت سے ہے۔ اور وہ صورت روحانیہ کلماتِ الٰہی ہیں۔ جو موجودات کے ساتھ قائم ہیں۔ جیسے کہ روح جسد کے ساتھ قائم ہے۔ پھر جب وہ خفاء علمی سے ظہور عینی کی طرف نکلتے ہیں۔ تو وجود میں ان کی ذوات کے ساتھ قائم رہتے ہیں۔ پس جمیع اجسام عالم معدن۔ نبات۔ حیوانات۔ الفاظ وغیرہ کے لئے روحیں ہیں۔ جو اجسام کی صورت پر ان کے ساتھ قائم ہیں۔ یہاں تک کہ جب جسم زائل ہو جائیگا۔ تو روح خدا تعالےٰ کی تسبیح میں لگی رہیگی۔ حق تعالےٰ کے باقی رکھنے سے وہ باقی رہیگی۔ اس لئے کہ حق تعالےٰ نے ارواح کو فنا کے لئے پیدا نہیں کیا۔ بجز اس کے نہیں کہ وہ بقا کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ صاحب کشف جب وجود کے کسی امر کے کشف کا ارادہ کرتا ہے ارواح جو کلماتِ الٰہی ہیں۔ اس پر متجلی ہوتے ہیں۔ پھر وہ ان کی ذوات۔ اسماء و اوصاف کو کشف [illegible] اس لئے کہ عالم وجود کی ہر روح ان لباسوں میں متجلی ہوتی ہے۔ جو اس کے [illegible] اوصاف۔ نعوت اور اخلاق ہیں۔ جس کی وہ روحیں مدبر رہتی ہیں۔ اور وہ اجسام حیوان۔ معدن۔ نبات۔ مرکب اور بسیط ہیں۔ یا اس صورت پر متجلی ہوتی ہے۔ کہ روح اس صورت کے معنی تھی۔ اور وہ مثل الفاظ [illegible] اعراض۔ اغراض وغیرہ کے ہیں۔ یہ اس وقت ہے۔ جبکہ عالم علمی سے عالم عینی کی طرف نکلے۔ لیکن جب وہ عالم علمی میں اپنے حال

Marfat.com

پر باقی رہتی ہے۔ تو صاحب کشف ان روحوں کو ایسا ہی ان صورتوں میں دیکھتا ہے۔ جو طرح طرح کے لباسوں سے اس پر قائم ہوتی ہیں۔ جو اس جگہ کے مظہر کے لئے کہ جسد یا صورت ہے۔ اعمال و اوصاف بن جاتے ہیں لیکن وہ جانتا ہے۔ کہ ان کا کوئی وجود نہیں ہے۔ لیکن اس حیثیت سے کہ وہ ہیں۔ پھر اس سے جو علوم وہ چاہتا ہے۔ حاصل کرتا ہے۔ لیکن نہ اس حیثیت سے کہ وہ ہیں۔ بلکہ صاحب کشف کی حیثیت سے جیسی کہ وہ ہے۔ پر تقاضا۔ ان ارواح کے حقائق کے اسے وہ علوم حاصل ہوتے ہیں۔ بخلاف اس کے اگر وہ وجود عینی کی طرف نکلنے کے بعد ان کو دیکھے۔ تو اس وقت وہ جانتا ہے۔ کہ ان کا وجود اپنی حیثیت سے ہے جیسی کہ وہ ہے۔ پھر وہ ان سے کلام کرتا ہے۔ اور طرح طرح کے علوم و حقائق سے جو ان میں ہوتے ہیں۔ وہ اس کو جواب دیتے ہیں۔ اس مشہد بعض انبیاء و اولیاء بعض کے ساتھ اکٹھے ہوتے ہیں۔ پس میں نے اس میں شہر زبید میں سنہ ۵۹۹ھ ماہ ربیع الاول میں قیام کیا اور تمام رسولوں۔ نبیوں صلوات اللہ علیہم اجمعین اور ولیوں اور ملائکہ علوی اور مقربین اور ملائکہ تسخیر کو دیکھا۔ اور جمیع موجودات کی روحانیت کو بھی ملاحظہ کیا۔ اور حقائق امور جس طور سے کہ ازل سے ابد تک ہیں۔ ان کا کشف کیا۔ اور ان علوم الٰہیہ سے متحقق ہوا۔ جن کے بیان کی عالم گنجائش نہیں رکھتا۔ اور اس مشہد میں تھا۔ جو تھا۔ اور ہوا جو ہوا۔ پس نیک گمان رکھ۔ اور خبر کی بابت نہ پوچھ۔ غواص بیان نے ہمیں اس تبیان کے دریا میں غوطہ زن کیا۔ حتٰے کہ ہم ان موتیوں کو نکال لائے۔ جن کے لئے تقدیر نے ہمیں مجبور کیا۔ پس چاہئے۔ کہ ہم اسی پر اکتفا کریں۔ جو اس کے متعلق ہم پر ظاہر ہوا۔ اور جن کے اظہار کا خیال کبھی ہمارے دل میں نہیں گزرا تھا۔ اور اب ہم اس امر کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جس کے ہم درپے تھے۔ یعنی آسمانِ دنیا کا ذکر شروع کرتے ہیں۔

جاننا چاہئے۔ کہ خدا تعالٰے نے اس فلک کا گھیرا گیارہ ہزار برس کی راہ کا بنایا ہے۔ اور وہ گھیرے میں تمام افلاک سے چھوٹا ہے۔ چاند اس فلک کے گھیرے کو چوبیس معتدل مستقیم گھنٹوں میں طے کرتا ہے۔ اور ہر گھنٹہ میں چار سو اٹھاون برس اور ایک سو بیس دن کی راہ طے کرتا ہے۔ اور اس فلک کا قطر چار ہزار پانچسو برس کی راہ ہے۔ پھر قمر کے لئے اس فلک میں ایک فلک ہے۔ اور ایسا ہی ہر کوکب کے لئے ایک چھوٹا سا فلک ہے۔ جس میں وہ اس فلک کبیر میں گھومتا ہے۔ فلک اکبر سست رفتار اور یہ فلک صغیر تیز رفتار ہے۔ اور پیچھے ہٹ جانے والے کواکب کا جو تو پیچھے لوٹ جانا دیکھتا ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ فلک کبیر کی گردش میں ان کے فلک کی گردش مختلف ہوتی ہے۔ پھر وہ گردش میں اس سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ آدمی ان کو گمان کرتا ہے۔ کہ وہ پیچھے لوٹ گئے ہیں۔ حالانکہ وہ لوٹتے نہیں۔ اس لئے کہ اگر وہ لوٹیں تو تمام عالم برباد ہو جائے۔

اور جاننا چاہئے۔ کہ چاند کا جرم نیلگوں ہے۔ بذات خود اس میں کوئی روشنی نہیں ہے۔ بلکہ جب اس کا نصف حصہ آفتاب کے مقابل ہوتا ہے۔ تو وہ اس سے نور حاصل کرتا ہے۔ پس ہمیشہ اس کا

Marfat.com

نصف روشن رہتا ہے۔ اور جو نصف آفتاب کے مقابل نہیں ہوتا۔ وہ تاریک رہتا ہے اسی لئے چاند کا نور ہمیشہ آفتاب کی جہت سے ہی دیکھا جاتا ہے۔ بخلاف اس کے باقی ستارے کہ ان میں سے ہر کوکب بہ تمامہ نور شمس کے مقابل رہتا ہے۔ ان کی مثال شفاف بلور کی سی مثال ہے۔ کہ جب اس پر روشنی پڑتی ہے۔ تو اس کے ظاہر اور باطن میں سرایت کر جاتی ہے۔ بخلاف اس کے چاند۔ کہ وہ مثل کرہ معدنیہ صیقل کردہ کے ہے۔ کہ بجز مقابلۂ شمسی کے نور قبول نہیں کرتا۔ اسی لئے اس کا نور زمین میں کم اور زیادہ ہوتا رہتا ہے باقی کواکب کا یہ حال نہیں ہے۔ معلوم کرنا چاہئے۔ کہ بعض آسمان بعض پر محیط ہیں۔ اور ان میں سے سب سے بڑا سماء زحل ہے۔ اور سب سے چھوٹا سماء قمر ہے۔ اور یہ ان کی صورت ہے۔

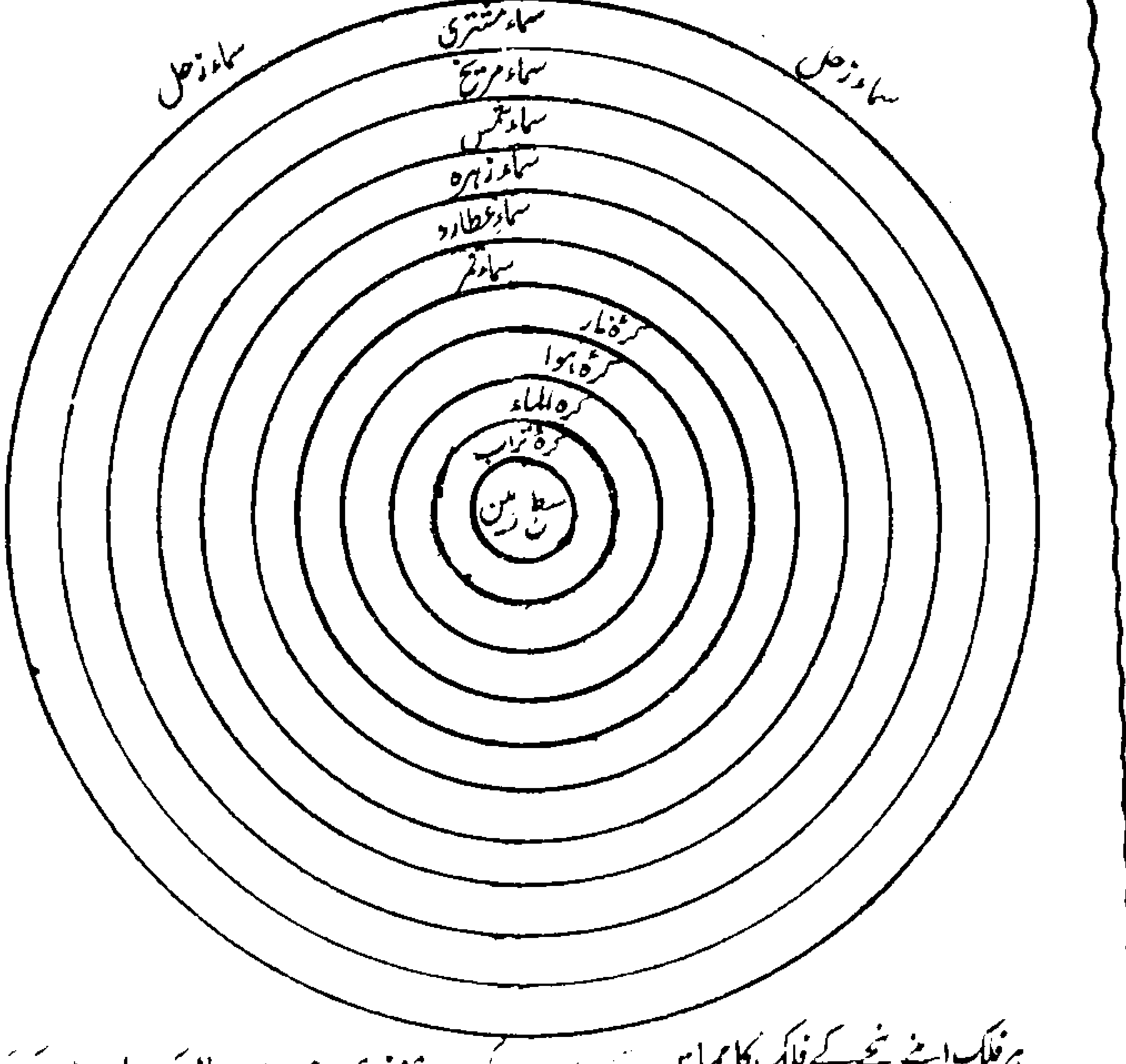

ہر فلک اپنے نیچے کے فلک کا مماس ہے۔ اور وہ ایک امر معنوی ہے۔ اس لئے کہ جہات میں ... کی سمت گردش کا وہ ایک نام ہے۔ اور کوکب شفاف جرم کا نام ہے۔ جو ہر آسمان ... دقائق۔ ثوانی۔ دقائق۔ درجوں اور حلول اور سمت اور سیر کا بیان کرنے لگیں۔ اور ان کے خواص اور مقتضیات کی شرح کریں۔ تو کئی جلدوں کی ہم کو حاجت پڑے۔ پس اب ہم اس سے اعراض کرتے ہیں کیونکہ ہمارا مقصود صرف اللہ تعالے کی معرفت ہے۔ اور جو کچھ ہم نے ان ظاہر چیزوں سے ذکر کیا ہے ان کے اندر بھی ہم نے اسرار الٰہیہ مخفی رکھے ہیں۔ اور اس چھلکے کے لئے ان کو ہم نے بمشابہ مغز کے رکھا

Marfat.com

ہے۔ وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَیَھْدِی السَّبِیْلِ۔

فلک دوم۔ وہ ایک جوہر شفاف ہے۔ اور لطیف ہے۔ اور اس کا رنگ سفید و سیاہ ہے۔ اللہ تعالٰی نے اُسے حقیقت فکریہ سے پیدا کیا ہے۔ یہ وجود کے لئے بمنزلہ انسان کے لئے فکر کے ہے۔ اسی لئے وہ فلک کاتب یعنی عطارد کا محل ہے۔ اللہ تعالٰے نے اسے اپنے اسم قَدِیْرُ کا مظہر بنایا ہے۔ اور اس کا آسمان اپنے اسم عَلِیْمُ خبیر کے نور سے پیدا کیا ہے۔ پھر وہ فرشتے جو اہل صنعت کو مدد دینے والے ہیں۔ وہ تمام خدا تعالٰے نے اسی آسمان میں رکھے ہیں اور ان پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہے۔ جس کو کوکب عطارد کی روحانیت بنایا ہے۔ اس آسمان میں دوسرے آسمان کے فرشتوں کی آوازیں سنتے تھے۔ اس لئے کہ ارواح کو بُعد کلام کے سننے سے مانع نہیں ہوتا لیکن یہ بات اس وقت ہے۔ جبکہ وہ اپنے عالم میں ہوں۔ لیکن جب وہ اپنے عالم میں نہ ہوں۔ تو ان کا حکم اسی عالم کا حکم ہوتا ہے۔ جس میں وہ ہوں۔ چونکہ جن ارواح ہیں۔ اور وہ اس عالم اجسام و کثافت میں ہیں۔ وہ اوپر چڑھتے ہیں حتیٰ کہ عالم روحی کی طرف پہنچتے ہیں۔ اور وہ آسمان دنیا کا کنارہ ہے۔ اس ارتقاء کی بدولت وہ آسمان دوم کے فرشتوں کا کلام سنتے ہیں۔ کیونکہ اس میں کوئی فاصلہ نہیں ہوتا۔ اور تیسرے آسمان کا سماع بہ سبب فاصلہ کے ان کے لئے ممکن نہیں ہوتا۔ ایسا ہی ہر مقام کے لوگ بجز اس چیز کے جو ایک مرتبہ ان کے اوپر ہے۔ کشف سے معلوم نہیں کر سکتے۔ جب فاصلہ پایا جائے۔ اور مرتبے متعدد ہوں۔ تو اس وقت ادنے اس چیز کو نہیں جانتا جو اعلیٰ میں ہے۔ اس لئے جن آسمان دنیا کے قریب جا کر آسمانِ دوم کے فرشتوں کی آوازیں سنتے تھے۔ تاکہ کچھ باتیں چرا کر اپنے مشرکوں کے پاس آئیں۔ اور ان کو غیبی باتوں کی خبریں دیں۔ اب جس وقت وہ اس مقام پر چڑھتے ہیں۔ تو ایک روشن شہاب ان پر گرتا ہے۔ جو ان کو جلا دیتا ہے۔ اور وہ نور محمدی ہے۔ کہ تاریک حجابات والوں کے لئے ان کے اصل و محتد کی کثافت کو ظاہر کرنے والا ہے۔ پس بہ سبب طائر ہمت کے بازوؤں کے جل جانے کے ان کے لئے ترقی ممکن نہیں ہوتی۔ وہ نا کام اور پشیمان ہو کر لوٹ آتے ہیں۔

میں نے اس آسمان میں نوح علیہ السلام کو ایک تخت پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ جو نورِ کبریا سے مخلوق تھا۔ اربابِ حمد و ثنا کے مابین وہ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے ان پر سلام کیا۔ اور ان کے روبرو کھڑا ہو گیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ مرحبا کہا اور کھڑے ہو گئے۔ پھر میں نے ان سے ان کے فکری آسمان اور میری مقام کی بابت سوال کیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ یہ آسمان معارف کے موتیوں کی لڑی ہے۔ کہ عوارف کی کنواریاں اس میں متجلی ہوتی ہیں۔ اس آسمان کے فرشتے نور قدرت سے مخلوق ہیں۔ عالم موجود میں کوئی چیز متصور نہیں ہوتی۔ مگر اس حال میں کہ اس آسمان کے فرشتے اس مشہود کی صورت بنانے کے متولی ہوتے ہیں۔ پس وہ رقائق تصویر کے لئے تقدیر محکمہ کے دقائق ہیں۔ آیاتِ قاہرہ و معجزات باہرہ کا امر انہی پر دائر ہوتا ہے۔ کراماتِ ظاہرہ انہی سے پیدا ہوتی ہیں۔ خدا نے اس آسمان میں فرشتے پیدا کئے ہیں۔ کہ ان کی

Marfat.com

صرف یہی عبادت ہے۔ کہ خلق کو انوارِ حق کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔ آسمانِ عبرت میں قدرت کے بازوؤں سے اڑتے ہیں۔ ان کے سروں پر نوروں کے تاج ہیں۔ کہ پوشیدہ اسرار سے مرصع ہیں۔ ان فرشتوں میں سے کسی فرشتہ کی پشت پر جو شخص سوار ہوتا ہے۔ وہ اپنے بازوؤں سے سات آسمان تک اُسے لے اُڑتا ہے۔ اور صُور روحانیہ کو جب چاہتا ہے۔ اور جس طرح چاہتا ہے۔ قوالب جسمانیہ میں نازل کر دیتا ہے۔ پھر اگر وہ اُن سے کلام کرتا ہے۔ تو وہ بھی اس سے کلام کرتے ہیں۔ اور اگر ان سے کوئی بات دریافت کرتا ہے۔ تو وہ اس کو بتا دیتے ہیں۔ خدا تعالےٰ نے اس آسمان کا گھیرا تیراں ہزار تین سو چھتیس اور ایک سو بیس دن کی راہ کا پیدا کیا ہے۔ اس آسمان کا کوکب کہ وہ عطارد ہے۔ ہر گھنٹہ میں پانچسو پچپن برس اور پانچ ماہ اور بیس دن کی راہ طے کرتا ہے۔ اور تمام آسمان کو چوبیس معتدل گھنٹوں میں طے کرتا ہے۔ اور فلک کبیر کو پورے ایک برس میں طے کرتا ہے۔ اس فرشتہ کی روحانیت کا نام جو اس آسمان کے تمام فرشتوں کا حاکم ہے۔ نوحائیل ہے میں نے اس آسمان میں عجیب و غریب رحمٰن کی قدرت کے کرشمے اور موجودات کے اسرار ملاحظہ کئے ہیں۔ جن کا اس زمانہ کے لوگوں میں شائع کرنا گنجائش نہیں رکھتا۔ پس جس چیز کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے اس میں تامل کر۔ اور اس بات میں فکر کر۔ جسے ہم نے چیستان کے رنگ میں بیان کیا ہے۔ تیرے وجود سے ہے۔ تجھ سے خارج نہیں ہے۔ ہماری اس رمز کو حل کر۔

آسمانِ سوم۔ تیسرے آسمان کی رنگت زرد ہے۔ اور وہ زہرہ کا آسمان ہے۔ اس کا جوہر شفاف ہے اور اس کے رہنے والے تمام اوصاف میں متلون ہیں حقیقتِ خیال سے پیدا کیا گیا ہے۔ اور عالم مثال کا محل بنایا گیا ہے۔ خدا تعالےٰ نے اس کے کوکب کو کہ زہرہ ہے۔ اپنے اسم علیم کا مظہر بنایا ہے۔ اور اس کے آسمان کو صانع حکیم کی قدرت کا مجلی قرار دیا ہے۔ اس کے فرشتے ہر شکل پر مخلوق ہیں۔ جن میں ایسے عجائب و غرائب ہیں۔ جن کا خیال کبھی کسی کے دل میں نہیں گذرا۔ محال اس میں آسان ہے۔ اور بسا اوقات اس میں جائز حال بھی ممتنع ہو جاتا ہے۔ اس آسمان کے فلک کو خدا تعالےٰ نے بندراں ہزار چھتیس برس اور بیس یوم کا بنایا ہے۔ اس کا کوکب کہ زہرہ ہے۔ ہر گھنٹہ میں چھ سو اکتیس برس اور ½۸ یوم کی راہ طے کرتا ہے۔ اور تمام فلک کو چوبیس گھنٹہ میں طے کرتا ہے۔ اور فلک کبیر کو تمام [illegible] کو تین سو چوبیس یوم میں قطع کرتا ہے۔ اور اس آسمان کے فرشتہ کا نام [illegible] اور وہ کوکب زہرہ کی روحانیت ہے۔ اس آسمان کے فرشتے عالم کو احاطہ کئے [illegible] جو ان کو پکارتا ہے۔ اس کو جواب دیتے ہیں۔ میں نے اس آسمان کے فرشتوں کو [illegible] کرنے والے پایا ہے۔ [illegible] بعض سونے والے پر وحی کرنے کے لئے [illegible] ضرب المثل کے طور پر جس کو لم سمجھ سکتا ہے۔ اور بعض کو اللہ تعالےٰ نے [illegible] کی تربیت اور ان **کو صاحب** اور اقوال کی تعلیم دینے پر مامور فرمایا ہے۔ اور بعض کو متفکر اور نفوس کی تسلی اور [illegible] کیا ہے۔ اور بعض

Marfat.com

کو وحشت زدہ لوگوں کی تالیف و انیس اور تنہا رہنے والوں سے باتیں کرنے پر موکل کیا ہے۔ اور بعض کو اللہ تعالیٰ ارباب تمکین کے احکام کی فرمانبرداری پر موکل کیا ہے۔ تاکہ وہ ان کے لئے جنت کے پھلوں کو فراخ چشم حوروں کے ہاتھوں پہنچا دیں۔ اور بعض کو عاشقوں کے دلوں میں محبت کی آگ کرنے پر موکل کیا ہے۔ اور بعض کو محبوب کی صورت محفوظ رکھنے پر موکل کیا ہے۔ تاکہ وہ اپنے اس عاشق سے جس کے دل میں عشق کی آگ شعلہ زن ہے غائب نہ ہو جائے۔ اور بعض کو اللہ تعالیٰ نے اہل وسائل کے درمیان رسائل پہنچانے پر مامور کیا ہے۔ میں اس آسمان میں یوسف علیہ السلام سے ملا۔ ان کو تختِ اسرار پر بیٹھے دیکھا۔ کہ رموزِ انوار کو ظاہر کرنے والے تھے اس حقیقت کے عالم تھے۔ جس پر احبار کا گروہ مطلع نہیں ہوا۔ معانی کی حقیقت سے متحقق تھے۔ پانی اور برتنوں کی قید سے چھوٹ چکے تھے۔ میں نے بطور تعظیم دعا اور بطور ان کے پاس آنے والے کے ان کو سلام دیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ اور دعا دی۔ اور مرحبا کہا۔ اور مزاج پرسی کی۔ میں نے ان کو کہا۔ کہ اے میرے سید میں آپ کے اس قول کی بابت رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ سوال کرتا ہوں۔ کہ اس میں کونسی دو مملکتیں آپ نے مراد لی ہیں۔ اور کونسی احادیث کی تاویل سے آپ نے کنایہ کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ میں نے مملکتِ روحانیت سے مراد لی ہے۔ جو نکتۂ انسانیت میں ودیعت رکھی گئی ہے اور تاویل احادیث سے وہ امانتیں مراد لی ہیں۔ جو حیوانوں کی بولیوں میں دائر ہیں۔ میں نے اسے کہا۔ اے میرے سید۔ کہ کیا یہ بیان اور تصریح کے حلتے تلویح اور اشارہ میں ودیعت نہیں رکھے گئے۔ کہا۔ جان رکھ۔ کہ بندوں میں حق تعالیٰ کی امانت ہے۔ جس کو اس امانت کے متکلمین اہل ارشاد کے پاس پہنچاتے ہیں۔ میں نے کہا حق کی امانت کیسے ہو سکتی ہے۔ حالانکہ وہ ظہور و اظہار میں وجود کی اصل ہے۔ کہا کہ وہ اس کا وصف ہے۔ اور یہ اس کی شان ہے۔ وہ اس کا حکم ہے۔ اور یہ اس کی عبادت ہے۔ جاہل امانت کو زبان میں رکھتا ہے۔ اور عالم دل اور باطن میں اس کو اٹھاتا ہے۔ اور سب اس سے حیرت میں ہیں۔ اور عارف کے سوا کوئی شخص کسی چیز پر اس سے کامیاب نہیں ہو سکتا۔ میں نے کہا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہا۔ جان لے۔ کہ خدا تیری تائید کرے۔ اور تجھے محفوظ رکھے۔ کہ حق تعالیٰ نے اپنے اسرار کو مثل اشارات کے موتیوں کے اسرار عبارات میں ودیعت رکھا ہے پھر وہ راہ میں پڑے ہوتے ہیں۔ ایک فریق کی زبانوں پر دائر ہیں۔ عام ان کی اشارت سے جاہل ہیں۔ اور خاص اس چیز کو پہچانتے ہیں۔ جو ان اسرار کی عبارت میں موجود ہے۔ پھر مقتضائے مقام کے موافق وہ ان عبارات کی تاویل کر لیتے ہیں۔ اور مرضی الٰہی کے موافق ان کو پھیرتے ہیں۔ خوابوں کی تعبیر بھی ایسی ہی ہے۔ دریا کا ایک قطرہ ہے یا اس بیابان کے پتھروں میں سے ایک کنکری ہے۔ پھر میں نے وہ چیز معلوم کر لی۔ جس کی طرف یوسفؑ نے اشارہ فرمایا تھا۔ اور میں اس سے پہلے بھی اس تحقیق سے جاہل نہ تھا۔ پھر میں ان کو چھوڑ کر رفیق اعلیٰ کی طرف لوٹا اور وہ اچھا رفیق تھا۔

آسمانِ چہارم ۔ وہ ایک جوہرِ فاخرہ ہے۔ روشن رنگ والا ہے آفتاب منور کا آسمان ہے۔ افلاک کا

Marfat.com

قطب ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اس آسمان کو نورِ قلبی سے پیدا کیا ہے۔ آفتاب کو اس میں بمنزلہ قلبِ عالم کے رکھا ہے۔ کہ اسی سے اس کی عمارت ہے۔ اور اسی سے اس کی تازگی ہے۔ اسی سے ستارے نور حاصل کرتے ہیں ان کے مراتب کا منارہ اُسی سے بلند ہوتا ہے۔ خدا نے اس کوکبِ شمسی کو اس فلکِ قلبی میں الوہیت کا مظہر بنایا ہے۔ اور اپنے رنگا رنگ اوصافِ مقدسہ زکیہ کا اُسے جلوہ گاہ بنایا ہے۔ آفتاب تمام عنصری مخلوقات کی اصل ہے۔ جیسا کہ اسم اللہ تمام بلند مرتبوں کا نام ہے۔ ادریس علیہ السلام کو خدا تعالےٰ نے حقیقت قلبیہ سے ان کے عالم ہونے کی وجہ سے اس مقام نفیس میں نازل کیا ہے۔ پس وہ رتبہ رتبیت میں اپنے غیر سے متمیز ہو گئے۔ خدا نے اس آسمان کو انوار کی جائے نزول اور اسرار کا معدن بنایا۔

پھر معلوم کرنا چاہئے۔ کہ ملک جلیل جس کا نام اسرافیل ہے۔ اس آسمان کے فرشتوں پر حاکم ہے۔ اور وہ روشن آفتاب کی روحانیت ہے۔ کوئی پستی وجود میں بلند نہیں ہوتی۔ اور نہ کوئی قبض اور بسط اس میں پیدا ہوتی ہے۔ مگر اس فرشتہ کے ادل بدل کرنے سے جس کو اس فلک کا اللہ تعالےٰ نے مختار بنایا ہے۔ اور وہ تمام فرشتوں سے عظیم الہیبت ہے۔ اور وسعت میں ان سے بڑا اور ہمت میں قوی تر ہے۔ سدرۃ المنتہٰے سے تحت الثریٰ تک اسی کے لئے ہے۔ تمام میں وہ تصرف کرتا ہے۔ اور ہر ادنےٰ و اعلےٰ پر قادر ہے۔ اس کی جلوہ گاہ کرسی کے قریب ہے۔ اور اس کا محتد یہ فلک شمسی ہے۔ تمام آسمان زمین اور جو کچھ ان میں عقل اور حس سے ہے۔ سب اسی کا عالم ہے۔

پھر جاننا چاہئے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے فلک شمسی کو سترہ ہزار اور انتیس[۲۹] برس اور ساٹھ دن کی راہ کا بنایا ہے۔ پس وہ تمام آسمان کو چوبیس گھنٹہ معتدل میں طے کرتا ہے۔ اور بڑے آسمان کو تین سو اور پینسٹھ اور چہارم حصہ دن اور تین دقیقہ میں طے کرتا ہے۔

جاننا چاہئے۔ کہ جس مقام میں ادریس علیہ السلام ہیں۔ وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مقامات سے ایک مقام ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں۔ کہ جب شب معراج میں چوتھے آسمان پر پہنچے۔ تو وہاں سے اوپر گئے میں ادریس کا مقام ادریس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا پہنچنا مرتبہ مربیت سے مقامات علیا میں آپ کی تحقیق کا شاہد ہے۔ اور اس سے ان کا گذر جانا اس چیز کا شاہد ہے۔ جو اس سے اعلےٰ ہے۔ یہاں تک کہ آپ کی سعادت کا ... الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ کے خاصت کے متعلق نکلا۔ پس مقام عبودیت وہ بلند مقام محمود ہے۔ اور لواء حمد ہے۔

جاننا چاہئے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے وجود کو تمام قدس شمس میں مخفی رکھا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے امر سے قوائے طبیعیہ اس کو تھوڑا تھوڑا ظاہر کرتے ہیں۔ پس آفتاب نقطۂ اسرار اور دائرۂ انوار ہے۔ اکثر ارباب تمکین انبیا اسی مضبوط فلک کے دائرہ میں ہیں۔ مثلاً عیسےٰ۔ سلیمان۔ داؤد۔ ادریس۔ جرجیس وغیرہ انبیاء علیہم السلام جو کثیر العمر اور مدت دراز سے ہیں۔ وہ تمام اس منزل اعلیٰ میں مقام رکھتے ہیں۔ اور اس بلند مقام میں ...

Marfat.com

یقول الحق وھو یھدی الی الصراط السوی۔

آسمانِ پنجم۔ پس وہ بہرام نام کوکب کا آسمان ہے۔ اور وہ عظمتِ الٰہیہ اور انتقام کا مظہر ہے۔ اس میں یحیٰی علیہ السلام عظمت۔ جبروت کے مشاہدہ اور عزت اور ملکوت کے ملاحظہ کے لئے نازل ہوئے ہیں۔ اسلئے انہوں نے لغزش کا قصد نہیں کیا۔ اور ان میں سے بجز اس شخص کے جو ہم اور خلت کا رتبہ رکھتا ہے۔ کوئی نہیں ہے اس کا آسمان نورِ وھم سے مخلوق ہے۔ اور اس کا رنگ مثل خون کے سرخ ہے۔ اور اس آسمان کے فرشتوں کو خدا تعالےٰ نے کمال کے آئینے اور جلال کے مظہر بنایا ہے۔ انہی کے سبب اس وجود میں خدا تعالےٰ کی پرستش کی گئی ہے۔ اور انہی کے سبب سے وجود سے اہل تقلید حق کے تابع ہو گئے۔ اللہ تعالےٰ نے ان فرشتوں کی عبادت بعید کو قریب کرنا اور مفقود کو موجود کرنا بنائی ہے۔ ان میں سے بعض کی یہ عبادت ہے۔ کہ وہ قلب میں ایمان کے ستونوں کی بنیاد محکم کرتے ہیں۔ اور بعض کی یہ کہ وہ کفار کو عالم اسرار سے ہٹاتے ہیں۔ اور بعض کی عبادت شفاء مریض اور ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کا جوڑنا ہے۔ اور بعض کو قبض ارواح کے لئے پیدا کیا۔ پس وہ بحکم حاکم بے قصور روحوں کو قبض کرتا ہے۔ اور اس آسمان کے حاکم الائیل ہیں۔ جن کا نام عزرائیل فرشتہ ہے۔ اور وہ مریخ کی روحانیت ہے۔ کہ صاحب انتقام و توبیخ ہے۔ اس فرشتہ کا محتار خدا تعالےٰ نے اسی آسمان کو بنایا ہے اور اس کا دفتر قلم اعلےٰ کے پاس ہے۔ انتقام۔ قبض ارواح اور انتظام کے لئے کوئی فرشتہ نازل نہیں ہوتا مگر اس فرشتہ کے امر سے جو کوکب بہرام کی روحانیت ہے۔

جاننا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اس آسمان کے دور کو انیس ہزار آٹھ سو اور تینتیس برس اور ایک سو بیس دن کی راہ کا بنایا ہے۔ یہ ستارہ اس سے ہر گھنٹہ میں آٹھ سو چھبیس برس اور ایک سو چالیس دن کی راہ طے کرتا ہے۔ پس تمام آسمان کو چوبیس گھنٹہ میں طے کرتا ہے۔ اور بڑے آسمان کو تقریباً پانچسو چالیس دن میں طے کرتا ہے۔ اور اس کی روحانیت اہل شمشیر و انتقام کی مددگار ہے۔ اور وہ اس شخص کی مدد کے لئے موکل ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کا معاند ہوتا ہے۔ اور جس کی مدد کا خدا تعالےٰ نے ارادہ کیا ہوتا ہے۔

آسمانِ ششم۔ اس کا محتار نورِ ہمت سے ہے۔ وہ ایک جوہر شفافِ روحانی نیلے رنگ کا ہے۔ اور اس کا کوکب قیومیت کا مظہر اور دیمومیت کا منظر ہے۔ صاحب نور ہے۔ ممد ہے۔ روشن ہے۔ مشتری نام رکھتا ہے۔ میں نے موسےٰ علیہ السلام کو اس مقام میں قائم دیکھا۔ کہ اپنے قدم کو اس آسمان کی سطح پر رکھے ہوئے تھا اور اپنے دہنے ہاتھ سے سدرۃ المنتہےٰ کی ساق کو پکڑے ہوئے تھا۔ تجلی ربوبیت کے شراب سے مست عزت اور ہیبت سے حیران تھا۔ اس کے آئینہ علم میں موجودات کی شکلیں منطبع تھیں۔ اور اس کی ہیبت میں ملکِ دیان کی ربوبیت منجلی تھی۔ ان کا چہرہ دیکھنے والے کو خوف دلاتا تھا۔ اور اس کا حال وارد و صادر یعنی آنے جانے والے کے دل کو ہلا دیتا تھا۔ پھر میں ادب سے اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اور ان کے مرتبہ کو پہچان کر میں نے ان کو سلام دیا۔ انہوں نے اپنی مستی سے سر اٹھایا اور مجھے مرحبا کہا اور اہل بنایا۔ میں نے ان سے

Marfat.com

کہا۔ اے میرے بیٹے۔ گویائے حق۔ راست گفتار نے خبر دی ہے۔ کہ دربار الٰہی سے آپ کو خلعت لَنْ تَرَانِیْ عطا ہوا تھا۔ اور آپ کی یہ حالت محجوبوں کی سی حالت نہیں ہے۔ اس عجیب امر کی حقیقت سے مجھے آگاہ فرمائیے کہا۔ سُن۔ جب میں اپنی زمین کے مصر سے نکل کر اپنی فرضی حقیقت کی طرف آیا۔ اور میں انوار ازلیہ کے پاک میدان میں درخت احدیت کی طرف سے اپنے رب کی زبان سے اپنے طورِ قلب سے پکارا گیا۔ کہ اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ۔ کہ میں اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میری عبادت کر۔ تو پھر جب میں نے چیزوں کے اندر اس کی عبادت کی۔ جیسا کہ اس نے حکم دیا۔ اور صفات و اسماء سے جس ثناء کا وہ مستحق تھا اس کی ثناء کی۔ تو انوارِ ربوبیت مجھ پر متجلی ہوئے۔ اور مجھے اس نے میری ہستی سے لے لیا۔ تو میں نے مقام لقاء میں بقاء کو طلب کیا۔ اور یہ امر محال ہے۔ کہ قدیم کے ظہور پر حادث قائم اور ثابت رہ سکے۔ پھر میری لسانِ سر نے اس عظیم امر کی ترجمانی کرتے ہوئے ندا دی۔ اور میں نے کہا۔ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ۔ اے میرے پروردگار مجھے دیدار دے۔ کہ میں تیری طرف دیکھوں۔ اور میری انیّت کو اپنے حضرتِ قدس میں داخل کر پھر میں نے درگاہِ قدس سے یہ جواب سنا۔ کہ لَنْ تَرَانِیْ وَلٰکِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ۔ کہ تو ہرگز نہیں دیکھ سکتا لیکن پہاڑ کی طرف دیکھ۔ اور وہ تیری ذات ہے۔ جو ازل میں میرے نور سے مخلوق ہے۔ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَکَانَہٗ۔ پھر اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا۔ بعد اس کے کہ قدیم کی بادشاہت کا ظہور ہو۔ فَسَوْفَ تَرَانِیْ پھر تو مجھے دیکھ لیگا فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر تجلی کی۔ اور مجھے حقیقتِ ازل نے کھینچا۔ اور قدیم حادث پر ظاہر ہوا۔ جَعَلَہٗ دَکًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا۔ تو پہاڑ کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اور اس وجہ سے موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو کر گر پڑے۔ پس قدیم میں بجز قدیم کے کوئی چیز باقی نہ رہی۔ اور عظمت میں صرف عظیم ہی متجلی تھا۔ اور یہ امر اس بنا پر ہے۔ کہ اس مقام کے حق کا پورا کرنا غیر ممکن ہے۔ اور اس کا حصر جائز نہیں ہے۔ پس اس کی ماہیت ادراک نہیں کی جا سکتی۔ اور نہ دیکھی جا سکتی ہے۔ اور نہ اس کی کنہ معلوم کی جا سکتی ہے۔ اور نہ کبھی پائی ہے۔ پھر جب ترجمانِ ازل اس خطاب پر مطلع ہوا۔ تو ام الکتاب نے اس امر کی تم کو خبر دی۔ اور حق بات کا ترجمہ کیا۔ پھر میں ان کو چھوڑ کر چلا گیا۔ اور اس کے دریا سے چلو میں جو لینا تھا لے لیا۔

جاننا چاہئے۔ کہ اللہ نے اس آسمان کے دور کو بائیس ہزار دو سو بیاسی برس اور [illegible] مہینے [illegible] ہے۔ پس اس کا ستارہ جس کو مشتری کہتے ہیں۔ ہر گھنٹہ میں نو سو انیس برس اور پانچ مہینے [illegible] دن کی راہ طے کرتا ہے۔ پس تمام آسمان کو چوبیس گھنٹہ میں طے کرتا ہے۔ اور بڑے آسمان [illegible] ہے۔ اور ہر سال بڑے آسمان کا ایک برج طے کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس آسمان کو [illegible] سے پیدا کیا ہے اور اس کے ملائکہ پر میکائیل کو موکل بنایا ہے۔ [illegible] اللہ تعالیٰ نے [illegible] کی معرفت اور اولیاء کی مرقاۃ یعنی ترقی کا زینہ بنایا [illegible] پیدا کیا ہے [illegible] کا اقتضاء ہے۔ [illegible]

Marfat.com

بلند ہوتے ہیں۔ تو وہ زمین میں جولانی کرتے ہیں۔ اور وہ ملائکہ ہیں اہل قبض و بسط ہیں۔ اور وہ علی قدر حیثیت رزقوں کو مرزوقین کے پاس پہونچانے پر مامور ہیں۔ خدا نے اہل خط و بسط بنایا ہے۔ اور وہ ملائکہ میں دعاؤں کی اجابت کرنے والے ہیں۔ کسی کے لئے جب وہ کسی چیز کی دعا کرتے ہیں۔ تو وہ قبول کی جاتی ہے۔ اور جس آفت رسیدہ سے وہ گذرتے ہیں۔ وہ اچھا اور تندرست ہو جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اس قول میں کہ جس کا آمین کہنا ملائکہ کی آمین کہنے کے موافق ہو جاتا ہے۔ اس کی دعا قبول کی جاتی ہے۔ اور اس کی مراد بر آتی ہے۔ انہی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ہر فرشتے کی دعا قبول نہیں کی جاتی۔ اور نہ ہر حامد کی ثنا اچھی سمجھی جاتی ہے۔ پھر میں نے اس آسمان کے فرشتوں کو تمام اقسام حیوانات کی صورت پر مخلوق دیکھا ہے۔ بعض پرندہ کی صورت میں ہیں۔ اور ان کے بازو ہیں۔ جن کو کوئی شمار کرنے والا شمار نہیں کر سکتا۔ اور اس قسم کے فرشتوں کی عبادت اسرار کی خدمت ہے۔ اور ظلمت کی پستی سے عالم انوار کی طرف بلند کرنا ہے۔ اور بعض نشان مند کئے ہوئے گھوڑوں کی صورت پر ہیں۔ اور اس گروہ مکرم کی عبادت قلوب کو قید شہادت سے فضاء غیوب کی طرف بلند کرنا ہے۔ اور بعض کو اللہ تعالیٰ نے عمدہ قسم کے اونٹوں اور سفری اونٹوں کی صورت پر پیدا کیا ہے۔ اور اس نوع کی عبادت نفوس کو عالم محسوس سے عالم معانی کی طرف لے جانا ہے۔

اور بعض کو گدھوں اور خچروں کی ہیئت پر پیدا کیا ہے۔ اور اس نوع کی عبادت حقیر کو اٹھانا اور ٹوٹے ہوئے کو جوڑنا اور قلیل کو کثیر کرنا ہے۔ اور بعض کو انسان کی صورت پر پیدا کیا ہے۔ اور ان کی عبادت مذاہب کے قاعدوں کو محفوظ رکھنا ہے۔ اور بعض کو جوہروں اور عرضوں کی بسیط صفت پر پیدا کیا ہے۔ اور ان کی عبادت مریض اجسام کو صحت پہنچانا ہے۔ اور بعض کئی قسم کے دودھوں۔ پانیوں اور تمام ماکولات و مشروبات کی صورت پر مخلوق ہیں۔ اور ان کی عبادت تمام مخلوقات کو رزق پہنچانا ہے۔ اور پھر اس آسمان میں میں نے ایسے فرشتے بھی دیکھے ہیں۔ جو دو چیزوں سے مل کر پیدا ہوئے ہیں۔ پس نصف ان کا آگ سے ہے۔ اور نصف جمے ہوئے پانی یعنی برف سے۔ پس نہ پانی آگ کو بجھا سکتا ہے۔ اور نہ آگ اس پانی کی حالت کو بدلتی ہے۔

جاننا چاہئے۔ کہ میکائیل علیہ السلام اس آسمان کے کوکب کی روحانیت ہیں۔ اور وہ تمام ملائکہ پر حاکم ہیں جو اس آسمان میں رہتے ہیں۔ خدا نے اس آسمان کو اس کا محتد بنایا ہے۔ اس کا اجلاس سدرۃ المنتہیٰ کی داہنی طرف ہے۔ میں نے براق محمدی کی بابت اس سے سوال کیا۔ کہ کیا وہ اسی محتد عالیہ سے مخلوق ہے۔ کہا نہیں۔ اسلئے کہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پردے کثیف نہ تھے۔ اور ان کا ستر سماء نور سے متنزل نہیں ہوا۔ اور وہ عقل اول کا نتیجہ اور روح افضل کی حالت پیدائش ہے۔ اور آپ کا براق اس مضبوط نقاب کے خاک سے تھا۔ اور جبریل آپ کے ترجمان تھے۔ اور وہ روح امین ہیں۔ اور ان کے سوا دوسرے نبی اور تمام اولیاء کرام کی سواریاں سفیر اعلیٰ میں اس آسمان کے برگزیدہ اونٹوں پر ہیں۔ پھر وہ طبائع کی زمین کی پستی سے ان پر سوار ہو کر اوپر کو چڑھتے ہیں۔ یہاں تک کہ ساتویں آسمان سے گذر جاتے ہیں۔ اس کے بعد بجز صفات کے ان کی کوئی سواری نہیں ہے۔ اور بجز

Marfat.com

ذات کے ان کا کوئی ترجمان نہیں ہے۔

فلک ہفتم ۔ پس وہ زحل مکرم کی جگہ ہے۔ اور اس کا جوہر شفاف سیاہ مثل شب تاریک کے ہے۔ خدا نے اُسے عقل اوّل کے نور سے پیدا کیا ہے۔ اور اس کی منزل اعلےٰ و برتر بنائی ہے۔ اس کی سیاہ رنگت سے اشارہ اس کی ناشناسی کی تاریکی اور بعد کی طرف ہے۔ اسی لئے عقل اول کو بجز عالم اکمل کے کوئی شناخت نہیں کر سکتا اور یہ کیوان کا آسمان ہے۔ جو جمیع عالم کو محیط ہے۔ تمام آسمانوں سے افضل اور تمام کائنات سے اعلےٰ ہے۔ اس کی اردل کے تمام ثابت ستارے اس کے کوکب میں آہستہ رفتار سے چلتے ہیں۔ اور اس کے آسمان کا دورہ چھتیس ہزار پانچسو برس کا ہے۔ اور اس کا ستارہ ہر گھنٹہ میں ایک ہزار برس اور دس مہینے کی راہ طے کرتا ہے۔ اور بڑے آسمان کو تیس برس کی مدت میں طے کرتا ہے۔ اور تمام ستارے ثابت جو اس میں موجود ہیں۔ اُن کی سیر ایسی خفی ہے۔ کہ ظاہر نہیں ہوتی۔ اور بعضے ان میں سے اس آسمان کے ہر برج کو تیس برس میں طے کرتے ہیں۔ اور بعضے ان میں سے اس سے کم یا زیادہ میں طے کرتے ہیں۔ اور بہ سبب دقیق اور کثیر ہونے کے پہچان نہیں آسکتے۔ اور حساب نجوم میں ان کے کوئی نام نہیں ہیں۔ لیکن اہل کشف ہر ستارہ کے نام کو پہچانتے ہیں۔ اور اس نام سے اس کو مخاطب کرتے ہیں۔ اور اس کی سیر کے متعلق اُس سے سوال کرتے ہیں۔ وہ ان کو جواب دیتا ہے۔ اور اپنے فلک کے مقتضاء کے موافق ان کو خبر دیتا ہے۔

پھر جاننا چاہئے۔ کہ یہ آسمان پہلا آسمان ہے۔ جس کو خدا تعالےٰ نے عالم موجودات پر محیط بنایا ہے۔ اور اس سے نچلے کے آسمان اس کے بعد پیدا کئے ہیں۔ اور وہ عقل اول کا نور ہے۔ جو تمام موجودات اشیاء سے سب سے پہلے مخلوق ہے۔ میں نے ابراہیم علیہ السلام کو اس آسمان میں قائم دیکھا ہے۔ اور ان کے لئے ایک تخت تھا جس پر وہ عرش کی دائیں طرف کرسی کے اوپر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور یہ آیت پڑھ رہے تھے۔ الحمد للہ الَّذِیْ وَھَبَ لِیْ عَلَی الْکِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ الآیۃ

جاننا چاہئے۔ کہ اس آسمان کے تمام فرشتے مقرب ہیں۔ اور ہر مقرب کے لئے منزل ہے۔ جو اس کے اس وظیفہ کے مطابق ہے۔ جس میں اللہ تعالےٰ نے اسے قائم کیا ہے۔ اور اس کے اوپر بجز فلک اطلس کے کوئی چیز نہیں۔ اور وہ ایک بڑا فلک ہے۔ اس کی سطح کرسی اعلےٰ ہے۔ اور ان دونوں یعنی فلک اطلس اور فلک کواکب کے درمیان میں تین وہمی حکمی فلک ہیں۔ جن کا کوئی وجود نہیں۔ مگر حکم میں [illegible] پہلا فلک اور وہ ایک اعلےٰ فلک ہے۔ فلک ہیولی کے اوپر ہے۔ فلک ثانی [illegible] فلک عناصر ہے۔ اور وہ ان سب سے [illegible] کہ پھر ایک چوتھا فلک ہے۔ اور وہ فلک طبائع ہے۔

جاننا چاہئے کہ فلک اطلس سدرۃ المنتہیٰ کا میدان ہے۔ اور وہ کرسی کے نیچے ہے۔ اور اس سے پہلے کرسی کا بیان ہو چکا۔ اور سدرۃ المنتہیٰ میں ملائکہ کروبیین رہتے ہیں۔ میں نے ان کو فضلات سدرہ تو پر دیکھا ہے

Marfat.com

بجز اللہ کے ان کا شمار کوئی نہیں جانتا۔ انوار تجلیات ان سے ایسے ملے ہوئے ہیں کہ ان میں سے کوئی اپنی آنکھ کے پلک کو ہلا نہیں سکتی۔ بعض ان میں سے منہ کے بل پڑے ہوئے ہیں۔ اور بعض ان میں سے گھٹنوں کے بل پڑے ہوئے ہیں۔ اور وہ اکمل ہیں۔ اور بعضے اپنے پہلو کے بل پڑے ہوئے ہیں۔ اور بعض قیام میں مثل جماد کے قائم ہیں۔ اور وہ قوی تر ہیں۔ اور بعض اس کی ہویت میں حیران ہیں۔ اور بعضے اس کی انیت میں از خود رفتہ ہیں۔ اور میں نے ان میں سے سو فرشتے ایسے دیکھے۔ جو ان سب پر مقدم تھے۔ ان کے ہاتھوں میں نور کے ستون تھے۔ ہر ستون پر اسماء حسنیٰ الہیہ میں سے ایک اسم مکتوب تھا۔ جن سے وہ اپنے سوا دوسرے کروبی فرشتوں کو اور اہل اللہ میں سے ان کے ہم رتبہ لوگوں کو ڈراتے ہیں۔ پھر میں نے ان سو فرشتوں میں سے سات کو دیکھا۔ کہ وہ ان سب سے آگے ہیں۔ اور ان کا نام فاتحۃ الکروبیین ہے۔ اور ان سات میں سے میں نے تین کو دیکھا۔ جو ان سات پر مقدم تھے۔ ان کا نام اہل المراتب والتمکین تھا۔ اور ایک کو میں نے سب پر مقدم پایا جس کا نام عبد اللہ تھا۔ اور یہ تمام وہ عالین فرشتے ہیں۔ جو سجود آدم کے لئے مامور نہ تھے۔ اور ان کے اوپر بھی فرشتے ہیں۔ مثلاً نون فرشتہ اور قلم فرشتہ اور ان کی مانند اور کہ وہ بھی عالین میں داخل ہیں۔ اور باقی ملائکہ مقربین ان سے ادنےٰ اور ان سے نیچے ہیں۔ مثلاً جبرئیل۔ میکائیل۔ اسرافیل۔ عزرائیل اور ان کی مانند اور فرشتے اور اس فلک میں میں نے ایسے عجائب وغرائب دیکھے ہیں۔ جو بیان میں نہیں آسکتے۔

جاننا چاہیئے کہ تمام افلاک جن کو خدا تعالےٰ نے اس عالم میں پیدا کیا ہے۔ تعداد میں اٹھارہ ہیں پہلا فلک عرش محیط ہے۔ اور دوسرا کرسی اور تیسرا فلک اطلس ہے۔ اور اس کو فلک سدرۃ المنتہےٰ بھی کہتے ہیں۔ اور چوتھا فلک ہیولا ہے۔ اور پانچواں فلک ہوا ہے۔ اور چھٹا عناصر ہے۔ اور ساتواں فلک طبائع ہے۔ اور آٹھواں فلکِ کواکب ہے۔ اور وہ فلک زحل ہے۔ اور اس کا نام فلک الافلاک ہے۔ اور نواں فلک مشتری ہے۔ اور دسواں فلکِ مریخ ہے۔ اور گیارھواں فلک شمس ہے۔ اور بارھواں فلکِ زہرہ ہے۔ اور تیرھواں فلکِ عطارد ہے۔ اور چودھواں فلک قمر ہے۔ اور پندرھواں فلک اثیر اور وہ فلکِ نار ہے اور سولھواں فلکِ ہوا ہے۔ اور سترھواں فلکِ ماء ہے۔ اور اٹھارھواں فلکِ تراب ہے۔ اور وہ دریائے محیط ہے۔ جس میں بہموت نام ایک مچھلی رہتی ہے۔ جو زمین کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہے۔ پھر فلک ہوا ہے۔ پھر اس کے اوپر فلک ہوا ہے۔ پھر اس کے اوپر فلک نار پھر فلک قمر اسی طرح اوپر کو چڑھتے چلے جاؤ جیسے کہ نیچے اترتے آئے تھے۔ پھر ہر موجود عالم کے لئے ایک فلک وسیع ہے۔ جس کو مکاشف دیکھتا ہے۔ اور جس میں وہ تیرتا ہے۔ اور اس فلک کے مقتضا کو جانتا ہے۔ افلاک اپنی کثرت کی وجہ سے شمار میں نہیں آسکتے۔ فرمایا ہے اللہ تعالےٰ نے کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ۔ ہر ایک ایک فلک میں تیر رہا ہے۔

جان۔ کہ فلک نار و ماء و ہوا میں سے ہر ایک چار طبقوں پر ہے۔ اور فلک تراب کے سات طبقے ہیں۔ چنانچہ ان سب کا بیان اسی باب میں آئیگا۔ اب ہم زمین کا ذکر چھیڑتے ہیں۔ اور اس کے طبقوں کو

Marfat.com

بیان کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ نے آسمان کے پیچھے زمین کا ذکر کیا ہے۔ پس ہم بھی ان دونوں کے درمیان فاصلہ نہیں رکھتے۔

زمین کا پہلا طبقہ۔ اس طبقہ کو جب پہلے خدا نے پیدا کیا۔ تو وہ دودھ سے زیادہ سفید اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔ پھر جو آدم علیہ السلام معصیت کے مرتکب ہو کر اس پر چلے۔ تو غبار آلود ہو گیا۔ اس زمین کا نام ارض نفوس ہے۔ اسی لئے اس میں حیوانات رہتے تھے۔ اس کرہ کا گھیراگیارہ سو چھیاسٹھ سال اور دو سو چالیس یوم کی راہ ہے۔ اس کے تین چوتھائی حصہ کو بطور احاطت کے پانی نے چھپایا ہوا ہے۔ باقی ایک چوتھائی رہ جاتی ہے۔ جو وسط زمین ہے۔ سوائے اس حصہ کے جو جانب شمال سے ملا ہوا ہے اور جانب جنوبی کی یہ حالت ہے۔ کہ وہ یہ تمام کہ کل زمین کا نصف ہے۔ پانی کے نیچے ہے۔ پس صرف ایک چوتھائی باقی رہ گئی۔ اور اس چوتھائی میں سے بھی تین چوتھائی تو ویرانہ ہے۔ پس نہ باقی رہا۔ مگر صرف ایک چوتھائی کا چوتھائی حصہ۔ پھر اس باقی ماندہ ربع کی مدتِ مسکونہ یعنی آباد جگہ کی پیمائش صرف چوبیس برس کی راہ ہے باقی جنگل اور بیابان ہیں۔ جو رستوں سے آباد ہیں۔ اور ان میں آمد و رفت ممکن ہے۔ اسکندر زمین کے صرف اسی باقی ماندہ چوتھائی حصہ پہنچا تھا۔ اور اس کے قطر کا شرق سے غرب تک سیر کیا ہے۔ اس لئے کہ اس کے شہر مغرب میں تھے۔ اور وہ روم کا بادشاہ تھا۔ پس پہلے اس نے اس جگہ سے چلنا شروع کیا۔ جو اس کے پہلو کے قریب تھی۔ یہاں تک کہ وہ زمین کے باطن تک پہنچ گیا۔ پس وہ آفتاب کے غروب ہونے کی جگہ تک پہنچ گیا۔ پھر وہ جنوب کی طرف چلا۔ اور وہ اس کے بالمقابل ہے۔ یہاں تک کہ ان اشیاء کی تحقیق اس پر ظاہر ہوئی۔ پھر وہ آفتاب کے نکلنے کی جگہ تک پہنچا۔ پھر جانب جنوبی کو چلا۔ اور وہ ظلمات ہے۔ یہاں تک کہ یاجوج ماجوج کے پاس پہونچا۔ اور وہ زمین کی جانب جنوبی میں ہیں۔ زمین سے ان کو وہ نسبت ہے۔ جو ذاھر یعنی نفسانی خیالات کو نفس کے ساتھ ہے۔ نہ ان کا شمار کیا جا سکتا ہے۔ اور نہ ان کا نقصہ ہو سکتا ہے۔ آفتاب کبھی ان کی زمین پر طلوع نہیں ہوا۔ اسی وجہ سے وہ ضعیف ہیں۔ حتیٰ کہ وہ اس قدر زمانہ میں دیوار کے گرانے پر قدرت نہیں پا سکے۔ پھر وہ جانب شمال کو روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ اس مقام تک پہنچا جہاں آفتاب غروب نہیں ہوتا۔ اور یہ زمین جیسی کہ خدا نے پیدا کی تھی۔ اب تک ویسی ہی سفید ہے۔ اور وہ رجال غیب کی مقام ہے اور اس کے بادشاہ خضر علیہ السلام ہیں۔ ان شہروں کے رہنے والوں کے ساتھ فرشتے کلام کرتے ہیں۔ وہاں نہیں پہونچے۔ اور نہ وہاں کوئی خدا کا فرمان بند ہوتا ہے۔ پس وہ ابھی تک اپنی ... ہوتا ہے۔ اور وہ ارض بلغار کے قریب ہے۔ اور بلغار ترکم کا ایک شہر ہے۔ ... دنوں میں نماز عشاء واجب نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس میں فجر کی شفق شفق مغرب کے غروب ہونے سے پہلے نکل آتی ہے۔ اس زمین کے عجائبات بیان کرنے کے سوا ہمارا کوئی مقصد نہیں۔ کیونکہ اس کے عجائبات کی خبریں عام طور پر شائع ہو چکی ہیں۔ اس لئے ان کے ذکر کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ لیکن اس چیز کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔

Marfat.com

اس کو سمجھ (یعنی ہمارا مقصد اُن عجائبات کے بیان کرنے کا ہے۔ جن میں کوئی دقیقۂ معرفت ہو۔ چونکہ عدم وجوب نماز عشاء سے اس معرفت کی طرف اشارہ ہے۔ کہ جب صوفی پر ایسی حالت طاری ہو۔ جس میں وقت کا ادراک بالکل نہ رہے۔ تو اس پر کوئی نماز واجب نہیں رہتی۔ جیسے کہ اہل بلغار پر عشاء کی نماز واجب نہیں ہوتی۔ اسی لئے اس عجیب امر کا یہاں ہم نے ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مترجم)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ زمین تمام زمینوں سے قدر میں اشرف وارفع ہے۔ اس لئے کہ وہ انبیاء مرسلین۔ اولیاء وصالحین کا محل ہے۔ پس اگر آدمی اس کی معرفت سے غافل نہ ہوتے۔ تو تُو ان کو غیب کی باتیں کرتے ہوئے اور مشکلات میں تصرف کرتے ہوئے دیکھتا۔ اور اس بات کو دیکھتا۔ کہ وہ صانع تعالیٰ کی قدرت سے جو چاہتے ہیں۔ کرتے ہیں۔ ان تمام باتوں کو سمجھ جن کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔ اور اس امر کو شناخت کر۔ جس کی طرف ہم نے تجھے رہنمائی کی ہے۔ اور ظاہر پر نہ رہ۔ جان کہ ہر ظاہر کے لئے باطن ہے اور ہر حق کی حقیقت ہے۔ والسلام

زمین کا دوسرا طبقہ۔ اس کا رنگ سبز زمرد کی مانند ہے۔ اور اس کا نام ارض العبادات ہے۔ اور اس میں مومن جن رہتے ہیں۔ ان کی رات پہلی زمین کا دن ہے۔ اور ان کا دن اس کی رات ہے۔ اس کے اہل ہمیشہ اس میں ساکن رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ دنیا کی زمین سے آفتاب غروب ہو جاتا ہے۔ پھر وہ ظاہر زمین کی طرف نکلتے ہیں۔ بنی آدم سے ایسا تعشق کرتے ہیں۔ جیسے مقناطیس سے لوہا تعشق کرتا ہے۔ شکار کے شیروں سے ڈرنے کی نسبت وہ بنی آدم سے زیادہ ڈرتے ہیں۔ اس کرۂ زمین کا گھیرا دو ہزار دو سو برس اور چار مہینے کی راہ کا ہے۔ لیکن اس میں ویرانہ نہیں ہے۔ بلکہ سب آباد ہے۔ اور اکثر مومنین جن سالکین اور مجاہدین نفس کا حسد کرتے ہیں۔ بہت سے سالک اس زمین کے جنوں سے ہلاک ہو گئے ہیں۔ آدمی کو پتہ بھی نہیں لگتا۔ کہ وہ اس کو پکڑ لیتے ہیں۔ میں نے ایک جماعت اس زمانہ کے سادات متصوفین کی دیکھی۔ کہ ان کو بیڑیاں اور طوق پڑے ہوئے تھے۔ اس زمین کے جنوں نے ان کو قید کیا ہوا تھا۔ پھر ان کو بہرہ کر دیا۔ اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا حالانکہ وہ کلمات خضر کو اپنے دونوں کانوں سے سنتے تھے۔ پھر وہ ایسے ہو گئے۔ کہ جب اس زمین کی دوسری جانب سے خطاب کئے جاتے تھے۔ تو نہ سنتے تھے۔ اور نہ سمجھتے تھے۔ اور وہ اس چیز سے محجوب ہیں۔ جس میں کہ ہیں۔ اگر ان کو وہ بات کہی جائے۔ جس پر کہ وہ پہلے تھے۔ تو وہ اس کا انکار کر دیتے ہیں جس چیز کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے اس کو سمجھ۔ اور اس امر کی تحقیق کر۔ جس کی میں نے رہنمائی کی ہے۔ اور احکام طریق میں خدا سے مدد مانگ۔ کہ وہ تجھ کو اس فریق کے مکر سے بچائے۔ (مترجم عرض کرتا ہے۔ کہ یہ مقید اور مغلغل ہونے کا واقعہ مصنف علیہ الرحمۃ نے کشفی عالم میں دیکھا ہے۔ کیونکہ اگر کشفی عالم میں تمام آدمیوں کا حال دیکھا جائے۔ تو اکثر آدمی جنوں اور شیطانوں کی قید میں محسوس طور پر مقید نظر آئیں گے۔ جو بظاہر نظر نہیں آتے۔ واللہ اعلم بالصواب

زمین کا تیسرا طبقہ۔ مثل زعفران کے اس کا رنگ زرد ہے۔ اس کا نام طبیعت کی زمین ہے۔ اس

Marfat.com

میں مشرکین جن رہتے ہیں۔اور ان میں کوئی مومن نہیں ہے۔ وہ شرک اور کفر کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔لوگوں میں بنی آدم کی صفت پر متمثل ہوتے ہیں۔اولیاء اللہ کے سوا انہیں کوئی شناخت نہیں کر سکتا۔جس شہر میں کوئی اہل تحقیق آدمی ہو۔ اس شہر میں وہ داخل نہیں ہوتے۔ یہ اس وقت ہے۔ جبکہ وہ اپنے انوار کی شعاع پر قادر ہو۔ ورنہ اس سے پہلے وہ داخل ہوتے رہتے ہیں۔اور وہ شخص ان سے یہاں تک لڑتا ہے۔کہ اللہ تعالےٰ اس کو فتح نصیب کر دیتا ہے۔پھر وہ اس کے بعد اس زمین کے قریب نہیں پھٹکتے۔جو ان میں سے اس طرف رخ کرتا ہے۔اس کے انوار کی شعاع سے وہ جل جاتا ہے۔خلقت کو خدا کی عبادت سے پھیرنے کے سوا زمین میں ان کا اور کوئی کام نہیں ہے۔اس کرۂ زمین کا گھیرا چار ہزار چار سو دو سو برس اور آٹھ مہینے کی راہ کا ہے۔ وہ سب آباد ہے۔اس میں کوئی ویرانہ نہیں ہے۔جب سے کہ اللہ نے اسے پیدا کیا ہے۔اس میں اس کا ذکر سوائے ایک مرتبہ کے اور کبھی نہیں ہوا۔اور وہ بھی اس کے رہنے والوں کی زبان کے سوا کسی اور بولی میں تھا۔جس چیز کی طرف ہم نے رہنمائی کر۔اس کو شناخت کر۔

زمین کا چوتھا طبقہ۔اس کا رنگ مثل خون کے سرخ ہے۔اور اس کا نام شہوت کی زمین ہے۔اس کرۂ زمین کا گھیرا آٹھ ہزار پینسٹھ برس اور ایک سو بیس یوم کی راہ کا ہے۔اور وہ کل آباد ہے۔اس میں شیاطین رہتے ہیں۔ان کی بہت سی قسمیں ہیں۔کہ ابلیس کی ذات سے پیدا ہوئے ہیں۔جب وہ اس کے سامنے جاتے ہیں۔تو وہ ان کے گروہ بنا دیتا ہے۔ایک گروہ کو قتل کی تعلیم دیتا ہے۔تاکہ وہ اللہ کے بندوں کو قتل پر آمادہ کریں۔اور ایک کو شرک کی تعلیم دیتا ہے۔اور ان کو شرک کی تعلیم دیتا ہے۔اور ان کو علوم مشرکین سے لوگوں کو واقف کرنے کا حکم کرتا ہے۔تاکہ ان کے دلوں میں کفر کی بنیاد محکم ہو جائے۔اور ایک گروہ کو علم جدل کی تعلیم دیتا ہے۔تاکہ وہ علماء سے جھگڑیں۔اور ایک گروہ کو مکر کی تعلیم دیتا ہے۔اور ایک کو دغا کرنے کی اور ایک کو چوری کی۔حتیٰ کہ وہ نہ کوئی چھوٹا گناہ چھوڑتا ہے۔نہ بڑا۔جس کے لئے وہ اپنی اولاد سے کسی گروہ کو آمادہ نہ کرتا ہو۔پھر ان کو حکم دیتا ہے۔کہ وہ معروف جگہوں پر بیٹھیں۔اور اہل خدع و مکر وغیرہ کو یہ تعلیم دیں۔کہ وہ طمع کی پستی کے درجہ میں قائم رہیں۔اور اہل قتل و طعن وغیرہ کو تعلیم دیں۔کہ وہ ریاست کے درجہ میں قائم رہیں۔اور اہل شرک کو یہ تعلیم دیں۔کہ وہ شرک کے درجہ میں قائم رہیں۔اور اہل علم کو تعلیم دیتے ہیں۔کہ وہ مناجات اور عبادات کی پستی میں قائم رہیں۔ مناجات اور عبادات سعادت میں داخل ہیں۔لیکن عارفین موحدین جو توحید وجودی پر فریفتہ ہیں۔ان میں داخل کرتے ہیں۔اسی لئے شیطانی ضلالت میں مصنف علیہ الرحمت نے اسے داخل کیا۔[illegible] اور داب متر جم اور زناکاروں اور چوروں وغیرہ کو یہ تعلیم دیں۔کہ وہ درکہ طبیعت میں ہی پڑے رہیں۔پھر ان کے ہاتھوں میں زنجیریں اور بیڑیاں دے کر ان کو حکم دیتا ہے۔کہ ان کو ان لوگوں کی گردنوں میں ڈال دیں۔جو ان کا حکم متواتر سات مرتبہ قبول کرتے ہیں۔اور ان کے درمیان انہوں نے توبہ نہیں کی ہوتی۔پھر اس کے بعد وہ اس کو بڑے خبیث شیاطین کے حوالہ کرتے ہیں۔وہ اپنے نیچے کی زمین میں اترتے ہیں۔اور ان زنجیروں کے سرے ان خبیث

شیاطین کے ہاتھوں میں دیتے ہیں۔ پس وہ ان زنجیروں کے گردن میں ڈالے جانے کے بعد ان کی مخالفت نہیں کر سکتا۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

زمین کا پانچواں طبقہ۔ اس کا رنگ مثل نیل کے نیلا ہے۔ اور اس کا نام ارض طغیان ہے۔ اس کے کرہ کا گھیر اٹھارہ ہزار چھ سو دس برس اور آٹھ مہینے کی راہ کا ہے۔ یہ تمام زمین آباد ہے۔ اور اس میں قوی جن اور شیاطین رہتے ہیں۔ ان کا کام اہل معصیت کو کبائر کی طرف لے جانے کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ اور یہ تمام اُلٹے کام کرتے ہیں۔ اگر ان کو کہا جائے۔ کہ چلے جاؤ۔ تو آجاتے ہیں۔ اور اگر کہا جائے۔ کہ آجاؤ۔ تو چلے جاتے ہیں مگر یہ تمام شیاطین سے قوی تر ہیں۔ ان کے اوپر چوتھے طبقہ کے شیاطین کا مکر ضعیف ہے کہ ادنےٰ حرکت سے بھی وہ ہٹ جاتے ہیں۔ انہی کے بارے میں خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کہ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيْفًا لیکن ان کا مکر بڑا بھاری ہے۔ بنی آدم پر غلبۂ قہر سے حکم کرتے ہیں۔ ان کو ان کی مخالفت ممکن نہیں ہوتی۔ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ

زمین کا چھٹا طبقہ۔ اس کا نام ارض الحاد ہے۔ مثل شب تاریک اس کا رنگ سیاہ ہے۔ اس کرہ زمین کا گھیر پینتیس ہزار دو سو اکیس برس اور ایک سو بیس یوم کی راہ کا ہے۔ یہ زمین بھی تمام آباد ہے۔ اس میں سرکش جن اور وہ جن رہتے ہیں۔ جو خدا کے بندوں میں سے کسی کا حکم قبول نہیں کرتے۔ معلوم کرنا چاہیئے۔ کہ تمام جن باوجود اپنی جنسیوں کے مختلف ہونے کے چار اقسام پر ہیں۔ ایک قسم عنصریون ہے۔ اور ایک ناریون اگرچہ نار بھی ایک عنصر ہے۔ لیکن یہاں ایک نکتہ ہے۔ اور ایک نوع ہوائی جنوں کی ہے۔ اور ایک ترابی جنوں کی۔

عنصری عالم ارواح سے باہر نہیں آتے۔ ان پر بساطت غالب رہتی ہے۔ اور وہ قوت میں سخت تر ہیں ملائکہ کے ساتھ قوی مناسبت کی وجہ سے اس نام سے وہ موسوم کیے گئے ہیں۔ اور یہ بات ان کے امور طبعیہ سفلیہ پر امور روحانیہ کے غالب ہونے کی وجہ سے ہے۔ ان کا ظہور محض خیالات نفسانی میں ہوتا ہے۔ قال اللہ تعالےٰ شَيَاطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ۔ پس اس کو سمجھ۔ وہ دکھائی نہیں دیتے۔ مگر اولیاء کو۔ اور ناریوں کا یہ حال ہے۔ کہ وہ نمایاں عالم ارواح سے نکلتے ہیں۔ اور ہر صورت میں کئی طور پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اکثر انسان سے عالم مثال میں ان کو ملنے کا اتفاق ہوتا ہے۔ پھر اس عالم میں جو چاہتے ہیں۔ اس سے کرتے ہیں۔ اور ان کا مکر بڑا زبردست ہے بعض ان میں سے ایسے ہیں۔ جو آدمی کو اٹھا کر کسی دوسری جگہ رکھ دیتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں۔ جو آدمی کے ساتھ قائم رہتے ہیں۔ پس جب تک وہ اس کے ساتھ رہتے ہیں۔ دیکھنے والا بے ہوش پڑا رہتا ہے۔ اور ہوائیوں کا یہ حال ہے۔ کہ وہ انسان کی روح کے مقابل ہو کر محسوس میں دکھائی دیتے ہیں۔ دیکھنے والے پر ان کی صورتیں منعکس ہوتی ہیں۔ پھر وہ بے ہوش ہو جاتا ہے۔ اور ترابیوں کا یہ حال ہے۔ کہ وہ آدمی کو شبہے ڈالتے ہیں۔ اور اسے اپنی مٹی سے شبہات کے [illegible] اور مکر میں نہایت کمزور جن ہیں۔

[illegible] اس کا نام ارض شقاوت ہے۔ اور وہ جہنم کی سطح ہے۔ کہ طبیعت کی پستیوں سے

Marfat.com

پیدا کی گئی ہے۔ اس میں سانپ اور بچھو رہتے ہیں۔ اور بعض عقوبت کے فرشتے بھی یہاں ہیں۔ اس کرۂ زمین کا گھیرا ستر ہزار چار سو بیالیس برس اور چار مہینے کی راہ کا ہے۔ اس کے سانپ اور بچھو مثل پہاڑوں اور جنگلوں کی گردنوں کے ہیں۔ اور یہ طبقہ جہنم سے ملا ہوا ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔ خدا نے یہ چیزیں اس زمین میں رکھی ہیں تاکہ وہ دنیا میں اس عذاب کا نمونہ ہوں۔ جو جہنم میں ہے۔ جیسا کہ مثل سکانِ جنت کے خدا تعالےٰ نے ایک طائفہ ناتابِ کو اکب میں رکھا ہے۔ تاکہ وہ دنیا میں اُن نعمتوں کا نمونہ ہو۔ جو جنت میں ہیں۔ اور اس کی نظیر قوت متخیلہ انسانیہ ہے مثل صورتوں میں سے جو اس کی بائیں جانب میں ہیں۔ وہ اس زمین کا نسخہ ہیں۔ اور جو دائیں جانب میں ہیں۔ وہ فلک اطلس میں حور وغیرہ کا نمونہ ہیں۔ یہ سب اس لئے ہے۔ کہ خدا کی حجت اس کی خلق پر قائم ہو۔ اس لئے کہ اگر اللہ تعالےٰ نے جنت اور دوزخ کی کوئی چیز اس دار دنیوی میں نہ رکھتا۔ تو عدم مناسبت کی وجہ سے عقول کو ان کی معرفت حاصل نہ ہوسکتی۔ اور ایمان ان پر لازم نہ آتا۔ خدا تعالےٰ نے اس دار دنیوی میں جنت اور دوزخ کی یہ چیزیں رکھ دی ہیں۔ تاکہ وہ عقول کے لئے ان چیزوں کی معرفت کا زینہ ہوں۔ جن کی نعیم جنت اور عذاب دوزخ سے خدا تعالےٰ نے خبر دی ہے۔ پس جس چیز کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔ اس کو سمجھ۔ اور ظاہر لفظ پر نہ ٹھہرا رہ۔ اور نہ اس کے معنوں کو باطن میں منحصر کر۔ بلکہ اس چیز سے متحقق ہو۔ جس کی طرف اس کے باطن نے اشارہ کیا ہے۔ اور جس چیز کی طرف اس کا ظاہر رہنمائی کرتا ہے۔ اس پر یقین کر۔ اس لئے کہ ہر ظاہر کا باطن ہے۔ اور ہر حق کی حقیقت ہے۔ اور آدمی وہ ہے۔ جو بات کو سن کر اس کی اچھی چیز کی پیروی کرتا ہے۔ خدا ہم کو اور تم کو ان لوگوں میں سے کرے۔ جو نصیحت لیکر صاحب ہو جاتے ہیں۔

پھر اس کے بعد جاننا چاہئے۔ کہ طبقاتِ زمین جب انتہا سے شروع کئے جاتے ہیں۔ تو ان پر دو چیزیں ... میں دور ہوگا۔ جیسا کہ اہل جہنم جب اس عذاب کو پورے طور پر بھگت لینگے۔ جو ان پر لکھا گیا ہے۔ اور دوزخ سے باہر آئینگے۔ تو اسی چیز کی طرف رجوع کرینگے۔ جو اہل جنت کا آخری حال ہے۔ مثل مشاہدہ کریمہ اور انوار ... الٰہیہ کے مطالعہ سے متحقق ہونا۔ پھر جیسا کہ فلک ماء قبل فلک تراب کے فلک اول ہے۔ ایسا ہی وہ بعد فلک تراب کے بھی فلک اول ہے۔ پھر اس کے بعد ہوا ہے۔ پھر نار پھر قمر۔ پھر مذکورہ ترتیب کے موافق فلک الافلاک تک تمام فلک ہیں۔ یہاں تک کہ یہ امر عرش عظیم پر جا ختم ہوتا ہے۔

اور جاننا چاہئے۔ کہ سات محیط دریاؤں کی اصل دو دریا ہیں۔ اس لئے کہ حق تعالےٰ ... کی طرف جو کہ پانی ہو گیا تھا۔ دیکھا تھا۔ تو پھر جو علم الٰہی میں نظر ہیبت و عظمت دیکھا ... کے مقابل تھا۔ تو شدت ہیبت کی وجہ سے اس کا ذائقہ نمکین کڑوا ہو گیا۔ اور جو پانی علم الٰہی میں نظر لطف و رحمت کے مقابل ہو ... کا ذائقہ شیریں ہو گیا۔ خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ قولہ هذا عذب فرات سائغ شرابه وهذا ملح اجاج یعنی یہ میٹھا پانی کا بہ سبب اس راز کے کہ رحمت غضب پر سابق ہے۔ پہلے ذکر کیا ... اسی سے اصل میں دو دریا ہیں۔ ایک شیریں اور ایک نمکین۔ پھر شیریں سے ...

Marfat.com

اس جگہ سے جو جانب مغرب کے قریب ہے۔ اور وہ دریائے نمکین محیط کے قریب ہو گئی۔ اس میٹھے پانی کا ذائقہ کھاری پانی کے ذائقہ سے مل گیا۔ وہ ملا ہوا پانی ایک علیحدہ دریا ہو گیا۔ اور دریائے نمکین سے تین شاخیں نکلیں۔ ایک شاخ وسط زمین میں قائم ہو گئی۔ وہ اپنے پہلے ذائقہ پر نمکین ہی رہی۔ اور اس میں تغیر نہ آیا۔ اور وہ ایک علیحدہ دریا ہے۔ اور ایک شاخ دائیں طرف چلی گئی۔ اور وہ جانب جنوبی ہے۔ اور اس زمین کا ذائقہ اس پر غالب رہا۔ جس میں کہ وہ بہتی چلی گئی۔ اور وہ کھٹے ذائقہ والی بن گئی۔ اور ایک علیحدہ دریا ہو گیا۔ اور ایک جدول شام کی طرف چلی گئی۔ اور وہ جانب شمالی ہے۔ اس میں اس زمین کا ذائقہ مل گیا۔ جس میں کہ وہ بہتی چلی گئی۔ پھر وہ مثل زہر قاتل کے کڑوی ہو گئی۔ اور وہ ایک علیحدہ دریا ہے۔ جس نے کوہ قاف کو احاطہ کر لیا۔ اور تمام زمین مع اس چیز کے جو اس میں ہے۔ اس کا کوئی خاص ذائقہ پہچان میں نہیں آتا۔ لیکن وہ خوشبودار ہے۔ اس کا سونگھنے والا اپنی حالت پر باقی نہیں رہتا۔ بلکہ اس کی خوشبو سے وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ یہ وہ بحر محیط ہے۔ جس کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ ان اشارات کو سمجھ اور اس چیز کو شناخت کر۔ جو ان عبارات میں لپٹی ہوئی ہے۔ لو۔ میں اس اجمال کی تفصیل کر دیتا ہوں۔ اور جو اسرار الٰہی اس میں ہیں۔ ان کو عجیب و غریب اقوال میں رکھتا ہوں۔

دریائے شیریں خوش مزہ ہے۔ کشتی اس میں آسانی کے ساتھ چلتی ہے۔ خاص اور عام اس سے نفع اٹھاتے ہیں۔ اور افکار و افہام اس سے متعلق ہوتے ہیں۔ قریب اور بعید۔ ضعیف اور شدید اس سے نفع حاصل کرتے ہیں۔ بدنوں کا ترازو اس سے سیدھا رہتا ہے۔ اور حکم میں ناموس مذاہب اسی سے قائم ہوتا ہے۔ اس کا رنگ سفید اور وجود اس کا شفاف ہے۔ اس کے منافذ میں لڑکا اور جوان سب تیز رو ہیں۔ اس کے دسترخوانوں میں طالب اور مغتنم سب چیرتے چگتے ہیں۔ اس کی مچھلیاں آسانی سے شکار کی جاتی ہیں تعظیم الاحترام کے نور سے پیدا کیا گیا ہے حلال اس میں حرام سے تمیز ہے۔ حکم ظاہر نے اسی سے ارتباط پایا ہے۔ امر اول و آخر اسی سے صلاح پذیر ہے۔ سفر اس کا زیادہ ہے۔ اور خطرہ اس کا کم ہے۔ نادر ہے۔ کہ اس کی کشتیاں ہلاک ہوں۔ اور اس کی موج سے اس کا سوار غرق ہو جائے وہ نجات کی طرف بھاگنے والے کی راہ ہے۔ اور طالب کی اپنی آرزوؤں تک پہنچنے کی سبیل ہے۔ کہ وہ عبارات کے سیپیوں سے اشارات کے موتی اس سے نکالتا ہے۔ اور اس سے حکم کا مرجان کلمات کے جال میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس کی مراکب یعنی کشتیاں منقول ہیں۔ اور اس کی بندرگاہیں معلوم ہیں۔ مجہول نہیں۔ اس کی تہ قریب ہے۔ اور گہرائی بعید ہے۔ اور اس کے رہنے والے مختلف مذاہب اور متفق مذاہب کے ہیں۔ اس کے رئیس مسلمان ہیں۔ اور اس کے حکام فقہائے عاملین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ نعیم کو اس کی حفاظت کے لئے موکل کیا ہے۔ اور ان کو اہل بسط و قبض بنایا ہے۔ اس کی چار شاخیں مشہور ہیں۔ اور چالیس ہزار شاخیں ہیں۔ جن کے نشان مٹے ہوئے ہیں مشہور شاخیں یہ ہیں۔ فرات۔ نیل۔ سیحون۔ جیحون اور جن کے نشان ناپدید ہیں۔ ان میں سے اکثر زمین ہند اور ترکمان میں ہیں۔ اور ان میں سے دو شاخیں حبشہ میں ہیں۔ ان دریاؤں کے محیط کا دور چالیس برس کی راہ کا ہے۔ اور وہ اطراف زمین شاخ در شاخ ہے۔ طول و عرض میں اس سے شاخیں نکلی ہوئی ہیں۔ اور اس کی دو شاخیں ہیں۔ کہ

Marfat.com

پہلی ان میں سے ارم ذات العماد میں ہے۔ اور دوسری نعمان میں ہے۔ اور جس کو عرض میں اور زمین کی آمیزش سے لیا گیا ہے۔ وہ اعمال و دیار کو آباد کرنے والا ہے۔ اور عمال اور کاتبوں کے ہاتھوں میں ظاہر ہے۔ اور وہ جو طول التحاد میں لیا گیا۔ (التحاد کے معنی جھکنے اور دین سے پھر جانے کے ہیں) اور ارم ذات العماد میں ساکن ہوا۔ وہ وہ جاری کیا ہوا دریا ہے۔ جس میں ممزوج و آمیختہ موتی پائے جاتے ہیں۔ ان اشارات کو سمجھ اور ان عبارات کی پہچان کر۔ یہ امر اپنے ظاہر پر نہیں ہے۔ اور اللہ ہر امر کے اول و آخر پر محیط ہے۔ اور بد بودار دریا سو اس کی راہیں دشوار گذار ہیں۔ خطرناک ہیں۔ وہ سالکوں کی راہ ہے۔ اور سیر کرنے والوں کا طریق ہے۔ ہر ایک اس پر گذرنے کا قصد کرتا ہے۔ لیکن اس کے بندے ہی اس کی طرف پہنچتے ہیں۔ اس کا رنگ سیاہ سفید ملا ہوا ہے۔ اور اس کا وجود نہایت عجیب و غریب ہے۔ اس کی موجیں۔ طرح طرح کی خشکیاں برآمد کرتی ہیں۔ اور اس کی ہوائیں صبح اور شام قسم قسم کی نفیلتیں پیدا کرتی ہیں۔ اس کی مچھلیاں مثل خچروں اور اونٹوں کے ہیں۔ وہ سب کو اٹھا لیتی ہیں۔ بھاری بھاری بوجھوں کو اٹھا کر شہر درا لنفس (نہایت نفیس موتی) کی طرف لے جاتی ہیں۔ اور جان توڑ کر وہاں پہنچتی ہیں۔ لیکن وہ مشکل سے قابو میں آتی ہیں۔ بڑی جدوجہد اور کوشش سے شکار کی جاتی ہیں۔ ان کی کشادہ اور واضح سواریوں پر کوئی شخص عبور نہیں کرسکتا۔ مگر وہ شخص جو عزیمت قاہرہ رکھتا ہو۔ اس کی ہوائیں جانب شرق و اضح سے چلتی ہیں اور ان کی کشتیوں کو دریائے کامیابی میں چلا کر اس کے کنارے تک لے جاتی ہیں۔ اس کے اہل افعال میں صادق اقوال و احوال میں ایماندار ہیں۔ اس کے رہنے والے عباد و صلحاء اور زاہد ہیں۔ اس دریا سے بقاء کے موتی اور صفائی اور پاکیزگی کے مرجان نکلتے ہیں۔ وہ شخص ان سے آراستہ ہوتا ہے۔ جس نے اپنے نفس کو پاک و مطہر کیا۔ اور جو صاحب تخلق و تحقق و تجلی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے عذاب کے فرشتوں کو اس عجیب و غریب دریا کی حفاظت پر موکل کیا ہے۔ اس دریا کے محیط کا گھیرا پانچ ہزار برس کی راہ کا ہے۔ اور اس کا ایک حلقہ عرض میں ہے۔ جو زمین میں پھیلا ہوا نہیں ہے۔ اور جاری کیا ہوا دریا جس میں آمیختہ موتی ہیں۔ اس کا رنگ زرد ہے۔ اس کی موجیں مثل سرخ پتھر کے بستہ ہیں۔ کل آدمی اس کے پینے پر قدرت نہیں پا سکتے۔ اور نہ ہر ایک اس کی ورزش میں چلنے کی طاقت رکھتا ہے۔ اور وہ دریائے ارم ذات العماد ہے۔ اَلَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ۔ ارم ذات العماد وہ شہر ہے جس کی نظیر شہروں میں نہیں پائی جاتی۔ اس کی راہ دشوار گذار ہے۔ کثیر الھلاکت ہے۔ بعض مومنوں کے سوا اس میں کوئی شخص سلامت نہیں رہتا۔ اور معتقد افراد کے سوا کوئی اس کے امر کو مضبوط نہیں کرتا۔ کیونکہ جو شخص اس کی کشتی پر سوار ہوا۔ وہ کشتی انجام کار ڈوب گئی اور ٹوٹ گئی۔ مسلمانوں کی اکثر کشتیوں کو اس دریائے جاری کی مچھلیاں نگل لیتی ہیں۔ اس کی کشتیوں کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو کامل عقل رکھتے ہیں اور نقول شافیہ سے مؤید ہیں۔ اور جو ان کے سوا ہیں۔ وہ بہت جلدی بھرتے ہیں۔ اور اقامت میں فائدہ طلب کرتے ہیں۔ اس دریا کی مچھلیاں بڑے بڑے بہانے اور حیلے کرنے والیاں ہیں۔ یقیناً ابریشم کے جال کے سوا شکار نہیں کی جا سکتیں۔ اور وہ آدمی اس کے متولی ہوتے ہیں۔ جو مومن ہیں۔ لاہوتی الاصل موتی اور ناسوتی المش،،

Marfat.com

مرجان اس سے نکالتے ہیں۔ اور اس دریا کے فائدے اس قدر ہیں۔ کہ شمار میں نہیں آسکتے۔ اور ان کی غائیت معلوم نہیں کی جاسکتی۔ اور اس کی ہلاکت سخت خسارہ والی ہے۔ ایمان والا یان میں موثر ہے۔ اس دریا کے رہنے والے مقام صدیقیت صغری کے اہل ہیں۔ اور صدیقیتِ کبری والوں کی ندا کو اٹھلتے ہوئے ہیں۔ میں نے اس دریا کے رہنے والوں کو سلیم الاعتقاد پایا ہے۔ کہ حسن ظن سے انقیاد کے فتنوں سے بچے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالے نے ملائکہ تسخیر کو اس دریائے کثیر المار کی حفاظت کے لئے مقرر کیا ہے۔ اور وہ اِرَمَ ذَاتِ العِمَادِ الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ کے اہل ہیں۔ اور اس دریا کی موج اس شہر قریب کے کنارے پہنچتی ہے اور وہاں کے رہنے والے اس کی عجیب مچھلیوں سے منتفع ہوتے ہیں۔ اس دریا کے محیط کا قطر سات ہزار برس کی راہ کا ہے۔ اور کبھی مسافر اس کو تقریباً ایک برس میں قطع کر لیتا ہے۔ دار دنیوی کے طول میں متفرع ہے اس کے ویرانہ اور آبادی کو چھپائے ہوئے ہے۔

اور دریائے شور کا یہ قصہ ہے۔ کہ وہ محیط عام ہے پورے طور پر دائرہ ہے نیلی رنگت والا ہے۔ اور نہایت گہرا ہے۔ جو شخص اس کا پانی پیتا ہے۔ پیاس سے مر جاتا ہے۔ اور جو شخص اس کے میدان میں گذرتا ہے۔ ہلاک ہو جاتا ہے۔ سازل کی ہوائیں اس کے مغارب میں چلتی ہیں۔ اور اس کی اطراف و جوانب میں موجوں کی تھپیڑ ہوتی ہے۔ پھر کوئی تیرنے والا بھی اس میں سلامت نہیں رہتا۔ اور صبح اور شام کو آنے والا اس میں ہدایت نہیں پاتا۔ لیکن اس وقت جبکہ توفیق کے ہاتھ اس کی تائید کرتے ہیں۔ تو اس وقت اس کی کشتی اس گہرے دریا کے کنارے پر آلگتی ہے۔ اس کی کشتیاں صبح کو چلتی ہیں۔ اور اس کی تمام ہوائیں دائیں اور بائیں جانب سے چلتی ہیں۔ اس کی کشتی ناموس کی تختیوں سے بنائی گئی ہے۔ اور فراموشی کی میخیں اس میں جڑی ہوئی ہیں۔ اس کی راہ میں فکریں گم ہو جاتی ہیں۔ اور اس کی گہرائی میں عقلیں حیران رہ جاتی ہیں۔ اس کی کشتیاں کثیر الہلاکت ہیں۔ جلد ہی ہلاک اور درست ہو جانے والی ہیں۔ سوائے بعض آدمیوں کے اس میں کوئی سلامت نہیں رہتا۔ اور اس کے مہالک سے بعض افراد ہی نجات پاتے ہیں۔ اس دریا کی مچھلیاں سواری اور سوار دونوں کو نگل جاتی ہیں۔ مقیم اور مسافر اس میں ہلاک ہو جاتے ہیں۔ مسافر اس میں ہر مسلک پر ہزاروں مصیبتیں اٹھاتا ہے۔ اس میں حرام حلال سے مبہم ہو جاتا ہے۔ اور اس میں منشاء و مال دونوں مل جاتے ہیں اس کی تہ کی کوئی انتہا نہیں۔ اور نہ اس کے آخر کی کوئی ابتداء ہے۔ اس میں وہی غوطہ لگا سکتا ہے۔ جو پوری عزیمت رکھنے والا ہے۔ اور اس کے موتیوں کو بڑی ہمت والے ہی لا سکتے ہیں۔ اس کا امر محصول کی حقیقت پر مبنی ہے۔ اور اس پر اصول و فروع کی بنیاد ہے۔ اس کی موجیں باہم تھپیڑیں مارنے والی ہیں۔ اور اس کی جنتیں باہم متصادم ہوتی ہیں۔ اس کے خطرے عظیم ہیں۔ اور اس کے بادل ایک دوسرے پر ہجوم کئے ہوئے ہیں۔ روشن ستاروں کے سوا اس کے اہل کے لئے کوئی رہبر نہیں ہے۔ اور تاریکیوں کے جنگل کے سوا اس

سلہ تمام بس میانہ دل بمعظم آں اور دریائے کثیر الماء (۱۱)

Marfat.com

کی کشتیوں کے ٹھہرنے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ اس کی مچھلیاں تمام مخلوقات کی ہیئت پر ہیں۔ اور اس کے ہوا میں پھرنے والے حشرات انواع واقسام کے زہر پھونکنے والے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اس دریا کے حشرات کو اپنے اسم قادر کے نور سے پیدا کیا ہے۔ اور ان کو حکمت امر ظاہر کی حقیقت بنایا ہے۔ خواص جب اس دریا کے مدوجزر سے سلامت رہتے ہیں۔ تو عہد و پیمان کے سیپوں کے دُرِّ یتیم اس سے نکالتے ہیں۔ اس کے رہنے والوں کو خدا تعالےٰ نے ملاء اعلےٰ کا ایک گروہ بنایا ہے۔ جو بڑی طاقت والا ہے۔ اور ان کی حفاظت کے لئے وحی لانے والے ملائکہ کو موکل کیا ہے۔

جاننا چاہیئے۔ کہ جب اللہ تعالےٰ نے قدم میں اس یاقوت کی طرف دیکھا۔ جو عدم میں موجود تھا۔ تو اس دریا کو اس یاقوت کا نور اور اس کی بہجت حاصل ہوئی۔ اور میٹھا پن اس کی جداول اور اس کی صورت اور اس کی ہیئت سے تھا۔ پھر جب یاقوت پانی ہو گیا۔ تو دونوں دریا ظلمت اور ضیا ہو گئے۔ پھر جب دونوں دریا جاری ہوئے۔ مل کر بہنے لگے۔ تو اللہ تعالےٰ نے ان دونوں کے درمیان ماء الحیات کو برزخ بنایا۔ کہ اپنی حد سے تجاوز نہیں کرتے۔ اور یہ آب حیات کا پانی وہاں ہے۔ جہاں دو دریا اکٹھے ہوتے ہیں۔ اور جہاں حکم اور دوام ملتے ہیں۔ اور وہ ایک چشمہ ہے۔ کہ پھوٹ کر جانب مغرب جاری ہوتا ہے۔ اس شہر کے نزدیک جس کا نام ازبل مغرب ہے۔ اس دریائے جاری کی خاصیت جس کو خدا نے مجمع البحرین میں پیدا کیا ہے۔ یہ ہے کہ جو شخص اس سے پانی پیتا ہے۔ وہ مرتا نہیں ہے۔ اور جو اس میں تیرتا ہے۔ وہموت کے کلیجے کو کھاتا ہے اور بہموت دریائے شور میں ایک مچھلی ہے۔ کہ جو تمام دنیا و ما فیہا کو اٹھائے ہوئے ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے جب زمین کو بچھایا۔ تو اس کو ایک بیل کے دونوں سینگوں پر جس کا نام برہوت ہے۔ رکھ دیا۔ اور اس بیل کو اس مچھلی کی پشت پر کھڑا کیا۔ جیسا کہ خدا تعالےٰ اپنے قول مَا تَحْتَ الثَّرٰی میں اشارہ کرتا ہے۔ یہ مجمع البحرین وہ جگہ ہے۔ جہاں حضرت موسےٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے اس کے کنارے پر ملاقات کی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے ان سے وعدہ کیا ہوا تھا۔ کہ تم کو ہمارا ایک بندہ مجمع البحرین کے کنارہ پر ملیگا۔ جب موسےٰ علیہ السلام اور وہ جوان جوان کے ساتھ تھا اپنی غذا لیکر مجمع البحرین پر پہنچے۔ تو ان کو موسےٰ علیہ السلام نے اس مچھلی سے جس کو وہ جوان پتھر پر رکھ کر بھول آیا تھا۔ پہچانا۔ اور دریا اس وقت چڑھائی پر تھا۔ جب اس دریا کا پانی اترا اور اس مچھلی تک پہنچا۔ تو اس مچھلی نے سرنگ لگا کر دریا میں اپنی راہ لی۔ موسےٰ علیہ السلام اس مچھلی کو کہ جو آگ میں پکائی گئی تھی۔ زندہ دیکھ کر متعجب ہوئے۔ اس جوان کا نام یوشع بن نون تھا۔ اور وہ موسےٰ علیہ السلام سے عمر میں ایک برس بڑا تھا۔ اور ان دونوں کا قصہ مشہور ہے۔ اور ہم نے اس کی تفصیل اپنے رسالہ میں جس کا نام مسامرۃ الحبیب ومسائرۃ الصحیب ہے۔ کر دی ہے۔ پس اس میں تامل کرنا چاہیئے۔ سکندر نے افلاطون کے کلام پر اعتماد کرکے اس پانی کے پینے کے لئے سفر کیا۔ افلاطون نے یہ کہا تھا۔ کہ جو شخص اس سے پانی پی لیتا ہے۔ وہ مرتا نہیں ہے۔ کیونکہ افلاطون اس مقام پر پہنچا تھا۔ اور اس دریا کا اس نے پانی پیا

Marfat.com

تھا۔ اور وہ ایک پہاڑ میں جس کا نام دراوند ہے۔ اب تک زندہ ہے۔ ارسطو افلاطون کا شاگرد تھا۔ اور وہ اسکندر کا استاد تھا۔ اس نے سفر میں مجمع البحرین تک سکندر کا ساتھ دیا۔ پھر جب وہ ظلمات کی زمین تک پہنچا۔ تو وہ اور لشکر کے کچھ آدمی اس کے ساتھ گئے۔ اور باقی ایک شہر میں جس کا نام ثبت تھا۔ ٹھہرے رہے۔ اور وہ آفتاب کے طلوع ہونے کی حد ہے۔ اسکندر کے ساتھ کے لشکر میں سے ایک خضر علیہ السلام بھی تھے۔ اور ایک مدت تک چلتے رہے۔ جس کا شمار اور جس کی غایت معلوم نہیں۔ اور وہ دریا کے ساحل پر تھے۔ اور جب وہ کسی جگہ اترتے تو اس کا پانی پیتے۔ جب طول سفر سے ملال پیدا ہوا۔ تو وہ لوٹ کر اس طرف آئے۔ جہاں لشکر نے مقام کیا ہوا تھا۔ حالانکہ وہ اپنے رستے میں مجمع البحرین پر سے گزر چکے تھے۔ اور اس کا ان کو پتہ نہ لگا۔ شناخت نہ کرنے کی وجہ سے وہ وہاں نہ ٹھہرے۔ اور نہ اترے۔ اور خضر علیہ السلام کو اس بات کا الہام ہوا تھا۔ پھر جب وہ اس مقام پر پہونچے۔ تو اس پرندہ میں جان آئی۔ اور وہ پھڑکنے لگا۔ پس وہ وہیں ٹھہر گئے۔ اور اس سے پانی پیا۔ غسل کیا۔ اور اس میں تیرنے لگے۔ سکندر سے یہ حال پوشیدہ رکھا۔ یہاں تک کہ وہ اس سے نکل آیا۔ پھر جب ارسطو نے خضر علیہ السلام کی طرف دیکھا۔ تو معلوم کیا۔ کہ وہ کامیاب ہو گئے۔ اور ان کے ساتھی ناکام رہے۔ پھر ارسطو نے مرتے دم تک اس کی خدمت کو نہ چھوڑا۔ اور اس نے اور اسکندر نے بہت سے علوم اس سے حاصل کئے جان رکھ۔ کہ عین حیات اس وجود کی حقیقت ذریتہ کا مظہر ہے۔ ان اشارات کو سمجھ۔ اور ان عبارات کی رموز کو کھول۔ اور حقیقت امر کو اپنے وجود سے اپنی انیت نفس سے خارج ہو کر طلب کر۔ تاکہ تو ان لوگوں کے درجہ کو پہونچے۔ جو اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔ رزق دئے جاتے ہیں۔ اور وقت اپنی فیاضی سے مجھے ان کے گروہ میں داخل کرے۔ اور موسیٰ، خضر، اسکندر، ظلمات اور اس کے دریا سے مراد تو ہی ہو جانے۔

جاننا چاہیئے۔ کہ خضر علیہ السلام جس کا پہلے ذکر ہو چکا۔ اللہ تعالےٰ نے اُسے ونفخت فیہ من روحی کی حقیقت سے پیدا کیا ہے۔ اور اللہ کی روح ہے۔ اسی لئے وہ قیامت تک زندہ ہیں۔ میں نے اس سے ملاقات کی۔ اور اس سے دریافت کیا۔ اور جو کچھ میں نے اس دریائے محیط کے متعلق بیان کیا ہے۔ یہ اُسی سے مروی ہے جاننا چاہیئے۔ کہ اس مذکورہ دریائے محیط کی جو شاخ جبل قاف سے جو دنیا سے ملا ہوا ہے۔ جدا ہوتی ہے وہ تنور ہے۔ اور وہ وہی دریائے مذکور ہے۔ اور جو پانی اس سے جبل مذکور کے متصل ہے۔ وہ اس دریائے شور کے پیچھے ہے۔ وہ بحر احمر ہے۔ اور خوشبودار ہے۔ اور جو پانی جبل قاف کے پیچھے جبل اسود کے متصل ہے۔ وہ بحر اخضر ہے۔ اس کا ذائقہ مثل زہر قاتل کے کڑوا ہے۔ جو ایک قطرہ بھی اس سے پیتا ہے۔ وہ اسی وقت ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور اس کا جو پانی جبل قاف کے پیچھے بحکم الانفصال اور جمیع وجودات کو شمول اور احاطہ کئے طور پر ہے۔ وہ بحر اسود ہے۔ جس کا نہ ذائقہ ہے۔ اور نہ بو۔ اور نہ وہاں کوئی شخص پہنچا ہے۔ بلکہ الہامی اخبارات کے ذریعہ اس کا حال معلوم ہوا۔ چونکہ اس کے آثار منقطع اور ناپدید ہیں۔ لہٰذا وہ پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ اور بحر احمر جس کی بو مشک خالص کی مانند ہے۔ وہ بلند شان۔ بزرگ موج دریا کے نام سے معروف ہے۔ اس دریا کے

Marfat.com

کنارے پر میں نے مومن آدمیوں کو دیکھا۔ جن کی عبادت صرف یہ تھی۔ کہ وہ خلق کو حق کے قریب کرتے تھے۔ یہ ان کا جبلی امر ہے۔ جس نے ان سے معاشرت و مصاحبت کی۔ بقدر معاشرت کے اس نے خدا کو پہچان لیا۔ اور بقدر ان کے ساتھ سیر الی اللہ کرنے کے حق کے قریب ہؤا۔ ان کے چہرے مثل آفتاب روشن کے اور مثل چمکدار بجلی کے ہیں۔ وہ آدمی جو ویران بیابانوں میں سرگرداں ہے۔ ان سے روشنی حاصل کرتا ہے۔ اور جو دریاؤں کی تاریکیوں میں سرگشتہ ہے۔ وہ ان سے ہدایت پاتا ہے۔ جب وہ اس دریا کے سفر کا ارادہ کرتے ہیں۔ تو اس کی مچھلیوں کے لئے جال لگاتے ہیں۔ ان کو شکار کر لیتے ہیں۔ تو ان پر سوار ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اس دریا کی کشتیاں بھی اس کی مچھلیاں ہیں۔ اور اس دریا کا حاصل لؤلؤ اور مرجان ہیں۔ لیکن جب وہ مچھلی کی پشت پر ٹھیک بیٹھ جاتے ہیں۔ تو دریا کی خوشبو سے ان میں نشاط پیدا ہوتی ہے۔ اور ان پر ایک قسم کی غشی طاری ہو جاتی ہے جس سے وہ نہ اپنے نفسوں میں ہوش میں آتے ہیں۔ اور نہ اپنے محسوس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جب تک کہ وہ اس دریا میں سوار رہتے ہیں۔ پھر مچھلیاں ان کو لئے جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ ساحل سے ان کی حد تک پہنچ جاتے ہیں۔ پھر وہ ان کو ان منازل میں سے کسی منزل میں پھینک دیتی ہیں۔ جب وہ خشکی پر پہنچتے ہیں۔ اور اس دریا سے نکل جاتے ہیں۔ تو ان کی عقلیں اور ان کے حواس بجا ہو جاتے ہیں۔ اور حاصل ان پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور بے حد و حصر عجائب و غرائب سے کامیاب ہوتے ہیں۔ جن کی کنہ تعبیر اور ادنیٰ درجہ کا وصف یہ ہے کہ کوئی آنکھ نہیں۔ جس نے ان کو دیکھا ہو۔ اور کوئی کان نہیں۔ جس نے اس کو سنا ہو۔ اور نہ کبھی کسی بشر کے قلب میں اس کا خیال گذرا ہے۔

جاننا چاہئے۔ کہ اس دریا کی امواج میں سے ہر موج ما بین آسمان و زمین کو لاکھ مرتبہ بھر دیتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ انتہا پذیر نہیں ہوتی۔ اگر عالم قدرت میں اس دریا کی سمائی نہ ہوتی۔ تو عالم وجود میں وہ بالکل نہ پایا جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کروبیوں کو اس بحر کی حفاظت پر مقرر کیا ہے۔ اور وہ اس کے کنارے پر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اس کے وسط میں وہ قرار نہیں کر سکتے۔ اس دریا میں سوائے اس کے چارپاؤں اور مچھلیوں کے اور کوئی چیز نہیں رہتی۔

اور بحر اخضر کا یہ حال ہے۔ کہ اس کا ذائقہ کڑوا ہے۔ غرق اور ہلاک کی معدن ہے۔ علماء اچھی صفات سے اس کا وصف کرتے ہیں۔ اور عارف اچھے نشانات سے اسے نشان مند کرتے ہیں۔ اس میں کوئی [illegible] اور جو اس پہ سوار ہوتا ہے۔ وہ مر جاتا ہے۔ میں نے اسے دیکھا ہے۔ اس حال میں کہ [illegible] جو با اطمینان اور با امانت ہے۔ یہ وہی شہر ہے۔ جس میں موسےٰ و خضر پہنچے تھے۔ اور وہاں کے لوگوں سے [illegible] کیا تھا۔ انہوں نے ان کی مہمانداری سے انکار کر دیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ وہ فقیروں کے بھیس میں تھے اور اس شہر کے لوگ صرف ملوک اور امراء کو کھانا کھلاتے تھے۔ پھر میں نے وہاں کے لوگوں کو دیکھا جب کہ وہ اس دریا کی سیر کے مشتاق ہیں۔ ان کے دل اس امر کی محبت میں لگے رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ [illegible]

کہ وہ ان کی عید کا دن ہوتا ہے۔ میلہ لگاتے ہیں۔ اور رنگا رنگ عمدہ قسم کے اونٹوں پر کہ کسی کا ان میں سے سبز رنگ ہوتا ہے۔ اور کسی کا سرخ اور کسی کا زرد وغیرہ ان پر وہ سوار ہوتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو ان سے مضبوط باندھ دیتے ہیں۔ اور اونٹوں کی آنکھوں پر بھی پٹیاں باندھ دیتے ہیں۔ پھر ان کو دریا کی جانب قریب کرتے ہیں۔ جس کا اونٹ اس کو دریا میں لے گھستا ہے۔ وہ اور اس کا اونٹ ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور جس نے اپنی سواری کو دریا سے بطور روگردانی کے ہٹا رکھا۔ وہ زندہ واپس آتا ہے۔ لیکن اپنے جی میں اس کا حال مثل غائب۔ مردود۔ مہجور اور رانده کے ہوتا ہے۔ پھر وہ ہمیشہ ایک اور اونٹ مہیا کرتا رہتا ہے۔ اور آئندہ سال تک اس کی پرورش کرتا ہے۔ پھر اس کے ساتھ بھی ویسا ہی کرتا ہے۔ جیسا کہ پہلے سال میں کیا تھا۔ حتیٰ کہ وہ مارے عشق کے اس دریا میں ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس کا تعشق ایسا ہوتا ہے۔ جیسے کہ پروانے چراغ کی روشنی پر عاشق ہوتے ہیں۔ کہ وہ اس میں اپنے آپ کو گرا دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس میں فانی اور ہلاک ہو جاتے ہیں۔

اور ساتواں بحر اسود ناطع ہے۔ نہ اس کے رہنے والے شناخت کئے جاتے ہیں۔ اور نہ اس کی مچھلیوں کا کچھ پتہ لگ سکتا ہے۔ وہاں پہنچنا محال ہے۔ اور حصول اس سے غیر ممکن ہے۔ اس لئے کہ وہ اطوار سے باہر ہے۔ پیچوں اور دوروں کا آخر ہے۔ اس کے عجائب غرائب کی کوئی نہایت نہیں۔ غائت اس سے کوتاہ ہے اس کے عجائبات یہاں تک بڑھے ہوئے ہیں۔ کہ گویا کہ وہ ایک محال شئے ہے۔ وہ بحر ذات ہے۔ جس کے قریب صفات حیران ہیں۔ وہ معدوم بھی ہے۔ موجود بھی ہے۔ نشان مند بھی ہے۔ اور بے نشان بھی ہے۔ معلوم بھی ہے مجہول بھی۔ محکوم ہے۔ منقول ہے۔ مختوم ہے۔ معقول ہے۔ اس کا پانا اس کو مفقود کرنا ہے۔ اور اس کا فقدان اس کا وجدان ہے۔ اس کا اول آخر کو محیط ہے۔ اور اس کا باطن اس کے ظاہر پر قائم ہے۔ نہ اس کی کوئی چیز ادراک کی جا سکتی ہے۔ اور نہ پوری طرح پر کوئی شخص اس کو معلوم کر سکتا ہے۔ پس ہم اس میں غوطہ لگانے سے اور اس کے بیان سے باگ کو پھیر لیتے ہیں۔ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ وعلیہ التکلان۔

تریسٹھواں باب

تمام ادیان عبادات اور جمیع احوال و مقامات کے نکتے کے بیان میں

جاننا چاہئے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے جمیع موجودات کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور وہ بالاصالت اس پر مفطور مجبول ہیں۔ عالم کی ہر شئے اپنے حال۔ قال اور افعال سے بلکہ اپنی ذات و صفات سے اللہ کی پرستش

Marfat.com

کرتی ہے۔ پس ہر شے اللہ کی اطاعت میں ہے۔ چنانچہ خدا تعالٰے نے آسمانوں اور زمینوں کو کہا تھا۔ کہ بخوشی یا ناخوشی سے ہمارے پاس آؤ۔ تو وہ بولے۔ کہ ہم خوشی سے آئے۔ اس قول الٰہی میں آسمانوں سے مراد اس کے اہل ہیں۔ اور زمین سے اس کے رہنے والے۔ اور فرمایا اللہ تعالٰے نے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔ پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات کی ان کے متعلق گواہی دی۔ کہ وہ اس کی عبادت کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔ کہ کل میسر لما خلق لہ کہ ہر شخص کے لئے وہ امر آسان ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ چونکہ جن و انس اللہ کی بندگی کے لئے مخلوق ہیں۔ اور یہ امر ان کے لئے آسان کیا گیا ہے اس لئے یہ ضروری تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ وہ سب عباد اللہ ہیں۔ لیکن بمقتضاء اسماء و صفات کے اختلاف کی وجہ ان کی عبادتیں مختلف ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالٰے جیسے کہ اسم ہادی سے متجلی ہے۔ ایسے ہی وہ اسم مضل سے بھی متجلی ہے۔ اور جیسے کہ اس کے اسم منعم کے اثر کا ظہور واجب ہے۔ ایسے ہی اس کے اسم منتقم کے اثر کا ظہور بھی واجب ہے۔ اسماء و صفات کے ارباب کے اختلاف کی وجہ سے لوگوں کے حالات مختلف ہیں۔ فرمایا۔ اللہ تعالٰے نے كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً یعنی اللہ کے بندے تھے۔ فطرتِ اصلیہ کے رو سے اس کی اطاعت پر پیدا کئے گئے تھے۔ پھر اللہ نے بشارت دینے والے اور ڈر سنانے والے نبی بھیجے۔ تا کہ وہ لوگ جو رسولوں کی پیروی کریں۔ وہ بہ حیثیت اس کے اسم ہادی کے اس کی عبادت کریں۔ اور جو ان کی مخالفت کریں۔ وہ بہ حیثیت اس کے اسم مضل کے اس کی عبادت کریں۔ پس لوگ مختلف ہو گئے۔ اور ملتیں متفرق ہو گئیں۔ اور مذہب پیدا ہو گئے۔ اور ہر طائفہ نے وہ راہ لی۔ جو اس کے نزدیک صواب کی راہ تھی۔ اگر وہ صواب جاننے والا اپنی راہ کے سوا کوئی اور راہ اختیار کرتا۔ تو خطا پر ہوتا۔ لیکن اس کی نظر میں خدا نے وہی راہ اچھی بنا دی۔ تا کہ اس جہت سے وہ اس کی عبادت کریں۔ جس کا اس امر میں وصفت مؤثرہ تقاضا کرتی ہے۔ اس کے اس قول کے کہ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا کے یہی معنی ہیں۔ پس وہ ان کا فاعل ہے۔ کراتا ہے ان سے جو کچھ اس کی مراد ہوتی ہے۔ اور وہ عین اس چیز کا ہے۔ جو اس کی صفات کا اقتضاء ہوتا ہے۔ اور وہ سبحانہ و تعالٰے اپنے اسماء و صفات کے مقتضاء کے موافق ان کو جزا دیتا ہے لیکن کسی کے اقرار ربوبیت سے اس کا نفع ہے۔ اور نہ اس کے انکار سے اس [illegible] کے موافق تصرف کرتا ہے۔ جس کا کہ وہ طرح طرح کی عبادتوں سے جو اس کے کمال کی [illegible] جس عالم کی ہر شے اللہ تعالٰے کی عابد و مطیع ہے۔ جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے [illegible] ولکن لا تفقھون تسبیحھم۔ اس لئے کہ ان کی تسبیح میں سے ایک [illegible] اور انکار وغیرہ بھی ہے۔ اور اس کو ہر ایک نہیں سمجھ سکتا۔ پھر [illegible] بعض اس کو سمجھ سکتے ہیں۔ اللہ تعالٰے کا یہ کہنا کہ تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے [illegible] لیکن جائز ہے کہ بعض ان کے اس کو سمجھ سکتے ہیں۔

Marfat.com

پھر جاننا چاہئے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے جب اس وجود کو پیدا کیا۔ اور آدم کو جنت سے دنیا میں نازل کیا اور آدم قبل نزول کے ولی تھے۔ اور جب جنت سے دنیا میں نازل ہوئے۔ تو ان کو نبوت عطا ہوئی ہے۔ اس لئے کہ نبوت تشریع و تکلیف ہے۔ اور دنیا دار التکلیف ہے۔ بخلاف جنت کے کہ وہ اس میں ولی تھے۔ کیونکہ وہ کرامت اور مشاہدہ کا گھر ہے۔ اور یہی ولایت ہے۔ پھر ہمیشہ ہمارے باپ اپنے آپ میں ولی رہے۔ یہاں تک کہ ان کی اولاد ظاہر ہوئی۔ پھر ان کو ان کی طرف بھیجا۔ وہ جس امر کا خدا نے ان کو حکم دیا تھا۔ ان کو تعلیم کرتے تھے۔ ان کے لئے صحیفے بھی تھے۔ جن کو خدا نے ان پر نازل کیا تھا۔ پھر جس نے ان کی اولاد میں سے وہ صحیفے پڑھے۔ وہ ضرور ان چیزوں پر ایمان لے آیا جن کا ان میں بیان تھا۔ اور جن کا ذکر نا مناسب کیلئے ممکن نہیں۔ اور جو ان کو چھوڑ کر اپنی لذات میں مشغول ہو گیا۔ اور اپنی خواہش نفسانی کے پیچھے پڑا ظلمت غفلت نے آخر کار اس کو دنیا پر فریفتہ کر دیا۔ پھر انکار کی۔ اور اس چیز پر ایمان نہ لانے کی نوبت آئی جو ان صحف منزلہ میں تھی۔ اور یہ لوگ کافر بنے۔ پھر جب آدم علیہ السلام فوت ہوئے۔ تو ان کی اولاد متفرق ہو گئی پھر ایک جماعت نے جو آدم علیہ السلام کے مقرب الٰہی ہونے پر ایمان رکھتی تھی۔ آدمؑ کی صفت پر پتھر کا ایک بُت بنا لیا۔ تاکہ اس کی خدمت میں رہ کر ان کی حرمت کو محفوظ رکھیں۔ اور ہمیشہ ان کی صورت کے مشاہدے ناموس صحبت کو قائم رکھیں۔ تاکہ یہ امر ان کو خدا کے قریب کرے۔ کیونکہ ان کا خیال تھا۔ کہ حالت حیات میں جب آدم علیہ السلام کی خدمت قرب الٰہی کا باعث تھی۔ تو پھر ان کی صورت کی خدمت بھی ضرور قرب الٰہی کا باعث ہوگی۔ پھر ان کے بعد ایک جماعت نے ان کا اتباع کیا۔ اور وہ خدمت میں گمراہ ہو گئے۔ خود صورت پرستی انہوں نے شروع کر دی۔ پس یہ لوگ بتوں کے پوجنے والے ہیں۔ پھر ایک اور جماعت اٹھی۔ انہوں نے اپنی عقلوں سے قیاس کیا۔ اور بت پرستوں کو برا سمجھا۔ اور کہا۔ کہ بہتر یہ ہے۔ کہ ہم طبائع اربعہ کی عبادت کریں اس لئے کہ وہ وجود کی اصل ہیں۔ اس لئے کہ عالم حرارت۔ برودت۔ یبوست۔ رطوبت سے مرکب ہے۔ پس اصل کی عبادت فرع کی عبادت سے بہتر ہے۔ کیونکہ بت عابد کی فرع ہیں۔ اس لئے کہ وہ اس کی تحت میں ہیں پس عابد ان کی اصل ہے۔ پس وہ طبائع کی عبادت کرنے لگ گئے۔ اور یہ لوگ طبیعین کہلائے۔ اور ایک گروہ نے سات ستاروں کی پرستش شروع کر دی۔ اور کہنے لگے۔ کہ حرارت۔ برودت۔ یبوست۔ رطوبت میں سے کوئی ایسی چیز نہیں۔ جس کو بذاتِ خود حرکت اختیاری ہو۔ پس ان کی عبادت میں کوئی فائدہ نہیں۔ عبادت کے لائق کواکب سبعہ یعنی سات ستارے ہیں۔ اور وہ زحل۔ مشتری۔ مریخ۔ شمس۔ زہرہ۔ عطارد۔ قمر ہے۔ اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک بذاتِ خود مستقل ہے۔ اپنے فلک میں سیر کرنے والا ہے۔ ایسی حرکت سے متحرک ہے جو کبھی نفع میں اور کبھی ضرر میں وجود میں اپنا اثر دکھاتی ہے۔ اور عبادت کے لائق وہی چیز ہے۔ جس کو تصرف حاصل ہو۔ پس وہ کواکب کی پرستش کرنے لگ گئے۔ ان کو فلاسفہ کہتے ہیں۔ اور ایک طائفہ نے نور و ظلمت کی عبادت شروع کی۔ وہ اس پر یہ دلیل لانے لگے۔ کہ عبادت میں انوار کو خاص کر دینا دوسری جانب کو

Marfat.com

ضائع کرنا ہے۔ اس لئے کہ وجود نور و ظلمت میں منحصر ہے۔ پس ان کی عبادت اولیٰ معلوم ہوتی ہے۔ اس خیال پر وہ نور مطلق کی پرستش کرنے لگے۔ جس طور پر کہ وہ عالم اطلاق میں ہے۔ اور اس میں کسی خاص نور کی مثلاً نور کوکبی۔ ناری وغیرہ کی کوئی خصوصیت نہ رکھی۔ اور اسی طرح پر وہ ظلمت مطلق کی جس طور پر کہ وہ متجلی ہے پرستش کرنے لگے۔ نور کا نام انہوں نے یزدان رکھا۔ اور ظلمت کا آہرمن اور یہ لوگ ثانوی کہلاتے ہیں۔ اور ایک گروہ نے آگ کی عبادت اختیار کی۔ وہ کہنے لگے۔ کہ زندگی کا مدار حرارت غریزیہ پر ہے۔ اور وہ معنی ہیں۔ اور اس کی صورت وجودیہ آگ ہے۔ پس یہی ایک چیز وجود کی اصل ہے۔ وہ آگ کی پرستش کرنے لگے۔ اور مجوس کہلائے پھر ایک گروہ سرے سے عبادت ہی کو چھوڑ بیٹھا۔ اس خیال پر کہ ان چیزوں کی عبادت کا کچھ فائدہ نہیں بجز اس کے نہیں۔ کہ دہر فطرت الہیہ کی حیثیت سے اس چیز پر جس کا کہ وہ تقاضا کرتا ہے۔ مطابق اس چیز کے جو اس میں وتوع پذیر ہے۔ پیدا کیا گیا ہے۔ پس یہاں کوئی ارحام یعنی رحم مادر نہیں ہے۔ جو بچہ کو جنے۔ اور نہ کوئی زمین ہے۔ جو مردہ کو نگل جائے۔ سوائے دہر کے کچھ نہیں۔ پس یہ لوگ دہریہ کہلائے۔ اور ان کا نام ملاحدہ بھی ہے۔

پھر جاننا چاہئے۔ کہ اہل کتاب کے کئی فرقے ہیں۔ ایک براہمہ ہیں۔ جو گمان کرتے ہیں۔ کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کے مذہب پر ہیں۔ اور ان کی اولاد سے ہیں۔ ان لوگوں کی ایک مخصوص عبادت ہے۔ اور یہودی ہیں۔ کہ موسوی کہلاتے ہیں۔ اور نصاری ہیں۔ کہ ان کو عیسوی بھی کہا جاتا ہے۔ اور مسلمان ہیں۔ کہ محمدی کہلاتے ہیں۔ اور یہ دس مذہب ہیں۔ جو مذاہب مختلفہ کے اصول ہیں۔ جو کثرت کی وجہ سے بے نہایت ہیں۔ اور سب کا مدار ان دس مذہبوں پر ہے۔ اور وہ کفار۔ طبائعیہ۔ فلاسفہ۔ ثانویہ۔ مجوس۔ دہریہ۔ براہمہ۔ یہود۔ نصاریٰ مسلمان ہیں۔ ان میں سے ہر گروہ کا یہ حال ہے۔ کہ بعض ان میں سے جنت کے لئے ہیں۔ اور بعض دوزخ کے لئے۔ کیا تو نہیں دیکھتا۔ کہ پہلے زمانوں میں ان علاقوں کے کفار جہاں اس وقت تک کسی رسول کی دعوت نہیں پہنچی۔ دو طرح کے تھے۔ ایک بھلے کام کرنے والے خدا نے ان کو جنت کی جزا دی۔ اور ایک برے کام کرنے والے خدا نے ان کو دوزخ کی سزا دی۔ ایسا ہی اہل الکتاب کا حال ہے۔ کہ قبل نزول شرائع بھلائی کا کام وہ تھا۔ جس کو دلوں نے قبول کر لیا۔ نفوس نے ان کو دوست رکھا۔ روحیں اس سے خوش ہوئیں بعد نزول شرائع کے بھلا وہ کام ہے۔ جس سے اللہ کے بندے اس کی عبادت کریں۔ اور قبل نزول [illegible] برا وہ کام ہے۔ جس کی برائی کو دل قبول کر لیں۔ نفوس اس سے کراہت کریں۔ [illegible] اور بعد نزول شرائع کے برا وہ کام ہے۔ جس سے اللہ نے اپنے بندوں کو منع کیا۔ اور یہ سب جانتے اللہ کی بندگی کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ اس کی عبادت کرنی چاہئے۔ اس لئے کہ اس نے ان کو اپنے نفس کے لئے پیدا کیا ہے نہ کہ ان کے لئے۔ پس وہ اس کے لئے ایسے ہی ہیں۔ جیسے کہ وہ استحقاق رکھتا ہے۔ پھر حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان ملتوں میں اپنے اسماء وصفات کے حقائق ظاہر کئے ہیں۔ اور ان سب میں اپنی ذات سے تجلی فرمائی ہے۔ پس

Marfat.com

تمام ملتوں نے اس کی عبادت کی۔ کفار نے تو ذات سے اس کی عبادت کی۔ اس لئے کہ جب حق سبحانہ و تعالیٰ تمام وجود کی حقیقت تھا۔ اور اس جملہ وجود میں سے ایک کفار بھی ہیں۔ اور وہ یعنی حق تعالیٰ ان کی حقیقت ہے۔ اس لئے انہوں نے اس بات کا انکار کر دیا کہ ان کے لئے کوئی دوسرا رب بھی ہے۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ ان کی حقیقت ہے۔ اور حق کا کوئی رب نہیں ہے۔ بلکہ وہی رب مطلق ہے۔ پس بمقتضاء ذوات کہ وہ ان کا عین ہے۔ انہوں نے اس کی عبادت کی۔ پھر ان میں سے جس نے بت کی پرستش کی۔ تو وہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے اس سر وجود کی وجہ سے ہے۔ جو اپنے کمال کے ساتھ بلا حلول و بلا امتزاج و اتحاد ذرات وجود کے ہر فرد میں موجود ہے۔ اور حق تعالیٰ ان بتوں کی جن کی کہ وہ پرستش کرتے ہیں۔ حقیقت ہے۔ پس بجز اللہ کے وہ کسی کے عابد نہیں ہیں۔ اور اس بات میں وہ ان کے علم کا محتاج نہیں ہے۔ اور نہ ان کی نیات کا محتاج ہے۔ اس لئے کہ حقائق اگرچہ مدت تک مخفی رہیں ان کو اس بات سے چارہ نہیں ہے۔ کہ جیسا کہ وہ حقیقت الامر میں ہیں۔ ساق پر ظاہر ہوں۔ اور یہ ان کے نفسوں میں حق کے لئے ان کے اتباع کا راز ہے۔ اس لئے کہ ان کے قلوب نے ان کے لئے شہادت دیدی ہے کہ بھلائی اسی امر میں ہے۔ پس ان کے عقائد اس امر کی حقیقت پر جم گئے۔ اور وہ اپنے بندہ کے اس ظن کے ساتھ ہے۔ جو وہ اس سے رکھتا ہے۔ جو آنحضرتؐ نے فرمایا ہے اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ وَلَوْ افْتُوكَ الْمُفْتُوْنَ اپنے دل سے فتویٰ طلب کر اگرچہ مفتی تجھ کو فتویٰ دیا کریں۔ یہ امر عموم قلب کی تاویل پر ہے۔ اور علی الخصوص یہ بات ہے۔ کہ نہ ہر قلب سے فتویٰ لیا جاتا ہے۔ اور نہ ہر قلب ٹھیک فتویٰ دینے کے قابل ہے۔ پس اس بنا پر بعض قلوب مراد لئے گئے ہیں۔ نہ کہ کل۔ پس اس امر کی حقیقت کا یہ لطیفہ اعتقاد یہ جس کو کہ وہ کرنے والے ہیں اسی دستور پر آخرت میں حقیقت الامر کے ظہور کی طرف ان کو کھینچ لیا جائیگا۔ اور فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ۔ یعنی دنیا و آخرت میں ہر گروہ جو ان کے پاس ہے۔ اسی میں خوش ہے اس لئے کہ اسم مسمیٰ سے جدا نہیں ہوتا۔ اور حق تعالیٰ نے ان کا نام فَرِحُوْنَ رکھا ہے۔ اور اس وصف سے ان کا وصف کیا ہے۔ اور وصف موصوف کا مغائر نہیں ہے۔ بخلاف اس کے اگر یہ کہتا فرح کل حزب بما لدیھم تو یہ فعل کا صیغہ تھا۔ یا اگر بصیغہ مضارع یفرح کہتا۔ تو تمام ہوتے کو چاہتا۔ لیکن اسم دوام استمرار کا فائدہ دیتا ہے۔ پس وہ دنیا میں اپنے افعال پر خوش ہیں۔ تو پھر اس چیز کی طرف لوٹ آتے ہیں جس سے کہ وہ منع کئے جاتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ ان کو اس عذاب سے بھی اطلاع دی جاتی ہے۔ جو ان کے ان خیالات و افعال پر مترتب ہوگا۔ بوجہ اس لطیفہ کے جس سے وہ ان امور میں لذت اٹھاتے ہیں۔ وہ باز نہیں آتے۔ اور وہ اس میں ان کے باقی رہنے کا سبب ہے۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ جب عذاب آخرت سے کسی بندہ کی تعذیب کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اپنی رحمت سے اس عذاب میں اس بندہ کے لئے ایک غریزی اور اصلی لذت پیدا کر دیتا ہے۔ جس سے اس عذاب والے کا جسم تعشق پیدا کر لیتا ہے۔ تاکہ وہ اس عذاب سے خدا کی طرف التجا نہ کرے۔ اور اس سے پناہ نہ مانگے۔ اور جب تک یہ لذت اس میں موجود رہے۔ عذاب

Marfat.com

میں باقی رہے۔ اور جب حق کا ارادہ عذاب میں تخفیف کرنے کا ہوتا ہے۔ تو اس سے اس لذت کو مفقود کر دیتا ہے۔ پھر وہ رحمت کے لئے مضطر ہونے لگتا ہے۔ اور اللہ تعالے کی شان یہ ہے۔ کہ وہ مضطر کی دعاء کو قبول کرلیتا ہے۔ اس وقت اللہ کی طرف اس کی التجا اور اس سے پناہ مانگنا درست ہو جاتا ہے۔ پس حق تعالے اس کو اس سے پناہ دے دیتا ہے۔ پس کفار کی عبادت اس کے لئے عبادت ذاتی ہے۔ اگرچہ اس کا مآل بھی سعادت کی طرف ہے۔ لیکن چونکہ سعادت کا حاصل ہونا بعید ہے۔ اس لئے وہ ضلالت کا طریقہ ہے۔ کیونکہ اس سعادت والے کے لئے حقائق منکشف نہیں ہوتے۔ مگر دوزخ کے تمام طبقات کا عذاب بھگتنے کے بعد بطور اس امر کی سزا کے کہ اس نے بمقتضاء بشریت دنیا میں طبیعت کی آگ کے تمام طبقوں میں افعال۔ احوال۔ اقوال سے خوض کیا تھا۔ جب وہ اس عذاب کو پورے طور پر بھگت چکیگا تب اس کو خدا کا رستہ مل جائیگا۔ اس لئے کہ اس کے لئے اس کو ندا دی جاتی ہے۔ پھر وہ اس کے بعد سعادت الٰہیہ تک پہنچ جاتا ہے۔ اور وہ مراد پاتا ہے۔ جو مقربین کو ابتداء قدم میں حاصل ہوئی تھی۔ یہ کہ وہ قریب سے پکارے گئے تھے۔

اور فرقہ طبائعیہ کے متعلق یہ بات ہے۔ کہ انہوں نے حق کی پرستش بہ حیثیت اس کی صفات اربعہ کے کی ہے۔ اس لئے کہ وہ چاروں صفتیں کہ حیات۔ علم۔ قدرت۔ ارادت ہیں موجود کی اصل بنا میں یعنی حرارت۔ برودت۔ رطوبت۔ یبوست عالم کون میں ان چاروں صفتوں کے مظاہر ہیں۔ رطوبت مظہر حیات ہے۔ برودت مظہر علم۔ حرارت مظہر ارادت۔ یبوست مظہر قدرت اور ان مظاہر کی حقیقت ذات حق سبحانہ وتعالے ہے۔ جو ان صفات سے موصوف ہے۔ جب تمام طبیعین کی روحوں پر یہ لطیفہ الٰہیہ جو ان مظاہر میں موجود ہے۔ ظاہر ہوا۔ اور انہوں نے اوصاف اربعہ الٰہیہ کے اثر کو ملاحظہ کیا۔ پھر وجود میں حرارت، برودت یبوست۔ رطوبت کی صورت میں ان کی مباشرت کی۔ تو انہوں نے بہ حیثیت استعداد الٰہی قابلیتوں کی نسبت یہ معلوم کیا۔ کہ صفات اربعہ الٰہیہ ان صُور اربعہ حرارت۔ برودت۔ یبوست۔ رطوبت کے معانی ہیں یا یہ کہ ان قوالب کی روحیں ہیں۔ یا یہ کہ ان مظاہر کے ظواہر ہیں۔ پس انہوں نے اس بنا پر ان طبیعتوں کی پرستش شروع کردی۔ بعض ان میں سے اس سر کو جانتے ہیں۔ اور بعض نہیں جانتے۔ جاننے والا پہلا ہے۔ اور نہ جاننے والا اس کے بعد۔ پس وہ بہ حیثیت صفات کے حق کے عابد ہیں۔ اور پہلوں کی طرح انجام بھی سعادت ہوگا۔ جبکہ ان حقائق کا ظہور ہوگا۔ جن پر ان کا امر مبنی ہے۔ اور فلاسفہ [illegible] عبادت بہ حیثیت اس کے اسماء کے کی ہے۔ اس بنا پر کہ نجوم اسماء الٰہی کے مظاہر ہیں۔ اور حق تعالے اپنی ذات سے اس کی حقیقت ہے۔ آفتاب تو اس کے اسم اللہ کا مظہر ہے۔ اس لئے کہ وہ اپنے نور سے جمیع کواکب کا ایسا ہی مدد ہے۔ جیسا کہ اسم اللہ سے جمیع اسماء اپنے حقائق کی امداد لیتے ہیں۔ اور چاند اس کے اسم رحمٰن کا مظہر ہے۔ کیونکہ وہ کمال میں سب ستاروں سے بڑھ کر ہے۔ جو آفتاب کے نور کو اٹھاتا ہے۔ تمام ستاروں سے

Marfat.com

آفتاب میں چاند کا مرتبہ ایسے ہی بلند ہے جیسے کہ جمیع اسماء سے اسم اللہ میں اسم رحمٰن کا مرتبہ بلند ہے جیسا کہ اپنے باب میں اس کا بیان ہو چکا۔ اور مشتری اس کے اسم رب کا مظہر ہے۔ اس لئے کہ وہ آسمان میں سب ستاروں سے سعادت میں بڑھ کر ہے۔ جیسے کہ اسم رب جمیع مراتب الٰہیہ سے زیادہ خاص ہے۔ اس وجہ سے کہ وہ کمالِ کبریاء کو شامل ہے۔ کیونکہ وہ مربوب کا تقاضا کرتا ہے۔ اور زحل واحدیت کا مظہر ہے۔ کیونکہ تمام آسمان اس کے احاطہ کی تحت میں ہیں۔ جیسے کہ اسم واحد کی تحت میں جمیع اسماء و صفات ہیں۔ اور مریخ قدرت کا مظہر ہے۔ اس لئے کہ وہ ایک ایسا ستارہ ہے۔ جو افعالِ قہاریہ سے مخصوص ہے۔ اور زہرہ ارادت کا مظہر ہے۔ اس لئے کہ وہ اپنے نفس میں جلد اُلٹ پلٹ ہو جانے والا ہے۔ ایسا ہی حق بھی ہر آن میں ایک شے کا ارادہ کرتا ہے۔ اور عطارد علم کا مظہر ہے۔ اس لئے کہ وہ آسمان کا کاتب ہے۔ اور باقی کواکب معلومہ اُن اسماء حسنیٰ کے مظاہر ہیں۔ جو شمار میں نہیں آسکتے ہیں۔ اور کواکب غیر معلومہ ان اسماء کے مظاہر ہیں۔ جو شمار میں نہیں آسکتے۔ جب فلاسفہ کی ارواح نے بہ حیثیت ادراک استعدادی جو فطرت الٰہیہ سے ان میں موجود ہے۔ بطریق ذوق اس کو معلوم کیا۔ تو وہ اس لطیفہ الٰہیہ کی وجہ سے جو ہر کوکب میں موجود ہے۔ ان کواکب کی پرستش کرنے لگ گئے۔ پھر چونکہ حق ان کواکب کی حقیقت ہے۔ اس نے چاہا۔ کہ وہ اپنی ذات کے لئے معبود ہو۔ پس اسی ستر کی وجہ سے انہوں نے اس کی عبادت کی۔ وجود کی کوئی ایسی چیز نہیں جس کی ابن آدم اور اس کے سوا دوسرے حیوانات نے اس کی پرستش نہ کی ہو۔ حتیٰ کہ گرگٹ کہ وہ آفتاب کی پرستش کرتا ہے۔ اور گوبر وغیرہ نجاست کا کیڑا کہ وہ بدبوؤں کی پرستش کرتا ہے غرضیکہ تمام موجودات میں کوئی حیوان ایسا نہیں۔ جو اللہ تعالےٰ کی پرستش نہ کرتا ہو۔ یا تو کسی مظہر اور حادث شے کے ساتھ مقید کرکے عبادت کرتے ہیں۔ یا مطلق طور پر۔ پھر جس نے مطلق طور پر اس کی عبادت کی۔ پس وہ موحد ہے۔ اور جس نے کسی مظہر کی قید لگا کر عبادت کی۔ وہ مشرک ہے۔ اور در حقیقت سب اللہ کے عابد ہیں۔ اس لئے کہ حق کا وجود ان میں ہے۔ کیونکہ حق تعالےٰ بہ حیثیت اپنی ذات کے تقاضا کرتا ہے۔ کہ وہ جس چیز میں ظاہر ہو۔ اسکی پرستش کی جائے۔ اور حال یہ ہے۔ کہ تمام ذرات وجود میں ظاہر ہے۔ پس بعض آدمیوں نے تو طبائع کی عبادت اختیار کی۔ جو اصل عالم ہیں۔ اور بعض نے کواکب کی۔ اور بعض نے معدن کی۔ اور بعض نے آگ کی غرضیکہ وجود میں کوئی چیز باقی نہ رہی جس کی کسی نے پرستش نہ کی ہو۔ سوائے محمدیوں کے کہ انہوں نے بہ حیثیت اطلاق اس کی عبادت کی ہے۔ نہ حادث چیزوں میں سے کسی چیز کی قید لگا کر۔ غرضیکہ من حیث الجمع انہوں نے اس کی عبادت کی ہے۔ پھر ان کی عبادت ظاہر اور باطن میں ایک وجہ کو چھوڑ کر دوسری وجہ سے تعلق پانے سے منزہ ہے۔ پس ان کا طریق ذاتِ الٰہی کی راہ ہے۔ اسی لئے وہ پہلی ہی قدم میں قرب کے درجہ کو پہنچ گئے۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جن کی طرف حق تعالےٰ نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے اُولٰئِکَ یُنَادَوْنَ مِنْ مَّکَانٍ قَرِیْبٍ۔ یہ وہ لوگ ہیں جو قریب کے مکان سے بلائے جائیں گے۔ بخلاف

Marfat.com

اس کے جس سے من حیث الجہت اس کی عبادت کی۔ یا کسی مظہر مثلاً طبائع یا کواکب یا بت وغیرہ کے ساتھ اسے مقید کرکے اس کی پرستش کی۔ ان کی طرف خدا نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے اولٰئک ینادون من مکانٍ بعید۔ کہ وہ دور کے مکان سے بلائے جائیں گے۔ اس لئے کہ وہ اس کی طرف رجوع نہیں کرتے مگر اس مظہر کی راہ سے جس کی کہ وہ عبادت کرتے ہیں اس حیثیت سے کہ وہ وہی ہے اور وہ سوا اس مظہر کے ظاہر نہیں ہوتا اور یہ عین بعد ہے۔ جس کی طرف وہ من حیث ہو بلائے جائیں گے اور منزل پر پہنچنے کے بعد قریب سے بلائے ہوئے۔ دور سے بلائے ہوئے پاس ہو جائیں گے۔ فافہم

اور ثنویہ نے بہ حیثیت اس کے نفس کے اس کی اطاعت کی ہے۔ اس لئے کہ حق تعالےٰ نے بذات خود اضداد کو جمع کیا ہے۔ کہ مراتب حقیہ اور مراتب خلقیہ دونوں کو شامل ہے اور دو حکموں سے دو صفتوں میں ظاہر ہوا ہے۔ اور دونوں جہانوں میں دو صفتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ پس جو حقیقت حقیہ کی طرف منسوب ہے۔ وہ انوار میں ظاہر ہے۔ اور جو حقیقت خلقیہ کی طرف منسوب ہے وہ ظلمت سے عبارت ہے۔ پس اس سر الٰہی کی وجہ سے جو جامع وصفین و ضدین و اعتبارین و حکمین ہے ثنویہ نے نور و ظلمت دونوں کی پرستش کی۔ بمقتضا نفس الٰہی کہ وہ مسمّی بالحق بھی ہے۔ اور مسمّی بالخلق بھی۔ اور وہ نور اور ظلمت ہے۔

مجوس نے من حیث الاحدیت اس کی پرستش کی ہے۔ پھر جیسا کہ احدیت جمیع مراتب۔ اسماء و اوصاف کو جمع کرنے والی ہے۔ ایسا ہی آگ۔ اس لئے کہ وہ جمیع استقصات[ل] سے اقوی اور ارفع ہے کیونکہ وہ جمیع طبائع کو فنا کرنے والی ہے۔ جو طبیعت اس کے مقابلہ پر آتی ہے سو اس کے غلبہ قوت کی وجہ سے آگ بن جاتی ہے۔ ایسا ہی احدیت کا وصف ہے۔ کہ جو اسم اور وصف اس کے مقابلہ پر آتا ہے وہ اس میں مندرج ہو جاتا ہے۔ اور اس میں مضمحل ہو جاتا ہے۔ اس لطیفہ کی وجہ سے مجوس نے آگ کی پرستش کی۔ اور اس کی حقیقت اللہ تعالےٰ کی ذات پر

جاننا چاہئے کہ ہیولیٰ ارکان طبائع یعنی آگ۔ مٹی۔ پانی۔ ہوا میں سے کسی رکن میں ظاہر ہونے سے پہلے اس بات کی قابلیت رکھتا تھا۔ کہ جس رکن کی صورت میں چاہے متلبس ہو۔ لیکن کسی رکن میں ظاہر ہونے کے بعد اس کے لئے ممکن نہیں ہے۔ کہ اس صورت کا لباس اپنے آپ سے اتار سکے۔ اور کوئی اور لباس پہن لے۔ ایسا ہی [illegible] احادیت میں اسماء و صفات کا حال ہے۔ کہ ان میں سے ہر ایک کے دوسرے معنی ہو سکتے ہیں۔ اس عین میں [illegible] منتقم ہوتے ہیں جو ہر طبائع میں اسماء ظاہر ہوئے۔ تو اس وقت ہر اسم اسی چیز کا فائدہ دینے لگا۔ جس کا کہ [illegible] تقاضا کرتی ہے۔ اس مشہد میں منعم منتقم کی ضد ہے۔ پس نار طبائع میں الٰہی [illegible]

پھر جب ارواحِ مجوس کے دماغ نے اس کستوری کے عطر کو سونگھا۔ تو اس [illegible] ہو گیا۔ اور وہ آگ کی پرستش کرنے لگ گئے۔ اور انہوں نے [illegible] اور قہر کرنے والا ہے۔

[ل] استقصات کے معنے پہلے ذرّے [illegible]

دہریوں نے من حیث الوہیت اس کی عبادت کی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ دہر کو گالیاں مت دو۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ ہی دہر ہے۔ اور براہمہ مطلقاً اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ نہ بحیثیت نبی کے اور نہ بحیثیت رسول کے بلکہ ان کا قول ہے۔ کہ موجودات کی ہر شے اللہ کی مخلوق ہے۔ پس وہ وجود میں اللہ تعالےٰ کی وحدانیت کے معترف ہیں۔ لیکن وہ مطلقاً انبیاء و رسل کا انکار کرتے ہیں۔ پس حق کے لئے ان کی عبادت ایک قسم کی رسولوں کی سی عبادت ہے۔ جو قبل از بعثت وہ کیا کرتے ہیں۔ اور ان کا گمان ہے۔ کہ وہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد ہیں۔ اور ان کا قول ہے۔ کہ ہمارے پاس ایک کتاب ہے جس کو ہمارے لئے ابراہیم خلیل علیہ السلام نے اپنی طرف سے لکھا تھا۔ اس کتاب کے متعلق ان کا یہ اعتقاد نہیں۔ کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کے رب کی طرف سے ہے۔ اس کتاب میں حقائق کا بیان آتا ہے اور وہ پانچ جزوں پر ہے۔ چار جزوں کی قرأت تو ہر ایک کے لئے مباح ہے۔ اور پانچویں جزو بہت دقیق اور گہری ہونے کی وجہ سے ان میں سے بعض کے سوا کسی کے لئے مباح نہیں۔ اور ان میں یہ بات مشہور ہے کہ جس نے پانچویں جزو کو پڑھا۔ وہ ضروری ہے۔ کہ آخر میں مسلمان ہو جائے۔ اور دین محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام میں داخل ہو جائے۔ اور یہ گروہ اکثر بلاد ہند میں پایا جاتا ہے۔ پھر بعض آدمی ان کے لباس سے متلبس ہوتے ہیں اور دعوی کرتے ہیں۔ کہ وہ براہمہ ہیں۔ حالانکہ وہ ان میں سے نہیں ہیں۔ اور وہ ان میں بت پرستی ہیں جو ان میں سے بت کی پرستش کرتا ہے وہ ہو کے ساتھ اس گروہ میں شمار نہیں کیا جاتا۔ ان تمام جنسوں کو ۔۔۔ نے چونکہ اپنی طرف سے بلاد ہند میں شائع کی ہیں۔ اس لئے ان کی شقاوت کا سبب ہیں۔ اگرچہ ان کا مآل سعادت کی طرف ہے کیونکہ شقاوت صرف وہ ہے جس میں وہ ظہور شقاوت سے پہلے قائم ہیں۔ پس وہ شقاوت ہے۔ اس کو سمجھ لے۔ جس نے اس قانون کے مطابق اللہ تعالےٰ کی عبادت کی۔ جس کو اللہ نے کسی نبی کے امر کے حکم کے مطابق بنایا ہے وہ شقی نہیں ہے بلکہ اس کی سعادت ہمیشہ کے لئے ہے کہ فوز فتح ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ اور اہل کتاب کو جو کچھ پہنچا تھا وہ اس نے کتاب الٰہی کو تبدیل کر کے اپنی طرف سے کوئی چیز گھڑ اور وہ شے ان کی شقاوت کا باعث ہو گئی۔ اور وہ اسی قدر شقاوت میں پڑے جس قدر کہ امر الٰہی کی انہوں نے مخالفت کی۔ اور ان کی سعادت اسی قدر ہے جس قدر کہ انہوں نے کتاب الٰہی کی موافقت کی۔ اس لئے کہ حق نے کوئی نبی اور کوئی رسول کسی امت کی طرف نہیں بھیجا مگر اس حالت میں کہ جس کی رسالت میں ان لوگوں کے لئے سعادت بھی رکھ دی ہے۔ جنہوں نے اس رسول کی پیروی کی۔

اور یہودی توحید الٰہی کے بموجب عبادت کرتے ہیں۔ پھر ہر روز دو مرتبہ نماز پڑھتے ہیں ۔۔۔ عنقریب نماز کا راز اپنے محل میں مذکور ہوگا۔ اور روز شنبہ کے دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ شرع مسائل دستوں پہلا دن ہے۔ اور وہ یوم عاشورہ ہے۔ اس کا راز بھی عنقریب بیان ہوگا۔ اور سبت کے دن اعتکاف کرتے ہیں۔ اور ان کے ہاں اعتکاف کی شرط ہے۔ ۔۔۔

Marfat.com

لدار بناوے۔ اور نہ وہ چیز جو کھائی جاتی ہے۔ اور نہ اس سے کوئی چیز نکلے۔ اور نہ اس میں نکاح کرے۔ اور نہ بیع
نہ کوئی معاملات میں سے کوئی اور معاملہ اس سے وقوع میں آئے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے فارغ
ہو جائے۔ اس لئے کہ توریت میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ تو اور تیرا غلام اور تیری لونڈی سبت کے دن اللہ ہی
کے لئے ہو جائیں۔ سو ہی لئے ان پر حرام کیا گیا ہے۔ کہ وہ سبت کے دن کوئی دنیا کا کام نہ کریں۔ اور ان کی خوراک
تیار ہوتی ہے جس کو جمعہ کے دن اللہ ہی کے لئے ہو جائیں۔ اور سبت کا آغاز ان کے نزدیک وہ ہے جبکہ آفتاب
جمعہ کے دن غروب ہو جاتا ہے۔ اور اس کا آخر سبت کا آخر دن ہے جبکہ آفتاب زرد ہو جاتا ہے۔ اور یہ ایک
جل اللہ حکمت ہے۔ یہ کہ حق تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ یوم میں پیدا کیا۔ اتوار کے دن سے پیدائش
شروع کیا۔ اور ساتویں دن عرش پر استواء فرمایا اور وہ سبت کا دن ہے۔ اور پیدائش عالم سے اللہ کی
فراغت کا دن ہے۔ اس لئے یہود نے اس عبادت کے لئے اس دن کو مخصوص رکھا تاکہ یہ اس دن میں استواء
کا اور اس کے حصول کی طرف اشارت ہو۔ پس اس کو سمجھ۔ اگر ہم ان کھانے پینے کی چیزوں کا راز بیان
کرنے لگیں۔ جن کو موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لئے مسنون فرمایا اور یا ان کی عیدوں کا بیان شروع کر دیں۔ اور
ان امور کا ذکر کریں۔ جن کا ان میں ان کے نبی نے ان کو حکم دیا تھا۔ اور ان کے جمیع تعبدات کو بیان کرنے لگیں
اور ان اسرار الٰہیہ کو بیان کریں۔ جو ان میں ہیں۔ تو ہمیں اکثر جہال سے یہ اندیشہ ہے۔ کہ وہ ان پر فریفتہ ہو کر
ہمارا دین نہ چھوڑ دیں۔ کیونکہ ان کو اس کے اسرار کا علم نہیں ہے۔ پس مناسب یہی ہے۔ کہ ہم اہل کتاب کے
عبادات کے اسرار بیان نہ کریں۔ اور اہل اسلام کے ان تعبدات کے اسرار بیان کریں۔ جو فضیلت میں ان سے
بڑھ کر ہیں۔ اس لئے کہ دین محمدی نے جمیع متفرقات کو جمع کیا ہے۔ اور کوئی ایسا سر نہیں چھوڑا جس کی طرف
آنحضرت صلعم نے ہدایت نہ فرمائی ہو۔ پس آپ کا دین جمیع ادیان سے اکمل ہے۔ اور آپ کی امت خیر الامم ہے

اور نصاریٰ جمیع امم ماضیہ کی نسبت حق تعالیٰ کو زیادہ قریب ہیں۔ اور وہ محمدیوں سے ادنیٰ درجہ پر ہیں۔
اس کا سبب یہ ہے۔ کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تلاش کی۔ اور عیسےٰ۔ مریم۔ روح القدس تین چیزوں میں اس کی عبادت
کرنے لگے۔ پھر وہ عدم تجزی کے بھی قائل ہیں۔ اور پھر باوجود عیسےٰ کے وجود میں اس کے حادث ہونے کے اس
کے قدم کے بھی قائل ہیں۔ اور یہ تمام تشبیہ میں تنزیہ ہے۔ کہ جناب الٰہی کے لائق ہے۔ لیکن جب انہوں نے
ان تین چیزوں میں اس کو حصر کر دیا۔ تو وہ درجہ موحدین سے گر گئے۔ مگر دیگر مذاہب کی نسبت محمدیوں کے
زیادہ قریب ہیں۔ اس لئے کہ جس نے انسان میں اللہ کا مشاہدہ فرمایا۔ اس کا شہود ان لوگوں [illegible]
[illegible] رتبہ۔ جو دیگر مخلوق میں اس کو مشاہدہ کرتے ہیں۔ پس ان کا یہ شہود حقیقت عیسویہ میں انہیں ملا [illegible]
[illegible] ہوتا ہے۔ پھر جب ساق پر یہ امر ظاہر ہوگا یعنی اس امر کا خوبی انکشاف ہوگا۔ تو وہ جان لینگے کہ نبی آدم
[illegible] تینوں کی طرح ہیں۔ جو ایک دوسرے کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک میں وہ چیز پائی جاتی
ہے جو دوسرے میں ہے۔ پس وہ اپنے نفسوں میں اللہ کی شہادت دیتے ہیں۔ اور مطلق طور پر اس کی توحید

Marfat.com

کرتے ہیں۔ اور درجہ موحدین کو پہنچ جاتے ہیں۔ مگر بُعد کی راہ طے کرنے کے بعد یہ درجہ ان کو نصیب ہوتا ہے اور وہ بُعد یہی ہے کہ ان کا اعتقادی حصر و تقیید ہے۔ اور نصاریٰ کی عبادت پچاس دن کے روزے ہیں جو اعتقاد کے دن سے مفروض کر کے اسی میں وہ ختم کرتے ہیں۔ اور ان کے لئے یہ امر مباح ہے۔ کہ اتوار کے باقی دن میں روزہ نہ رکھیں۔ جس سے آٹھ اتوار نکل گئے۔ اور باقی اکتالیس دن رہ گئے۔ اور یہ ان کے روزہ رکھنے کی مدت ہے اور ان کے روزے کی کیفیت یہ ہے۔ کہ وہ تئیس گھنٹے عصر سے ایک گھنٹہ پہلے تک نہیں کھاتے ہیں۔ اور وہی ان کے کھانے کا وقت ہے۔ اور باقی اوقات جن میں وہ روزہ رکھتے ہیں۔ ان میں یہ امر ان کے لئے جائز ہے کہ وہ شراب اور پانی پی لیں۔ مگر میوہ جات سے جو کھانے کے قائمقام نہیں ہیں۔ نہ کھائیں۔ اور ان میں سے ہر امر کے نیچے اسرار الہٰی میں سے کوئی راز اور نکتہ ہے۔ پھر اللہ تعالٰے نے ان کو اتوار کے دن اعتکاف کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور توحید دن میں بھی یہی حکم ہے۔ جس کا بیان ہمارا مقصود نہیں۔ اور ان میں سے ہر لطیفہ کی تحت میں بہت سے علوم ہیں۔ اور مختلف اشارتیں ہیں۔ پس ہم اس بیان کو چھوڑ کر اس سے اہم امر کو کہ وہ تعبدات اہل اسلام ہیں۔ بیان کرتے ہیں۔

مسلمانوں کی بابت جاننا چاہئے۔ کہ وہ سب امتوں سے ایک بہترین امت ہے۔ جیسا کہ انکی نسبت خدا تعالٰے نے فرمایا ہے وَكُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ الخ اس لئے کہ ان کے نبی محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور ان کا دین سب دینوں سے بہتر ہے۔ اور ان کی نبوت اور رسالت کے بعد سابقہ امتوں میں سے جو بھی ان کے دین کا مخالف ہوگا خواہ کچھ بھی ہو۔ وہ گمراہ شقی ہے۔ اور دوزخ میں عذاب دیا جائیگا۔ جیسا کہ خدا تعالٰے نے خبر دی ہے۔ کہ وہ رحمت کی طرف نہیں لوٹینگے۔ مگر ابدالآباد کے بعد۔ اس سر کی وجہ سے جو غضب پر سبقتِ رحمت میں ہے سو۔ نہ وہ مغضوب ہیں کیونکہ وہ راستہ ہے۔ جس سے اللہ تعالٰے نے ان کو اپنے نفس کی طرف بلایا ہے۔ شقاوت غضب۔ الم اور رنج و تعب کا رستہ ہے۔ پس وہ سب ہلاک ہونے والے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالٰے نے وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ اور اس سعادت کے فوت ہو جانے سے بڑھ کر کونسی شقاوت ہو سکتی ہے۔ جو درجہ قرب الٰہی میں اسکے صاحب پر نازل کی گئی ہو۔ اور دوری سے ان کا پکارا جانا ہی ان کی خسارت ہے۔ اور عین شقاوت او عذاب دردناک ہے۔ اور ان کا دین کسی شمار میں نہیں ہے۔ اگرچہ نہایت مشقت اور دشواری سے یہ دین ان کو نصیب ہوا ہے۔ اس لئے کہ دین شقاوت ہے۔ اور وہ اسی دین کے اتباع سے نشقی ہو گئے۔ تمہا تو اس بات کی طرف خیال نہیں کرتا کہ دنیا میں جس کو ایک دن بھی عذاب دیا جاتا ہے۔ اور دنیا کے تمام اقسام عذاب کو اس میں جمع کیا جاتا ہے۔ اگرچہ وہ عذاب آخرت کے مقابل ایک رائی کے دانے کے برابر ہے۔ لیکن پھر بھی وہ شقاوت میں داخل ہے۔ پھر اس شخص کا کیا حال ہے۔ جو ابدالآباد تک دوزخ میں رہیگا۔ اور ان کی بابت اللہ تعالٰے نے خبر دی ہے۔ کہ وہ جب تک آسمان اور زمین قائم ہیں۔ اس عذاب میں باقی رہینگے۔ اور رحمت کی طرف منتقل نہیں ہونگے۔ مگر

Marfat.com

آسمان اور زمین کے زوال کے بعد۔ اور اس وقت تک کئی زمانے ان پر گذر جائینگے بعد اس چیز کی طرف رجوع کرینگے جس سے کہ انہوں نے ابتداء کی تھی۔ اور وہ اللہ تعالےٰ ہے۔ پس اس کو سمجھ۔

مسلمان آنحضرت صلعم کی متابعت کی برکت سے سب کے سب سعید ہیں۔ جیسا کہ آپ نے ایک اعرابی سے فرمایا تھا۔ جبکہ اس نے آپ سے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ علیہ وسلم مجھ کو خبر دیجئے۔ کہ جب میں حلال کو حلال سمجھوں۔ اور حرام کو حرام۔ اور مفروضات کو ادا کروں۔ اور اس سے زیادتی اور کمی کچھ نہ کروں۔ تو آیا میں جنت میں داخل ہوں گا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ ہاں تو داخل ہوگا۔ اور اس کو کسی شرط پر موقوف نہیں رکھا بلکہ مطلقاً اس عمل سے اس کے جنت میں داخل ہونے کو تصریحاً ارشاد فرمایا۔ اور جو جنت میں داخل ہو لوہ درجاتِ قرب میں سے پہلے درجہ پر پہنچ گیا۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ جس کو عذاب جہنم سے نجات دی گئی۔ اور جنت میں داخل کیا گیا۔ وہ بلا شبہ مراد کو پا گیا۔ وہ مسلمان سیدھی راہ پر ہیں۔ اور وہ بدوں مشقت کے سعادت تک پہنچانے والی راہ ہے۔ اور مسلمانوں میں سے موحد کہ اہل حقیقت توحید ہیں۔ اللہ کی راہ پر ہیں۔ اور یہ راہ پہلی راہ سے اخص و افضل ہے۔ اس لئے کہ وہ حق کی حق کے لئے گوناگوں تجلیات سے عبادت ہے۔ اور صراط مستقیم اس طریق سے عبادت ہے۔ جو اس امر کے کشف تک پہنچانے۔ پس مسلمان اہل توحید ہیں۔ اور عارف اہل حقیقت و توحید ہیں۔ اور ان کے سوا باقی سب مشرک ہیں۔ اس میں مذکورہ نو مذہب بھی برابر ہیں۔ پس سوائے مسلمانوں کے کوئی موحد نہیں ہے۔

پھر اس کے بعد جاننا چاہئے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو بہ حیثیت اپنے اسم رب کے عابد بنایا ہے اور وہ اس کے اوامر و نواہی کا اقتدار کرنے والے ہیں۔ اس لئے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو پہلی آیت نازل ہوئی سو وہ یہ ہے۔ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ امر کو ربوبیت سے مقرون کیا۔ کیونکہ وہ اس کا محل ہے۔ اس لئے ان پر عبادتیں فرض ہوئیں۔ کیونکہ مربوب کو اپنے رب کی عبادت واجب اور لازم ہے۔ پس تمام عوام مسلمین اللہ تعالےٰ کے بہ حیثیت اس کے اسم رب کے عابد ہیں۔ بغیر اس کے اس کی عبادت نہیں کر سکتے۔ بخلاف اس کے عارف کہ وہ بہ حیثیت اس کے اسم رحمٰن کے عبادت کرتے ہیں۔ اس لئے کہ تمام موجودات میں اس کا وجود سلطان متجلی ہوتا ہے۔ اور وہ رحمٰن کو ملاحظہ کرنے والے ہیں۔ اور بہ حیثیت مرتبہ رحمانیت اس کی عبادت کرتے ہیں بخلاف اس کے محققین کہ ان کی عبادت بہ حیثیت اس کے اسم اللہ کے ہوتی ہے۔ اس لئے اس سے اس کی حمد و ثنا کرتے ہیں۔ جن کا کہ وہ مستحق ہے۔ اور جن سے کہ وہ متصف ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ حمد و ثناء کی حقیقت یہ ہے۔ کہ جس اسم یا صفت سے اس کی حمد و ثناء کی جائے۔ خود اس سے متصف ہوں۔ پس وہ اللہ کی عبادت میں محقق ہیں۔ اور عارف عباد الرحمٰن ہیں۔ اور عام مسلمان عباد الرب ہیں۔ محققین کا مقام الٰہی ہے اور عارفین کا مقام یہ آیت ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى اور عام مسلمانوں کا مقام یہ ہے۔ رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِیْ

Marfat.com

لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَکَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ

[illegible] مراد عارفوں کو چھوڑ کر شہدا، صالحین، علماء اور عابدین ہیں سے تمام مسلمان ہیں۔ اور یہ
[illegible] بہ نسبت مقربین کے عوام ہیں۔ اور مراد مقربین سے وہ محققین ہیں جن پر خدا تعالیٰ نے اس وجود کی بنیاد رکھی ہے
[illegible] اور ان کے الفاظ [illegible] تمام موجودات میں
[illegible] مراد حلول [illegible] بلکہ میری مراد یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ
[illegible] اسماء و صفات کے ظاہر کرنے کے ان میں ظہور کئے ہوئے ہے۔ اور وہ طرح طرح کے اسرار سے
مطالب کئے جاتے ہیں۔ اور وہ ماسوا پردوں کے برگزیدہ ہیں۔ خدا نے ان کو دین اسلام کا ستون بنایا ہے۔
بلکہ تمام ادیان انہی کے معارف کی زمین پر مبنی ہیں۔ ان کے دل طرح طرح کے لطائف و اسرار سے مملو ہیں جن
کو سوائے ان کے کوئی نہیں جانتا۔ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کا کلام ان کے لئے عبادات ہیں۔ جن میں حقائق کی طرف
اشارات ہیں۔ اور اس کے امر [illegible] و شرائع ہیں ان کے لئے رموز ہیں۔ جن میں معارف الٰہیہ کے
[illegible] ایک مکان سے دوسرے
مکان کی طرف اور ایک حضرت سے [illegible] اور مقامات سے متحقق ہونے
کی طرف نقل کرتا رہتا ہے۔ یہ یہاں تک کہ وہ ایسے مقام پر پہنچتا ہے۔ جس کی طرف اشارہ نہیں کیا جا سکتا
[illegible] جن کو خدا نے اس گروہ کے لئے
[illegible] کے لئے ان امانتوں کو
[illegible] الہام ان
[illegible] اور انہوں کو بھی اس چشمے سے
[illegible] ہر ایک کا حال [illegible] اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ
مِنْ کَاْسٍ کَانَ مِزَاجُهَا کَافُوْرًا ۔ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ یُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِیْرًا ۔ اللہ کے ساتھ عباد
اللہ کی نسبت حقیقتہً ہے۔ [illegible] باقی اللہ کے ساتھ [illegible] حکم حقیقت پر مرتبے
[illegible] سب ہی عباد اللہ ہیں۔ اور سب ہی
[illegible]

[illegible] کے سات مرتبے بتاتے ہیں۔ پہلا مرتبہ اسلام
ہے۔ دوسرا ایمان۔ تیسرا اصلاح ہے۔ اور چوتھا احسان۔ پانچواں شہادت۔ چھٹا صدیقیت۔ ساتواں قربت ہے۔
اور اس مرتبہ کے آگے نبوت ہے۔ جس کا دروازہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بند ہو چکا ہے
پھر جاننا چاہئے کہ اسلام پانچ اصولوں پر مبنی ہے۔ اول [illegible] ایک اللہ کے معبود برحق ہونے
کی شہادت دوسرے محمد رسول [illegible] دوسرا رکن نماز ہے۔ تیسرا ماہ رمضان کے روزے۔ چوتھا

زکوٰۃ۔ پانچواں اس شخص کے لئے جو زادِ راہ رکھتا ہے۔ بیت اللہ شریف کا حج۔ اور ایمان کے چھ رکن ہیں۔ پہلا رکن وحدانیت الٰہی۔ ملائکہ۔ کتب۔ رسل۔ یوم الآخر۔ تقدیر خیر و شر [illegible] تصدیق یقینی اس چیز کی تحقیق کی طرف قلب کے آرام پانے سے عبارت ہے [illegible] اپنی آنکھوں سے کسی چیز کو مشاہدہ کرتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کرتا۔ دوسرا رکن ان امور کی بجاآوری ہے جن پر اسلام کی بنیاد ہے۔ اور صلاح رکنوں پر مبنی ہے۔ پہلا اسلام۔ دوسرا ایمان۔ تیسرا [illegible] عبودیت [illegible] خوف و رجا اور احسان چار رکنوں پر مبنی ہے۔ اسلام۔ ایمان۔ صلاح اور چوتھا رکن سات مقامات [illegible] کرتا ہے۔ وہ سات مقامات [illegible]

شہادت پانچ رکنوں پر مبنی ہے [illegible]
[illegible] کی تین شرطیں ہیں۔ اول بدون کسی علت کے محبت الٰہی [illegible] کے نفس کی مخالفت پر قائم ہو جانا۔ اور صدیقیت چھ رکنوں پر مبنی ہے [illegible] اسلام۔ ایمان۔ صلاح۔ احسان۔ شہادت اور چھٹا رکن معرفت ہے۔ اور اس کے لئے تین حضرتیں ہیں۔ پہلا مشہد علم الیقین۔ دوسرا عین الیقین۔ تیسرا حق الیقین اور ہر مشہد کے لئے اس کی نفس [illegible] سات شرطیں [illegible] کی حیثیت سے تجلی اسماء کے ذات کی معرفت۔ چوتھی بہ حیثیت تجلی صفات کے [illegible] چھٹی ذات سے اسماء و صفات کی معرفت [illegible] ہے۔ اسلام۔ ایمان۔ صلاح۔ احسان۔ شہادت۔ صدیقیت اور ساتواں رکن قربت کبریٰ ہے۔ اور اس کے چار مشہد ہیں۔ پہلا مشہد خلت ہے۔ اور وہ ابراہیم علیہ السلام کا مقام ہے کہ جو اس میں داخل ہوتا ہے امن میں آجاتا ہے۔ دوسرا مشہد حب ہے۔ جس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حبیب اللہ ہونے کا خلعت ظاہر ہوا۔ تیسرا مشہد ختام ہے۔ اور وہ مقام محمدی ہے۔ جس میں [illegible] چوتھا مشہد عبودیت ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے ان کا نام [illegible] سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ الآیۃ۔ اور [illegible] اور اس مقام سے محققین کے لئے [illegible]
ہیں۔ اور وہ جمع حضرات [illegible]
ہے۔ جس سے [illegible]
اور وہ اپنی [illegible]
ایک شخص [illegible]
خلیفہ ہیں [illegible]
صلے اللہ علیہ وسلم کے [illegible]

Marfat.com

کا شوق ہے۔ ان بھائیوں کی طرف جو میرے بعد آئینگے۔ پس یہ لوگ انبیاء اولیاء ہیں۔ اس سے ان کی مراد نبوت قرب و اعلام اور حکم الٰہی کی نبوت ہے۔ نہ نبوتِ تشریع۔ اس لئے کہ نبوت تشریع آپ کے وجود سے منقطع ہو گئی اور یہ لوگ بلاواسطہ علوم انبیاء سے خبر دینے والے ہیں۔

پھر اس کے بعد معلوم کرنا چاہئے کہ ولایت سے مراد اللہ تعالے کا اپنے بندہ کے لئے متولی ہونا ہے کہ وہ از راہ علم و عین و حال و اثر لذت و تصرف اپنے اسماء و صفات کو اس پر ظاہر کرکے اس کا متولی ہو۔ اور نبوتِ ولایت حق تعالے کا اپنے خبر کامل کو خلق کی طرف پھیرنا ہے تاکہ وہ اس زمانہ کے حالات کے موافق ان کے امور کی اصلاح کرے۔ اور خلق کے حال کی تدبیر کرے۔ اور اس امر کی طرف ان کو کھینچے جو ان کے حق میں اولے۔ اصلح و انسب ہے۔ پھر جس نے ان میں سے قبل بعثت آنحضرت صلعم اللہ کی طرف خلق کو بلایا۔ وہ رسول تھا۔ اور جس نے آپکے بعد دعوت دی ہے وہ آنحضرت صلعم کا خلیفہ ہے۔ لیکن وہ دعوت میں بذات خود مستقل نہیں ہے۔ بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لگنے والا ہے۔ جیسے کہ ہمارے سادات صوفیہ میں سے وہ لوگ ہیں جو گذر چکے مثلاً ابو یزید بسطامی۔ شاہ جنید بغدادی۔ شیخ عبدالقادر جیلانی۔ محی الدین ابن عربی اور ان جیسے اور لوگ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ اور جس نے حق کی دعوت نہیں دی۔ بلکہ امور خلق کی تدبیر پر ہی ٹھہر رہا جیسے کہ اللہ تعالے نے ان کے احوال سے اس کو خبر دی ہے۔ تو وہ نبوتِ ولایت کا نبی ہے۔ پھر یہ اگر بدون اپنے کسی ماقبل کے اتباع کرنے کے کسی مستقل طریق پر ہے۔ تو وہ نبوتِ تشریع کا نبی ہے۔ جس کا آنحضرت صلعم کے وجود سے دروازہ بند ہو چکا ہے۔ [illegible] ظاہر ہو گئی ہے کہ ولایت اسی وجہ خاص کا نام ہے جو عبد اور رب کے درمیان ہے [illegible] ولایت [illegible] وجہ کا نام ہے جو ولی میں خلق اور حق کے درمیان مشترک ہے۔ اور نبوت تشریع اس وجہ استقلال کا نام ہے جو عبد [illegible] تطفیلی کسی دوسرے شخص کے بذات خود شرائع الٰہی میں حاصل ہو۔ اور رسالت اس وجہ کا نام ہے۔ جو عبد اور تمام خلقت کے درمیان ہے۔ اس بیان سے معلوم ہو گیا کہ ولایت نبی مطلقاً اس کی نبوت سے افضل ہے۔ اور اس کی نبوت ولایت اس کی نبوتِ تشریع سے افضل ہے۔ اور اس کی نبوت تشریع اس کی رسالت سے افضل ہے۔ اس لئے کہ نبوت تشریع اس کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور رسالت دوسروں کے لئے بھی عام ہے۔ اور جو امور ایسے کہ اس کے ساتھ مخصوص ہیں۔ وہ ان امور سے افضل ہیں جو ان کے غیر کے ساتھ بھی تعلق رکھتے ہیں۔ بہت سے نبیوں کی نبوت نبوتِ ولایت تھی۔ جیسے کہ بعض اقوال کے رو سے خضر علیہ السلام کی نبوت اور جیسے کہ عیسے علیہ السلام کی نبوت جبکہ وہ پھر دنیا میں نازل ہوں گے۔ اس لئے کہ اس وقت ان کی نبوت نبوت تشریع نہیں ہوگی۔ اور جیسے کہ دوسرے بنی اسرائیل کے نبیوں کی نبوت۔ اور ان میں سے بہت سے ایسے ہوتے ہیں۔ جو رسول نہ تھے۔ بلکہ اپنے نفس کے لئے نبوت تشریع رکھتے تھے۔ اور بعض ان میں سے ایک شخص کی طرف رسول ہو کر آتے ہیں۔ اور بعض کی رسالت ایک مخصوص جماعت کی طرف تھی اور بعض صرف انسانوں کے لئے ہی رسول تھے۔ جنوں کے لئے نہ تھے۔ اسود۔ احمر۔ اقرب۔ ابعد کی طرف خدا

Marfat.com

تعالےٰ نے سوائے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی کو رسول کر کے نہیں بھیجا۔ اس لئے کہ وہ تمام دنیا کے لئے مبعوث ہوئے۔ اور اسی وجہ سے وہ رحمۃ للعالمین ہیں۔ جب تو نے یہ بات سمجھ لی، تو مطلق طور پر یہ کہہ کہ نبی کی ولایت مطلقاً نبوت سے افضل ہے۔ اور نبوت ولایت نبوت تشریع سے افضل ہے۔ اور نبوت تشریع نبوت رسالت سے افضل ہے۔ جان کہ ہر رسول نبی تشریع ہوتا ہے۔ اور ہر نبی تشریع نبی ولایت ہوتا ہے۔ اور ہر نبی ولایت ولی ہے مطلقاً افضل ہے۔ اسی جہت سے کہا گیا ہے۔ کہ نبی کی ابتداء ولی کی انتہا ہے۔ پس اس کو سمجھ۔ اور اس میں تامل کر۔ اس لئے کہ یہ راز ہمارے مذہب کے بہت سے لوگوں سے مخفی رہا ہے۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

فصل

اس میں ہم ان اسرار کا بیان کرینگے۔ جن کے ساتھ ہم نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان پر اللہ کی عبادت کی ہے۔ اور یہ وہ پانچ چیزیں ہیں جن پر اسلام کی بنیاد ہے۔ اس کے پیچھے ہم ایمان کے اسرار کا ذکر کرینگے۔ [illegible] کے اسرار کو واضح کرینگے۔ جن کو اللہ تعالےٰ نے خوف ورجاء کے ساتھ دوام عبودیت سے مقام صلاح میں رکھا ہے۔ پھر ان [illegible] مقامات کے اسرار کی طرف ایماء کرینگے۔ جو باب احسان میں مذکور ہیں۔ اور وہ توبہ۔ [illegible] زہد۔ توکل [illegible] تفویض۔ اخلاص ہیں۔ مقامات شہادت سے ہم کسی [illegible] ذکر کرینگے۔ اور صاحب علم الیقین وصاحب عین الیقین وصاحب حق الیقین کی بعض علامات کی طرف [illegible] کرینگے۔ اور مقام خلت وحبت وختام عبودیت کے مراتب کے متعلق چند فصیح جملے لائینگے۔ اور [illegible] اجمال واختصار کے طور پر مذکور ہونگے۔ اور اگر ہم بطریق اطناب ان امور کی تفصیل کا ارادہ کریں تو [illegible] جلدیں درکار ہوں۔ اور ہماری یہ غرض نہیں ہے۔ پہلے ہم کلمہ شہادت کا راز بیان کرتے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ [illegible] وجود [illegible] دو امور کے منقسم ہے۔ ایک خلق جس کا [illegible] اور [illegible] ہے۔ دوسرے حق جس کا [illegible] اقرار ہے۔ کلمہ شہادت [illegible] دو امور [illegible] وہ لا ہے۔ دوسرے ایجاب اور وہ الا ہے۔ اور اس کے معنی یہ ہیں کہ [illegible] اللہ کے کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ اور اس کے قول لا الٰہ میں لفظ الٰہ سے مراد بت ہیں۔ جن کی وہ عبادت کرتے ہیں۔ خدا تعالےٰ نے [illegible] الٰہ رکھا ہے۔ کیونکہ خود مشرکین نے بھی یہی نام ان کو دیا ہے۔ اور یہ سبب اس کے [illegible] کی ذوات میں ہے۔ ان کی موافقت [illegible] خود تیرے معبود ہیں۔ ان [illegible] کی ذات میں اور اس کی تشخیص میں ظاہر ہونے کے الٰہ ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ [illegible] اللہ جس طور سے بھی ظاہر ہوا۔ الوہیت کا مستحق ہے۔ یہ اس نے اپنے قول الا اللہ [illegible] ہے۔ یعنی یہ معبود سوائے ایک اللہ کے [illegible] معبود [illegible] اللہ [illegible] مگر بطور اطلاق ایک اللہ ہی [illegible] اس لئے کہ ذات حق تمام [illegible] اللہ تعالےٰ کے کسی چیز کا وجود نہیں [illegible]

Marfat.com

تھا۔ لہٰذا لفظ شہادت کو اس کے ساتھ لگایا گیا ہے۔ اور کہا گیا ہے اشھد یعنی میں اپنی شہود کی آنکھوں سے دیکھتا ہوں۔ کہ وجود میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی چیز نہیں ہے۔ اور یہاں استثناء کے متعلق بہت سی بحثیں ہیں۔ کہ کیا وہ متصل ہے یا منقطع۔ اور کیا جن معبودوں کی نفی کی گئی ہے۔ وہ معبود حق ہیں۔ یا باطل اور معنوں کا فائدہ نہ دینا کیا اس صورت میں ہے۔ جبکہ وہ باطل ہوں۔ اور ناجائز ہوں۔ یا اس صورت میں جبکہ وہ حق ہوں اور یہ کہ جمع اور موافقت کی کیا صورت ہے۔ اور اس میں متفرق مسائل ہیں۔ اور ہر ایک کے لئے قاطع جواب ہیں اور روشن دلیلیں ہیں۔ پس اس کو سمجھ۔

نماز سے مراد حق تعالیٰ کی واحدیت ہے۔ اور اس کی اقامت سے تمام اسماء و صفات سے متصف ہو کر ناموس واحدیت کی اقامت کی طرف اشارہ ہے۔ اور طہارت سے مراد نقائص کونیہ سے پاک ہونا ہے۔ اور اس میں پانی کی شرط اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ نقائص کونیہ زائل نہیں ہوتے۔ مگر آثار صفاتِ الٰہیہ کے ظہور سے کہ وجود کی زندگی ہیں۔ کیونکہ پانی میں بھی زندگی کا راز رکھا گیا ہے۔ اور ضرورت پر تیمم کا طہارت کے قائمقام ہونا مخالفات مجاہدات۔ ریاضات سے نفس کو پاک کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ اس سے گو تزکیہ حاصل ہو جاتا ہے۔ مگر اس کا درجہ اس شخص کے درجہ سے کمتر ہے۔ جس کو جذب الٰہی نے نقائص کونیہ سے حیات ازلیہ الٰہیہ کے پانی سے پاک کیا ہو اسی کی طرف آنحضرت صلعم نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے۔ میں اپنے نفس کو اس کی پرہیزگاری اور پاکیزگی دیتا ہوں۔ اور تو میرے اے اللہ پاک کرنے میں بہتر ہے۔ جس نے نفس کو پاک کیا۔ قولہ۔ میں اپنے نفس کو پرہیزگاری دیتا ہوں۔ مجاہدات۔ مخالفات اور ریاضات کی طرف اشارہ ہے۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ تو بہتر پاک کرنے والا ہے۔ جذب الٰہی کی طرف اشارہ ہے۔ کہ حق کی طلب میں پوری توجہ صرف کی جائے۔ پھر نیت اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ اس توجہ میں قلب کو قائم کیا جائے۔ اور اس میں خوب طور باندھ دیا جائے۔ پھر تکبیر تحریمہ اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ جنت شہود الٰہی اس چیز سے بہت بزرگ اور نہایت کشادہ ہے۔ جس میں اس پر اس کے متجلی ہونے کی پابندی ہے۔ پس وہ اس کو کسی خاص مشہد سے مقید نہیں کرتا۔ بلکہ وہ ہر مشہد اور ہر منظر سے جس میں کہ وہ بندہ پر ظاہر ہوتا ہے۔ بزرگ ہے۔ اور اس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اور سورۂ فاتحہ کی قرأت اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ انسان میں ہی سب کمال کا وجود ہے۔ اس لئے کہ انسان ہی فاتحۃ الوجود یعنی اقفالِ موجودات کی چابی ہے۔ جس سے خدا نے موجودات کے قفلوں کو کھولا۔ پھر اس کی قرأت اسرار انسانیہ کی تحت سے اسرار ربانیہ کے ظہور کی طرف اشارہ ہے۔ اور رکوع وجود تجلیات الٰہیہ کی تحت میں اس بات کے مشاہدہ کرنے کی طرف اشارہ ہے کہ موجودات کونیہ معدوم محض ہے۔ اور قیام مقام ثناء سے مراد ہے۔ اسی لئے وہ اس میں کہتا ہے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اور یہ ایک کلمہ ہے۔ جس کا عبد مستحق نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس میں حال الٰہی سے اخبار ہے۔ اور قومہ میں اس کا اشارہ کہ وہ ثناء کی طرف اشارہ ہے۔ اس کا حق تعالیٰ کا خلیفہ ہونا ہے۔ اور اگر تو چاہے۔ تو اس کا معین کہہ دے تاکہ اشکال مرتفع ہو جائے۔ اس لئے اس نے مقام اس کے حال سے خبر دی یعنی حق کے ثناء خلق کے سننے

کی ترجمانی کی۔ اور وہ ان دونوں حالوں یعنی حق اور خلق ہونے میں ایک ہی ہے۔ متعدد نہیں ہے۔ پھر سجود ذات مقدسہ کے دوام ظہور سے آثار بشریت کے پس جانے اور مٹ جانے سے مراد ہے۔ اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا حقائق اسماء وصفات سے متحقق ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ اس لئے کہ جلوس قعدہ میں استواء یعنی پشت کے سیدھا کرنے سے مراد ہے۔ اور وہ حق سے خلق کی طرف رجوع کرنا ہے۔ پھر التحیات کمال حقی وخلقی کی طرف اشارہ ہے۔ اس لئے کہ اس میں اللہ تعالٰی کی ثناء ہے۔ اور اس کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اس کے صالحین بندوں کی ثناء ہے۔ اور یہ کمال کا مقام ہے۔ اور ولی کامل نہیں ہوتا۔ جب تک کہ حقائق الٰہیہ سے متحقق نہ ہو۔ اور آنحضرت صلعم کا اتباع نہ کرے۔ اور خدا کے نیکوکار بندوں کے لئے متادّب نہ ہو۔ اور یہاں بہت سے اسرار تھے لیکن ہمارا مقصود اختصار تھا۔

اور زکوٰۃ یہ ہے۔ کہ بعد تزکیہ کے حق کو خلق پر ترجیح دے۔ یعنی وجود میں شہود حق کو شہود خلق پر ترجیح دے جب اپنے نفس کو دیکھنا چاہے۔ تو اس میں حق کو ترجیح دے۔ اور اس کو دیکھے۔ اور جب اپنے نفس کی صفات سے متصف ہونا چاہے۔ تو حق کو اختیار کرے۔ اور اس کی صفات سے متصف ہو۔ اور جب اپنی ذات کا ادراک کرنا چاہے اور اپنی انیت کو سمجھے۔ تو حق کو ترجیح دے۔ حق سبحانہ وتعالٰی کی ذات کو جانے۔ اور اس کی ہویت رکھے۔ یہ اشارہ جو مذکور ہوا۔ زکوٰۃ کا اشارہ ہے۔ باقی رہا نقدی میں اس کا چالیسواں حصہ ہونا۔ سو یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وجود کے چالیس مرتبے ہیں۔ اور مطلوب مرتبۂ الٰہیہ ہے۔ اور وہ مرتبۂ علیا ہے۔ اور چالیس میں سے ایک ہے۔ ان چالیس مراتب وجود کا ذکر ہم نے اپنی کتاب مسمیٰ الکہف والرقیم میں بتفصیل کر دیا ہے۔ وہاں دیکھنا چاہئے۔

صوم۔ روزہ بشری خواہشات کے رواں کرنے سے نفس کو روکنے کا نام ہے تاکہ وہ صفات صمدانیہ سے متصف ہو۔ علٰی قدر امتناع نفس آثار حق نفس میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اور روزوں کا ایک ماہ کامل تک ہونا اس بات کی ضرورت کی طرف اشارہ ہے۔ کہ زندگی بھر تک نفس کو خواہشات نفسانی سے روک رکھنا چاہئے۔ یہ خیال نہ کرے کہ میں اب واصل بحق ہو گیا ہوں۔ مقتضیات بشری کے چھوڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ مستوفی محوق یعنی پسے ہوئے مٹے ہوئے میں بشریت کہاں باقی رہ گئی ہے۔ کیونکہ جس شخص نے ایسا کہا [illegible] دھوکا [illegible] رہے یعنی نفس وشیطان کے فریب میں آیا ہوا ہے۔ یا اللہ کے مکر میں مبتلا ہے۔ بندہ [illegible] کو لازم پکڑے رہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ جب تک وہ دنیا میں زندہ ہے۔ مقتضیات بشریہ [illegible] ذات الٰہیہ سے تمکین کے درجہ پر پہونچے۔ اور یہاں نیت صوم [illegible] اور رمضان سے مخصوص ہیں۔ بہت سی بحثیں ہیں۔ لیکن ہم جو مذکور ہوا اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

حج۔ حج سے اشارہ طلب الٰہی [illegible] کی طرف ہے۔ اور احرام سے اشارہ شہود مخلوق کا 1 ترک کر دیتا ہے۔ اور سئے ہوئے کپڑے کے ترک کرنے سے اشارہ صفات مذمومہ سے صفات محمودہ کی طرف تجرد کرنے کی طرف ہے۔ اور سر منڈانے کے ترک کرنے سے اشارہ ریاست بشریہ کے ترک کرنے کی طرف ہے۔ اور [illegible]

Marfat.com

کے ترک کرنے سے اشارہ اُن فعلوں میں جو اس سے صادر ہوں۔ خدا کے فعل کا مشاہدہ کرنا ہے۔ پھر خوشبو کا ترک کرنا اسماء و صفات سے تجرد کی طرف اشارہ ہے تاکہ حقیقتِ ذات سے تحقق حاصل ہو۔ اور نکاح کے ترک کرنے سے اشارہ وجود میں تصرف کرنے سے پاک دامن رہنا ہے۔ اور سر کو چھوڑ دینا ہویت احدیت میں پڑنے سے اس پر کشف سے رکے رہنے کی طرف اشارہ ہے۔ پھر مقامِ قلب سے مراد ہے۔ بلکہ مرتبہ الٰہیہ سے مراد ہے۔ کعبہ ذات سے مراد ہے۔ حجرِ اسود لطیفۂ انسانیہ سے مراد ہے۔ اور اس کا سیاہ ہونا مقتضیاتِ طبیعت سے اس کا رنگین ہونا ہے۔ اسی کی طرف آنحضرت صلعم کے اس قول میں اشارہ ہے کہ جب حجرِ اسود دنیا میں آیا۔ تو دودھ سے زیادہ سفید تھا۔ پھر بنی آدم کی خطاؤں نے اس کو سیاہ کر دیا۔ پس اس حدیث سے لطیفہ انسانیہ مراد ہے کیونکہ وہ اصل میں حقیقت الٰہیہ پر پیدا کیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے یہی معنی ہیں۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ۔ اور طبائع و عادات و علائق اور قواطع کی طرف اس کا رجوع کرنا اس کی سیاہی کا باعث ہے اور یہ تمام بنی آدم کی خطائیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے یہی معنی ہیں۔ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ پھر جب تو نے یہ سمجھ لیا۔ تو جاننا چاہئے کہ طواف اس چیز سے مراد ہے جو اس کو لائق ہے۔ یہ کہ اس کی ہویت کا ادراک کرے۔ اس لئے کہ حضرت اس کی مشابہ اس کے مظہر کو استلام کرنے سے ہے اور اس کا سات مرتبہ ہونا اوصاف سبعہ کی طرف اشارہ ہے۔ جن سے اس کی ذات کا کمال تحقق ہے۔ اور وہ حیات، علم، ارادت، قدرت، سمع، بصر، کلام ہے۔ پھر اس عدد کے طواف کے ساتھ مخصوص ہونے میں ایک نکتہ ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ ان صفات سے صفات الٰہی کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ تاکہ اس کی حیات علم ارادت قدرت سمع بصر کلام سب اللہ کی طرف منسوب ہو۔ اور یہ وہ بات ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی طرف سے فرمائی ہے۔ یہ کہ میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے۔ اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں۔ جس سے وہ دیکھتا ہے۔ الحدیث۔ پھر دو رکعت کے نماز مطلق طور پر دو یا احدیت کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس شخص میں امرِ احدیت کے قائم ہونے کی طرف اشارہ ہے جس کے لئے وہ مقام پیدا ہو چکا۔ اور مقامِ ابراہیم کے پیچھے اس کا مستحب ہونا مقامِ خلّت کی طرف اشارہ ہے۔ اور وہ اس کے جسم میں آثار کے ظاہر ہونے سے عبارت ہے۔ اگر اپنے ہاتھ سے چھوتا ہے۔ تو مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دیتا ہے اور اگر پاؤں سے چلتا ہے۔ تو زمین کو طے کر لیتا ہے۔ اسی طرح اس کے باقی اعضا کو قیاس کر لے۔ اور اس کی وجہ بعد حلول کے انوار الٰہیہ کا اس میں داخل ہو جانا ہے۔ پھر چشمۂ زمزم علوم حقائق کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس سے پینا اس پیٹ بھرنے کی طرف اشارہ ہے۔ اور وہ اس مقام علوم سے صاف ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ اور وہ اسماء و صفات الٰہیہ کے ساغروں سے شرب فرشتہ سے سیراب ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ پھر اس وقت سر منڈانا اس مقام میں ریاست الٰہیہ سے متحقق ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ پھر بالوں کو کترا کے چھوٹا کرنا اس شخص کی طرف اشارہ ہے جو درجۂ تحقیق سے کہ اہلِ قربت کا درجہ ہے قاصر رہا۔ یہ درجہ شہود و عیان پر اکتفا کرے۔ اور یہ تمام متحققین کا حصہ ہے۔ پھر احرام سے باہر آنا خلق

Marfat.com

کے لئے وسعت، سماحت اور فیاضی سے مراد ہے۔ اور مقعد صدق یعنی سچائی کی مجلس کے قرب و عندیّت کو چھوڑ کر ان کی طرف نازل ہونا ہے۔ پھر عرفات مقام معرفت سے مراد ہے۔ اور دو علموں سے مراد جمال و جلال ہیں جن پر معرفت کی راہ کا انحصار ہے۔ اس لئے کہ وہ دونوں معرفت الٰہی کی دلیلیں ہیں۔ پھر مزدلفہ مقام کے شائع ہونے اور اس کی بلندی و برتری سے مراد ہے۔ اور وہ مشعر حرام امور شریعت پر وقوف کر کے الٰہی حرمتوں کی تعظیم سے مراد ہے۔ اور منیٰ اہل مقام قربت کا منیٰ یعنی مقام انیّت الٰہیہ پر پہنچنے سے مراد ہے۔ پھر جماد ثلاثہ نفس طبع اور عادت سے مراد ہے۔ پھر سات سنگریزوں سے ان میں سے ہر ایک کو مارنا اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ سات صفات الٰہیہ کے آثار کی قوت سے ان کو فنا کرے۔ اور ان کو باطل اور ناچیز کر دے۔ پھر طواف افاضہ دوام فیض الٰہی کے لئے دوام ترقی سے مراد ہے۔ اس لئے کہ کمال انسانی کے بعد وہ منقطع نہیں ہوتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کوئی نہایت نہیں ہے۔ پھر طواف وداع بطریق حال اللہ کی طرف ہدایت دینے کی طرف اشارہ ہے۔ اور روضۂ نور الٰہی کا حامل امانت رکھتا ہے جو اس کا مستحق ہے۔ کیونکہ اسرار الٰہی ولی کے پاس اس شخص کی امانت ہوتی ہے جو ان کا مستحق ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے فَإِنْ آنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ اور یہاں اُن دعاؤں کے ذکر میں جو ان تمام مناسک میں پڑھی جاتی ہیں۔ بہت سے اسرار ہیں۔ اور ہر دعا کی تحت میں اسرار الٰہی میں سے ایک سر ہے۔ لیکن چونکہ ہمارا مقصود اختصار ہے۔ اس لئے ہم نے ان کے ذکر کو چھوڑ دیا ہے۔ واللہ اعلم۔

واما الایمان – ایمان عالم غیب سے کشف کا پہلا مرتبہ ہے۔ اور وہ سواری ہے۔ جو اپنے سوار کو مقامات عالیہ تک پہنچا دیتی ہے۔ اور مشاہدہ منورہ کی سیر کراتی ہے۔ اور وہ اس چیز کے ساتھ قلب کی موافقت سے مراد ہے۔ جس کا ادراک عقل سے بعید ہے۔ جو چیز عقل معلوم کی باقی ہے۔ اس کے ساتھ دل کی موافقت کا نام ایمان نہیں ہے۔ بلکہ وہ علم نظری ہے جو مشاہدہ و دلائل سے حاصل کیا جاتا ہے۔ پس وہ ایمان میں داخل نہیں ہے۔ اور [illegible] ایمان میں کسی چیز کو بغیر کسی دلیل کے قبول کر لینا شرط ہے۔ بلکہ وہ تصدیق [illegible] لئے نور عقل نور ایمان سے ناقص ہے۔ کیونکہ طائر عقل حکمت کے بازوؤں سے اڑتا ہے۔ اور وہ [illegible] دلائل نہیں پائے جاتے۔ مگر ان چیزوں میں جن کا اثر ظاہر ہے۔ اور اشیاء باطنہ کے بالکل [illegible] پائی جاتی۔ طائر ایمان قدرت کے بازوؤں سے اڑتا ہے۔ اور وہ ایک ایسی خاص بلندی [illegible] و جمیع عوالم میں سیر کرتا ہے۔ کیونکہ قدرت ان سب کو شامل ہے۔ ایمان [illegible] کہ وہ اپنی بصیرت سے ان حقائق کو دیکھتا ہے جن [illegible] صرف نور ایمان سے ہی نصیب ہوتی ہے۔ پھر ہمیشہ صاحب ایمان ایمان کی [illegible] اس چیز کی تحقیق کی حقیقت میں ترقی کرتا رہتا ہے جس پر کہ وہ ایمان لایا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ الٓمٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ الآیہ اول سورہ بقرہ سے مفلحون تک۔ پس [illegible] اہل ایمان کے [illegible] کے لئے [illegible] الآیہ

Marfat.com

تھا۔ اس لئے کہ وہ اس پر ایمان لائے ہیں۔ اور کسی دلیل کی طرف انہوں نے نہیں دیکھا۔ اور اس چیز سے مقید نہیں ہوئے۔ جس سے عقل نے ان کو مقید کیا ہے۔ بلکہ جو چیز ان کی طرف القاء کی گئی۔ اس کو انہوں نے قبول کر لیا اور بدوں شک کے اس کے وقوع کو انہوں نے قطعی سمجھ لیا۔ پس جس شخص کا ایمان دلائل نظری پر موقوف ہے اور عقل کے ساتھ مقید ہے۔ وہ کتاب کی نسبت شک میں پڑا ہوا ہے۔ اور علم کلام کی بنیاد نہیں رکھی گئی۔ مگر ملاحدہ وغیرہ اہل بدعت کی مدافعت کے لئے۔ نہ اس لئے کہ علم کلام کی بدولت ایمان دلوں میں داخل ہو جائے۔ پس ایمان انوار الٰہی میں سے ایک نور ہے۔ جس سے بندہ متقدم اور متاخر چیز کو دیکھتا ہے۔ اسی جہت سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ مومن کی فراست سے بچو۔ اس لئے کہ وہ نور خدا سے دیکھتا ہے۔ یہ نہیں کہا۔ کہ مسلم۔ عاقل وغیرہ کی فراست سے بچو۔ بلکہ فراست کو مومن سے مقید کیا ہے۔

پھر اس کے بعد جاننا چاہئے۔ کہ اس آیت کے بہت سے معانی ہیں۔ جن کے ذکر کرنے کے ہم درپے نہیں ہوئے۔ لیکن ہم اس چیز کو بیان کرتے ہیں جس کی طرف الف۔ لام میم۔ کاف۔ کتاب وغیرہ کا اشارہ ہے۔ اور میں امید رکھتا ہوں۔ کہ مجھے اس امر کی اجازت دی جائیگی۔ کہ میں قرآن کی تفسیر لکھوں۔ جس میں ان اسرار کا بیان ہو۔ جو عقلوں کو عجیب و غریب معلوم ہوتے ہیں۔ اور جن کو قرآن کریم میں خدا تعالےٰ نے واضح کر دیا ہے۔ اور جس سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے خدا کا وہ وعدہ پورا ہو۔ جو اس آیت میں ہے ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ اور ایسی کتاب سے چارہ نہیں ہے۔ اور میں امید رکھتا ہوں۔ کہ کتاب الٰہی کی اس خدمت کے لئے مجھے ہی شرف کیا جاوے۔ آیت مذکورہ میں خدا تعالےٰ کا یہ ارشاد کہ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ لفظ ذٰلِكَ سے الف۔ لام میم کی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور یہ بطریق اجمال ذات۔ اسماء وصفات کی طرف اشارہ ہے۔ اور کتاب انسان کامل ہے۔ پس الف۔ لام۔ میم جس چیز کی طرف اشارہ کرتے ہیں وہ انسان کی حقیقت ہے۔ اس میں کوئی شک شبہ نہیں۔ اور وہ ان متقیوں کے لئے ہدایت کرنے والی ہیں۔ جو حق کو نگاہ رکھتے ہیں۔ اور حق ان کو نگاہ رکھتا ہے۔ اگر تو حق کو بلاتا ہے۔ تو اس سے کنایہ ان سے ہوتا ہے۔ اور اگر تو ان کو بلاتا ہے۔ تو ان سے کنایہ حق کی ذات ہوتی ہے۔ وہ متقی جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ اور غیب اللہ تعالےٰ کی ذات ہے۔ اس لئے کہ وہ ان کا غیب ہے۔ وہ اس کے ساتھ ایمان لاتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ انکی ہویت ہے۔ اور وہ اس کا عین ہیں۔ اور نماز کو قائم کرتے ہیں۔ یعنی ناسوتی مرتبہ الٰہیہ کو اسماء وصفات کی حقیقت سے متصف ہو کر اپنے وجود میں قائم رکھتے ہیں۔ اور اس چیز سے جو ہم نے ان کو دی ہے۔ خرچ کرتے ہیں۔ یعنی اس احدیت الٰہیہ سے جو ثمرہ ان کو حاصل ہوا ہے۔ اس سے موجودات میں تصرف کرتے ہیں۔ گویا کہ ان کو یہ رزق بواسطہ ملاحظہ احدیت الٰہیہ حاصل ہوا ہے۔ یہی لوگ مفرد ہیں۔ جو سب سے آگے بڑھ گئے ہیں۔ اور جن کی نسبت حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے اپنے اصحاب سے کہا تھا۔ فی سبیل اللہ سفر کرو۔ کہ مفرد سب سے سبقت لے گئے ہیں۔ اور لاحق وہ لوگ ہیں۔ جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ یعنی اے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جو مطلقاً اس چیز پر

Marfat.com

ایمان رکھتے ہیں۔ جو تجھ پر نازل کی گئی ہے۔ اور جو تجھ سے پہلے نازل کی گئی ہے۔ اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں۔ یہ لوگ ہدایت پر ہیں۔ اپنے رب کی طرف سے اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جو ملائکہ کتب رسولوں اور قیامت کے دن پر اور اللہ تعالےٰ کی طرف نیکی بدی کی تقدیر پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہی لوگ اللہ پر ایمان رکھنے والے ہیں۔ وہ ملائکہ۔ کتب ارسال رسل کی حقیقت پر مطلع ہوتے ہیں۔ قیامت کو دیکھتے ہیں خدا تعالےٰ کی تقدیر نیک و بد کو مشاہدہ کرتے ہیں۔ ان تمام پر وہ ایمان رکھنے والے نہیں ہوتے۔ بلکہ بطور علم اور معرفت عیانیہ اور شہودیہ کے جاننے والے ہیں۔ وہ صرف اللہ پر ایمان رکھنے والے ہیں۔ اس لئے کہ اللہ کے سوا باقی چیزوں کے متعلق ان کا علم علم شہودی ہے۔ جسے ایمان نہیں کہا جاتا۔ کیونکہ ایمان کی یہ شرط ہے۔ کہ جس چیز کو وہ جانتا ہے۔ وہ غیب ہو۔ شہادت نہو۔ اور ان کے نزدیک سوائے کنہ ذات الٰہی کے کوئی چیز غیب نہیں ہوتی۔ اور وہ اگرچہ خدا کو بطور شہود جلی عینی کے جانتے ہیں۔ لیکن وہ غیر متناہی پر ایمان لانے والے ہیں۔ پس ان کا ایمان محض اللہ تعالےٰ سے مخصوص ہے۔ اور جو شخص ان کے ساتھ مل گیا۔ وہ اللہ پر اور ان تمام مذکورہ چیزوں پر جو تعریف ایمان میں مذکور ہوئیں۔ ایمان رکھتا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ کہ تو اللہ پر۔ ملائکہ پر۔ کتابوں پر۔ رسولوں پر قیامت پر۔ تقدیر الٰہی پر ایمان لا۔ پس یہ لوگ لاحق ہیں۔ اور وہ سابق ہیں۔ اور صلاح سے مراد دوام عبودیت ہے۔ اور وہ ثواب الٰہی کی خواہش پر اور اس کے عذاب سے ڈر کر اچھے اعمال کرتے ہیں۔ اور وہ یہ سب کام اللہ کے لئے کرتا ہے۔ لیکن وہ ان سے دنیا و آخرت میں زیادتی طلب کرتا ہے۔ وہ دوزخ کی آگ کے ڈر اور جنت کی طمع پر خدا تعالےٰ کی عبادت کرتا ہے۔ اس سے اس کے دل میں حق کی عظمت بیٹھ جاتی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کی نافرمانیوں سے بعید ہونا اس میں رسوخ پا جاتا ہے۔ وہ امور ممنوعہ سے پرہیز کرتا ہے۔ اور دوام عبادت کا یہ فائدہ ہوتا ہے۔ کہ عابد کے میانہ قلب میں نکتۂ الٰہیہ جگہ پکڑ جاتا ہے۔ کہ اگر اس کے بیچ پردہ اٹھایا جائے۔ تو مطلق طور پر اس میں انخرام پیدا نہ ہوگا۔ یعنی مرتبۂ عبودیت و ربوبیت بجائے خود محفوظ رہینگے۔ وہ حقائق کی سیر میں شرائع الٰہی کی قید میں مقید رہیگا۔ اور یہ وہ چیز ہے۔ جو دوام عبادت سے بشرط رجا پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے کہ صالحین کی عبادت مشروط بہ شرط رجا ہے۔ بخلاف اس کے محسن کہ وہ بخوف خدا اللہ تعالےٰ کی عبادت کرتا ہے۔ اور دلی خواہش سے کرتا ہے۔ اور اس کے اور صالح کے درمیان فرق یہ ہے کہ صالح اپنے نفس پر عذاب دوزخ سے ڈرتا ہے اور اپنے نفس کے لئے ثواب جنت کی امید رکھتا ہے۔ پس اس کے خوف اور اس کی امید کا سبب ... اور محسن جلال الٰہی سے ڈرتا ہے۔ اور جمال الٰہی کی رغبت رکھتا ہے۔ اور اس کی رغبت و رہبت کا سبب جمال و جلال الٰہی ہے۔ پس محسن خالص اللہ کے واسطے ہے۔ اور صالح صادق فی اللہ ہے۔ اور محسن کی شرط یہ ہے کہ کبھی اس سے کبیرہ گناہ وقوع میں نہ آیا ہو۔ اور صالح میں یہ شرط نہیں ہے۔ فافہم

اور احسان نام مقام کا ہے۔ کہ اس میں بندہ آثار اسماء و صفات حق کا ملاحظہ کرتا ہے۔ اور اسکی عبادت میں ایسا خیال کرتا ہے۔ کہ گویا وہ اللہ تعالےٰ کے سامنے ہے۔ ہمیشہ اس ستر کو ملاحظہ کرتا رہتا ہے۔ اور اس کا کمتر

Marfat.com

درجہ یہ ہے۔ کہ اس بات کا دھیان رکھے۔ کہ اللہ تعالےٰ اس کی طرف دیکھتا ہے۔ اور یہ مراقبہ کا پہلا درجہ ہے۔ اور اس کی صحت کی سات شرطیں ہیں۔ اور وہ توبہ۔ انابت۔ زہد۔ توکل۔ تفویض۔ رضا۔ اخلاص ہے۔ توبہ کی نسبت معلوم کرنا چاہیئے۔ کہ اگر اس میں پھر گناہ کی طرف عود کریگا۔ تو مراقبہ اور نظر حق کا ملاحظہ صحیح نہیں رہیگا۔ کیونکہ جو شخص خدا کو دیکھتا ہے۔ اس کی قوتیں اور اس کا قلب معصیت کی طرف نہیں جھکتے۔ اور محسن کی توبہ اور صالحین مومنین مسلمین میں سے ان لوگوں کی توبہ جو مقام احسان کے ماتحت ہیں۔ گناہوں سے ہوتی ہے۔ اور ارباب شہادت کی توبہ یہ ہے۔ کہ معصیت کا خیال بھی دل میں پیدا نہ ہو۔ اور صدیقوں کی توبہ یہ ہے۔ کہ غیر اللہ کا خیال کبھی دل میں نہ گذرے۔ اور مقربین کی توبہ یہ ہے۔ کہ حکم حال کے ماتحت نہ ہوں۔ پس احوال ان پر تصرف نہیں کرتے۔ اور ایسی استعداد رحمانی سے متحقق ہونے سے مراد ہے۔ جو اہل تلوین وتمکین کی معرفت کے بعد ہر تلوین میں تمکین حاصل کرنے سے حاصل ہو۔ اور انابت کی شرط یہ ہے۔ کہ بخوف خدا نقائص سے باز رہے۔ کیونکہ جو ایسا نہیں کرتا۔ اور اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اس کا مراقبہ صحیح نہیں ہوتا۔ پس محسنین اور ان لوگوں کی انابت جو صالحین۔ مومنین۔ مسلمین ہیں سے اُن سے ورے ہیں۔ یہ ہے۔ کہ وہ تمام ممنوعات سے باز رہ کر اوامر الٰہی پر قیام کریں۔ اور اس کے حدود کو نگاہ رکھیں۔ اور شہداء کی انابت اپنے نفسوں کے ارادہ سے مراد حق کی طرف رجوع کرنا ہے۔ پس وہ اپنے ارادہ کو چھوڑ کر مراد حق میں فنا ہونے والے ہیں۔ اور صدیقین کی انابت حق سے حق کی طرف ان کا رجوع کرنا ہے اور مقربین کی انابت اسماء و صفات سے ذات کی طرف ان کا رجوع کرنا ہے۔ اور یہ ایک مقام ہے۔ کہ صدیقین پر اس کا تحقق مشکل ہو جاتا ہے۔ ہر ایک ان میں سے گمان کرتا ہے۔ کہ وہ ذات کے ساتھ ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ اسماء و صفات کے ساتھ ہوتے ہیں۔ نہ کہ ذات کے ساتھ۔ شراب واحدیت کے نشہ نے اس امر کے تعقل سے ان کو باز رکھا ہوتا ہے۔ اگر تو کہے۔ کہ وہ ذات کے ساتھ ہیں۔ تو یہ قید ہے۔ اور یوں کہو۔ کہ بواسطہ اسماء و صفات کے ذات کے ساتھ ہیں۔ بخلاف اس کے محققین کہ وہ بدون قید کے ذات کے ساتھ ہیں۔ بلکہ ذات سے ذات میں ذات کے ساتھ ہیں۔ اور محققین اہل مقام قربت ہیں۔ عنقریب انشاء اللہ تعالےٰ ان کا بیان مذکور ہوگا۔

اور زہد کی مقام احسان میں شرط یہ ہے۔ کہ مراقب کے لئے یہ ضروری امر ہے۔ کہ وہ دنیا کی طرف نہ دیکھے کیا تو غلام کی طرف نہیں دیکھتا۔ کہ جب وہ اپنے آقا کے سامنے حاضر ہوتا ہے۔ یہ جان کر کہ اس کا آقا اس سے خبردار رہیگا۔ تو اس وقت وہ اپنی نفسانی مصلحتوں کو کیسے چھوڑ دیتا ہے۔ اور ان امور میں مشغول ہوتا ہے جن کا اپنے آقا سے اس کو حکم ہوتا ہے۔ پس محسنین اور ان لوگوں کا زہد جو ان سے ورے ہیں۔ دنیا کا ترک کر دینا ہے اور اس کی لذات کو چھوڑ دینا ہے۔ اور شہداء کا زہد دنیا اور آخرت دونوں کو ترک کرنا ہے۔ اور صدیقین کا زہد تمام مخلوقات کا چھوڑنا ہے۔ پس وہ حق تعالےٰ اور اس کے اسماء و صفات کے سوا کسی چیز کا مشاہدہ نہیں کرتے۔ اور مقربین کا زہد اسماء و صفات کے ساتھ بقاء میں ہے۔ پس وہ لوگ ذات کی حقیقت میں ہیں۔

اور توکل کی شرط مقام احسان میں یہ ہے کہ جو شخص اس بات کو دیکھتا ہے۔ کہ خدا اس کو دیکھ رہا ہے۔ وہ

Marfat.com

اپنے امور کو اس کے حوالہ کردے۔ اس لئے کہ وہ اس کی مصلحتوں کو خوب جانتا ہے۔ پس خواہ اپنے نفس کو اس چیز میں تکلیف ہووے۔ جس سے کچھ اس کو فائدہ نہیں ہے۔ اور توکل کی شرط یہ ہے۔ کہ بندہ یہ بات اپنے آقا اور مالک پر چھوڑ دے۔ کہ وہ جو چاہے۔ اس سے کرے۔ خدا تعالےٰ کے اس قول کے معنی وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوا اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ یعنی اگر تم مومن ہو۔ تو توکل کرو۔ اس لئے کہ وہ نہیں کرتا۔ مگر وہی جو اس کا ارادہ ہوتا ہے۔ پس اپنے کام اس پر چھوڑ دو۔ اور اس پر اعتراض نہ کرو۔ اور صالحین کا یہ توکل نہیں ہے۔ اس لئے کہ صالح اور وہ شخص جو اس سے ورے ہے۔ خدا پر توکل کرتا ہے۔ اس غرض پر کہ وہ اس کے امور کی درستی کرے۔ اور خدا تعالےٰ کے اس قول کے یہی معنی ہیں وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ اور بعلاوہ شخص جو اللہ پر اس لئے توکل کرتا ہے۔ کہ اللہ اس کے ساتھ جو چاہے سو کرے۔ وہ گروہ ہے جو اس آیت کے آخر میں مذکور ہے وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ یعنی یہ بات ضروری ہے۔ کہ اللہ جو ارادہ کرتا ہے۔ وہی کرتا ہے قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا اور محسنین کا توکل یہ ہے کہ اپنے سب کام خدا کے حوالہ کردیں۔ اور شہداء کا توکل یہ ہے۔ کہ مسبب سبحانہ و تعالےٰ پر نظر رکھ کر اسباب و وسائط سے اٹھا لیتے ہیں۔ کہ وہ جس طرح چاہے۔ ان میں تصرف کرے۔ اس نظر [illegible] انہوں نے [illegible] پر توکل کیا کہ اس کا ارادہ عین ان کی مراد ہے۔ ان کا اپنا کوئی اختیار نہیں ہے جس [illegible] وہ [illegible] امور جن کا اللہ تعالےٰ ارادہ کرتا ہے۔ وہ ان کا اختیار اور ان کا ارادہ ہے۔ اور صدیقوں کا توکل [illegible] کو جہت حق کی شان کی طرف پھیر دیتا ہے وہ بس ان کی نظر اپنے [illegible] نہیں [illegible] والے ہیں اس طور پر کہ وہ اس کے شہود میں مستغرق ہیں۔ اور اس [illegible] کہ ان کا وجود بسط میں متمکن ہونے کے خوش نہیں ہوتے۔ اور تفویض و توکل [illegible] سا فرق ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ تسلیم والا کبھی اس چیز پر راضی نہیں [illegible] ہے جس کو اس نے اپنا کام سونپا ہے۔ بخلاف اس کے صاحب تفویض [illegible] ہے۔ جیسے عنقریب وہ شخص کریگا۔ جس کو وہ کام تفویض کیا گیا ہے۔ اور یہ دونوں یعنی تسلیم و تفویض [illegible] ہیں۔ توکل اور ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے۔ کہ توکل میں موکل کے لئے [illegible] اس امر میں جو وکیل کے حوالہ کیا گیا ہے۔ بخلاف اس کے تسلیم و تفویض [illegible] ہیں محسنین اور ان لوگوں کی تفویض جو ان سے ورے ہیں یہ ہے۔ کہ وہ [illegible] ہے کہ انہوں نے مقرر کیا ہے۔ حق کی طرف پھیر دیتے ہیں۔ اور وہ [illegible] نے تمام کام خدا کی طرف پھیر دیئے ہوتے ہیں۔ پھر اس [illegible] امور میں حق تعالےٰ کے ساتھ آرام پاتا ہے [illegible] اپنے غیر کے نفسوں افعال الٰہی کو ملاحظہ کرنے والے ہیں [illegible]

Marfat.com

بات کو دیکھتے ہیں کہ حق کا تمام مخلوق کی چوٹیوں کو پکڑنا عام ہے۔ اور حق تعالےٰ کا حسبِ مراد خود ان کی چوٹی کو پکڑنا خاص ہے۔ اور وہ اپنے تمام اعمال میں دعویٰ فاعلیت سے بری ہیں۔ اسی لئے وہ اجر کی توقع نہیں رکھتے اور جزاء کو طلب نہیں کرتے۔ اس لئے کہ وہ اپنے فعل کو نہیں دیکھتے۔ جس سے وہ اپنے آپ کو جزاء کا مستحق سمجھیں۔ اور صدیقین کی تفویض بہ حیثیت گوناگوں تجلیات کے جمال الٰہی کا ملاحظہ کرنا ہے۔ اور وہ دوسری کو چھوڑ کر کسی خاص تجلی سے متقید نہیں ہوتے۔ اور وہ اس کی تجلیات کے امر کو اس کے ظہور کی طرف تفویض کرنے والے ہیں۔ پس وہ ان دونوں میں سے جس میں ظاہر ہوتا ہے۔ حسبِ مقام۔ اسم و صفت ساطلاق و تقید اس کو مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور مقربین کی تفویض اس امر بہ جزع کو ترک کرنا ہے۔ جس کی نسبت وہ اطلاع پاتے ہیں کہ مخلوقات میں اس پر قلم جاری ہو چکی ہے۔ پھر وہ موجودات کی کسی چیز میں تصرف نہیں کرتے۔ بلکہ تمام باتیں خدا کے حوالہ کرتے ہیں۔ کہ وہ اپنے ملک میں جس طرح چاہے تصرف کرے۔ اور یہ لوگ امین اور ادیب ہیں۔ نہ اسرار الٰہی کو فاش کرتے ہیں۔ اور نہ اس سے اور لوگوں پر اپنی بڑائی چاہتے ہیں۔ اور نہ آدمیوں کے کاموں میں فساد ڈالتے ہیں۔ بلکہ وہ خلق سے وہی معاملہ کرتے ہیں۔ جو آپس میں وہ ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہیں۔ پردہ دری اور کسی امر کے جاری کرنے میں کوئی چیز ان سے وقوع میں نہیں آتی۔ وہ خلق کے ساتھ اپنے جسموں کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اور اپنی روحوں سے حضرت قرب میں ان سے جدا رہتے ہیں۔

اور رضاء کی شرط یہ ہے۔ کہ وہ قضاء کے بعد ہو۔ اگر اس کے قبل ہو۔ تو وہ رضا نہیں۔ عزم رضا ہے۔ چنانچہ اس کی اکثر ائمہ طریقت نے تصریح کی ہے۔ پھر محسنین کی رضا اللہ تعالےٰ کی طرف سے قضاء کے ہونے پر ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ رضا اس امر کے ساتھ ہے۔ جو قضاء کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ مثلاً کبھی شقاوت کا حکم کرتا ہے۔ اور شقاوت پر راضی رہنا کفر ہے۔ پس ان کی رضا اللہ تعالےٰ کی طرف سے قضاء کے ہونے پر ہوتی ہے کیونکہ قضاء اللہ تعالےٰ کا حکم ہے۔ اور اس کے حکم پر رضا واجب۔ ان کو لازم نہیں کہ شقاوت پر راضی رہیں۔ بلکہ ان پر یہ واجب ہے۔ کہ وہ شقاوت پر راضی نہ ہوں۔ اور شہداء کی رضا اللہ تعالےٰ کے لئے ان کی محبت سے ہے۔ بغیر اس کے کہ وہ وصول کو طلب کریں۔ یا ہجرت اور دوری سے نفرت کریں۔ بلکہ وہ بُعد۔ لقاء۔ سخط و رضاء پر اپنی محبت کو نہیں چھوڑتے۔ اور راحت کی طرف التفات نہیں کرتے۔ اور صدیقوں کی رضاء یہ ہے۔ کہ جو چیز ان کے سامنے ہے اس سے خوش ہو کر اعلےٰ مناظر میں حاضر کا تعشق کریں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ وہ ہمیشہ ترقی میں رہتے ہیں۔ اور جوں جوں بندہ ترقی کرتا ہے۔ دربار الٰہی میں اس کا طریق تنگ ہوتا جاتا ہے۔ اس لئے کہ بندہ اولاً اللہ تعالےٰ کے ساتھ تجلی افعال میں ہوتا ہے۔ تمام مخلوقات میں اس کو مشاہدہ کرتا ہے۔ پھر جب ترقی کرتا ہے۔ تو اس کا مشہد تنگ ہو جاتا ہے۔ اور ہمیشہ جوں جوں ترقی کرتا ہے۔ اس کا مناظر تنگ ہو جاتے ہیں۔ پس صدیقوں کی رضا حق تعالےٰ کے ساتھ اس تنگی میں ان کا آرام پانا ہے۔ اور یہ امر ذوق اور کشف سے معلوم ہوتا ہے۔ نہ عقل سے۔ اور مقربین کی رضاء حق سے خلق کی طرف ان کے رجوع کرنے میں ہوتی ہے۔ اور اخلاص صالحین اور ان لوگوں کا جو

Marfat.com

ان سے ورے ہیں۔ یہ ہے۔ کہ وہ عبادات میں مخلوق کے دیکھنے کی طرف کچھ التفات نہ کریں۔ اور محسنین کی اخلاص یہ ہے۔ کہ وہ دنیا و آخرت میں بدوں طلب جزا، حق تعالٰے کی عبادت کریں۔ وہ اس وجہ سے خدا تعالٰے کی عبادت کرتے ہیں۔ کہ خدا نے ان کو عبادت کا حکم دیا ہے۔ پس صالحین اور محسنین میں سے ان لوگوں کی نسبت جو ان سے ادنٰے ہیں۔ مزدور اور راس غلام کی سی نسبت ہے۔ جو اپنے عمل میں اجرت طلب نہیں کرتا۔ اور شہیدوں کا اخلاص یہ ہے۔ کہ وہ حق تعالٰے کو وجود میں مفرد جانتے ہیں۔ اور محققین صدیقین کا اخلاص یہ ہے۔ کہ وہ معرفت ذات میں اسماء و صفات کی کسی شے کی احتیاج نہیں رکھتے۔ اور مقربین کا اخلاص یہ ہے۔ کہ وہ آثار تمکین کے ظہور کی تحت میں بقیہ تلوین سے تحقیقًا بری ہو جاتے ہیں۔ اور وہ محق محق یعنی پس جانے اور مٹ جانے کی عین حقیقت ہے۔ وَاللّٰہُ یقول الحق وھو یھدی السبیل

شہادت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک شہادت کبریٰ اور ایک شہادت صغریٰ اور شہادت صغریٰ کی چند قسمیں ہیں اور حدیث اسی کے متعلق وارد ہو چکی ہے۔ کہ جو شخص مسافرت میں یا ڈوب کر یا دستوں وغیرہ کی بیماری سے مر گیا۔ وہ شہید ہے۔ اور شہادت صغریٰ کا اعلٰے درجہ جنگ میں فی سبیل اللہ ہر دو صفوں کے بیچ میں قتل ہو جانا ہے۔ اور شہادت کبریٰ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اعلٰے اور ایک ادنٰے۔ اعلٰے یہ ہے۔ کہ عین الیقین سے تمام مخلوقات میں حق کا شہود ہو۔ مثلًا مخلوقات میں سے جب کوئی چیز دیکھے۔ تو اس شے میں بدوں حلول و انفصال و اتصال حق کو مشاہدہ کرے۔ بلکہ حق کا شہود ایسا ہو۔ جیسا کہ حق سبحانہ و تعالٰے نے اپنے اس قول میں خبر دی ہے فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ۔ یہ وہ چیز ہے۔ جس کی طرف ہم نے اپنے قول شہادت میں اشارہ کیا ہے۔ کہ اس کی شرطوں میں سے ایک بدوں سستی و فتور کے دوام مراقبہ ہے۔ جب یہ شہود بندہ کے لئے صحیح ہو گیا تو پھر وہ اللہ تعالٰے کو مشاہدہ کرنے والا ہے۔ اور یہ شہادت کا ایک اعلٰے منظر ہے۔ اور اس کے آگے صدیقیت کا پہلا مرتبہ آتا ہے۔ اور وہ وجود ہے۔ پھر وہ اپنے رب کے وجود سے اپنے نفس سے فانی ہو جاتا ہے۔ اور اس وقت صدیقیت کے دائرہ میں داخل ہوتا ہے اور شہادت کبریٰ کی ادنٰے قسم بدوں کسی علت کے محبت الٰہی کا انعقاد ہے۔ کہ اللہ تعالٰے کی محبت اس کی صفات کے لئے ہو۔ اور اس وجہ سے ہو۔ کہ وہی محبت کرنے کے لائق ہے۔

جاننا چاہیئے۔ کہ محبت تین قسموں پر ہے۔ محبت فعلیہ اور محبت صفاتیہ اور محبت ذاتیہ۔ محبت فعلیہ عوام کی محبت ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالٰے کے احسانات کی وجہ سے اس سے محبت کرے۔ اور زیادہ محبت کرے کہ اللہ تعالٰے نے جو چیز اس کو دی ہے۔ اس کو اور زیادہ کرے گا۔ اور محبت صفاتیہ خواص کی محبت ہے۔ یہ لوگ خدا سے اس کے جمال اور اس کے کمال کے لئے محبت کرتے ہیں۔ [illegible] کی غرض کشف حجاب ہوتی ہے۔ اور دفع عذاب [illegible] اسلئے کہ یہ محبت جس میں نفسانیت کی آمیزش ہو [illegible] اللہ کے لئے نہیں ہوتی۔ [illegible] منزہ ہے اور محبت خاصہ ذاتی عشقی ہے۔ جو [illegible] اپنی قوت کے [illegible] عاشق [illegible]

Marfat.com

عاشق معشوق کی صفت میں ظاہر ہوتا ہے۔ جیسا کہ روح اس تعشق کی وجہ سے جو روح اور جسد کے مابین ہے جسم کی صورت میں متشکل ہوتا ہے۔ عنقریب اس کا ذکر آخر کتاب میں مقربین کے بیان میں آئیگا۔ عوام کی محبت محبت فعلیہ ہے۔ اور شہداء کی محبت محبت صفاتیہ اور مقربین کی محبت محبت ذاتیہ ہے۔ شہادت کبریٰ کی شرطوں میں سے ایک مخالفات نفس پر رخصتوں کو چھوڑ کر قیام کرنا ہے۔ یعنی ان امور میں نفس کی مخالفت پر قائم ہوتے ہیں جو شریعت میں اصل مقصود ہیں۔ نہ کہ رخصتوں میں۔ چنانچہ صوفیہ کرام میں سے بہت لوگوں نے مخالفات کی تحقیق میں خطا کی ہے۔ اور اس بات کا دعوی کیا ہے۔ کہ اگر میرا نفس روزہ رکھنے کا ارادہ کرے۔ یا نماز پڑھنا چاہیئے۔ تو اس پر واجب ہے۔ کہ کھانے پینے میں اور نماز کے چھوڑ دینے میں اس کی مخالفت کرے۔ حالانکہ یہ خطا ہے۔ کیونکہ نفوس کا یہ طبعی خاصہ ہے۔ کہ وہ اسی چیز کو طلب کرتے ہیں۔ جس میں ان کے لئے عاجلہ راحت ہو۔ ان کی ذاتی طلب اکل و شرب و نحوہ ہے۔ اور روزہ وغیرہ اعمال خیر کی طلب روح کی طلب ہے۔ نہ کہ نفس کی۔ اور روح کی مخالفت شرط سلوک میں سے نہیں ہے۔ کیونکہ روح فرشتہ کی ہمنشین ہے۔ اور فرشتہ خدا کا ہمنشین ہے۔ بخلاف اس کے نفس کہ وہ خواہش کا ہمنشین ہے۔ اور خواہش شیطان کی جلیس ہے۔ اسی لئے نفس کی مخالفت کی جاتی ہے تا کہ وہ روح کے ہمراہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اطمینان پائے۔ اسی مخالفت کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول میں کہ رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَی الْجِهَادِ الْاَکْبَرِ میں اشارہ فرمایا ہے۔ اسی بنا پر ہم نے شہادت بالسیف کو شہادت صغریٰ قرار دیا ہے۔ اور شہادت بالمحبۃ کو شہادت کبریٰ۔

صدیقیت مقام مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ کی حقیقت سے مراد ہے۔ اور اس معرفت کے لئے تین حضرات ہیں۔ پہلا حضرت حضرت علم الیقین ہے۔ اور دوسرا حضرت حضرت عین الیقین اور تیسرا حضرت حق الیقین ہے۔ پس صدیق کی علامت ان حضرات سے گذرنے میں یہ ہے۔ کہ غیب وجود اس کے لئے مشہود ہو۔ پھر وہ نور یقین سے ان اسرار حق کو ملاحظہ کرتا ہے۔ جو مخلوقات کی آنکھ سے غائب ہیں۔ پھر اس وقت وہ اس کی حقیقت پر اطلاع پاتا ہے۔ اور انوار جلال کے سلطان کی تحت میں اپنی فناء کو مشاہدہ کرتا ہے۔ اور اس فناء سے الہی بقاء کو حاصل کرتا ہے۔ اور میرا یہ قول کہ وہ حاصل کرے۔ اس سے مراد یہ ہے۔ کہ ایسی بقاء الہی اس کو نصیب ہوتی ہے۔ کہ گویا کہ جب سے وجود ہے۔ ہمیشہ سے وہ اس کو حاصل ہے۔ نہ یہ کہ اس مشہد میں اس کو حاصل ہوئی ہے۔ پھر جب وہ بقاء الہی سے باقی ہوتا ہے۔ تو اسماء اس پر ایک ایک ہو کر تجلی ہوتے ہیں۔ اس وقت وہ ذات کو بہ حیثیت اسماء شناخت کرتا ہے۔ اور یہ علم الیقین پر پہنچنے کی حد ہے۔ اور عین الیقین کی ابتداء ہے۔ پھر اس سے تجلیات صفات کی طرف ترقی کرتا ہے۔ اور یکے بعد دیگرے صفات کا مشاہدہ کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ذات کے ساتھ اس کی صفات کے ہو جاتا ہے۔ پھر وہ اس سے ذات کے ساتھ اپنے ... کرتا ہے حتی کہ اسماء و صفات کی بھی احتیاج نہیں۔ کیونکہ پھر وہ اس سے ترقی کرتا ہے ... اسماء و صفات کے موقعوں کو شناخت کرتا ہے۔ پھر ذات کو ذات سے شناخت کرتا ہے۔

Marfat.com

حضرتِ اسماء وصفات کو نصب العین بناتا ہے۔ اور ان کے حقائق کو مشاہدہ کرتا ہے۔ اور ان کا اجمال تفصیل میں اور تفصیل کو اجمال میں ادراک کرتا ہے۔ پھر وہ ہمیشہ ربوبیت کے لباس کو بدلتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ دستِ عنایت اس کو اسماء وصفات سے منصف ہونے کی طرف اٹھائے جاتا ہے۔ پھر جب اجل محتوم کا وقت آجاتا ہے اور شراب خالص کے جام کو جس پر مہر لگی ہوتی ہے۔ تناول کرتا ہے۔ تو اس وقت صاحب حق الیقین بن جاتا ہے اور جب مہر پھوڑی جاتی ہے۔ اور جام شراب کے رنگ سے رنگین ہو جاتا ہے۔ تو اس وقت وہ صاحب حقیقت الیقین ہوتا ہے۔ اور یہ مقربین کا پہلا مقام ہے۔ اور قربت صفاتِ ولی میں حق کے متمکن ہونے کے قریب ولی کے متمکن ہونے سے مراد ہے۔ چنانچہ عرف عام میں کہا جاتا ہے۔ کہ فلاں عالم نے فلاں سے قربت حاصل کی یعنی علم و معرفت میں اور مسلم تاجر فارونِ موسیٰ کے قریب ہو گیا۔ یعنی مالیت میں۔ پس قربت اس چیز کا نام ہے کہ بندہ حق کے بندہ میں ظاہر ہونے کے قریب اسماء وصفات میں ظاہر ہو۔ کیونکہ یہ بات محال ہے۔ کہ بندہ صفات میں سے کسی صفت کی حقیقت کا حق پورا کرے۔ لیکن جب وہ بطور تمکین کے اس میں تصرف کرتا ہے اس حیثیت سے کہ جس چیز کو وہ طلب کرتا ہے۔ وہ اس سے سرتابی نہیں کرتی۔ تو اس بات کو اس نے جان لیا جس کی طرف اس کے علم نے التفات کی۔ اور اس چیز کو کر دکھایا جس کے پیدا کرنے کا عالم میں ارادہ کیا مثلاً مردہ کو زندہ کرنا۔ مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کرنا وغیرہ امور جو اللہ تعالیٰ کی ذات سے مخصوص ہیں پس وہ حق کے قریب ہوا یعنی اللہ تعالیٰ کے قرب و جوار میں ہو گیا۔ پس یہ قرب ہی ہمسائیگی ہے کیا تو نے جنت کی طرف نہیں دیکھتا۔ کہ جب وہ ایک طور پر اللہ کے پڑوس میں ہوں گے۔ تو کائنات جنت کیسے طور پر ان سے متاثر ہوگی۔ پھر وہ جو چاہیں گے۔ جنت میں موجود ہو جائیگا۔ پس یہ ہے قرب اس مقام کا پہلا حضرت نکلتا ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ بندہ حق تعالیٰ کے درمیان میں ہو۔ اس کے تمام اجزاء جسم میں تخلیق کے آثار نمایاں ہوں کہ لفظ کُن سے چیزیں اس کا اثر قبول کریں۔ مرضوں اور بیماریوں کو اچھا کر دے۔ اپنے ہاتھ سے کتنی ہی چیزیں پیدا کر دے اپنے پاؤں سے ہوا میں چلے۔ ہر صورت میں متصور ہونے پر اس طرح قادر ہو۔ کہ اس کی پوری شکل بن جائے اس حدیث قدسی کا یہی مطلب ہے لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا اَحْبَبْتُهٗ کنت سمعه الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ولسانہ الذی ینطق ویدہ التی یبطش بہا ورجلہ التی یمشی بہا۔ پھر جب حق تعالیٰ اس کے [illegible] اور اس کے پاؤں اور اس کا باقی جسم بن جاتا ہے۔ تو اس وقت وہ بندہ اللہ تعالیٰ کا خلیل ہوتا ہے۔ یعنی حق تعالیٰ کے انوار اس کے بیچ میں آجاتے ہیں۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کا خلیل ہوتا ہے۔ اور تمام نعمت ربی سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ اس لئے کہ جسد بتمامہ جوارح اور قویٰ کے درمیان ہے۔ اور جوارح ہاتھ، پاؤں وغیرہ ہیں اور قویٰ۔ سمع۔ بصر وغیرہ۔ پس یہ قویٰ و جوارح اس کے ظاہر و باطن کا نام [illegible]

[illegible] آنکھیں۔ اس کی زبان اور اس کے پاؤں اور اس کے [illegible]

Marfat.com

چیزیں ان سے متاثر ہوتی ہیں۔ اس لئے کہ وہ سب اس وقت اللہ تعالے کے لئے ہوتی ہیں۔ پس وہ اپنے ہاتھ سے کرتا ہے۔ اپنے ہاتھ سے بولتا ہے۔ اپنے ہاتھ سے پکڑتا ہے۔ اپنے ہاتھ سے دیکھتا ہے۔ اپنے ہاتھ سے چلتا ہے۔ ایسے ہی وہ اپنے ہر جارحہ اور اپنی ہر قوت سے یہ سب کام کرتا ہے۔ اور یہ امر اس کے مقام خلت کا شاہد ہے۔ کیا تو اس مقام کے امام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف نہیں دیکھتا۔ کہ جب انہوں نے اس امر کی تحقیق کو مشاہدہ کرنا چاہا۔ تو کس طرح انہوں نے چار پرندے لئے۔ (یعنی پرندے بھی انہوں نے دستِ قدرت سے لئے تھے) اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پہاڑ پر پھینک دیا۔ پھر جب اپنی زبان سے ان کو بلایا۔ تو وہ اس کے پاس دوڑتے ہوئے آ گئے۔ اور یہ بات اس امر کی شاہد ہے۔ کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ پس وہ ان آیات سے خدا بلند اور بزرگ کے مقرب ہوئے۔

جاننا چاہیئے۔ کہ مقامِ قربت وسیلہ ہے۔ اور یہ اس لئے ہے۔ کہ جو شخص اس مقام پر پہنچتا ہے سو وہ حقائق الہیہ سے متحقق ہونے کی طرف دلوں کے سکون کا وسیلہ ہوتا ہے۔ اور اس کی اصل یہ ہے۔ کہ قلوب در اصل جمیع حقائق الہیہ سے سادہ اور ساذج پیدا ہوئے ہیں۔ اگرچہ ان کی پیدائش انہی سے ہے۔ بجز اس کے نہیں۔ کہ یہ سذاجت انہوں نے اس دنیوی عالم میں نازل ہو کر حاصل کی ہے۔ پس وہ بذات خود کسی چیز کو قبول نہیں کرتے۔ جب تک کہ وہ اپنے غیر میں اس کو مشاہدہ نہیں کر لیتے۔ پس یہ غیر اُن کے لئے مثل آئینہ یا مثل نقش ہونے والی اور چھپ جانے والی چیز کے ہوتا ہے۔ پھر وہ بہ نفسِ خود اس چیز میں دیکھتے ہیں۔ اور اپنے نفس کے لئے اسے قبول کرتے ہیں۔ اور اسے استعمال میں لاتے ہیں۔ جیسے کہ وہ چیز بحکم اصالت استعمال میں لائی جاتی ہے پس اسیم حق اوصاف الہیہ کے ساتھ آرام پانے کے لئے ارواح کا پہلا وسیلہ ہے۔ اور ولی کا قلب جو مقام قربت کو حاصل کر چکا ہے۔ حقائق الہیہ سے متحقق ہونے کی طرف اجسام کے آرام پانے کا وسیلہ ہے۔ تاکہ ان کے آثار ان پر ظاہر ہوں۔ پس ممکن نہیں ہے۔ کہ جسدِ ولی امور الہیہ سے متحقق ہو۔ لیکن اس سچائی کی کیفیت کے مشاہدہ کرنے کے بعد۔ کہ ولی اہل مقام قربت سے ہے۔ پس یہ ولی درجۂ تحقق میں اس کے پہنچنے کا وسیلہ ہوتا ہے اور تمام انبیاء و اولیاء کا وسیلہ محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں۔ پس وسیلہ عین قربت کا مقام ہے۔ اور اس کے مراتب میں سے پہلا مرتبہ مقامِ خلت ہے۔ اور خلیل کے مقام کی انتہا حبیب کے مقام کی ابتداء ہے۔ اس لئے کہ حب ذاتی تعشق اتحادی سے مراد ہے۔ جس سے ہر متعشق دوسرے کی صورت پر ظاہر ہوتا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کا قائم مقام بنتا ہے۔ کیا تو جسم اور روح کی طرف خیال نہیں کرتا۔ کہ چونکہ ان کا تعشق ذاتی ہے۔ اس لئے جب دنیا میں جسم دکھیا ہوتا ہے۔ تو روح بھی اس کے ساتھ کیسا دکھیا ہو جاتا ہے۔ اور جب آخرت میں روح کو دکھ ہوگا۔ تو اس کے ساتھ جسم کو بھی دکھ ہوگا۔ پھر ان میں سے ہر ایک دوسرے کی صورت پر ظاہر ہوتا ہے۔ اسی کی طرف حق سبحانہ و تعالے نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اپنے نفس کے قائم مقام کیا۔ اور ایسا ہی اس کا یہ کہنا مَنْ

Marfat.com

يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابی سعید خدری کے لئے تصریح فرمائی۔۔ اس نے ان کو خواب میں دیکھا۔ اور کہا۔ کہ اے رسولِ خدا مجھے معذور رکھئے۔ محبت الہی نے مجھے آپ کی محبت سے باز رکھا ہے۔ پھر آپ نے اُسے فرمایا۔ کہ اے مبارک اللہ کی محبت ہی میری محبت ہے۔ پس جب محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں اللہ کے خلیفہ تھے۔ تو اللہ یہاں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا نائب تھا۔ اور نائب خلیفہ کو کہتے ہیں۔ اور خلیفہ نائب کو۔ پس وہ یہ ہیں۔ اور یہ وہ ہیں یہیں سے ہے۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کمال میں متفرد ہوئے پس انہوں نے تمام کمالات اور مقاماتِ الٰہیہ باطن میں ختم کر دئے۔ اور ظاہر میں آپ کے واسطے مقامِ رسالت کا ختم ہونا اس امر کا شاہد ہے۔ اور مقامِ محبت کا آخر مقامِ ختام کا اول ہے۔ اور مقامِ ختام وذا الجلال والاکرام کی حقیقت سے متحقق ہونے سے مراد ہے۔ سوائے اُن نادر امور کے کہ وہاں مخلوق کو پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ پس یہ چیزیں اجمال کے طور پر اس کو حاصل ہوتی ہیں۔ اور دراصل وہ علے سبیل التفصیل اللہ کے لئے ہوتی ہیں۔ اسی وجہ سے کامل ہمیشہ اکملیت میں ترقی کرتا رہتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالٰے کے لئے کوئی نہایت نہیں ہے۔ پس ہمیشہ ولی اس میں ترقی کرتا رہتا ہے۔ موافق اس سیر کے جو اللہ تعالٰے اپنی ذات میں اس کو کراتا ہے

پھر اس کے بعد معلوم کرنا چاہئے۔ کہ مقامِ عبودیت کسی خاص مرتبہ سے مخصوص نہیں ہے۔ کبھی ولی مقامِ خلقت سے خلق کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور کبھی مقامِ ختام سے۔ اس کلام کا فائدہ یہ ہے۔ کہ عبودت اللہ تعالٰے کے ساتھ مرتبہ الٰہیہ سے حضرت خلقیہ کی طرف بندہ کا رجوع کرنا ہے۔ اور یہ مقامِ عبودت اس کے لئے جمیع مقامات کو نگاہ رکھنے والا ہے۔ اور عبادت عبودیت۔ عبودت میں فرق یہ ہے۔ کہ عبادت اس چیز کا نام ہے۔ کہ بندہ طلب جزاء کے لئے اعمالِ خیر کو بجالائے۔ اور عبودیت یہ ہے۔ کہ اعمالِ خیر محض اللہ کے لئے بجالائے جائیں۔ ان میں جزاء حاصل کرنے کی کوئی خواہش نہ ہو۔ بلکہ عمل خالص اللہ تعالٰے کے لئے ہو۔ اور عبودت اللہ تعالٰے کے ساتھ عمل کرنے سے مراد ہے۔ اسی لئے مقامِ عبودت جمیع مقامات کا محافظ ہے۔ اور ایسا ہی مقامِ ختام اس لئے کہ وہ جمیع مقاماتِ قرب پر محیط ہے۔ کیونکہ وہ مقاماتِ اولیاء کے خاتمہ کا نام ہے۔ صرف مقامِ قربت میں اللہ تعالٰے کے ساتھ مل جاتا ہے۔ اور وہاں پہونچنے سے جمیع مقامات خلق ختم ہو جاتے ہیں اور وہ اس مقامِ خلقت اور مقامِ حب سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ پس وہ ختام مقامِ قربت میں ہوتا ہے۔ اور خلقت کا نام جو مقاماتِ قرب کے پہلے مرتبہ سے مخصوص ہوا ہے۔ تو اس وجہ سے ہے۔ کہ مقرب کے وجود میں آثار [illegible]

ہیں۔ پھر اس کے بعد مقامِ حب ہے۔ کیونکہ مقامِ حب مناظرِ الٰہیہ میں مقامِ محمدی کو کہتے ہیں [illegible] نام مقامِ قربت کی انتہا کا نام ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالٰے کی تو کوئی نہایت نہیں ہے۔ لیکن ختام کا نام جمیع مقاماتِ قرب کو حاوی ہے۔ پس جو شخص مقامِ قربت میں پہنچ گیا۔ وہ خاتم الاولیاء ہے۔ اور مقامِ ختام میں نبی کا وارث ہے۔ اس لئے کہ مقامِ قربت مقامِ محمود ہے۔ اور مقرب کو وہاں لے جانے کے لئے کہ جہاں اس سے پہلے کوئی نہیں جا سکتا ہے وسیلہ ہے۔ پھر وہ ان مقاماتِ الٰہیہ میں فرد کہلاتا ہے۔ اور چاہئے۔ کہ وہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتقاد

Marfat.com

رہے۔ اسی کی طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے۔ کہ وسیلہ جنت میں ایک اعلےٰ مکان ہے۔ اور وہ صرف ایک ہی شخص کے لئے ہوگا۔ اور میں امید رکھتا ہوں۔ کہ وہ ایک شخص میں ہی ہونگا اس لئے کہ وجود کی ابتدا آپ سے ہوئی۔ پس ضروری ہے۔ کہ اس کا اختتام بھی آپ پر ہی ہو۔ علیہ افضل الصّلوٰۃ والسلام

دوسرا حصّہ ختم ہوا

ذخیرہ محمد اقبال مجددی لاہور

2946

Marfat.com